نور العینین

فی اثبات

رفع الیدین

عند الرکوع و بعدہ فی الصلوٰۃ

تالیف
حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ

رفع الیدین پر علمی و تحقیقی کتاب
نور العینین
فی اثبات
رفع الیدین
عند الرکوع وبعدہ فی الصلوٰۃ
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
مکتبہ اسلامیہ

نام کتاب ------------ نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین

تالیف ------------ حافظ زبیر علی زئی

ناشر ------------ محمد سرور عاصم

کمپوزنگ ------------ مکتبۃ الحدیث

اشاعت ------------ اکتوبر 2012ء

قیمت ------------

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973 فیکس: 042-37232369

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک فون: 057-2310571

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام علٰى رسوله الأمين، أما بعد:

شریعتِ اسلامیہ میں ''نماز'' بہت بڑا اور اہم رکن ہے اور اس پر مواظبت لازم قرار دی گئی ہے بلکہ کفر و ایمان کے درمیان نماز ایک امتیاز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوٰة))

آدمی اور شرک وکفر کے درمیان فرق، نماز کا چھوڑ دینا ہے۔ [صحیح مسلم:۸۲]

عقیدۂ توحید کے بعد کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے: نیت اور طریقۂ رسول ﷺ لہٰذا نماز کے بارے میں آپ ﷺ کا واضح فرمان ہے: ((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِي اُصَلِّيْ)) نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ [صحیح بخاری:۶۳۱]

نماز میں ''رفع یدین'' رسول اللہ ﷺ سے متواتر ثابت ہے۔ لیکن افسوس بہت سے دیگر مسائل کی طرح ''مسئلہ رفع یدین'' بھی تقلید اور مسلکی تعصب کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

جب صحیح مرفوع احادیث، آثارِ صحابہ، آثارِ تابعین اور ائمۂ کرام سے رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین ثابت ہے تو اس کے مقابلے میں ضعیف، موضوع اور چند ایک تابعین کے عمل کی کیا وقعت رہ جاتی ہے؟

حقیقت میں آلِ تقلید اس قدر بوکھلا چکے ہیں کہ اپنی حمایت میں کمزور اور بودے ''دلائل'' بلکہ موضوع اور من گھڑت روایات بھی بیان کرنے سے نہیں چوکتے۔!

مثلاً انوار خورشید دیوبندی صاحب اپنی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' (ص ۴۰۴) میں لکھتے ہیں: ''حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ،

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر اسی تکبیر میں جس سے نماز شروع ہوتی ہے۔ [بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۲۰۷]"

یہ روایت بے اصل اور من گھڑت ہے۔ اسے کاسانی حنفی نے اپنی کتاب بدائع الصنائع میں بغیر کسی سند کے نقل کر دیا ہے۔ [دیکھئے یہی کتاب ص ۳۰۴]

قارئین کرام! یاد رہے کہ آلِ تقلید کے دلائل اور صاحبِ دلائل علمی میدان میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے، ان کے اعتراضات کا جواب صرف اس لئے دیا جاتا ہے کہ عام سادہ لوح لوگ صحیح احادیث و طریقۂ رسول ﷺ سے روشناس ہوں اور غیر اہلِ حدیث کی موشگافیوں، چٹکلوں اور شبہات کی حقیقت سے آگاہ ہوں۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

"نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین" اس سے قبل اپنی اہمیت وافادیت کے پیش نظر کئی بار چھپ چکی ہے۔ علمی اور سنجیدہ حلقوں میں بہت مقبول ہے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ علمی دنیا میں ایک عظیم انقلاب ہے، یہی وجہ ہے کہ عرصۂ دراز گزرنے کے باوجود یہ کتاب لاجواب ہی ہے۔

اب اسی کتاب کو مزید حک و اضافہ کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے جس میں "زیادات واضافے" کے تحت استاذ محترم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اور بہت سے علمی و تحقیقی مباحث کو شامل کر لیا ہے۔ مثلاً: سجدوں میں رفع الیدین کا مسئلہ، اخبار الفقہاء والمحدثین کی روایت کا جائزہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر اور ترکِ رفع یدین وغیرہ۔ واضح رہے کہ اس ایڈیشن میں سابقہ تسامح وغیرہ کی تصحیح اور بعض کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے اور بعض جگہ علمی فائدہ جانتے ہوئے تکرار کو بحال رکھا گیا ہے نیز اب یہی ایڈیشن معتبر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو استاذ محترم کے لئے صدقۂ جاریہ اور اُخروی نجات کا ذریعہ بنائے اور ان کو ہر قسم کے آلام ومصائب سے محفوظ رکھے۔

(آمین)

حافظ ندیم ظہیر (۲۶/ رجب ۱۴۲۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف کا مختصر تعارف

[مصنف کے قلم سے]

نام: حافظ زبیر علی زئی

[بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان علی زئی]

پیدائش: ۲۵ جون ۱۹۵۷ء (حضرو، ضلع اٹک)

تعلیم: 1- فارغ التحصیل از جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

2- فارغ التحصیل از وفاق المدارس السّلفیہ فیصل آباد

3- ایم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی)

4- ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)

بعض اساتذہ:

1- مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۰۸ھ)

2- مولانا ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۵ھ)

3- مولانا ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ)

4- مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ)

5- مولانا ابوالرجال اللہ دتہ السوہدروی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۲ھ)

6- مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ، وغیرہم

نرینہ اولاد:

1- طاہر

2- عبداللہ

3- معاذ

اردو تصانیف

1- اختصار علوم الحدیث لابن کثیر/ ترجمہ و تحقیق (مطبوع)

2- اکاذیب آلِ دیوبند

3- التأسیس فی مسئلۃ التدلیس (تحقیقی مقالات جلد اول)

4- القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح (مقالات جلد اول)

5- القول المتین فی الجہر بالتأمین (مطبوع) دوبارہ مطبوع

6- الکواکب الدریہ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام/مطبوع) دوبارہ مطبوع

7- انوار الطریق فی رد ظلمات فیصل الحلیق (مقالات جلد چہارم)

8- بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم (مطبوع)

9- تحقیق و ترجمہ اثبات عذاب القبر للبیہقی

10- تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات/ جلد اول، جلد دوم، جلد سوم، جلد چہارم (مطبوع)

11- تخریج احادیث: الرسول کا َنک تراہ

12- تخریج و تحقیق و ترجمہ جزء رفع الیدین (مطبوع)

13- تخریج ریاض الصالحین

1- تخریج فتاویٰ اسلامیہ

15- تخریج نماز نبوی

16- ترجمہ، تحقیق و فوائد مشکوٰۃ المصابیح/ کتاب الایمان

17- ترجمہ شعار اصحاب الحدیث للحاکم الکبیر (تحقیقی مقالات جلد دوم)

18- ترجمہ و تحقیق آثار السنن

19- تسہیل الوصول

20- تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ (مطبوع)

21- تلخیص الاحادیث المتواترہ (مخطوط)

22- توضیح الاحکام/فتاویٰ علمیہ جلد اول، جلد دوم (مطبوع)

23- توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری/احمد سعید ملتانی کا جواب (مطبوع)

24- جنت کا راستہ (مطبوع)

25- حاجی کے شب وروز، ترجمہ وتحقیق وفوائد (مطبوع)

26- دین میں تقلید کا مسئلہ (مطبوع)

27- سیف الجبار

28- شرح حدیثِ جبریل/ترجمہ وتحقیق وفوائد (مطبوع)

29- صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ (صحیح بخاری کا دفاع)

30- عبادات میں بدعات اور سنت سے ان کا رد [ترجمہ وتحقیق]

31- عصرِ حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ (مخطوط)

32- فضائل درود وسلام/ترجمہ وتحقیق (مطبوع)

33- ماسٹر امین اوکاڑوی کا تعاقب (مطبوع)

34- ماہنامہ الحدیث حضرو (جون ۲۰۰۴ء سے مسلسل ہر مہینہ شائع ہوتا ہے)
سات جلدیں شائع شدہ ہیں اور آٹھویں جلد جاری ہے۔

35- مختصر صحیح نمازِ نبوی (مطبوع)

36- موطأ امام مالک/روایۃ ابن القاسم [ترجمہ، تحقیق وفوائد] (مطبوع)

37- نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار [ترجمہ وتحقیق کتاب الانوار للبغوی]

38- نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القراءۃ للبخاری (مطبوع)

39- نصر المعبود فی الرد علیٰ سلطان محمود (مطبوع/تحقیقی مقالات جلد دوم)

40- نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (مطبوع)

41- نور العینین فی اثبات رفع الیدین (اس کا یہی جدید ایڈیشن معتبر ہے)

42- نور القمرین (اسی کتاب: نور العینین کے آخر میں، بعد از مراجعت مطبوع ہے)

43- نور المصابیح (مطبوع)

44- ہدیۃ المسلمین (مطبوع از مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد)

45- یمن کا سفر (مقالات جلد دوم)

عربی تصانیف

٤٦: أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح (مخطوط)

٤٧: الأسانيد الصحيحة في أخبار الإمام أبي حنيفة (مخطوط)

٤٨: أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل (مخطوط)

٤٩: أنوار السنن في تخريج و تحقيق آثار السنن (مخطوط)

٥٠: أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة (مطبوع)

٥١: تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء (مطبوع)

٥٢: تحقيق و تخريج تفسير ابن كثير (مطبوع)

٥٣: تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبي شيبة

٥٤: تحقيق و تخريج أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقي (مخطوط)

٥٥: تحقيق و تخريج بلوغ المرام

٥٦: تحقيق و تخريج جزء علي بن محمد الحميري (مطبوع)

٥٧: تحقيق و تخريج سنن الترمذي (مخطوط)

٥٨: تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لإبن تيمية (مخطوط)

٥٩: تحقيق و تخريج مسند الحميدي (مخطوط)

٦٠: تحقيق و تخريج مناقب علي والحسين وأمهما فاطمة الزهراء (مخطوط)

٦١: تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك/رواية يحيى بن يحيى (مخطوط)

٦٢: تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار (مخطوط)

٦٣: تخريج النهاية فى الفتن والملاحم (مطول، مخطوط)

٦٤: تخريج أحاديث منهاج المسلم (مخطوط)

٦٥: تخريج جزء رفع اليدين للبخاري (مخطوط)

٦٦: تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم (مخطوط)

٦٧: تخريج كتاب الجهاد لإبن تيمية (مخطوط)

٦٨: تخريج كتاب النهاية فى الفتن والملاحم (مختصر، مخطوط)

٦٩: تخريج وتحقيق المعجم الصغير للطبراني (غير كامل)

٧٠: تسهيل الحاجة في تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه (مخطوط)

٧١: التقبيل و المعانقة لإبن الأعرابي، تحقيق و تخريج (مخطوط)

٧٢: تلخيص الكامل لإبن عدي (مخطوط)

٧٣: السراج المنير في تخريج تفسير ابن كثير (مفقود)

٧٤: صحيح التفاسير (غير كامل/مخطوط)

٧٥: العقدالتمام في تحقيق السيرة لإبن هشام (مخطوط)

٧٦: عمدة المساعي في تحقيق و تخريج سنن النسائي (مخطوط)

٧٧: الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (مطبوع)

٧٨: فضل الإسلام للشيخ محمد بن عبدالوهاب (تخريج، غير مطبوع)

٧٩: في ظلال السنة / الحديث وفقهه (مطبوع في سياحة الأمة/ إسلام آباد)

٨٠: كلام الدارقطني في سننه في أسماء الرجال (مخطوط)

٨١: نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبي داود (مخطوط)

٨٢: تخریج وتحقیق حصن المسلم (مطبوع)

وما توفيقي إلا بالله عليهِ توكلت وإليه أنيب

(١٠/مارچ ٢٠١١ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنت کی اہمیت اور تقلید کی مذمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ [ال عمران:۱۶۴]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا والوں کی ہدایت کا سبب بنایا اور جن لوگوں نے آپ کی پیروی اور اطاعت اختیار کی تو وہ گمراہیوں کی اتھاہ تاریکیوں سے نکل کر فلاح و ہدایت کی روشن شاہراہ پر گامزن ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اتباع ہدایت کا سبب ہے اور آپ کو چھوڑ کر کسی اور کی اتباع اختیار کرنا گمراہی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا

معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ان سے کہو اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرلو پھر اگر وہ تمھاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ناممکن ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

[ال عمران: ۳۱، ۳۲]

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا شرطِ ایمان ہے کیوں کہ ایمان کی وادی میں قدم رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط﴾

اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ [البقرۃ: ۱۶۵]

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعوے دار ہے تو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کرنا لازم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک شخص کوئی دعویٰ کرتا ہے تو اپنے اس دعوے پر ثبوت پیش کرنا اس پر لازم ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہے تو وہ رسول ﷺ کی اتباع کر کے اس کا ثبوت فراہم کرے گا ورنہ اس کا یہ دعویٰ ہی سرے سے جھوٹا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے لیے اطاعتِ رسول فرض ہے اور اطاعتِ رسول سے اعراض کرنا کفر کے مترادف ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

درحقیقت تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

[الاحزاب: ۲۱]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو مومنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انھیں جو کچھ ملے، وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں کیوں کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ [الحشر:۷]

رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہدایت پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔

اللہ فرماتا ہے: ﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی پیروی اختیار کرو تاکہ تمھیں ہدایت نصیب ہو۔

[الاعراف:۱۵۸]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾

اور میری پیروی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ [الزخرف:۶۱]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کے بجائے کسی اور طریقے کو اختیار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسے اختیار کر کے وہ راہِ ہدایت پالیں گے تو وہ خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑنے والا گمراہ ہے اور قیامت کے دن بھی وہ ناکام و نامراد ہوگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔ [النور:۶۳]

''فتنہ'' کی مختلف صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے (اور یہ صورت تاریخ کے ناقابلِ تردید دلائل سے بالکل واضح ہے) کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو چھوڑ کر مختلف

اماموں کی تقلید اختیار کر لیں گے اور یہ تفرقہ بازی ان میں شدید نفرت اور اختلافات پیدا کر دے گی اور آخر کار ان میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝﴾

وہ (نبی) اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

[النجم:۳،۴]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین میں اگر کسی شخص کی نفسانی خواہشات محترم ہو سکتیں تو یہ مقام رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہونا چاہیے تھا، لیکن رسول کی خواہشات کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین قرار نہیں دیا بلکہ صاف اعلان فرمادیا کہ میرا یہ نبی اپنی خواہشات سے بولتا ہی نہیں بلکہ یہ جب بھی کلام کرتا ہے وحی کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ جب نبی ﷺ کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم قرار نہ پائے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی ''آراء'' کس طرح دین بن سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

[النسآء:۸۰]

بتائیں کہ یہ مقام رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور انسان یا کسی امام کو حاصل ہو سکتا ہے کہ جس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت قرار دے اور پھر کسی امام کی اتباع ہی نہیں بلکہ اس سے بھی چند قدم اور آگے بڑھ کر اس کی تقلید اختیار کر لی جائے؟

اتباع علم کی بنیاد پر جب کہ تقلید جہالت کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ اتباع بالدلیل ہوتی ہے اور یہ علم ہے جب کہ تقلید ایسے عمل کا نام ہے جو کسی کی بات پر بغیر دلیل کے کیا جائے۔ پھر تقلید میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اندھا دھند کسی کے پیچھے چلنے کو تقلید کہا جاتا ہے

اور مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے۔ نہ تو وہ خود اس مسئلہ کی تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر نظر ڈال سکتا ہے۔ ایسی جہالت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حافظ ابن حزم کی الاحکام فی اصول الاحکام اور حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین]

اس سلسلہ کی چند احادیث و آثار بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ یہ مسئلہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ للهِ ﷺ ((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى)) قِيْلَ وَمَنْ أَبٰى ؟ قَالَ: ((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى))

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، پوچھا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔

[بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ حدیث ۷۲۸۰، مشکوۃ المصابیح ۱/۵۱ ح ۱۴۳، واللفظ لہ/طبع بیروت]

ایک موقع پر جب تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے اعمال و سنن کو کم سمجھتے ہوئے عبادت میں زیادہ محنت و مشقت کا ارادہ ظاہر کیا یعنی ایک نے پوری رات جاگنے، دوسرے نے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تیسرے نے نکاح کو خیر باد کہہ کر پوری زندگی عبادت کرنے کا تہیہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))

پس جو شخص میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا (اور اسے استخفافاً وعناداً چھوڑ دے گا) تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

[بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، ۷۵۸ حدیث: ۵۰۶۳، مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ حدیث: ۱۴۰۱]

مطلب یہ ہے کہ تم اعمال میں چاہے کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھاؤ لیکن اگر کسی شخص کا عمل میری اتباع اور فرمانبرداری سے خالی ہوگا تو ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۵۷ھ) روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے۔ (ان چھ آدمیوں میں سے ایک)

((وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي)) اور میری سنت کو ترک کرنے والا ہے۔

[مستدرک ج ۱ ص ۳۶ وقال الحاکم: صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی، سنن الترمذی حدیث: ۲۱۵۴ وسندہ حسن]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۵ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ اس سے چمٹے رہو اور اپنی داڑھوں کے ساتھ (مضبوطی سے) پکڑے رکھو اور تم (دین میں) نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

[احمد ۴/۱۲۶، ۱۲۷ ح ۱۷۲۷۵، ابوداود: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ: ۴۳، مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸ ح ۱۶۵، وقال الترمذی: "حدیث حسن صحیح" وصححہ جماعۃ منہم ابن حبان (۱۰۲) والحاکم (۱/۹۵، ۹۶) والذہبی والضیاء المقدسی فی "اتباع السنن واجتناب البدع" (ق ۷۹/۱)]

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں جو نئی بات بھی دین کے نام سے ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے تقلید بھی بدعت ہے کیوں کہ یہ بھی دین میں ایجاد کی گئی ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔

[صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم ۱۷/۱۸/۱۷، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۱ ح ۱۴۰]

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْمَلُ بِهٖ إِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَإِنِّي أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهٖ أَنْ أَزِيْغَ

میں کسی ایسے کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے مگر یہ کہ میں اس پر عمل پیرا رہوں گا کیوں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں سے کسی چیز (سنت) کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔
[صحیح بخاری:۳۰۹۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک اجتہادی حکم کے مقابلے میں فرمایا تھا: "مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم لِقَوْلِ أَحَدٍ"
میں کسی شخص کے کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ [صحیح بخاری:۱۵۶۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیت: ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کی بہترین تفسیر ہے، آیت آگے آ رہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ"
اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ [صحیح مسلم:۶۵۴]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی پر آپ کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ یہاں تک کہ جب قربِ قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی (آسمان سے نازل ہو کر) آئیں گے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خود بھی پابند ہوں گے اور لوگوں کو بھی آپ کی سنت پر چلائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی اور نبی کی سنت کو اختیار کرنا بھی گمراہی اور ضلالت ہے چہ جائیکہ کسی امام کی تقلید کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ہر حال میں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ [النسآء:۵۹]

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت غیر مشروط اور اولوالامر کی اطاعت مشروط ہے۔ چنانچہ اولوالامر کی بات اگر کتاب وسنت کے مطابق ہوگی تو ان کی اطاعت بھی لازم ہے، لیکن اگر ان کا حکم کتاب وسنت کے خلاف ہوگا تو پھر ان کی اطاعت درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ))

(اللہ اور رسول کی) نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت جو کچھ بھی ہے معروف میں ہے۔ [بخاری:۷۲۵۷، مسلم:۱۸۴۰]

نبی ﷺ کی اطاعت اس لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو انسانوں تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے اور پھر وہ معصوم بھی ہیں اور وحی کی رہنمائی بھی آپ کو حاصل ہے جب کہ غیر نبی میں یہ تمام باتیں مفقود ہوتی ہیں اور اس سے غلطیوں کا صدور ایک لازمی امر ہے لہٰذا ہر مسئلہ میں اس کی تقلید کرنا اور اس کے قول کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو پیش کرنا تو سخت ترین گمراہی ہے۔ بھلا جس امام پر خود اللہ اور رسول کی اطاعت لازم ہو اور جو اتباع کے لیے سنتِ رسول کا متلاشی ہو، خود اس کی تقلید کرنا کیسے لازم ہو جائے گی؟

یہ حقیقت ہے کہ ان ائمۂ کرام نے بھی اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں حافظ ابن قیم کی شہرۂ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' اور ''فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ'' ج ۲۰ ص ۱۰، ۱۱]

سوال یہ ہے کہ جب ائمۂ کرام نے لوگوں کو تقلید سے منع کیا ہے تو پھر تقلید پر اصرار کیوں؟ اصل بات یہ ہے کہ تقلید پر اصرار بعد کے لوگوں کی اختراع ہے ورنہ اہل علم نے تو ہر دور میں تقلید کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً حافظ ابن کثیر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے، لیکن وہ ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے (مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد) ارشاد فرماتے ہیں:

''لیکن یہ یاد رہے کہ پچھلے اقوال سب کے سب ضعیف ہیں۔ جھگڑا صرف صبح اور عصر کی نماز میں ہے اور صحیح حدیثوں سے عصر کی نماز کا صلوٰۃ وسطیٰ ہونا ثابت ہے۔ پس لازم ہو گیا کہ سب اقوال کو چھوڑ کر یہی عقیدہ رکھیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔''

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے اپنی کتاب فضائل شافعی میں روایت کی ہے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے:

''كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِخِلَافِ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلٰى وَلَا تُقَلِّدُوْنِي ''

میرے جس کسی قول کے خلاف (نبی ﷺ کی) کوئی صحیح حدیث مروی ہو تو حدیث ہی اولیٰ ہے خبردار میری تقلید نہ کرنا۔

[آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۶۹ نحو المعنیٰ وسندہ حسن]

امام شافعی کے اس فرمان کو امام ربیع، امام زعفرانی اور امام احمد بن حنبل بھی روایت کرتے ہیں اور موسیٰ ابو الولید بن جارود امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

'' إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ وَ قُلْتُ قَوْلًا فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْ قَوْلِي وَ قَائِلٌ بِذٰلِكَ''

میری جو بات صحیح حدیث کے خلاف ہو، میں اپنی اس بات سے رجوع کرتا ہوں

اور صاف کہتا ہوں کہ میرا مذہب وہی ہے جو حدیث میں ہے۔

یہ امام صاحب کی امانت اور سرداری ہے اور آپ جیسے ائمہ کرام میں سے بھی ہر ایک نے یہی فرمایا ہے کہ ان کے اقوال کو دین نہ سمجھا جائے۔ رَحِمَهُمُ اللهُ وَ رَضِيَ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ. اس لیے قاضی ماوردی فرماتے ہیں:

''امام صاحب کا صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں یہی مذہب سمجھنا چاہیے کہ وہ عصر ہے گو امام صاحب کا اپنا قول یہ ہے کہ وہ عصر نہیں ہے۔ مگر آپ کے فرمان کے مطابق حدیث کے خلاف اس قول کو پا کر ہم نے چھوڑ دیا۔''

[تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۱۱۸، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی کے قول کو اہمیت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خلفائے راشدین کی سنت کو رد کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مُلک شام کے ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے متعلق دریافت کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے۔ اس شامی نے کہا مگر آپ کے والد محترم (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اگر میرے والد نے اس سے منع فرمایا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا ہو تو تمھارا کیا خیال ہے؟ (تم میرے والد کے فعل کو حجت سمجھو گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو؟) میرے والد کے طریقہ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ (سنت) کی۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا۔

[سنن الترمذی: ۸۲۴ وقال: حدیث حسن صحیح]

سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہی بات سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہی، یعنی

عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (حج تمتع) کیا ہے اور ان کے ساتھ ہم (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی کیا ہے۔

[ایضاً، ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے]

[ایک صحیح روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صاف طور پر تقلید سے منع کیا ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۰ وسندہ صحیح]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: " أَمَّا الْعَالِمُ فَإِنِ اهْتَدىٰ فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ " عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اس کی تقلید نہ کرو۔

[جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۱۱ وسندہ حسن وصححہ الدارقطنی]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ دینی مسائل میں کسی کی تقلید اختیار کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور اسلام میں تقلید کا کوئی جواز موجود نہیں ہے اور اگر کسی کی راہنمائی اختیار کرنا ہی لازم ہو تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی فرمانبرداری اختیار کی جائے اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمانبرداری بھی کتاب وسنت کے ساتھ مشروط ہے۔

کسی نے غالباً اسی لیے کہا ہے:

فَاهْرِبْ عَنِ التَّقْلِيدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ   إِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

تقلید سے دور بھاگو کیونکہ یہ گمراہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مقلد ہلاکت کی راہ پر گامزن ہے۔

(حافظ ابن عبدالبر وغیرہ علماء نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔ [دیکھئے جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۷، واعلام الموقعین ج ۱ ص ۷، ج ۲ ص ۱۸۸])

امام ترمذی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ " نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے

جانور کو اشعار کیا یعنی نشان لگایا" کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام وکیع نے جب یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ اس میں اہل الرائے کے قول کی طرف نظر نہ کرو، کیوں کہ اشعار سنت ہے اور اہل الرائے کا قول بدعت ہے۔ ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم امام وکیع کے پاس تھے کہ قیاس کرنے والوں (اہل الرائے) میں سے ایک شخص سے امام وکیع نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مُثلہ ہے (جانوروں کے کان، ناک وغیرہ اعضا کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں) اس شخص نے کہا اور جو روایت کی گئی ہے کہ ابراہیم نخعی نے فرمایا: اشعار مثلہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے امام وکیع کو دیکھا کہ وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گئے اور کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ اشعار کرو) اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے کہا (میں تمھارے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یوں کہا ہے) تم اس قابل ہو کہ تمھیں قید کیا جائے اور جب تک تم اپنے قول سے باز نہ آ جاؤ اس وقت تک تمھیں نہ نکالا جائے۔ [سنن الترمذی ج ۱ ص ۱۷۷، ۱۷۸ ح ۹۰۶، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

امام وکیع، امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور ان کے متعلق بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے، لیکن یہ واقعہ ان حضرات کے دعوے کو رد کرنے کے لیے بہت ہی کافی و شافی ہے۔ (اس طرح کی بہت سی مثالیں اعلام الموقعین اور ایقاظ ہمم اولی الابصار میں بھی موجود ہیں۔)

مقلدین حضرات عموماً نبی ﷺ کی احادیث کو تقلید کی عینک سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ سنت اور حدیث کو اپنے مقرر کردہ اصول و قواعد کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جب کوئی حدیث ان کے خود ساختہ اصولوں پر پوری طرح فٹ نہیں بیٹھتی تو وہ اسے کھینچ تان کر اِس اصول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث ان کے مذہب کے بالکل خلاف ہو تو پھر اس حدیث میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ کا وہ پوسٹ مارٹم کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ!

چنانچہ دوسرے بہت سے مسائل کے علاوہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے ساتھ مقلدین کا جو رویہ رہا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے کیوں کہ جہاں ایک طرف مقلدین حضرات احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں وہاں دوسری طرف رفع الیدین کو لوگوں کی نگاہوں میں قابل نفرت عمل بنانے کے لیے انھوں نے عجیب وغریب کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ عظیم الشان سنت آج جاہل لوگوں کی نگاہوں میں ایک قابلِ نفرت فعل بن کر رہ گئی ہے۔ سنتِ رسول ﷺ سے نفرت کا اظہار کرنا یا دل میں اس کے خلاف قابلِ نفرت جذبات رکھنا ایمان کے منافی عمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

(اے محمد ﷺ!) تمھارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ تسلیم کر لیں۔ [النسآء:٦٥]

(بعض نام نہاد ''حنفیوں'' نے رفع یدین پر اہل حدیث کی تکفیر بھی کر رکھی ہے۔

عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

''اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی، بڑی گمراہی تھی۔''

[تذکرۃ الخلیل ص۱۳۲، ۱۳۳]

لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس سنت کی اہمیت کے واضح ہو جانے کے بعد اب وہ پابندی سے اسے ادا کریں اور لومۃ لائم کی کوئی پروا نہ کریں کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ))

نماز اس طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

[بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ ح ۶۳۱]

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے علم و تحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے محنتِ شاقہ کے ذریعے رفع الیدین کا مسئلہ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے اور حق و انصاف اور پوری دیانت داری کے ساتھ رفع الیدین کے دونوں پہلوؤں یعنی رفع الیدین اور عدم رفع الیدین کو پوری عرق ریزی اور محدثین و سلف صالحین کی تصدیقات و حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور نا قابل تردید دلائل کے ساتھ جہاں رفع الیدین کا سنت متواترہ ہونا ثابت کیا ہے وہاں دوسری طرف عدم رفع الیدین کے متعلق اہل الرائے والقیاس کے بودے اور کمزور دلائل کا تانا بانا بھی بیان کر دیا ہے اور جمہور محدثین، محققین اور حدیث کے ناقدین سے ان دلائل کی اصل حیثیت اور ان کے نا قابل عمل ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور موجودہ دور کے بعض اہل الرائے والقیاس والتقلید کے جھوٹ و فریب کے پردوں کو بھی چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے علم، عمل اور عمر میں اضافہ فرمائے اور انھیں باطل فرقوں کے خلاف ہر محاذ پر سرخرو فرمائے اور باطل فرقوں کو ہر محاذ پر ہزیمت اور ذلت و رسوائی سے دوچار فرمائے، آمین۔

اس کتاب کے بعد ان شاء اللہ عنقریب مسئلہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق بھی موصوف کی کتب شائع ہوں گی اور نماز پر ایک جامع اور مکمل کتاب بھی زیر ترتیب ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں بھی کچھ لٹریچر طباعت کے انتظار میں ہے۔ [بحمد اللہ کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں]

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی
(یکم محرم الحرام ۱۴۱۱ھ)

مقدمہ

ہمارے امام اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنت رفع الیدین کے خلاف اس پرفتن دور میں بعض ''اہل الرائے والاہواء'' نے چند کتابچے اور کتابیں لکھی ہیں۔ بے شمار دسیسہ کاریوں، شعبدہ بازیوں اور مغالطہ دہیوں کے علاوہ انھوں نے صحیحین اور محدثین کا مرتبہ وعزت گھٹانے کی نامسعود اور قابلِ مذمت کوشش بھی کی ہے حالانکہ ان کی یہ ساری کوششیں مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور فضول ہیں۔

(دیوبندیوں اور بریلویوں کے معتمد علیہ) شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے، جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' [حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۴۲ مترجم: مولوی عبدالحق حقانی]

مگر کسے معلوم تھا کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے بدعتی صحیحین (بخاری ومسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے۔

مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی (حیاتی) نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عملِ جراحی چلایا ہے:

نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	سرفراز صفدر کی کتاب
1- مکحول	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۶/۲)
2- العلاء بن الحارث	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)
3- ولید بن مسلم	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)

4- سعید بن عامر صحیح بخاری وصحیح مسلم احسن الکلام (۱۳۲/۱)

5- العلاء بن عبدالرحمٰن صحیح مسلم احسن الکلام (۱/۲۴۰)

تفصیل کے لیے مولانا ارشادالحق اثری کی مایۂ ناز کتاب ''توضیح الکلام'' کا مطالعہ کریں۔ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے بھی صحیحین کے راویوں پر تیشہ چلایا ہے۔ مثلاً:

نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	حبیب اللہ ڈیروی کی کتاب
1- ابن جریج	بخاری ومسلم	نور الصباح مقدمہ (ص ۱۸)
2- ولید بن مسلم	بخاری ومسلم	نور الصباح (ص ۱۸۱)
3- یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری	بخاری ومسلم	نور الصباح (ص ۲۲۱)

یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں میں صحیحین کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے مگر چاند کی طرف تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔

صحیح بخاری کی اُمتِ اسلامیہ میں جو پذیرائی ہوئی اس کا اندازہ ترجمان دیوبند ''القاسم'' کے درج ذیل بیان سے بھی صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے:

''صحیح بخاری عجیب شان کی کتاب ہے اور اسے اللہ نے عجیب وغریب مقبولیت بخشی ہے۔ ہر عالم وعامی قرآن کے بعد جب نظر اٹھاتا ہے تو صحیح بخاری پر سب سے پہلے نظر پڑتی ہے۔ تقریباً ایک ہزار سال سے دنیا(ئے) اسلام میں اس کتاب کو کتاب اللہ کے بعد جو فوقیت اور مرجعیت حاصل رہی ہے اس کی وجہ سے اس کی بھاری بھرکم حیثیت اور اس کے مؤلف کی عظیم شخصیت اسلامی تاریخ پر چھا گئی۔''

[القاسم اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۳۳ بحوالہ اللمحات ج ۱ ص ۳۲]

اور مزید لکھتے ہیں:

''امام بخاری کی دینی خدمت، علمی ثقاہت اور شان وجلالت کی بدولت ان کی شخصیت ایک ایسا مرعوب کن تاریخی باب بن گئی جس کی سلوٹوں میں بہت سی اہم

علمی و دینی خدمات کا طول و عرض اور متعدد جلیل القدر شخصیتوں کا قد و قامت دبا ہوا محسوس ہوتا ہے۔"

[القاسم شمارہ مذکورہ بحوالہ اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات ج ا ص ۳۲، ۳۳]

یہ ایک مخالف کا اعتراف حقیقت ہے، ظاہر ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے خلاف ان بدعتیوں کا لکھنا خود ان کی شرمندگی اور جگ ہنسائی کا باعث بن رہا ہے۔

انوار الباری کے غالی مصنف (جو ماشاء اللہ دیوبندی ہیں) اپنی کتاب کی جلد ۲ کے صفحہ ۵۲ پر اعتراف کرتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند و برتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان پر یا ان کی "صحیح بخاری" و دیگر تالیفات پر جتنا نقد کیا ہے اگر اس سے دس بیس گنا مزید بھی تنقید کی جائے تو اس تمام سے بھی امام بخاری کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہو سکتی۔"

[بحوالہ شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۲۸]

عرض ہے کہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب (حیاتی دیوبندی) نے اپنے پیش رووں کی کورانہ تقلید میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی دکھائی ہے۔ ان کی کتاب "نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح" اس سلسلے میں میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کا مدلل اور مسکت جواب حکیم محمود سلفی صاحب نے "شمس الضحیٰ" نامی کتاب میں دے دیا ہے جس میں انھوں نے ڈیروی صاحب کی چیرہ دستیاں اور مغالطات قارئین کرام کے سامنے بے نقاب کر دیئے ہیں تا کہ عام لوگوں پر اس ادیب کی حقیقت واضح ہو جائے۔

چونکہ رفع الیدین کے مسئلہ پر میری یہ کتاب ایک مستقل تصنیف ہے جس میں جمہور محدثین کی تحقیقات کے مطابق اس مسئلے کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا گیا ہے لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں مختصراً ڈیروی صاحب کے چند مغالطات اور کذب بیانیوں کا جائزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے تا کہ جو زندہ رہے وہ دلیل

دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔

1- پہلا مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: لَهٗ اَوْهَامٌ (تقریب) اس کی روایتوں میں غلطیاں ہیں اور علامہ ذہبیؒ میزان ص ۳۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں: لَیْسَ بِالْقَوِيِّ کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔''

[نور الصباح، مقدمہ طبع دوم ص ۱۹ بترقیمی، نمبر ۱۵]

جواب: یہ سارا بیان غلط ہے۔

① عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

② حافظ ابن حجر کی بات آدھی نقل کی گئی ہے، ان کا پورا کلام آگے آ رہا ہے۔ اوہام سے کون پاک ہے؟ اس روایت میں ان کا وہم ثابت کریں تو اور بات ہے ورنہ صرف له اَوہام کی وجہ سے ایک صدوق راوی کی روایت کو کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟

③ امام ذہبی نے عثمان مذکور کو لیس بالقوی نہیں کہا بلکہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابوعمر نے کہا ہے (ج ۳ ص ۳۲) یہ ابوعمر (یہاں) غیر متعین ہے اور اس عبارت کی صحت بھی مشکوک ہے۔ تیسرے یہ کہ القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

عثمان بن الحکم الجذامی المصری کو امام احمد بن صالح المصری نے ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب ۱۰۲/۷) ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا کہ وہ فقیہ اور متدین، تھا (ایضاً) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (کتاب الثقات ۴۵۲/۸) ابن ابی مریم نے کہا: "کان من خیار الناس (صحیح ابن خزیمہ ۳۴۵/۱) ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا۔ (ایضاً) (نیز دیکھیں لسان المیزان ۲۲۷/۱) ابن حجر نے کہا: صدوق له أوهام (التقریب ص ۲۳۳)

ان کے مقابلے میں ابوحاتم نے فرمایا: لَيْسَ بِالْمَتِيْنِ ، لَيْسَ بِالمتقِنِ

[تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال] ابوعمر نے کہا: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ [میزان الاعتدال ۳۲/۳]

معلوم ہوا کہ عثمان بن الحکم جمہور کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہے لہٰذا اسے خود بخود بغیر قوی دلیل کے ضعیف قرار دینا علم وانصاف کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔ یادر ہے کہ عثمان مذکور حدیث ابی ہریرہ میں منفرد نہیں بلکہ یحییٰ بن ایوب نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔

2- دوسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے کہ

''حضرت امام شافعی جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کے لیے پہنچے تو وہاں نمازوں میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا کسی نے امام شافعیؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اس قبر والے سے حیا آتی ہے۔'' [نور الصباح ص ۲۹]

جواب: یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سوسال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

ڈیروی صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس واقعہ کی مکمل اور مفصل سند پیش کریں تا کہ راویوں کا صدق وکذب معلوم ہو جائے۔ اسناد دین میں سے ہیں اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔

[بحمد اللہ ابھی تک ڈیروی صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے اس واقعہ کی سند پیش نہیں کی ہے (۱۴۲۰ھ) جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس من گھڑت واقعہ کی ان لوگوں کے پاس کوئی سند موجود نہیں ہے۔ ۱۴۲۷ھ!]

3- تیسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:

"حضرت امام ابوحنیفہ.....رفع الیدین کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لسان المیزان ج ۲ ص ۳۲۲ میں لکھتے ہیں: قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومقاتل کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں رفع الیدین کرتا رہا۔ جب امام ابوحنیفہؒ نے سلام پھیرا تو کہا کہ اے ابومقاتل شاید کہ تو پنکھے والوں سے ہے" [نور الصباح ص ۳۱]

جواب: آپ لسان المیزان کا مذکورہ صفحہ نکالیں، وہاں لکھا ہے کہ قتیبہ نے اس قصہ کے راوی ابومقاتل کو بہت کمزور قرار دیا ہے۔ ابن مہدی نے کذاب کہا، حافظ سلیمانی نے کہا: یہ حدیث بناتا تھا، وکیع نے اسے کذاب کہا، ابوسعید النقاش اور الحاکم نے کہا: اس نے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔ [لسان المیزان ۳۲۲/۲، ۳۲۳ ملخصاً]

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ ایک کذاب و وضاع کی روایت پر ڈیروی صاحب اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھ رہے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

دوسرے یہ کہ اس عبارت سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ امام صاحب نے ابومقاتل کو رفع الیدین سے منع کیا تھا۔ [ابومقاتل کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ۳۶۴/۳]

4- چوتھا مغالطہ

مزید لکھتے ہیں:

"حضرت امام شعبیؒ بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے......... عن اشعث عن الشعبی........" [کتاب ڈیروی ص ۴۵]

جواب: اشعث سے مراد اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے۔

دلیل: وہ عامر الشعبی کا شاگرد ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی ۲۶۵/۳ ط]

اشعث بن سوار مختلف فیہ راوی ہے۔ اسے درج ذیل ائمۂ حدیث نے ضعیف اور مجروح قرار دیا:

(۱) احمد بن حنبل (۲) ابوزرعہ (۳) نسائی (۴) دارقطنی (۵) ابن حبان

(۶) ابن سعد (۷) العجلی (۸) عثمان بن ابی شیبہ (۹) بندار (۱۰) اور ابوداود وغیرہم

ابن معین نے ایک دفعہ ثقہ اور دوسری دفعہ ضعیف کہا لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔ [ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج اص ۳۰۸، ۳۰۹]

صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعۃً ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں فیصلہ کیا ہے کہ (اشعث بن سوار) ضعیف ہے۔

5-پانچواں مغالطہ

ڈیروی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''حضرت اسود بن یزیدؒ التابعی اور حضرت علقمہ التابعی دونوں ترک رفع الیدین کرتے تھے۔'' [کتاب ڈیروی ص ۴۷ طبع دوم ۱۴۰۶ھ]

جواب: اس کی سند ڈیروی صاحب نے اس طرح لکھی ہے:

''عن جابر عن الاسود وعلقمة....''

جابر سے مراد جابر بن یزید الجعفی الکوفی ہے۔

دلیل: جابر جعفی شریک بن عبداللہ کا استاد ہے۔ [تہذیب الکمال ۴/ ۴۶۶ ط]

اور یہ روایت اس سے شریک نے بیان کی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۷]

جابر جعفی مختلف فیہ راوی ہے۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے۔ زائدہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ جھوٹا تھا اور رجعت علی پر ایمان رکھتا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی نے کہا: کذاب ہے۔ زائدہ نے مزید بتایا کہ رافضی تھا اور اصحاب النبی ﷺ کو گالیاں دیتا تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) سعید بن جبیر تابعی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ احمد بن خداش نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ جھوٹ بولتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ سبائی تھا (عبداللہ بن سبا یہودی کا ایجنٹ تھا) [ملخصاً من تہذیب التہذیب ۲/ ۴۱-۴۴]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ''ضعيف رافضي'' یہ ضعیف (اور) رافضی ہے۔

[تقریب التہذیب:۸۷۸]

اس ضعیف وکذاب ومدلس رافضی کی روایت سے ڈیروی صاحب استدلال کر رہے ہیں۔کیا یہ کذب نوازی نہیں ہے؟

6- چھٹا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:''حضرت امام حسن بن زیادؒ اور حضرت امام زفرؒ بھی رفع الیدین نہ کرتے تھے۔'' [نور الصباح ص ۳۴]

جناب ڈیروی صاحب کے (ممدوح) ''حضرت الامام'' (حسن بن زیاد اللؤلؤی) کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

حسن بن زیاد اللؤلؤی

ابن معین نے کہا: کذاب ہے۔محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا: ابن جریج پر جھوٹ بولتا ہے۔ابوداود نے کہا: کذاب غیر ثقہ ہے۔محمد بن رافع النیسابوری نے کہا: یہ شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔حسن الحلوانی نے بتایا کہ میں نے اسے دیکھا اس نے سجدہ کی حالت میں ایک لڑکے کا بوسہ لیا۔ابوثور نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا، نماز کی حالت میں وہ ایک نوعمر لڑکے جس کی داڑھی مونچھ نہیں تھی، کے رخسار پر ہاتھ پھیرتا تھا۔یزید بن ہارون نے تعجب سے کہا: کیا یہ مسلمان ہے؟ اسامہ اسے خبیث کہتے تھے۔یعقوب بن سفیان، عقیلی اور الساجی نے کہا: کذاب ہے۔

[ملخصاً من لسان المیزان ۲/۲۰۸، ۲۰۹]

ایسا گندا شخص ڈیروی صاحب کا ''حضرت امام'' ہے۔

[تنبیہ: حسن بن زیاد اللؤلؤی کے بارے میں تفصیلی اور تحقیقی مضمون کے لیے دیکھئے تحقیقی مقالات ۲/ ۳۳۷۔۳۴۰]

7- ساتواں مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ہیثم بن عدیؒ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے
[دیکھئے البدایہ والنہایہ ج۸ ص۶۸] '' [نور الصباح ص:۲۰۷]

جواب:

ڈیروی صاحب کے امام ہیثم بن عدی کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

ہیثم بن عدی

بخاری نے کہا: لَیْسَ بِثِقَةٍ كَانَ يَكْذِبُ۔ ابوداود نے کہا: کذاب۔ نسائی وغیرہ نے کہا: متروك الحديث۔ [میزان الاعتدال ۴/۳۲۴]

العجلی نے کہا: کذاب ہے، میں نے اسے دیکھا ہے۔ ابوحاتم نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ الساجی نے کہا: وہ جھوٹ بولتا تھا۔ [لسان المیزان ۶/۲۵۳ ط دار الفکر بیروت]

حافظ ہیثمی نے کہا: کذاب۔ [مجمع الزوائد ۱۰/۱۰]

غرض اس کذاب شخص کو ڈیروی صاحب نے اپنا امام قرار دیا ہے۔

تنبیہ: ہیثم بن عدی کے قول کو حافظ ابن کثیر نے '' زعم'' کہہ کر ذکر کیا ہے اور ''وھذا غریب'' کہہ کر اس کے غلط و باطل ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

[البدایہ والنہایہ ۸/۷۰]

8- آٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے:

''ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ وغیرہ) ایسے راوی کی روایت کو عبدالرشید انصاری نے

الرسائل میں بار بار لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:
دیکھئے الرسائل....“ [نور الصباح، مقدمہ ص ۱۸ ابترقیمی]

جواب:

ڈیروی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”رفع الیدین کے چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں۔
حضرت عطا بن ابی رباح کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ **عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ**......ابن جریجؒ فرماتے ہیں....“

معلوم ہوا کہ خود ڈیروی صاحب مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ایک راوی پر سخت جرح کرتے ہیں اور پھر اسی کی روایت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھتے ہیں:

”اس کی سند میں ابن جریج راوی واقع ہے جو کہ ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے.....“

لہٰذا عبدالرشید انصاری (صاحب) بے چارے پر الزام تراشی کس لیے ہے؟

ابن جریج صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ ابن معین، ابن سعد، ابن حبان اور العجلی نے کہا: ثقہ ہے، احمد بن حنبل وغیرہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ [التہذیب ۶/۳۵۷ تا ۳۶۰]

حافظ ذہبی نے کہا: **ثقة حافظ** ۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۲]

رہا متعہ کا مسئلہ تو یہ کئی لحاظ سے مردود ہے:

① اس کی مکمل سند پیش کی جائے۔
② حافظ ذہبی سے ابن جریج تک سند نامعلوم ہے۔
③ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو اسے ابن جریج کی اجتہادی غلطی تصور کیا جائے گا۔

سیدنا ابن عباس سے بھی متعہ کا جواز مروی ہے اور اکابر صحابہ نے ان پر اس مسئلہ میں

سخت تنقید کی ہے۔ [تفصیل کے لیے صحیح مسلم مع شرح النووی ۹/۱۸۴، ۱۸۸، ۱۹۰ کا مطالعہ کریں۔]

یاد رہے کہ متعہ حرام ہے اور اسے نبی ﷺ نے قیامت تک حرام قرار دیا ہے لہٰذا نبی ﷺ کے مقابلہ میں ہر شخص کا فتویٰ مردود ہے۔

[④ اگر بطورِ تنزل ابن جریج سے اس مسئلہ کو ثابت بھی مان لیا جائے تو بقول حافظ ابن حجر، صحیح ابی عوانہ میں ابن جریج کا رجوع کرنا ثابت ہے۔

[فتح الباری ج۹ ص۱۷۳، التلخیص الحبیر ۳/۱۶۰]

رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈا جاری رکھنا دیوبندیوں کی کس عدالت کا انصاف ہے؟]

تنبیہ: تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں ''زنا'' کا لفظ بالکل نہیں ہے۔ یہ لفظ ڈیروی صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر بڑھا دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبی نے ''تزوج'' (نکاح کیا) کے الفاظ لکھے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۱]

9- نواں مغالطہ

ڈیروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مثلاً مسند ابی حنیفہ ج ا ص ۳۵۵ میں جو روایت آئی ہے اس میں بھی عاصم بن کلیب '' نہیں بلکہ اس کی سند اس طرح ہے۔ '' ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود ان عبدالله ابن مسعود ۔۔۔الخ''

[نور الصباح ص ۷۹]

جواب

مسند ابی حنیفہ محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ۶۶۵ ھ) کی جمع کردہ ہے۔ الخوارزمی کی عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ اس نے یہ روایت ابو محمد البخاری عن رجاء بن عبداللہ النہشلی عن شقیق بن ابراہیم عن ابی حنیفۃ کی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ [ج ا ص ۳۵۵]

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری (متوفی ۳۴۰ھ) کا تعارف

یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث لبرہان الدین الحلبی ص ۲۴۸]

ابو احمد الحافظ اور امام حاکم نے بتایا کہ وہ حدیث بناتا تھا۔

[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸ ح ۳۸۸ وسندہ صحیح]

ابو سعید الرواس نے کہا: اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

احمد السلیمانی کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سند اور متن دونوں گھڑتا تھا۔ ابو زرعہ احمد بن الحسین الرازی نے کہا ضعیف ہے۔ خلیلی نے اسے کمزور اور مدلس قرار دیا ہے۔ خطیب نے بھی جرح کی ہے۔ [دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۴۸، ۳۴۹]

کسی نے بھی اس شخص کی توثیق نہیں کی لہٰذا ایسے شخص کی تمام روایات موضوعات اور مردود ہیں۔ حافظ ذہبی دیوان الضعفاء والمتروکین میں ابو محمد الحارثی کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: "**یأتي بعجائب واهية**" وہ عجیب (اور) کمزور روایتیں لاتا ہے۔ [ص ۱۶۷ رقم ۲۲۹۷]

اس کا استاد رجاء النہشلی نامعلوم ہے اور شقیق بن ابراہیم بھی متکلم فیہ ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: **لا یحتج به**۔ [دیوان الضعفاء ص ۱۴۵ رقم ۱۸۹۶]

خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: میری تحقیق کے مطابق "**جامع المسانید**" میں الخوارزمی سے امام ابوحنیفہ تک ایک روایت بھی باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے، جسے اس بات سے اختلاف ہے۔ وہ صرف ایک سند ہی پیش کر دے جو جمہور کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم [۱۴۱۰ھ]

[ابھی تک کسی شخص نے ایک بھی صحیح سند پیش نہیں کی۔ ۱۴۲۰ھ والحمد للہ۔ ۱۴۲۷ھ!]

[ابو محمد الحارثی کے بارے میں مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/ ۲۳۵۔۲۴۴]

10- دسواں مغالطہ

ڈیروی صاحب آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محمد بن ابی لیلیٰ ۔۔۔ پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے۔" [ص۱۶۴]

جواب: آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے (ص۸۹) کہ ابن ابی لیلیٰ کو اکتیس (۳۱) سے زیادہ محدثین و علماء نے ضعیف وغیرہ قرار دیا ہے اور صرف سات (۷) سے اس کی توثیق ملتی ہے۔ اکتیس (۳۱) کی بات جمہور ہے یا سات (۷) کی؟

محمد بن طاہر المقدسی فرماتے ہیں: اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔
[تذکرۃ الموضوعات ص۲۴، ۹۰]

غالباً یہ اجماع المقدسی کے زمانے میں ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا: "فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور"
(ابن ابی لیلیٰ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)
[فیض الباری ج۳ ص۱۶۸]

آپ فیصلہ کریں کہ کاشمیری صاحب کی بات سچ ہے یا ڈیروی صاحب کا دعویٰ جمہوریت جھوٹ ہے؟

بوصیری نے کہا: "هو محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلىٰ ضعفه الجمهور"
وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ: ۸۵۴]

11- گیارہواں مغالطہ

صفحہ ۱۸۰ پر ڈیروی صاحب نے سوار بن مصعب کی ایک روایت پیش کی ہے اور لکھا ہے:

"غیر مقلدین حضرات کے محمد بن اسحاق کذاب اور دجال کی روایت سے تو کسی طرح یہ کم نہیں ہے۔"

جواب: سب سے پہلے سوار بن مصعب کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

یحییٰ نے کہا: لَيْسَ بِشَيْءٍ۔ بخاری نے کہا: منكر الحديث۔ (کہا جاتا ہے کہ) ابوداود نے کہا: ليس بثقة۔ نسائی وغیرہ نے کہا: متروك الحديث۔

[میزان الاعتدال ۲/۲۴۶]

احمد بن حنبل، ابوحاتم اور ابونعیم اصبہانی نے کہا: متروك الحديث۔
[لسان المیزان ۱۵۴/۳، کتاب الضعفاء لابی نعیم رقم: ۹۴]

ابوعبداللہ الحاکم نے بتایا کہ اس نے عطیہ بن سعد سے موضوعات بیان کی ہیں اور وہ متروك الحديث بمرة یعنی بالکل متروک الحدیث ہے۔[المدخل للحاکم ص ۱۴۶ رقم ۷۸]

اس کی یہ روایت بھی عطیہ سے ہے لہٰذا موضوع ہے۔

ابن عدی نے کہا: هو ضعيف۔ [لسان المیزان ۱۵۴/۳]

دارقطنی نے کہا: متروك الحديث۔ [کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ۳۱/۲]

ہیثمی نے کہا: متروك۔ [مجمع الزوائد ۱۶۳/۱]

حافظ ابن حبان نے فرمایا: كان ممن يأتي بالمناكير عن المشاهير حتّٰى يسبق (إلى) القلب أنه كان المتعمد لها" [المجروحین ۳۵۶/۱]

اسے کسی نے بھی ثقہ یا صدوق وغیرہ نہیں کہا لہٰذا وہ بالا جماع ضعیف ومتروک ہے۔

اس کے برعکس امام محمد بن اسحٰق بن یسار التابعی رحمہ اللہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ انھیں درج ذیل علماء نے ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) زہری (۴) ابن مبارک (۵) شعبہ (۶) علی بن المدینی (۷) احمد (۸) یحیٰی بن معین (۹) ابن حبان (۱۰) العجلی (۱۱) الذہلی (۱۲) البوشنجی (۱۳) الحاکم (۱۴) ابن خزیمہ (۱۵) ابوزرعہ الرازی (۱۶) ابن البرقی (۱۷) ابوزرعہ الدمشقی (۱۸) ابن عدی (۱۹) ابن سعد (۲۰) الخلیلی (۲۱) ابن نمیر (۲۲) الترمذی (۲۳) البیہقی (۲۴) الخطابی (۲۵) ابن حزم (۲۶) المنذری (۲۷) الذہبی (۲۸) محمد بن نصر الفراء (۲۹) ابن قیم (۳۰) السبکی (۳۱) الہیثمی (۳۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۳۳) ابن حجر مکی [مبتدع] (۳۴) خفاجی (۳۵) ابن علان (۳۶) السخاوی (۳۷) ابن کثیر (۳۸) القرطبی (۳۹) شوکانی (۴۰) نواب صدیق حسن خاں (۴۱) احمد شاکر (۴۲) عبدالرحمٰن مبارک پوری (۴۳) شمس الحق عظیم آبادی (۴۴) بشیر احمد سہسوانی (۴۵) ابن ہمام حنفی (۴۶) عینی حنفی

(۴۷) زیلعی حنفی (۴۸) ملا علی قاری حنفی (۴۹) عبدالحئ لکھنوی حنفی (۵۰) سلام اللہ حنفی (۵۱) شارح منیہ (۵۲) امیر علی حنفی (۵۳) نیموی حنفی (۵۴) انور شاہ کاشمیری دیوبندی (۵۵) محمد یوسف بنوری دیوبندی (۵۶) محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی (۵۷) ظفر احمد عثمانی دیوبندی (۵۷) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (۵۹) کوثری (۶۰) ابوغدہ الکوثری

[تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں "توضیح الکلام" ج ۱ ص ۲۶۵ تا ۲۹۳]

ان کے علاوہ:

(۶۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (۶۲) ابن خلکان (۶۳) السیوطی (۶۴) السہیلی (۶۵) نور محمد ملتانی (۶۶) ابن عبدالبر (۶۷) احمد رضا خاں بریلوی (۶۸) اور محمد حسن وغیرہ نے بھی اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ [حوالہ مذکورہ] (۶۹) طحاوی حنفی نے معانی الآ ثار میں اس کی ایک حدیث کے بارے میں "فھٰذا حدیث متصل الإسناد صحیح" کہا ہے۔ [شرح معانی الآ ثار ج ۲ ص ۲۰۸ کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ ﷺ مکۃ عنوۃ، دوسرا نسخہ ۲۲/۳] (۷۰)

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے بھی تبلیغی نصاب، فضائل ذکر صفحہ ۵۹۵/۱۱۷ پر محمد بن اسحاق کو "ثقة مدلس" تسلیم کیا ہے۔

[توضیح الکلام طبع جدید چورانوے (۹۴) علماء کے نام باحوالہ لکھے ہوئے ہیں جن سے محمد بن اسحاق کی توثیق وتعریف مروی ہے۔]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق کو جمہور علماء ثقہ وصدوق قرار دیتے ہیں۔

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

"وابن إسحاق الأ کثر علٰی توثیقه و ممن و ثقه البخاري"

ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ کہا ہے اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔

[نصب الرایہ ۷/۴]

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: "إن ابن إسحاق من الثقات الکبار عند الجمهور"

کہ جمہور کے نزدیک ابن اسحاق بڑے ثقات میں سے ہیں۔ [عمدۃ القاری ۲۷۰/۷]

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔'' [سیرت المصطفیٰ ج۱ص۷۶]

علامہ سہیلی فرماتے ہیں: ''ثبت فی الحدیث عند أکثر العلماء''

اکثر علماء کے نزدیک وہ حدیث میں ثبت (ثقہ) ہیں۔ [الروض الانف ج۱ص۴]

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے: '' کان ثبتاً فی الحدیث عند أکثر العلماء''

یعنی وہ حدیث میں اکثر علماء کے نزدیک ثبت (ثقہ) ہیں۔ [وفیات الاعیان ۶۱۲/۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

'' و ابن إسحاق إذا قال حدثني فهو ثقة عند أهل الحديث ''

اور ابن اسحٰق اگر سماع کی تصریح کریں تو وہ اہل الحدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔

[فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۵]

اور مزید لکھتے ہیں:

'' إذا قال حدثني فحديثه صحيح عند أهل الحديث ''

وہ سماع کی تصریح کرے تو اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۶] (ملخصاً من توضیح الکلام)

غرض جمہور علماء محمد بن اسحاق کو ثقہ کہتے ہیں مگر سرفراز صفدر اینڈ پارٹی برابر'' کذاب '' ''کذاب '' کی رٹ لگا رہی ہے۔ [نیز دیکھئے تحقیقی مقالات ۲۷۴/۳]

تنبیہ: فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کا دارومدار محمد بن اسحاق پر ہرگز نہیں ہے۔ دیگر بہت سی صحیح احادیث اس مسئلہ پر نص قطعی ہیں۔ مثلاً ابوقلابہ تابعی کی حدیث عن انس (اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے) اور محمد بن ابی عائشہ التابعی عن رجل من اصحاب النبی ﷺ (اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے) نافع بن محمود التابعی جو کہ ثقہ عندالجمہور ہیں، کی حدیث (اکثر محدثین کی شرط پر صحیح یا حسن ہے) وغیرہ

تفصیل کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی لاجواب کتاب ''توضیح الکلام

فی وجوب القراءۃ خلف الامام" جلد اول اور راقم الحروف کی کتاب "الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ" کا مطالعہ فرمائیں۔

مختصر یہ کہ ڈیروی صاحب نے اپنی اس کتاب میں علم وانصاف کا خون کیا ہے۔

اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۴ پر ڈیروی صاحب نے باب باندھا ہے:

"حضرت امام بخاری کی بے چینی"

اور پھر امام المحدثین وامام الفقہاء: بخاری رحمہ اللہ پر اپنی جہالت کی وجہ سے تنقید کی ہے۔ حالانکہ (ہماری تحقیق کے مطابق) امام بخاری نے عبداللہ بن ادریس کی روایت کو سفیان ثوری کی روایت پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے:

1- سفیان ثوری مدلس ہیں اور ابن ادریس مدلس نہیں ہیں۔

2- ابن ادریس بالاجماع ثقہ ہیں۔

3- ایک جماعت ان کی متابع ہے۔

4- ابن ادریس کی روایت کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

5- ثوری کی روایت کو جمہور علماء نے ضعیف ومعلول قرار دیا ہے۔

6- بعض علماء نے بتایا ہے کہ ثوری کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔

آپ فیصلہ کریں کہ ان وجوہات کی روشنی میں اگر ابن ادریس کی روایت کو ثوری کی روایت پر ترجیح دی جائے تو کون سے قاعدے کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

محمد بن جابر کے مقابلے میں امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو جو ترجیح دی ہے تو اس کی بھی کئی وجوہ ہیں:

1- ثوری ثقہ مدلس ہیں جب کہ محمد بن جابر ضعیف متروک اور مختلط ہے۔

2- محمد بن جابر کی اس روایت پر دیگر محدثین نے بھی سخت جرح کی ہے۔

3- ثوری کی معنوی متابعت حفص، مغیرہ اور حصین وغیرہ نے بھی کی ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۳۶ وغیرہ]

لہٰذا امام بخاری کا فیصلہ بالکل صحیح ہے مگر ڈیروی صاحب کی بے چینی نا قابل فہم ہے۔

جو شخص اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۴ پر حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث کہتا ہو اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت کو پیش کر کے اسے ''صحیح حدیث'' قرار دیتا ہو علمی دنیا میں اس کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

[یادرہے کہ مسند احمد (۳/۴) میں اس کے بعد والی جو روایت ہے اس کا حجاج کی حدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ تشہد کے بارے میں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۸۷ رقم ۸۷۹ میں سفیان کی یہ روایت موجود ہے جس میں ''یدعو فی الصلوٰۃ ھکذا'' کے الفاظ ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے زیاد بن سعد سے صرف یہی ایک روایت یاد رکھی ہے جو تشہد کے بارے میں ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیں مجمع الزوائد ۲/۱۰۱]

غیر جانب دارانہ تحقیق

قارئین کرام! اس کتاب (نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین) میں ''اصول'' کو سختی کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ راویوں کی توثیق و تضعیف اور کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں جمہور محدثین کی تحقیقات کو لازمی ترجیح دی گئی ہے۔ جو روایت جمہور علمائے مسلمین کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے اسے صحیح یا حسن تسلیم کر کے استدلال کیا گیا ہے اور جو روایت علمائے مسلمین کے نزدیک ضعیف و منکر وغیرہ ہے اسے ضعیف و منکر وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا گیا ہے۔ اسماء الرجال کے میدان میں خواہشاتِ نفسانیہ کو مدنظر بالکل نہیں رکھا گیا۔

مثلاً: رفع الیدین کے حق میں دو روایتوں کو پیش نہیں کیا گیا۔

1- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

یہ حدیث امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۲۱ پر موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں مگر علت یہ ہے کہ ابو الزبیر اسے جابر رضی اللہ عنہ سے ''عن'' کے ساتھ

روایت کررہے ہیں۔ ابوالزبیر جمہور محدثین کی تحقیق کے مطابق مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔

[اس تحقیق کے کافی عرصہ بعد ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی السراج النیسابوری کی المسند (قلمی مصور) میں ابوالزبیر کے سماع کی تصریح مل گئی۔ (ص ۲۵)

لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ والحمدللہ (مصنف)]

امام بیہقی جو غالباً ابوالزبیر کو مدلس تسلیم نہیں کرتے ، ابوالزبیر کی اس روایت کو ''الخلافیات'' میں ''هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ'' کہتے ہیں۔

امام حاکم بھی ابوالزبیر کا مدلس ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ [معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۴]

2- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث

یہ حدیث امام ابویعلیٰ الموصلی کی مسند (ج ٦ ص ۴۲۴، ۴۲۵ رقم ۳۷۹۳) میں موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ اس میں علت یہ ہے کہ حمید الطّویل اسے سیدنا انس سے ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔ بعض علماء حمید کے عنعنہ کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس لیے ابن خزیمہ نے یہ حدیث اپنی ''صحیح'' میں روایت کی ہے۔ [دیکھئے التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹]

ابن الملقن نے البدر المنیر میں کہا: ''**إسناده صحيح على شرط الشيخين**''

ابن دقیق العید نے الامام میں کہا: ''**رجاله رجال الصحيحين**''

[جلاء العینین للشیخ بدیع الدین راشدی ص ۱۴۱ مع حاشیۃ الشیخ فیض الرحمٰن الثوری رحمہما اللہ تعالیٰ]

صحیح بات یہ ہے کہ حمید الطّویل کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے معنعن حدیث بھی صحیح ہوتی ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/ ۲۱۵)

لہٰذا یہ روایت بھی صحیح ہے۔ والحمدللہ

بعض لوگوں نے سجدوں میں رفع الیدین کی (ضعیف) روایات پیش کر کے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔

① سجدوں میں باسند صحیح رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔

② ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ رفع الیدین منسوخ ہے بلکہ ہم اس لیے نہیں کرتے کہ نبی ﷺ سجدوں میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی صحیح وصریح روایات سے ثابت ہے۔ رکوع والے رفع الیدین کے خلاف صحیح صریح ایک روایت بھی نہیں ہے۔

③ حافظ ابن حجر نے الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ص۱۵۲ پر اس قیاس کی زبردست تردید کی ہے اور اسے نص کے مقابلے میں فاسد قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ بعض علماء ہر اونچ نیچ (سجدوں) میں بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

حافظ صاحب کا یہ جواب اجماع کے موہوم دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے۔

ابتدائیہ

نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانے کو رفع الیدین کہتے ہیں۔ اہل الحدیث (کثر اللہ أمثالھم) اس رفع الیدین کو سیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی غیر منسوخہ و غیر متروکہ سنت کہتے ہیں اور اس پر ایماناً واحتساباً عامل ہیں حتیٰ کہ ان کے بعض جلیل القدر علماء نے رفع الیدین کو اہل الحدیث کا شعار قرار دیا ہے۔

امام ابواحمد الحاکم (۳۷۸ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "شعار اصحاب الحدیث" ہے۔ اسے مکتبہ ظاہریہ، شام کے مخطوطہ سے شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۴۷ پر امام ابواحمد رفع الیدین کا باب باندھتے ہیں اور رفع الیدین کی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رفع الیدین تمام محدثین (اہل الحدیث) کا شعار ہے۔

امام ابواحمد الحاکم الکبیر کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن احمد بن اسحٰق ہے۔ آپ نیشاپور کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔ آپ کی "کتاب الکنیٰ" ہر طرف (علمائے حدیث میں) مشہور ہے۔ آپ کے بارے میں حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"الإمام الحافظ العلامة الثبت محدث خراسان"

[سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۷۰]

نیشاپور کے امام ابوعبداللہ الحاکم نے آپ کو "إمام عصره في هذه الصنعة كثير التصانيف مقدم في معرفة شروط الصحيح والأسامي والكنىٰ" قرار دیا ہے۔ یعنی آپ علم حدیث میں زمانے کے امام تھے۔ بے شمار تصانیف کے مصنف، صحیح حدیث، نام اور کنیتوں کی معرفت میں مقدم تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۷۶]

حافظ ابن الجوزی (۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے کہا: "القاضي إمام عصره في صنعة الحديث" [المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ۷/۱۴۶]

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) نے ان کو "إمام كبير و معروف بسعة الحفظ" کے ساتھ موصوف کیا۔ [لسان المیزان ۷/۵]

مؤرخ ابوالفلاح عبدالحئی بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے کہا:

"الحافظ الثقة المأمون أحد أئمة الحديث" [شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۳/۹۳]

خلاصہ یہ کہ آپ ثقہ، مامون اور عالم کبیر تھے۔

فائدہ: کسی شخص کے ساتھ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ نسبتوں کے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شخص مقلد ہے۔

[تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۱ پر ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: " لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه "ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے (اتفاقاً یا اجتہاداً) موافق ہوگئی ہے۔

نیز دیکھئے التحریر والتقریر ج ۳ ص ۴۵۳۔ النافع الکبیر ص ۷]

احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتب پر حنفیوں کا دارومدار ہے۔ ان سے ایک شخص نے کہا: "ما ظننتك إلا مقلداً " میرا گمان یہ تھا کہ آپ مقلد ہیں تو انھوں نے کہا: "و هل يقلد إلا عصبي ...أوغبي" تقلید صرف وہی کرتا ہے جو متعصب یا جاہل ہو۔ [لسان المیزان ۱/۲۸۰]

ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتاب "نصب الراية لأحاديث الهداية " کا نام زبان زد عام ہے۔ زیلعی حنفی (المتوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

"فالمقلد ذهل و المقلد جهل " مقلد غافل ہو جاتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے۔ (جاہل ہوتا ہے۔) [نصب الرایۃ ۱/۲۱۹]

عینی حنفی فرماتے ہیں:

"فالمقلد ذهل والمقلد جهل و آفة كل شيء من التقليد"

پس مقلد غافل ہوتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ [البنایۃ فی شرح الہدایۃ ج۱ص۲۲۲ وفی نسخہ ص۳۱۷]

عقل مند کے لیے یہ چند مثالیں ہی کافی ہیں اور جاہل کے لیے دلائل کے انبار بھی ناکافی ہیں۔

رفع الیدین پر کتابیں

اہل حدیث (نوّر الله وجوههم يوم القيامة) اپنی قدیم وجدید سب کتابوں میں رفع الیدین کا اثبات اور سنت ہونا نقل کرتے آئے ہیں۔

شیخ الاسلام، امام الدنیا فی فقہ الحدیث، امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے رفع الیدین کے اثبات پر ایک کتاب "جزء رفع الیدین" لکھی ہے۔

امام بخاری کا تعارف

آپ کی امامت، عدالت اور ثقاہت پر اہل السنۃ والجماعۃ (اہل حدیث) کا اجماع ہے۔ آپ کی کتاب "صحیح بخاری" ساری دنیا میں مشہور ہے۔ آپ کے اساتذہ وتلامذہ سب آپ کی تعریف وثناء میں رطب اللسان تھے۔

[امام ترمذی نے فرمایا: میں نے علل، تاریخ اور معرفتِ اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا اور نہ خراسان میں۔

[کتاب العلل للترمذی مع شرح ابن رجب ۱/۳۲]

امام مسلم نے فرمایا: (اے امام بخاری) آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔

[الارشاد للخلیلی ۳/۹۶۱ وسندہ صحیح]

امام ابن خزیمہ نے فرمایا: میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے زیادہ بڑا حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔ [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص۷۴ ح۱۵۵ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان نے کہا: آپ لوگوں میں بہترین انسان تھے، آپ نے احادیث جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا اور (احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے میں بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ تاریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک خفیہ پرہیز گاری اور عباداتِ دائمہ پر قائم رہے۔ رحمہ اللہ [(کتاب الثقات ۹/۱۱۳، ۱۱۴)]

علمائے حدیث کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام بخاری زبردست ثقہ امام اور عظیم بے مثال عالم، فقیہ بلکہ فقیہ گر تھے۔ [نیز دیکھئے میری کتاب: صحیح بخاری کا دفاع]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: " **وکان إماماً حافظاً رأساً فی الفقه و الحدیث مجتهداً من أفراد العالم مع الدین و الورع و التأله** " (الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ ۳/۱۸)

[امام بخاری سے جزء رفع الیدین کے راوی محمود بن اسحق بن محمود القواس ہیں ان سے دو ثقہ شخص روایت کرتے ہیں۔ (محمود بن اسحاق کا تذکرہ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۵ ص ۸۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی ج ۳ ص ۹۶۸ میں موجود ہے ان کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی رحمہ اللہ)

① احمد بن محمد بن الحسین الرازی (تاریخ بغداد ۱۳/۴۱۱، وفی نسخۃ ۱۳/۴۳۸، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۲۹) خطیب نے کہا: ثقہ حافظ تھے، احمد بن محمد العتیقی نے کہا: ثقہ مامون تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۴۳۵)

② ابونصر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ البخاری الملاحمی [النبلاء ۱۷/۸۶]

حافظ ابن جوزی نے کہا: " **وکان من أعیان أصحاب الحدیث و حفاظهم** " (المنتظم ۷/۲۳۰) حافظ ابن کثیر اور ابوالعلاء نے اسے حفاظ میں سے قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایۃ ۱۱/۳۵۸، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۸۷)، حافظ ذہبی نے کہا: " **وکان ثقة یحفظ و یفهم** " (العبر فی خبر من غبر ۲/۱۸۷) ابن عماد نے کہا: " **وکان حافظاً ثقةً** " (شذرات الذہب ۳/۱۴۵) معلوم ہوا کہ دو ثقہ حافظ محمود بن اسحاق کے شاگرد ہیں اور دو

یا دو سے زیادہ ثقہ (مشہور) راوی اگر کسی سے روایت کریں تو اس کی جہالت عین رفع ہو جاتی ہے۔

[الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۸۸، ۸۹ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶، اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ص ۹۲ تقریب النووی مع تدریب الراوی ۱/ ۳۱۷ قواعد فی علوم الحدیث لظفر احمد تھانوی ص ۱۳۰ لسان المیزان ۶/ ۲۲۶]

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "ولیس بمجهول من روی عنه ثقتان"

[اعلاء السنن ۱/ ۱۱۴]

رہی اس کی جہالت حال تو عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل علم نے اس کی توثیق کی ہے۔ [التنکیل بما فی تأنیب الکوثری من الاباطیل ۱/ ۴۷۵]

شیخ معلّمی کی تائید درج ذیل علماء کے اقوال سے ہوتی ہے، جنھوں نے جزء رفع الیدین کو بطور جزم امام بخاری سے منسوب کیا ہے۔

① النووی (المجموع شرح المہذب ۳/ ۳۹۹)

② ابن حجر (فتح الباری ۲/ ۱۷۴) وغیرہما

لہٰذا معلوم ہوا کہ

① محمود بن اسحٰق مجہول العین نہیں ہے۔

② علماء کا جزء رفع الیدین کو بطور جزم بخاری کی تصنیف قرار دینا اس کی توثیق ہے۔

③ کسی امام نے بھی اسے مجہول یا ضعیف نہیں کہا ہے۔

④ حافظ ابن حجر نے محمود بن اسحٰق کی سند سے ایک روایت نقل کر کے اسے "حسن" کہا ہے۔ [موافقۃ الخبر الخبر ج ۱ ص ۴۱۷]

لہٰذا محمود مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق ہے۔]

⑤ احمد بن علی بن عمرو السلیمانی نے بھی محمود بن اسحاق سے روایت کی ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۳/ ۱۰۳۶ ت ۹۶۰) لہٰذا معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق کے تین شاگرد ہیں۔

والحمدللہ [نیز دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/ ۲۱۸]

امام ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) نے چار جلدوں میں ایک کتاب "رفع الیدین فی الصلوٰۃ" لکھی ہے۔

[ذکرہ الصفدی فی الوافی ۵/۱۱۱، کذا فی مقدمۃ "اختلاف العلماء" ص ۱۵ نیز ملاحظہ فرمائیں: التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید لابن عبدالبر ۹/۲۱۳، والاستذکار ۲/۱۲۵، مختصر قیام اللیل ص ۸۸]

محدث ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار البصری صاحب المسند الکبیر المعلل (متوفی ۲۹۲ھ) نے مسئلہ رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[التحبیر فی المعجم الکبیر لابی سعد السمعانی ۱/۱۷۹۔۱۸۲ بحوالہ جلاء العینین لابی محمد السندھی ص ۸ وراجع الاستذکار ۲/۱۲۵]

حافظ ابونعیم الاصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے بھی رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء ج۱۹ ص ۳۰۶]

تقی الدین السبکی کا جزء رفع الیدین مطبوعہ ہے۔ [نیز ملاحظہ فرمائیں طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۶/۲۱۴]

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے بھی اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[ذیل طبقات الحنابلہ ۲/۴۵۰ الوافی بالوفیات للصفدی ۲/۲۷۱ الدرر الکامنۃ ۳/۴۰۲ البدر الطالع ۲/۱۴۴، کشف الظنون ۱/۹۱۱]

خلاصہ یہ کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ وغیرہم نے رفع الیدین کے اثبات میں متعدد کتابیں اور رسالے تصنیف کیے ہیں۔ کسی نے بھی رفع الیدین کے خلاف یا انکار میں کوئی کتاب یا رسالہ نہیں لکھا۔

بعض جہمیہ، مرجئہ اور اہل الرائے نے عصر جدید میں رفع الیدین کی سنت کے خلاف بعض رسالے یا کتابیں لکھ ماری ہیں مگر بحمد اللہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ (اور دیگر علماء) ان کی تدلیسات واغلوطات سے مسلسل پردہ اٹھا رہے ہیں۔

مثلاً شیخ الاسلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی "التحقیق الراسخ فی ان الاحادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ" المعروف "مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر" مولانا عبداللہ

روپڑی کی ''رفع الیدین اور آمین'' الاستاذ بدیع الدین الراشدی کی '' جلاء العینین ''
مولانا رحمت اللہ ربانی کی '' مسئلہ رفع الیدین مع آمین بالجہر'' حکیم محمود سلفی صاحب کی
''شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی اثبات رفع الیدین بعد الافتتاح'' مولانا خالد گرجاکھی کی
''جزء رفع الیدین'' حافظ عبدالمنان نور پوری کی '' مسئلہ رفع الیدین ، تحریری مناظرہ''
عبدالرشید انصاری صاحب کی ''الرسائل'' اور شیخ مولانا حافظ محمد ایوب صابر صاحب سابق
مدرس مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدر آباد کی '' حصول الفلاح برفع الیدین عند الافتتاح
بعد الافتتاح'' وغیرہ۔

ہم اس کتاب میں اختصار کے ساتھ صحیح احادیث اصول حدیث اور اصول فقہ کی
روشنی میں اس معرکۃ الآراء مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے وہ اصول لکھے جاتے ہیں جن کو اس کتاب میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اصول (۱)

(ہر) خاص (دلیل ہر) عام (دلیل) پر مقدم ہوتی ہے۔ مثلاً مردار عموماً حرام ہے
اور مچھلی خصوصاً حلال ہے لہٰذا مردار کا عمومی حکم مچھلی کے خاص حکم پر نہیں لگتا۔
[نیز دیکھئے ارشاد الفحول للشوکانی ص ۱۴۳ و کتب الاصول]

اصول (۲)

عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔ یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ
ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی ہی نہیں جب کہ دیگر آیات یا احادیث سے وہ
بات ثابت ہو۔

ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری فرماتے ہیں: کسی شے کا مذکور و منقول نہ ہونا
اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

اصول (۳)

قرآن (وسنت) کی تخصیص خبر واحد صحیح کے ساتھ جائز ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ)

ائمۂ اربعہ کا یہی مسلک ہے۔ [الاحکام للآمدی ج ۲ ص ۳۴۷ وغیرہ، حاشیۃ البنانی علی جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۷ شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول للقرافی ص:۲۰۸]

اصول (۴)

اثبات نفی پر مقدم ہے۔

بنیادی اصول کا تعارف

1- معیارِ حق

کتاب اللہ اور حدیثِ رسول حجت اور معیارِ حق ہیں بشرطیکہ وہ حدیث مقبول ہو یعنی متواتر یا صحیح یا حسن ہو۔

دلیل: قال اللہ تعالیٰ: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولو الامر (اصحابِ اقتدار) کی، پھر جب کسی چیز میں تمھارا تنازعہ (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہو، یہی بہتر اور اچھی تفسیر ہے۔ [۴: النسآء: ۵۹] [تفہیم القرآن ج ۱ ص ۳۶۳، ۳۶۶]

اجماع بھی حجت ہے۔

[دیکھئے الرسالہ للشافعی وعام کتبِ اصول وماہنامہ الحدیث حضرو: ۱ ص ۴]

2- مقابلہ

اللہ اور رسول کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کتنا ہی بزرگ اور بڑا کیوں نہ ہو۔

3- صحیح حدیث کی تعریف

" أما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذي يتصل إسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط إلى منتهاه و لا يكون شاذاً و لا معللًا ...... فهٰذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بلا خلاف بين أهل الحديث "

صحیح حدیث وہ حدیث ہوتی ہے جو باسند ہو، عادل ضابط عن عادل ضابط آخر تک متصل ہو، شاذ اور معلول نہ ہو۔ اس حدیث کی صحت کے حکم میں اہل الحدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (اجماع ہے)

[مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص ۲۰]

متصل کا مطلب یہ ہے کہ منقطع، معلق، معضل اور مرسل نہ ہو۔

شاذ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے اوثق یا زیادہ ثقات کے خلاف نہ ہو۔

معلول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علت قادحہ نہ ہو۔

① مختلط کا اختلاط کے بعد روایت بیان کرنا علت قادحہ ہے۔

② مدلس کا عن وغیرہ کے ساتھ بدون تصریح سماع روایت کرنا علت قادحہ ہے۔

③ علل حدیث کے ماہر محدثین کا کسی روایت کو بالاتفاق معلول وضعیف قرار دینا علتِ قادحہ ہے۔

4- ضعیف حدیث کی تعریف

ہر وہ حدیث جس میں صحیح حدیث یا حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہوگی...... اور اس کی اقسام یہ ہیں مثلاً (ضعیف) موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ

[ملخصاً من مقدمۃ ابن الصلاح ص ۲۰ طبع ملتان]

5- تصحیح وتضعیف میں ائمۂ محدثین کا اختلاف

اگر کسی روایت کی تصحیح وتضعیف میں ائمۂ محدثین کا اختلاف ہو تو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔

اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں، سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہو مگر (تمام محدثین یا محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف قرار دیا ہو تو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔

6- جرح وتعدیل میں ائمۂ محدثین کا اختلاف

جس کو ائمۂ محدثین ثقہ یا ضعیف کہیں تو وہ ہمیشہ ثقہ یا ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر ان کا اختلاف ہو اور جرح وتعدیل دونوں مفسر اور متعارض ہوں، تطبیق ممکن نہ ہو تو ائمۂ محدثین (ثقہ، مشہور اور ماہر اہل فن) کی اکثریت کو ہمیشہ اور لامحالہ ترجیح ہوگی۔

① جرح مفسر، تعدیل مبہم پر مقدم ہوگی۔

② تعدیل مفسر، جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔

مثال ① دس نے کہا: ''الف'' ثقہ ہے۔

ایک نے کہا: ''الف'' ''ب'' میں ضعیف ہے۔

نتیجہ: ''الف'' ثقہ ہے اور ''ب'' میں ضعیف ہے۔

مثال ② دس نے کہا: ''ج'' ضعیف ہے۔

ایک نے کہا: ''ج'' ''د'' میں ثقہ ہے۔

نتیجہ: ''ج'' ضعیف ہے لیکن ''د'' میں ثقہ ہے۔

③ اگر جرح (مفسر) اور تعدیل (مفسر) باہم برابر ہوں تو جرح مقدم ہوگی۔

7- صحت کتاب

روایات وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی معیار یہ ہے کہ

اولاً: جن کتابوں میں یہ روایات درج ہیں ان کے مصنفین بذات خود ثقہ اور معتبر ہوں۔

[اللمحات ۱/۳۱۷ للشیخ محمد رئیس ندوی]

ثانیاً: ان کتابوں کا مصنفین تک انتساب بالتواتر یا باسند صحیح ہو۔ کتاب کے دیگر نسخوں کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

ثالثاً: ان مصنفین کی بیان کردہ اسانید، اقوال اور روایات باسند صحیح و متصل ہوں اور علتِ قادحہ سے خالی ہوں۔

8- اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا تحقیقی معیار

اصول نمبر ۷ کی تشریح میں مزید عرض ہے کہ اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی اور تحقیقی معیار یہ ہے:

① اگر صاحب کتاب کا قول اس کی کتاب سے نقل کیا جائے تو اس کتاب کا تصنیفِ مصنف ہونا صحیح و ثابت ہو۔

② اگر صاحب کتاب کسی پہلے کا قول نقل کر رہا ہے تو اس سے قائل تک سند صحیح و متصل ہو۔ اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو اس قول کو کالعدم سمجھا جائے گا۔

9- ایک ہی شخص کے اقوال میں تعارض

اگر ایک ہی شخص (محدث، امام، فقیہ وغیرہ) کے اقوال میں تعارض ہو تو:

① تطبیق و توفیق دی جائے گی، مثلاً:

ایک دفعہ کہا: ثقة

دوسری دفعہ کہا: ثقة سيئ الحفظ یا سيئ الحفظ

نتیجہ: (عدالت کے لحاظ سے) ثقة اور (حافظہ کے لحاظ سے) سيئ الحفظ ہے۔

② دونوں اقوال ساقط کر دیے جائیں گے، مثلاً:

عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت پر امام ابن حبان نے جرح کی ہے اور اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے بتایا کہ ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

10- معمولی جرح

جس ثقہ یا صدوق عندالجمہور راوی پر معمولی جرح یعنی یہم، لہ اوہام، یخطئ وغیرہ ہو تو اس کی منفرد حدیث (بشرطیکہ ثقات کے خلاف نہ ہو اور محدثین نے خاص اس روایت کو ضعیف وغیرہ نہ کہا ہو تو) حسن ہوتی ہے۔

جو (جمہور کے نزدیک) کثیر الغلط، کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سئی الحفظ وغیرہ (راوی) ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

11- مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے، اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی وداعیہ نہ ہو اور اس کی بدعت بالاجماع مکفرہ نہ ہو۔

[نیز دیکھئے احسن الکلام، مصنفہ مولوی سرفراز صفدر صاحب دیوبندی ج ا ص ۳۰]

[تنبیہ: راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ وصدوق عندالجمہور ہو تو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا داعی ہو یا نہ ہو۔]

باب: اول

اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کے اثبات میں چند صحیح احادیث درج ذیل ہیں:

[۱] عن ابن عمر أن رسول اللّٰه ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه إذا افتتح الصلوۃ و إذا کبر للرکوع وإذا رفع رأسه من الرکوع رفعهما کذلك وقال: ((سمع اللّٰه لمن حمده ، ربنا لك الحمد)) و کان لا یفعل ذلك فی السجود.

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ اسی طرح جب رکوع کی تکبیر کہتے (تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے) اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اُٹھاتے اور ((سمع اللّٰه لمن حمده، ربنا لك الحمد)) کہتے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

[صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۰ مشکوٰۃ المصابیح / اضواء المصابیح: ۷۹۳ واللفظ لہ]

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح ابن خزیمہ (۱/ ۲۳۲ ح ۴۵۶) صحیح ابن حبان (۳/ ۱۶۸ ح ۱۸۵۸) صحیح ابی عوانہ (۲/ ۹۰) منتقیٰ ابن الجارود (ص ۶۹ ح ۱۷۷، ۱۷۸) جامع ترمذی (۱/ ۵۹ ح ۲۵۵) وقال: "حدیث حسن صحیح" شرح السنۃ للبغوی (۳/ ۲۰ ح ۵۵۹) قال: "هذا حدیث متفق علٰی صحته" الاستذکار لابن عبدالبر (۲/ ۱۲۵) وقال: "وهو حدیث لا مطعن لأحد فیه"

حافظ عراقی نے یہ حدیث ذکر کر کے ارشاد فرمایا:

" فیه فوائد :الأولٰی فیه رفع الیدین في هٰذه المواطن الثلاثة عند تکبیرة الإحرام و عندالرکوع وعندالرفع منه وبه قال أکثر العلماء من السلف والخلف ۔"

اس حدیث میں کئی فائدے ہیں: پہلا فائدہ یہ ہے کہ رفع الیدین ان تین مقامات پر (ثابت) ہے، نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور اسی پر اکثر علمائے سلف وخلف نے فتویٰ دیا ہے۔

[طرح التثریب فی شرح التقریب ج۲ص۲۵۴]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو ان کے فرزند ارجمند سالم اور ان سے شیخ الاسلام ثقہ بالاجماع امام زہری نے روایت کیا ہے۔ یہ روایت (رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین والی) امام زہری سے متواتر ہے۔ [لسان المیزان ۵/۲۸۹، ترجمہ محمد بن عکاشہ]

اس حدیث کی مختصر تحقیق کا جدول اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تنبیہ:

جدول ملاحظہ کرتے وقت مندرجہ ذیل علامات کو مدنظر رکھا جائے۔

تکبیر تحریمہ والا رفع الیدین 1

رکوع والا رفع الیدین 2

بعد از رکوع والا رفع الیدین 3

بعد از رکعتین رفع الیدین 4

سجدوں میں نہ کرتے تھے 5

1- ابن نمیر 5321
2- زہیر بن حرب 5321 (صحیح مسلم)
3- عمرو الناقد 5321 (صحیح مسلم)
4- ابوبکر بن ابی شیبہ 5321 (صحیح مسلم، مصنف ابن ابی شیبہ)
5- سعید بن منصور 5321 (صحیح مسلم)
6- یحییٰ بن یحییٰ 5321 (صحیح مسلم)
7- اسحاق بن ابراہیم 5321 (نسائی)
8- احمد بن حنبل 5321 (مسند احمد وسنن ابی داود)
9- قتیبہ 5321 (ترمذی)
10- ابن ابی عمر 5321 (ترمذی)
11- الفضل بن الصباح البغدادی 5321 (ترمذی)
12- علی بن محمد 5321 (ابن ماجہ)
13- ہشام بن عمار 5321 (ابن ماجہ)
14- علی بن حجر 5321 (ابن خزیمہ)
15- الشافعی 5321 (مسند الشافعی)
16- ابو الربیع الزہرانی 5321 (صحیح ابن حبان)
17- عبدالجبار بن العلاء العطار 5321 (صحیح ابن خزیمہ)
18- علی بن خشرم 5321 (ابن خزیمہ)
19- سعید بن عبدالرحمٰن 5321 (ابن خزیمہ)
20- عتبہ بن عبداللہ الیحمدی 5321 (ابن خزیمہ)
21- الحسن بن محمد 5321 (ابن خزیمہ)
22- یونس بن عبدالاعلیٰ الصدفی 5321 (ابن خزیمہ)
23- علی بن الازہر 5321 (ابن خزیمہ)
24- محمد بن رافع 5321 (ابن خزیمہ)
25- عبدالرحمٰن بن بشر بن الحکم 5321 (البیہقی فی الکبریٰ)
26- سعدان بن نصر 5321 (البیہقی)
27- الحمیدی 5321 (مسند الحمیدی نسخہ مخطوطہ ظاہریہ)
28- علی بن عبداللہ المدینی 5321 (جزء البخاری)
29- شعیب بن عمرو 5321 (مسند ابی عوانہ)
30- عبداللہ بن ایوب 5321 (مسند ابی عوانہ)
31- محمد بن عیسیٰ 5321 (الفوائد لتمام الرازی قلمی 19/2)
32- ابن المقرئ 5321 (منتقی ابن الجارود)
33- ہارون بن اسحاق 5321 (منتقی ابن الجارود)

سفیان بن عیینہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سالم بن عبداللہ بن عمر — ابن شہاب زہری

1 — مالک بن انس۔ عبداللہ بن مسلمہ۔ صحیح بخاری 5321
2 — یونس بن یزید۔ عبداللہ بن المبارک۔ محمد بن مقاتل۔ صحیح بخاری 5321
3 — شعیب۔ ابوالیمان۔ صحیح بخاری 5321
4 — ابن جریج۔ عبدالرزاق۔ محمد بن رافع۔ صحیح مسلم 5321
5 — ابن اخی الزہری 5321 (باختلاف یسیر) مسند احمد منتقی ابن الجارود
6 — معمر 5321 (مسند احمد)
7 — الزبیدی 321 (ابوداود)
8 — عقیل 5321 (السنن الکبریٰ للبیہقی)
9 — محمد بن ابی حفصہ 5321 (مسند ابی عوانہ)
10 — عبیداللہ بن عمر 5321 (مسند ابی عوانہ) 4321 (نسائی)
11 — عبداللہ بن عمر 321 (مصنف عبدالرزاق)
12 — ہشیم 321 (جزء رفع الیدین)
13 — الاوزاعی 5321 معلقاً (التمہید 61/5)
14 — یحییٰ بن سعید الانصاری 5321 معلقاً (التمہید 61/5)
15 — سفیان بن حسین عن الزہری

قال أبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة ص 21

حدثنا أبو بكر محمد بن جعفر: ثنا محمد بن أحمد بن أبي العوام: ثنا يزيد بن هارون: ثنا سفيان بن حسين عن الزهري عن سالم عن ابن عمر قال كان النبي ﷺ إذا كبر للصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه وإذا ركع فعل مثل ذلك ولا يفعل ذلك بين السجدتين

نافع

عبیداللہ — عبدالاعلیٰ — عیاش بن الولید — صحیح بخاری — 4321

ایوب — حماد بن سلمہ — عفان — مسند احمد بن حنبل — 321

موسیٰ بن عقبہ — ابراہیم بن طہمان — (السنن الکبریٰ للبیہقی 70/2) 321

ارطاۃ بن المنذر۔ الجراح بن ملیح۔ عبدالوہاب بن نجدہ۔ احمد بن عبدالوہاب (الطبرانی فی المعجم الاوسط 39/1 ح16)

ولفظه كان يرفع يديه عند التكبير للركوع وعند التكبير حين يهوي ساجداً

امام مالک کی بیان کردہ حدیث کا جدول

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
|
سالم بن عبداللہ بن عمر
|
ابن شہاب الزہری
|
مالک بن انس

نمبر	راوی
30	اسحق بن ابراہیم الحنینی 531 (التمہید 9/210)
29	عبداللہ بن نافع الزبیری 531 (ایضاً)
28	ابوحذیفہ احمد بن اسماعیل 531
27	کامل بن طلحہ 531 (ایضاً)
26	روح بن عبادہ 531 (ایضاً)
25	اسحق بن الطباع 531 (ایضاً)
24	الشافعی 31 (ایضاً)
23	معن بن عیسیٰ 531 (ایضاً)
22	سعید بن الحکم ابن ابی مریم 531 (ایضاً)
21	ابن بکیر 531 (ایضاً)
20	محمد بن الحسن 5321 (الموطا)
19	یحییٰ بن یحییٰ 531 (موطا یحییٰ)
18	قتیبہ 321 (نسائی)
17	عبداللہ بن مسلمہ 5321 (صحیح بخاری) 531
16	عبداللہ بن المبارک 5321 (صحیح ابن حبان)
15	عثمان بن عمر 5321 (داری)
14	ابن وہب 5321 (بیہقی)
13	ابومصعب 531 (موطأ) 5321 (شرح السنہ للبغوی)
12	عبداللہ بن یوسف 5321 (جزء البخاری)
11	ابن القاسم 5321 (معلقاً التمہید 9/210،211) موطا ابن القاسم ص 113 ح 59
10	یحییٰ بن سعید القطان 5321 (ایضاً)
9	عبدالرحمٰن بن مہدی 5321 (ایضاً)
8	جویریہ بن اسماء 5321 (ایضاً)
7	ابراہیم بن طہمان 5321 (ایضاً)
6	خالد بن مخلد 5321 (ایضاً)
5	مکی بن ابراہیم 5321 (ایضاً)
4	عبداللہ بن نافع الصائغ 5321 (ایضاً)
3	ابوقرہ موسیٰ بن طارق 5321 (ایضاً)
2	مطرف بن عبداللہ 5321 (ایضاً)
1	بشر بن عمر 5321 (ایضاً)

اس تحقیق سے متعدد باتیں معلوم ہوئیں:

① امام زہری سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

② سفیان بن عیینہ سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

③ مالک بن انس سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

مسند الحمیدی اور حدیث رفع الیدین

مسند الحمیدی کو اس کے معلق حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی ہندوستانی نے نسخۂ دیوبندیہ (ہندوستانیہ) سے شائع کیا ہے اور اس کی تائید میں نسخہ سعیدیہ اور نسخہ عثمانیہ سے مدد لی ہے۔ [دیکھئے مقدمہ مسند الحمیدی ص ۲، ۳]

نسخۂ سعیدیہ کی تاریخ نوشت ۱۳۱۱ھ، نسخۂ دیوبندیہ کی تاریخ نوشت ۱۳۲۴ھ

نسخۂ عثمانیہ کی تاریخ نوشت ۱۱۵۹ھ سے پہلے۔ [ایضاً]

اعظمی ہندوستانی دیوبندی نے نسخۂ دیوبندیہ کو اصل بنایا۔ [ایضاً ص ۳]

مسند الحمیدی کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جسے نسخۂ ظاہریہ کہتے ہیں۔ [مقدمہ ص ۴، ۲۵]

یہ نسخہ شام میں ہے اور اس کی تصاویر (Photostats) مکہ مکرمہ وغیرہ میں ہیں۔

نسخۂ ظاہریہ کی تاریخ نوشت ۶۸۹ھ [مقدمہ مسند الحمیدی ص ۱۹]

نسخۂ دیوبندیہ اصلیہ میں بے شمار غلطیاں ہیں، مثلاً ملاحظہ ہو مسند الحمیدی ج ۱ ص ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵۔۔۔۔ وغیرہ

کئی مقامات پر تحریف بھی ہوئی ہے۔ مثلاً دیکھئے: ج ۱ ص ۱۵ حاشیہ ۷ نیز ملاحظہ ہو ۱/۱۷

کئی مقامات پر اس (دیوبندی معلق) نے نسخۂ ظاہریہ کو ترجیح دے کر نسخہ دیوبندیہ کی تصحیح کی ہے مثلاً دیکھئے: ۲/۲۷۵، ۲۸۵، ۲۸۷، ۳۰۲ وغیرہ

بعض مقامات پر خود اعظمی دیوبندی نے اعتراف کیا ہے کہ یہاں اصل میں تحریف ہے۔ دیکھئے مسند الحمیدی بتحقیق الاعظمی (ج ۱ ص ۱۵ حاشیہ عربی) وغیرہ۔

مسند حمیدی، نسخۂ دیوبندیہ کا عکس

مسند الحمیدی (احادیث عبد الله بن عمر بن الخطاب رضی الله عنهما) ۲۷۷

ابیه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی تسمعوا اذان ابن ام مکتوم[۱] ۔

۶۱۲ـــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا سفیان قال: ثنا الزهری عن سالم عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: اذا استاذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها[۲] قال سفیان: یرون[۳] انه باللیل ۔

۶۱۳ـــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا سفیان قال: ثنا الزهری وحدی (ولیس معی)[۴] ولا معه احد قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من باع عبدا وله مال فماله للذی باعه الا ان یشترط المبتاع، (ومن باع نخلا بعد ان تؤبّر فثمرها للبائع الا ان یشترطه المبتاع)[۵] ۔

۶۱۴ـــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا الزهری قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذو منکبیه، واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین[۶] ۔

۶۱۵ـــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا الولید بن مسلم قال: سمعت زید بن

(۱) اخرجه البخاری من طریق نافع، والترمذی من طریق سالم عن ابن عمر (ج ۱ ص ۱۷۹) ۔ (۲) اخرجه البخاری فی النکاح من طریق سفیان وفی الصلوٰة من طریق معمر وطریق آخر ۔ (۳) فی الاصل «ترونه» وفی ظ «یرون» ۔

(٤) سقط من الاصل زدناه من ع وظ ۔

(٥) ما بین القوسین سقط من الاصل زدناه من ع وظ ۔

والحدیث اخرجه البخاری تاما من طریق اللیث عن الزهری عن سالم (ج۵ص۳۲) ۔

(٦) اخرج البخاری اصل الحدیث من طریق یونس عن الزهری واما روایة سفیان عنه فاخرجها احمد فی مسنده وابو داود عن احمد فی سننه لکن روایة احمد عن

مسند حمیدی ؍ مخطوطہ ظاہریہ کا عکس

مسند حمیدی کے دوسرے قدیم مخطوطے کا عکس

حدثنا الحميدي قال

سالم بن عبد الله عن ابيه انه سمع رسول الله صلى الله

عليه وسلم على المنبر يقول من جاء منكم الجمعة فليغتسل

حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا عبد الله بن

دينار عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله

حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا اسمعيل بن

امية وايوب السختياني عن نافع عن ابن عمر عن النبي

صلى الله عليه وسلم مثله حدثنا الحميدي قال حدثنا

سفين قال ثنا الزهري عن سالم عن ابيه قال قال

رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلالا يؤذن بليل

فكلوا واشربوا حتى تسمعوا اذان ابن ام مكتوم

حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا الزهري

عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

اذا استاذنت احدكم امراته الى المسجد فلا يمنعها قال

سفين نرى انه بالليل حدثنا الحميدي قال حدثنا

سفين قال ثنا الزهري وجدي في ليس معي ولا معه

الصحف قال اخبرني سالم بن عبد الله بن عمر ان رسول الله

صلى الله عليه وسلم قال من باع عبدا وله مال فماله للذي

باعه الا ان يشترطه المبتاع ومن باع نخلا بعد ان تؤبر

فثمرها للبائع الا ان يشترطه المبتاع ومن باع نخلا بعد

ان تؤبر حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا الزهري

قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رايت رسول

الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة يرفع يديه حذو

منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه

من الركوع ولا يرفع بين السجدتين حدثنا

بلادِ عرب میں مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخے کا عکس

٦٢٦- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري، قال: أخبرني سالم بن عبد الله،

عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ[1] .

٦٢٧- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا (ع: ١٨٣) الوليد بن مسلم قال: سمعت زيد ابن واقد يحدث عن نافع،

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَبْصَرَ رَجُلاً يُصَلِّي لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ حَصَبَهُ[2] حَتَّى يَرْفَعَ يَدَيْهِ[3] .

٦٢٨- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري قال: حدثني سالم

عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ[4] .

٦٢٩- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري، عن سالم،

عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ»[5] .

---

(١)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في الأذان (٧٣٥) باب: رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواء، ومسلم في الصلاة (٣٩٠) باب: استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام.
وقد استوفينا تخريجه في «مسند الموصلي» برقم (٥٤٢٠، ٥٤٨١، ٥٥٣٤، ٥٥٦٤)، وفي «صحيح ابن حبان» برقم (١٨٦١) و (١٨٦٤، ١٨٦٨، ١٨٧٧).

(٢)- حصبه: رماه بالحصا.

(٣)- إسناده صحيح، ونسبه الحافظ في الفتح ٢ / ٢٢٠ إلى البخاري في جزء رفع اليدين.

(٤)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في تقصير الصلاة (١٠٩١) باب: يصلي المغرب ثلاثاً في السفر – وأطرافه (١٠٩٢، ١١٠٦، ١١٠٩، ١٦٦٨....) –، ومسلم في صلاة المسافرين (٧٠٣) باب: جواز الجمع بين الصلاتين في السفر.
ولتمام التخريج انظر «مسند الموصلي» (٥٤٢٢، ٥٤٣٠، ٥٤٨٥).

(٥)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في فضائل القرآن (٥٠٢٥) باب: اغتباط صاحب القرآن، وفي التوحيد (٧٥٢٩)، ومسلم في صلاة المسافرين (٨١٥) باب: فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه. =

٥١٥

المستخرج لابی نعیم الاصبہانی کا عکس

١٢ ——— الجزء الرابع من المسند المستخرج على صحيح مسلم

٦٨ - باب في رفع اليدين في الصلاة

٨٥٦ـ **حدثنا** أبو علي محمد بن أحمد بن الحسن ، ثنا بشر بن موسى ، ثنا الحميدي ح ، وحدثنا فاروق ، ثنا أبو مسلم ، ثنا القعنبي ح ، وحدثنا أبو بكر الطلحي ، ثنا عبيد بن غنام ، ثنا أبو بكر بن أبي شيبة ، وحدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ، ثنا أبو حصين ، ثنا يحيى بن عبد الحميد ح ، وحدثنا محمد بن إبراهيم ، ثنا أحمد بن علي بن المثنى ، ثنا زهير بن حرب ، وإسحاق بن أبي إسرائيل ح ، وحدثنا أبو علي مخلدبن جعفر ، ثنا الفريابي ، ثنا قتيبة ح ، وحدثنا أبو محمد بن عبدان ، ثنا عثمان بن أبي شيبة ، وأبو بكر بن خلاد وزيد بن الحريش ، وحدثنا أبو علي الصواف ، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل ، حدثني أبي ،قالوا : ثنا سفيان بن عيينة ، ثنا الزهري ، أخبرني سالم ابن عبد الله ، عن أبيه قال : « رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين »[1] . اللفظ للحميدي .

رواه مسلم عن يحيى بن يحيى ، وسعيد بن منصور ،وأبي بكر بن أبي شيبة ، وعمرو الناقد، وزهير بن حرب ، وابن نمير كلهم عن سفيان .

٨٥٧ـ **أخبرنا** سليمان بن أحمد ، ثنا إسحاق ، أنبا عبد الرزاق ، عن ابن جريج ، حدثني ابن شهاب ، عن سالم ، عن ابن عمر قال : « كان نبي الله ﷺ إذا قام إلى الصلاة يرفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم يكبر فإذا أراد أن يركع فعل مثل ذلك وإذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولا يفعله حتى يرفع رأسه من السجود »[2] .

رواه مسلم عن محمد بن رافع عن عبد الرزاق.

٨٥٨ـ **حدثنا** أبو بكر بن خلاد ، ثنا أحمد بن إبراهيم بن ملحان ، ثنا يحيى بن بكير، ثنا الليث بن سعد ، حدثني عقيل ، عن الزهري ، عن سالم بن عبد الله أن عبد الله بن عمير قال : «كان رسول الله ﷺ إذ قام إلى الصلاة رفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم كبروا وإذا أراد أن يركع فعل مثل ذلك وإذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولا يفعله حين

• [٢/٤١٩] الحديث [٨١٥٩] .

(١) أخرجه مسلم في كتاب الصلاة [١/ ٢٩٢] الحديث [٢١/ ٣٩٠] . والترمذي في كتاب الصلاة [٢/ ٣٥] الحديث [٢٥٥] . والنسائي في كتاب افتتاح الصلاة [٢/ ١٤٢] باب :رفع اليدين للركوع حذاء المنكبين. ,وابن ماجة في كتاب إقامة الصلاة [١/ ٢٧٩] الحديث [٨٥٨]. والإمام أحمد في مسنده [٢/ ١٢] الحديث [٤٥٣٩] .

(٢) أخرجه مسلم في كتاب الصلاة [١/ ٢٩٢] الحديث [٢٢/ ٣٩٠] . والبيهقي في الكبرى في كتاب الصلاة [٢/ ٣٦] الحديث [٢٣٠١] .

مسند الحمیدی کے دونوں قلمی قدیم نسخوں میں لکھا ہوا ہے کہ

رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين.

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسخۂ دیوبندیہ میں فلا یرفع کا اضافہ ہندوستانی کاتب یا ناسخ کا خودساختہ ہے جیسا کہ حال ہی میں مصنف ابن ابی شیبہ کو کراچی میں جب بمبئی کے طبع شدہ نسخہ کا عکس لے کر شائع کیا گیا تو اس میں بھی متعصب دیوبندی ناشر نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں تحت السرة کے خودساختہ الفاظ بڑھا دیئے۔

مسند حمیدی کی اس روایت کی سند میں جلدی اور عجلت کی وجہ سے حدثنا سفيان کے الفاظ بھی چھوڑ دیئے گئے تھے جس کا احساس معلق کو بہت بعد میں ہوا کیونکہ غلطیوں کا جو چارٹ کتاب کے آخر میں ہے اس میں بھی اس غلطی کا ازالہ نہیں کیا گیا ہے۔

نسخۂ ظاہریہ تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے اور ایک دوسرے نسخے میں بھی یہ روایت نسخۂ ظاہریہ کی طرح ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی (رفع یدین والی موقوف) روایت کو امام حمیدی نے ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کو ضروری (واجب) سمجھتے تھے۔

اسی روایت کے بعد امام الحمیدی کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا ذکر کرنا کہ ''وہ رفع الیدین کے تارک کو اس وقت تک کنکریوں سے مارتے تھے جب تک وہ رفع الیدین نہ کرنے لگتا۔'' سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام الحمیدی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع الیدین کی حدیث اور پھر ان کا عمل ذکر کر کے گویا اس مسئلے پر مہر ثبت کرنا چاہتے ہیں اور اسی بنا پر امام الحمیدی خود بھی رفع الیدین پر عمل پیرا تھے۔

اسی حدیث کو امام ابوعوانہ نے سفیان کے دوسرے شاگردوں سے نقل کرنے کے بعد امام حمیدی کی سند سے بھی اس حدیث کے ابتدائی الفاظ نقل کر دیئے اور پھر مثلہ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ امام حمیدی کی حدیث کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں۔پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ

فلا یرفع کے الفاظ غلط اور مردود ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ

① مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخہ کی متنازعہ عبارت محرف اور مصحف ہے۔

② دیگر ثقہ راویوں نے اسے سفیان بن عیینہ سے رفع الیدین عندالرکوع و بعدہ کے اثبات کے ساتھ روایت کیا ہے لہٰذا اگر یہ عبارت مسند الحمیدی کے تمام قلمی نسخوں میں بھی موجود ہوتی تو بلاشک وشبہ تصحیف وخطاء فاحش تھی۔

③ چونکہ ابتدائی صدیوں میں اس خود ساختہ روایت کا نام ونشان تک نہیں تھا اس لیے اسے کسی نے بھی پیش نہیں کیا۔

④ جن لوگوں نے زوائد پر کتابیں لکھیں ہیں مثلاً المطالب العالیہ فی زوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر (وفیہا مسند الحمیدی) اور اتحاف السادۃ المہرۃ الخیرۃ للبوصیری۔ ان میں سے کسی نے بھی اس روایت کو پیش نہیں کیا، اگر ہوتی تو پیش کرتے۔!

⑤ مکتبہ ظاہریہ کے مسند الحمیدی کے قدیم مخطوطے میں یہ حدیث علی الصواب (رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے اثبات کے ساتھ) موجود ہے۔

⑥ حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی نے مسند ابی عوانہ (ج ۲ ص ۹۱) میں اسے امام شافعی اور امام ابوداود کی روایت کے مثل قرار دیا ہے۔

امام شافعی کی روایت عندالرکوع اور بعدہ کے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ

''کتاب الام'' میں موجود ہے۔ [ج ۱ ص ۱۰۳ ط بیروت]

ابوداود (غالباً الحرانی) کی بواسطہ علی (بن عبداللہ المدینی) والی روایت ہمیں نہیں ملی مگر سنن ابی داود میں احمد بن حنبل والی روایت اثبات رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے ساتھ موجود ہے۔ [سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۱۱ ح ۷۲۱]

اور علی بن عبداللہ (المدینی) والی روایت اثبات رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے ساتھ جزء رفع الیدین للبخاری میں موجود ہے۔ [ص ۷ ح ۲]

⑦ اس حدیث کے مرکزی راوی امام سفیان بن عیینہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین باسند صحیح ثابت ہے۔ [دیکھئے سنن ترمذی ج۲ ص۳۹ حدیث ۲۵۶ تحقیق احمد شاکر]

⑧ امام حمیدی بھی رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے قائل ہیں۔

[جزء رفع الیدین للبخاری ص۳۵ ح۱ تحقیقی]

خلاصہ یہ ہے کہ مسند الحمیدی میں زہری عن سالم عن ابیہ والی روایت رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ ہے۔نفی کے ساتھ نہیں ہے۔لہٰذا نسخۂ دیوبندیہ کی خودساختہ اور خانہ ساز عبارت موضوع و باطل ہے اور اسے پیش کرنا انتہائی ظلم، پرلے درجے کی خیانت اور سینہ زوری ہے۔

⑨ اس تحقیق کے بعد المستخرج لابی نعیم الاصبہانی (ج۲ ص۱۲) دیکھنے کا موقع ملا، وہاں بھی یہ روایت مسند حمیدی کی سند کے ساتھ منقول ہے جس میں اثبات رفع الیدین ہے، نفی نہیں۔والحمدللہ

⑩ مسند حمیدی جو شام سے شائع ہوئی ہے اس میں بھی رفع الیدین کرنے والی حدیث موجود ہے اور نہ کرنے کا کوئی نام ونشان نہیں۔ [دیکھئے ج۱ ص۵۱۵ ح۶۲۶]

مسند ابی عوانہ اور حدیث رفع الیدین

اس سلسلہ میں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا ایک کتابچہ "مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ" کافی عرصہ پہلے شائع ہوا تھا۔اس میں ڈیروی صاحب کے شبہات واَوہام کے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔

چونکہ اس (حدیث) کو امام ابوعوانہ نے تین راویوں سے بیان کیا ہے۔لہٰذا یہ تین حدیثوں کے حکم میں ہے۔اس لیے امام ابوعوانہ (الاسفرائنی) نے انتہائی دیانت داری کے ساتھ روایات کے اختلاف کا بھی ذکر فرمادیا ہے۔کسی نے کہا: "یحاذي بھما" (منکبیه) اور کسی نے کہا: "حذو منکبیه" اسی طرح کسی نے کہا: "لا یرفعھما"

(بين السجدتين) اور کسی نے کہا: " لا یرفع " (بين السجدتين)

لیکن ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔ امام ابوعوانہ نے کہا: " والمعنٰی واحد "
یعنی معنی (مطلب) ایک ہی ہے۔ صحیح مسلم میں سفیان بن عیینہ (جو کہ مسند ابی عوانہ والی
حدیث کے بنیادی راوی ہیں) سے چھ ثقہ راوی " لا یرفعهما بين السجدتين " کا لفظ
ذکر کرتے ہیں۔ امام احمد وغیرہ " لا يرفع بين السجدتين " کا لفظ بیان کرتے ہیں۔

مسند ابی عوانہ کی اس حدیث کے ایک راوی سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے۔ (سعدان تک سند بلاشک صحیح ہے)

اس میں ہے: "رأیت رسول اللّٰہ ﷺ إذا افتتح الصلٰوۃ رفع یدیہ حتٰی یحاذي منکبیہ وإذا أراد أن یرکع وبعد ما یرفع من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین" [السنن الکبریٰ ج۲ص۶۹]

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث اثبات رفع الیدین کی زبردست دلیل ہے۔ اس لیے "الحافظ الثقۃ الکبیر" امام ابوعوانہ اس کو باب" رفع الیدین في افتتاح الصلٰوۃ قبل التکبیر بحذاء منکبیہ وللرکوع ولرفع رأسہ من الرکوع وأنہ لا یرفع بین السجدتین" کے باب میں لائے ہیں۔

بعض ناسمجھ لوگوں نے "لا یرفعھما" کو پچھلی عبارت سے لگا دیا ہے حالانکہ دلائل ان کی واضح تردید کرتے ہیں:

① مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عمداً یا سہواً "واوٴ" گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ یہ "واوٴ" مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخوں اور صحیح مسلم وغیرہما میں موجود ہے۔ (علامہ سید احسان اللہ شاہ الراشدی پیر آف جھنڈا کے نسخہ میں یہ واوٴ موجود ہے بلکہ مدینہ طیبہ کے نسخہ میں بھی واوٴ موجود ہے۔ والحمدللہ)

② سعدان کی روایت بھی اثبات رفع الیدین کی تائید کرتی ہے۔

③ ابوعوانہ کی تبویب بھی اسی پر شاہد (گواہ) ہے۔

④ امام شافعی، امام ابوداود اور امام حمیدی کی روایات بھی اثبات رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ کے ساتھ ہیں جن کے بارے میں ابوعوانہ نے "نحوہ"..... "بمثلہ"... اور "مثلہ" کہا ہے۔

⑤ اس حدیث کو سابقہ حنفی علماء مثلاً زیلعی (وغیرہ) نے عدم رفع الیدین کے حق میں پیش نہیں کیا۔ اس وقت تک یہ روایت بنی ہی نہیں تھی، لہٰذا وہ پیش کیسے کرتے؟!

معلوم ہوا کہ اس روایت کے ساتھ عدم رفع پر استدلال کرنا غلط، باطل اور چودھویں صدی کی "بدعت" ہے۔

مسند ابی عوانہ قدیم دور میں بھی مشہور و معروف رہی ہے۔ کسی ایک امام نے بھی اس کی محولہ بالا عبارت کو ترک وعدم رفع الیدین کے بارے میں نہیں پیش کیا۔

مدونہ کبریٰ کی ایک روایت

سابقہ صفحات پر گزر چکا ہے کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے عندالرکوع وبعدہ کے رفع الیدین کی روایت کا اثبات تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ [دیکھئے ص ۶۸]

بعض لوگوں نے اس کے خلاف "المدونۃ الکبریٰ" کی ایک روایت پیش کی ہے۔

عن ابن وهب وابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم عن أبيه أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلوٰة

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (سیدنا) رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔

[المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱ بحوالہ معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۷ محمد یوسف بنوری کوثری دیوبندی، نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۶۰، ۶۱]

اس روایت کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ کوئی عقل مند اسے پیش کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ استدلال کئی وجہ سے مردود ہے:

① یہ حدیث مختصر ہے۔ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں اور عدم ذکر نفی ذکر کے لیے مستلزم نہیں ہوتا، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

② امام مالک سے رفع الیدین کی روایت متواتر ہے۔

③ ابن وہب عن مالک عن (ابن شہاب) الزہری والی روایت السنن الکبریٰ (۶۹/۲) میں موجود ہے۔ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کا اثبات ہے۔

ابن وہب تک بیہقی کی سند بالکل صحیح ہے۔

④ ابن القاسم کی روایت میں بھی عندالرکوع وبعدہ رفع الیدین کا اثبات ہے (التمہید ۹/۲۱۰، ۲۱۱ معلقاً) ابن القاسم کی روایت موطأ امام مالک (روایت ابن القاسم) میں بھی موجود ہے۔ [ص ۱۱۳ ح ۵۹]

⑤ امام ابن شہاب الزہری سے رفع الیدین کے اثبات کی روایات متواتر ہیں (کما تقدم) لہٰذا اس "عدم ذکر" والی روایت سے دلیل پکڑنا باطل ہے۔

⑥ بذات خود کتاب مدونہ کبریٰ کی سند اور توثیق محلِ نظر ہے۔

"المدونة الکبریٰ" امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحب مدونہ "سحنون" تک متصل سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی (صاحب سحنون) جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۰۵]

انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ [ایضاً ص ۲۰۶]

وہ مدونہ کو "مدوّدہ" (کیڑوں والی کتاب) کہتے تھے۔ [العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۲]

الشیخ ابوعثمان اہلسنت کے اماموں میں سے تھے۔ آپ ۳۰۲ھ میں فوت ہوئے۔ رحمہ اللہ

اس بے سند کتاب کے دوسرے مسئلے بھی دیوبندی حضرات نہیں مانتے، مثلاً ج ۱ ص ۶۸ پر لکھا ہوا ہے:

☆ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سراً بھی نہیں پڑھنی چاہیے۔

☆ بقول المدونۃ الکبریٰ: امام مالک کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ [ج ۱ ص ۷۶]

ان مسائل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

عبداللہ بن عون الخراز کی روایت

بعض لوگوں نے درج ذیل روایت کو پیش کیا ہے:

"عن عبدالله بن عون الخراز: ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمرؓ أن النبي ﷺ كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رفع الیدین اس وقت کرتے جب شروع کرتے پھر رفع الیدین کرنے کے لیے نہ لوٹتے تھے۔"

[الخلافیات للبیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ۱/۴۰۴، نور الصباح، تصنیف حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی ص ۶۱، ۶۲]

اول:

۱: امام ابوعبداللہ الحاکم نے (اس روایت کے بارے میں) کہا:

"هٰذا باطل موضوع ولا يجوز أن يذكر إلا علٰى سبيل القدح فقد روينا بالأسانيد الصحيحة عن مالك بخلاف هٰذا"

یہ (روایت) باطل موضوع ہے۔ اس کا ذکر سوائے اسے بُرا کہنے (جرح کرنے) کے جائز نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ صحیح اسانید کے ساتھ امام مالک سے اس کے خلاف (اثبات رفع الیدین) ہم تک روایت کیا گیا ہے۔ [نصب الرایۃ ۱/۴۰۴]

(امام حاکم کے بارے میں) حافظ ذہبی نے کہا:

"الإمام الحافظ الناقد العلامة شيخ المحدثين" [سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۶۳]

اور کہا: " وصنّف وخرّج وجرح وعدّل وعلّل وكان من بحور العلم على تشيع قليل فيه" [ایضاً ص ۱۶۵]

خطیب بغدادی نے کہا: " وكان ثقة " [تاریخ بغداد ۵/۴۷۳]

امام حاکم صدوق ہیں، لیکن مستدرک میں وہ ساقط (موضوع وضعیف) احادیث کی تصحیح کرتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۳/۶۰۸]

[نیز دیکھئے توضیح الاحکام ۱/۵۷۲-۵۷۸]

امام حاکم متساہل تھے۔

[ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل للذہبی ۱۵۹/۲، المتکلمون فی الرجال للسخاوی ص ۱۳۷]

متساہل جس روایت کو باطل وموضوع کہہ دے وہ (روایت عام طور پر) انتہائی پرلے درجے کی موضوع وباطل ہوتی ہے۔

حافظ ذہبی نے امام حاکم کو "الحافظ الکبیر" اور "إمام المحدثین" کہا۔

[تذکرۃ الحفاظ ۲۲۷/۳ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۰۴ طبع بار دوم مصنف سرفراز خان صفدر دیوبندی]

۲۔ حافظ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الدمشقی المعروف بابن القیم الجوزیہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) نے کہا:

"ومن شم روائح الحديث علىٰ بعدٍ: شهد بالله أنه موضوع"

جس نے حدیث کی خوشبو دور سے بھی سونگھی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے۔ [المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۳۸]

حافظ ابن قیم کے بارے میں علماء کی چند آراء ملاحظہ فرمائیں:

① ابن رجب الدمشقی نے کہا:

"وكان عارفاً بالتفسير لا يجارى فيه، وبأصول الدين، وإليه فيهما المنتهى . والحديث ومعانيه وفقهه ودقائق الإستنباط منه، لا يلحق في ذلك..." [کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ۴۴۸/۲]

② ابن کثیر الدمشقی نے کہا:

"صاحبنا الشيخ الإمام العلامة... وبرع في علوم متعددة، لا سيما علم التفسير والحديث والأصلين..." [البدایہ والنہایہ ۲۴۶/۱۴]

③ ابن ناصر الدین الدمشقی نے کہا:

"الشيخ الإمام العلامة شمس الدين أحد المحققين..."

[الرد الوافر ۱۱۹]

④ ابن العماد الحنبلی نے کہا:

"الفقيه الحنبلي بل المجتهد المطلق المفسر النحوي الأصولي

المتکلم" [شذرات الذهب ۶/۱۶۸]

نیز ملاحظہ فرمائیں: الدرر الکامنۃ للعسقلانی (۳/۴۰۰) والبدر الطالع للشوکانی (۲/۱۴۳)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ

"نوٹ: اکثر اہل بدعت حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی رفیع شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتے ہیں مگر حضرت ملا علی قاری الحنفی ان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: **وكانا من أكابر أهل السنة والجماعة ومن أولياء هذه الأمة** (جمع الوسائل ج ۱ ص ۲۰۸ طبع مصر) اور حافظ ابن القیم کی تعریف کرتے ہوئے امام جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ پھولے نہیں سماتے (بغیۃ الوعاۃ)" [المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۱۸۷]

۳: حافظ ربانی ابن حجر العسقلانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا:

"**وهو مقلوب موضوع**" [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲]

حافظ ابن حجر کے بارے میں عبدالحئی لکھنوی حنفی نے کہا: "**هو إمام الحفاظ**" [غیث الغمام مع امام الکلام ص ۲۸]

حافظ ابن حجر کے بارے میں سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں: "**حافظ الدنیا**" [راہ سنت ص ۳۹]

ابن العماد الحنبلی نے کہا: "**شيخ الإسلام علم الأعلام أمير المؤمنين في الحديث حافظ العصر**" [شذرات الذهب ۷/۲۷۰]

کہا جاتا ہے کہ العراقی، التقی الفاسی، البرہان الحلبی اور السخاوی وغیرہم نے ان کی تعریف کی ہے۔ [ملاحظہ ہو ترجمہ ابن حجر مطبوعہ مع المطالب العالیہ ج ۱ ص "ک"]

الحاکم، ابن قیم اور ابن حجر نے متفقہ طور پر اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔

حاکم سے (لے کر) ابن حجر تک کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح نہیں کہا۔

حدیث کی تصحیح وتضعیف میں صرف محدثین کا قول ہی حجت ہے۔

(ثقہ بالاجماع) عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: معرفت حدیث الہام ہے۔

ابن نمیر نے کہا: ''ابن مہدی نے سچ کہا ہے۔ اگر میں ان سے پوچھتا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے لی ہے تو ان کے پاس جواب نہ ہوتا۔''

[علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ا ص ۹، وسندہ صحیح]

یہاں الہام سے مراد خاص پیشہ ورانہ تجربہ ہے، جس کی بدولت ایک جوہری وصراف فی البدیہہ طور پر جوہر یا زیورات کے بارے میں فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ اصلی ہیں یا جعلی۔ اس سے صوفیہ ومبتدعین کا الہام وکشف مراد نہیں جس سے وہ ''غیب کی خبریں'' اور قصص مکذوبہ لاتے ہیں، اس بات کو خوب سمجھ لیں۔

ابوحاتم نے کہا:

" مثل معرفة الحديث كمثل فصٍ ثمنه مائة دينار و آخر مثله علٰى لونه ثمنه عشر دراهم"

حدیث کی پہچان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نگینہ ہے جس کی قیمت سو دینار ہے اور اسی جیسا اس کے رنگ پر ایک دوسرا نگینہ ہے جس کی قیمت دس درہم ہے۔

[علل الحدیث ۱/۹]

امام ابوحاتم نے کچھ روایات کو کذب و باطل اور (کچھ کو) صحیح کہا اور دلیل نہ بتا سکے۔ ابوزرعہ نے انھی روایات کو باطل و کذب اور صحیح کہا تو سائل بڑا حیران ہوا۔ یہ پہچان ایسی ہے جیسے ایک جوہری سچے موتی اور جعلی موتی پہچان لیتا ہے۔

مفصل واقعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: " تقدمة الجرح والتعديل " [ص ۳۴۹، ۳۵۱]

غرض یہ کہ حدیث کی پہچان میں اس کے جوہریوں (محدثین) کا قول ہی حجت ہے۔

دوم:

امام بیہقی مصنف الخلافیات سے عبداللہ بن عون الخراز تک سندنا معلوم ہے۔ عبداللہ بن عون الخراز ۲۳۲ھ کو فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۱۰/۳۶ وتقریب التہذیب: ۳۵۲۰]

امام بیہقی ۳۸۴ھ کو پیدا ہوئے۔ [الانساب للسمعانی ۱/۴۳۹ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۴]

اگر کہا جائے کہ اسے بقول مغلطائی، امام بیہقی نے الخلافیات میں "محمد بن غالب عن أحمد بن محمد البرقي عن عبدالله بن عون الخراز" سے روایت کیا ہے۔ (کمافی/ ماتمس إلیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجۃ تصنیف محمد عبدالرشید نعمانی دیوبندی ص ۴۸، تو جواب یہ ہے:

① مغلطائی بن قلیج البکجری کی عدالت نامعلوم ہے۔ بعض علماء نے اس کے "اوہام شنیعہ" اور "سوءِ فہم" کی نشان دہی کی ہے۔ بعض شیوخ سے اس نے سماع کا دعویٰ کیا مگر کبار علماء نے اس کے دعویٰ کی تردید کی۔ [ملاحظہ ہو لسان المیزان ۷۲/۶-۷۴]

ابن فہد المکی نے "لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ" صفحہ ۱۳۳ پر کہا: "مغلطائي بن قليج بن عبدالله البكجري الحنفي" اور صفحہ ۱۳۶ پر کہا: "وتكلم فيه الجهابذة من الحفاظ لأجل ذلك ببراهين واضحة"

مختصر یہ کہ اس متکلم فیہ، صاحب اوہام شنیعہ، سیٔ الفہم اور غیر موثق شخص کی نقل احادیث متواترہ کے مقابلے میں مردود ہے۔

② محمد بن غالب اگر تمتام ہیں تو ۲۸۳ھ کو فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۱۴۶/۳]

یعنی امام بیہقی کی ولادت سے ۱۰۱ سال پہلے فوت ہوئے۔

لہٰذا یہ منقطع روایت مردود ہے۔

سوم:

شیخ الاسلام امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک کتاب "غرائب حدیث مالک" لکھی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ہر قسم کی (موضوع و باطل وغیرہ) روایات بھی اکٹھی کی ہیں مگر وہ اپنی اس کتاب میں مغلطائی بکجری کی روایت نہیں لائے ہیں۔

[ملاحظہ ہو نصب الرایۃ للزیلعی ۴۰۴/۱]

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت امام دارقطنی کے بعد وضع کر کے محمد بن غالب کے سر تھوپ دی گئی ہے۔

ترفع الأيدي والی روایت

عن ابن أبي ليلٰى عن نافع عن ابن عمر (رفعه قال:) ترفع الأيدي في سبعة مواطن: عند افتتاح الصلٰوة واستقبال البيت والصفا والمروة والوقفين والجمرتين " [نصب الرایۃ ۱/۳۹۱]

رفع الیدین سات مقامات پر کیا جائے۔ ابتداء نماز کے وقت، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا اور مروہ پہاڑی پر قیام کے وقت، وقوف عرفہ اور مزدلفہ کے وقت، رمی الجمار کے وقت۔ [رفع الیدین کے خلاف ڈیروی صاحب کی کتاب ص ۶۸]

جواب:

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی "محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ" جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا تعارف

نمبر	جارح	جرح	ثبوت جرح	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل
1	شعبة	أفادني ابن أبي ليلىٰ أحاديث فإذا هي	الجرح والتعديل	العجلي	صدوق ثقة	معرفة الثقات
		مقلوبة/ ما رأيت أحداً أسوأ حفظاً منه	322/7		جائز الحديث	244,243/2
2	زائدة	(كان لايروي عنه)(ترک حديثه)	// //	يعقوب بن سفيان	ثقة عدل...☆	تهذيب التهذيب بغير سند
3	يحيى بن سعيد		// //	زائدة	كان أفقه أهل الدنيا	الجرح 322/7
4	أحمد بن حنبل	سيّ الحفظ مضطرب الحديث	(ص323)	ترمذي	صحح له	ڈیروي 165
5	يحيىٰ بن معين	ليس بذلک/ضعيف	// المجروحين 245/2	الذهبي	حديثه في	تذكرة الحفاظ 171/1
6	أبو حاتم الرازي	محله الصدق كان سيّ الحفظ	الجرح والتعديل		وزن الحسن	
		إنما ينكر عليه كثرة الخطاء		ابن القيم		ڈیروی ص165
7	أبو زرعة	صالح ليس بأقوى مايكون	// //	الهيثمي	حديثه حسن	ڈیروی ص166
8	الجوزجاني	واهي الحديث سيّ الحفظ	أحوال الرجال: 86		إن شاء الله	
9	النسائي	ليس بالقوي في الحديث	الضعفاء للنسائي:525			
10	ابن عدي	مع سوء حفظه يكتب حديثه	الكامل 2195/6			
11	سلمة بن كهيل	يكذب عليّ	الضعفاء للعقيلي 99/4			
12	الدارقطني	ثقة في حفظه شيٌ	السنن 124/1			
		ضعيف الحديث سيّ الحفظ	241/1			
		رديئ الحفظ كثير الوهم	263/2			
13	ابن حبان	رديئ الحفظ كثير الوهم	المجروحين 244/2			
		فاحش الخطاء... فاستحق الترک	//			
14	البيهقي	كثير الوهم	السنن الكبرىٰ 24/1			
		ضعيف في الرواية لسوء حفظه	(334/5)			
		وكثرة خطائه				
15	زيلعي	ضعيف	نصب الراية 318/1			
16	محمد بن طاهر المقدسي	أجمعوا علىٰ ضعفه	تذكرة الموضوعات 90,24			
17	الذهبي	صدوق سيّ الحفظ	ديوان الضعفاء 279			
		صدوق إمام سيّ الحفظ	ميزان الاعتدال 613/3			
18	ابن حجر	ضعيف	فتح الباري 214/4			
19	طحاوي	مضطرب الحفظ جداً	مشكل الآثار 226/3			
20	الهيثمي	ضعيف	مجمع الزوائد 78/1			
21	محمد بن إسحاق السعدي	يستحق أن يترک حديثه	المجروحين 246/2			
22	الساجي	سيّ الحفظ ☆	تهذيب بغير سند			
23	ابن جرير الطبري	لا يحتج به ☆	// //			
24	ابن خزيمة	ليس بالحافظ ☆	// //			
25	أبو أحمد الحاكم	عامة أحاديثه مقلوبة ☆	// //			
26	ابن المديني	سيّ الحفظ واهي الحديث ☆	// //			
27	ابن القطان	سيّ الحفظ ☆	نصب الراية 182/2			
28	النووي	ضعيف	نصب الراية 84/4			
29	ابن الجوزي	كلهم ضعاف	نصب الراية 107/4			
30	المنذري	ثقة ردئ الحفظ كثيراً كذا قال	الترغيب 525/5			
		الجمهور فيه	بحواله ڈیروي 165			
31	ابن حزم	سيّ الحفظ	المحلىٰ 123/7			
32	السخاوي	سيّ الحفظ	القول البديع 167,168			

ائمۂ حدیث کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ علماء کی بہت بڑی اکثریت محمد ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف، سیئ الحفظ اور کثیر الوہم کہتی ہے۔ بیہقی کے نزدیک وہ کثیر الخطاء تھے لہٰذا چند علماء کی توثیق مردود ہے۔ رہا بعض علماء کا اسے فقیہ قرار دینا تو یہ ثقاہت کی دلیل نہیں۔
زائدہ نے اسے فقیہ کہا اور پھر اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔

ذہبی اور ہیثمی کے اقوال باہم متعارض ہیں لہٰذا ساقط ہیں۔ جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا مگر بُرے حافظے اور کثرت اوہام وخطا کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔

محمد بن ابی لیلیٰ اور حنفی وغیر اہلِ حدیث حضرات

ابن ابی لیلیٰ کو حنفی اور غیر اہلِ حدیث حضرات نے بھی مجروح قرار دیا ہے۔

① طحاوی: مضطرب الحفظ جداً [مشکل الآثار ۲۲۶/۳]

② زیلعی: ضعیف [نصب الرایۃ ۳۱۸/۱]

③ ابن الترکمانی: ابن أبي ليلى متكلم فيه [الجوہر النقی ۳۴۷/۷]

④ النیموی: ليس بالقوي [آثار السنن: ح ۳۲ کا حاشیہ]

⑤ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی: كثير الوهم [بذل المجهود ج ۳ ص ۳۷]

⑥ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب محمد ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور"

پس وہ میرے نزدیک ضعیف ہے اور جمہور کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ [فیض الباری ۱۶۸/۳]

⑦ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب بھی محمد ابن ابی لیلیٰ کو جمہور کے نزدیک ضعیف قرار دیتے ہیں۔ [معارف السنن ۲۹۰/۵]

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ والی روایت کی دوسری سند

ابن عباس
|
مقسم
|
الحکم (مدلس)
|
(محمد بن عبدالرحمٰن) ابن ابی لیلیٰ (ضعیف)
|
عمران (بن محمد بن عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ
|
محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ
|
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ
|
الطبرانی فی الکبیر
|
(۳۸۵/۱۱ ح ۱۲۰۷۲)
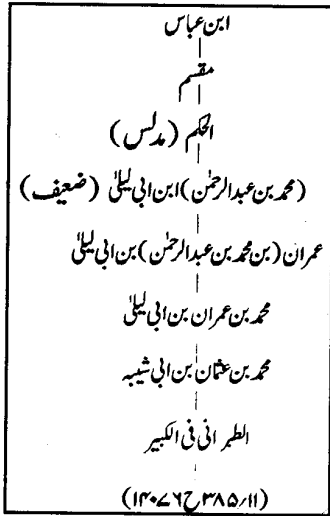
اسے محمد بن فضیل بن غزوان نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ضعیف) سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۹۶ ح ۱۵۷۴۷]

بعض راویوں نے " ترفع الأيدي " کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مرفوعاً و موقوفاً "لا ترفع" اور "ترفع" سب الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے۔

متن پر بحث: اگر ہاتھ اُٹھانا صرف ان سات مقامات پر ہی مقید ہے تو پھر رفع الیدین کی مخالفت کرنے والے لوگ قنوت، عیدین اور دعا میں کیوں ہاتھ اُٹھاتے ہیں؟

اگر ان مقامات کی تخصیص دیگر احادیث سے ثابت ہے تو رفع الیدین عندالرکوع وعندالرفع منہ کی تخصیص صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح متواتر احادیث کے ساتھ رفع الیدین کرنا ثابت ہے لہٰذا بعض الناس کا اس روایت باطلہ سے استدلال بھی باطل ہے۔

تنبیہ: رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے منع، نسخ یا ترک پر ایک بھی صحیح

(عندالجمہور) صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ رفع یدین کی مخالفت کرنے والے لوگوں کی پیش کردہ روایات یا تو ضعیف ہیں اور یا مجمل و مبہم، جن کی زد سے وہ خود بھی نہیں بچ سکتے۔

رفع الیدین پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

[۲] وعن نافع أن ابن عمر كان إذا دخل في الصلوٰة كبر ورفع يديه وإذا ركع رفع يديه وإذا قال: ((سمع الله لمن حمده)) رفع يديه وإذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذلك ابن عمر إلى النبي صلی اللہ علیہ وسلم.

نافع (تابعی رحمہ اللہ) روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے اُٹھتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور ابن عمر اپنے اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع بیان کرتے۔

[صحیح بخاری ۱۰۲/۱ حدیث ۷۳۹، مشکوٰۃ ص ۷۵ ح ۷۹۴ شرح السنۃ للبغوی ۲۱/۳ ح ۵۶۰ وقال: ''ھٰذا الحدیث صحیح'' / وصححہ ابن تیمیۃ فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱۰۵/۲، ومجموع فتاویٰ ۴۵۳/۲۲ نیز محمد یوسف بنوری دیوبندی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے (معارف السنن ۴۵۷/۲) اور ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔]

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کا تعارف

نمبر شمار	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل	جارح	جرح	ثبوت جرح
1	يحيیٰ بن معين	ثقة	الجرح والتعديل 28/6	ابن سعد	لم يكن بالقوي في الحديث	طبقات 290/7
2	أبوزرعة الرازي	ثقة	....			
3	أبو حاتم	صالح الحديث	....			
4	العجلي	بصري ثقة	معرفة الثقات 68/2			
5	ابن حبان	كان قدرياً متقناً في الحديث غير داعية إليه	الثقات 131,130/7			
6	بخاري	صحیح بخاری کا راوی ہے۔				
7	مسلم	صحیح مسلم کا راوی ہے۔				
8	الذهبي	صدوق قوي الحديث	سير أعلام النبلاء 243/9			
9	ابن حجر	ثقة	تقريب التهذيب ص298			
☆	ابن نمير	ثقة	التهذيب مقطعاً 96/6			
10	بغوي	صحح حديثه	شرح السنة 21/3			
11	ابن خزيمة	صحح حديثه	صحيح ابن خزيمة:399			
12	الترمذي	حسن له	سنن الترمذي:251،1158			
13	ابن تيمية	صحح له	الفتاوىٰ الكبرىٰ 105/2			
14	البيهقي	ثقة	(السنن الكبرىٰ 137/2)			

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کے نزدیک عبدالاعلیٰ ثقہ ہے۔ صرف ابن سعد کاتب الواقدی نے اس پر جرح کی جس کو حافظ ابن حجر نے مردود قرار دیتے ہوئے کہا:

"هذا جرح مردود غير مبين السبب ولعله بسبب القدر وقد احتج به الأئمة كلهم"

یہ جرح مردود ہے، غیر واضح ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مسئلۂ تقدیر کے سبب یہ بات کی گئی ہو اور تمام اماموں نے عبدالاعلیٰ کی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔

[ہدی الساری ص ۴۱۵]

حافظ ذہبی نے الکاشف (۱۳۰/۲) میں اسے "**ثقة لكنه قدري**" لکھا اور سیر اعلام النبلاء میں کہا: "**تقرر الحال أن حديثه من قسم الصحيح**" یہ بات اس پر ٹھہر گئی ہے کہ عبدالاعلیٰ کی حدیث صحیح حدیث کی قسم سے ہوتی ہے۔ [۲۴۳/۹]

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کی روایت کے چند شواہد ملاحظہ فرمائیں:

شاہد نمبر ۱: **عفان وحجاج بن منهال عن حماد بن سلمة عن أيوب عن نافع**

عن ابن عمر به ۔ [تغليق التعليق لابن حجر ۲/ ۳۰۵ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۳/ ۷۰]

حماد ثقہ تھے۔ [الجرح والتعدیل ۳/ ۱۴۲ عن ابن معین وسندہ صحیح] ان سے عفان وحجاج بن منہال کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی مطبوع ۷/ ۲۵۸، ۲۵۷]

لہٰذا عفان وحجاج کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔ پس اختلاط کا الزام مردود ہے۔

آپ صحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی ہیں مثلاً دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۵٦ ح ۵۹/ ۱۱۰ وترقیم دار السلام: ۲۱۴، وج ۱ ص ۵۷ ح ۱۸۷/ ۱۱۹ وج ۱ ص ۹۱ ح ۲۵۹/ ۱٦۲ وغیرہ،

حماد بن سلمہ پر جرح مردود ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''حماد بن سلمة ثقة '' حماد بن سلمہ قابل اعتماد راوی ہیں۔
[الجرح والتعدیل ۳/ ۱۴۲ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے تاریخ الدارمی: ۳۷ وسوالات ابن الجنید: ۱۷۲ وقال: ثقة ثبت]

العجلی المعتدل نے کہا: ''بصري ثقة، رجل صالح ، حسن الحديث ''
[التاریخ بترتیب الہیثمی والسبکی: ۳۵۴]

یعقوب بن سفیان الفارسی یا حجاج (بن منہال) نے کہا: '' وهو ثقة ''
[کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۲٦۱]

انھیں درج ذیل محدثین نے بھی ثقہ وصحیح کہا ہے:

۱: احمد بن حنبل [سوالات ابن ہانی: ۲۱۳۰، ۲۱۳۱ وموسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل ۱/ ۲۹۹]

۲: ابن حبان [کتاب الثقات ٦/ ۲۱٦ وصحیح ابن حبان الاحسان: ۱۴، ۲۲، ۵۰۔۔۔]

۳: ابن شاہین [ذکر من اختلف العلماء ونقاد الحدیث فیہ ص ۴۱]

۴: الترمذی [۷۲، ۳۰۷، ۱۲۳۸۔۔۔]

۵: ابن الجارود [۴٦، ۱۰۷، ۱۲۴۔۔۔]

٦: الحاکم [۲/ ٦۰۸ ح ۴۲۰۵ وغیرہ]

۷: ابن خزیمہ [۱/ ۲۰۸ ح ۴۰۰ وح ۳٦۰، ۱۴۱۲]

۸: الساجی: '' كان حافظاً ثقة مامونا'' [تہذیب التہذیب ۳/ ۱۵]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ''الإمام الحافظ شیخ الإسلام '' [تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۰۲ ت ۱۹۷]

" ولم ينحط حديثه عن رتبة الحسن" اور اس کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۴۴۶/۷]

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:" ثقة عابد أثبت الناس في ثابت ، وتغير حفظه بأخرة "

ثقہ عابد تھے، ثابت (البنانی) سے روایت کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ ثقہ ہیں، آپ کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ [تقریب التہذیب:۱۴۹۹]

صحیحین میں جس مختلط و متغیر الحفظ راوی سے استدلال کیا گیا ہے اس کی دلیل ہے کہ اس کے شاگردوں کی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں (اِلا یہ کہ تخصیص ثابت ہو جائے)۔
[دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح ص ۴۶۶ دوسرا نسخہ ۴۹۹]

خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ پر اختلاط کی جرح مردود ہے کیونکہ یہ اختلاط و تغیر سے پہلے کی ہے والحمدللہ

شاہد نمبر۲: إبراهيم بن طهمان عن أيوب بن أبي تميمة و موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمربه مختصراً . [تغلیق التعلیق ۳۰۶/۲ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۷۰/۲]

مختصراً کا مطلب یہ ہے کہ حماد بن سلمہ اور ابراہیم بن طہمان کی روایتوں میں تین مقامات پر رفع الیدین کا ذکر ہے۔ دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر نہیں اور یہ مسلّم ہے کہ عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

ابراہیم بن طہمان ثقہ تھے۔ [میزان الاعتدال ۳۸/۱]

محدث اسماعیلی کا بعض مجہول و نامعلوم مشائخ سے اس روایت کی تضعیف کرنا مردود ہے۔
صحیح بخاری کی روایات کو ضعیف کہنے کے لیے "بڑی دلیری" کی ضرورت ہے۔!

امام دارقطنی نے کتاب العلل میں عبدالاعلیٰ کی روایت کو " الأشبه بالصواب " قرار دیا ہے۔
[فتح الباری ۱۷۶/۲]

تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین بالکل ثابت نہیں ہے۔ ابوبکر بن عیاش

وغیرہ کی روایات وہم کی وجہ سے ضعیف ومردود ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاءاللہ

[۳] عن أبي قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلّى كبر ثم رفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل هٰكذا.

ابوقلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ (سیدنا) مالک بن الحویرث (رضی اللہ عنہ) جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح البخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۷ وصحیح مسلم ۱/۱۶۸ ح: ۳۹۱ واللفظ لہ وترقیم دارالسلام: ۸۶۴]

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح ابن خزیمہ (۱/۲۹۵ ح ۵۸۵) صحیح ابن حبان (۳/۱۷۵ ح ۱۸۷۰) صحیح ابی عوانہ (۲/۹۴)

ابوقلابہ عبداللہ بن زید ثقہ تھے۔ انھیں محمد بن سیرین تابعی اور ابوحاتم الرازی نے ثقہ کہا۔

[الجرح والتعدیل ۵/۵۸ وھو صحیح]

آپ کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ [الاستغناء فی اسماء المعروفین بالکنٰی ص ۹۲]

یہ حدیث سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے ابوقلابہ اور نصر بن عاصم (دو تابعین) نے روایت کی ہے۔ ابوقلابہ سے خالد الحذاء اور اس سے خالد بن عبداللہ الطحان اور اسماعیل بن علیہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔

نصر بن عاصم سے قتادہ نے اور اس سے شعبہ، سعید بن ابی عروبہ، سعید بن بشیر، ہمام، عمران القطان، حماد بن سلمہ، ہشام اور ابوعوانہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔

شعبہ سے عاصم بن علی، خالد، حفص بن عمر، یحییٰ بن سعید، ابوداود الطیالسی، سلیمان ابن حرب، ابن مہدی، ابوالولید الطیالسی، عبدالصمد اور آدم بن ابی ایاس نے روایت بیان کی ہے۔ ان میں سے کسی روایت میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ شعبہ کی

روایت قتادہ سے تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے۔

سعید بن ابی عروبہ سے عبدالاعلیٰ، ابن نمیر، یزید بن زریع، ابن علیہ، ابن ابی عدی، محمد بن حفص اور خالد بن الحارث نے یہ روایت بیان کی ہے۔ بعض کی روایات میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر ہے مگر قتادہ مدلس ہیں اور سجدوں میں رفع یدین والے الفاظ میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے لہٰذا یہ روایات ضعیف ہیں۔ حماد، عمران اور سعید کی روایات میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ ہمام کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ فی الرکوع (قبل الرکوع) وفی السجود (قبل السجود واذا رفع راسہ من الرکوع) لہٰذا یہ روایت اپنے منطوق پر صریح نہیں ہے۔ ہشام سے ابو عامر، عبدالصمد، یزید بن زریع اور معاویہ بن ہشام یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ صرف معاویہ بن ہشام کی روایت میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر ہے۔ باقی تینوں کی روایات میں نہیں۔

فائدہ: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بنولیث کے وفد میں غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تھے۔ دیکھئے فتح الباری (ج ۲ ص ۱۱۰ تحت ح ۶۲۸) ارشاد الساری للقسطلانی (۱۶/۲)

غزوۂ تبوک ۹ ہجری میں ہوا تھا۔ دیکھئے فتح الباری (۱۱۱/۸ ح ۴۴۱۵)

سج = سجدوں میں رفع یدین

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
|
نصر بن عاصم
|
قتادہ
|
سعید بن ابی عروبہ
|
محمد بن ابی عدی
|
- احمد بن حنبل مسند 321 سج ع ذ
- محمد بن مثنی
  - صحیح مسلم 321 ذ ع
  - عبداللہ بن محمد۔ ابو الولید الفقیہ۔ ابو عبداللہ الحافظ۔ بیہقی 321 ع ذ
  - نسائی۔ محمد بن معاویہ۔ عبداللہ بن ربیع۔ محلی ابن حزم 321 ع سج

السند الی انس بن مالک رضی اللہ عنہ
(اسماعیل) ابن علیہ۔ 321 ع (جزء البخاری)
خالد بن عبداللہ۔ اسحاق الواسطی۔ صحیح بخاری 321 ف ع
یحییٰ بن یحییٰ۔ صحیح مسلم 321 ف ع
ابوقلابہ۔ خالد
ابوعوانہ۔ ابوکامل الجحدری۔ صحیح مسلم 321 ف ع ذ
ابوعامر
عبدالصمد۔ مسند احمد 321 ع ذ
حمیدی ابوعوانہ 321
معاذ بن ہشام۔ محمد بن المثنیٰ۔ سنن نسائی 321 ع ج
یزید بن زریع۔ حمید بن مسعدہ۔ ابن ماجہ 321 ع
ہشام
حماد بن سلمہ۔ موسیٰ بن اسماعیل۔ جزء البخاری 321 ع ذ
عمران القطان۔ شعیب بن بیان۔ مہلب بن العلاء۔ محمد بن خالد الراسبی۔ طبرانی الکبیر 321 ع ذ
ہمام۔ عفان۔ مسند احمد۔ کان یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود
سعید بن بشیر۔ عبدالحمید بن بکار۔ احمد بن بشر بن حبیب۔ الطبرانی الکبیر (285/19) 321 ع ذ
خالد بن الحارث۔۔ بیہقی 321 ع ذ
محمد بن حفص۔ مسند احمد 321 ذ ع ج
احمد 3 ع ج ذ
بیہقی 321 ع ذ
محمد بن المثنیٰ
صحیح مسلم 321 ف ع ذ
محمد بن ابی عدی
ابن علیہ۔ سنن نسائی 321 ذ ع مسند احمد
یزید بن زریع 321 ع ذ جزء البخاری
ابن نمیر۔ ابن ابی شیبہ 321 ع ذ
سعید (ابن ابی عروبہ)
عبدالاعلیٰ۔ محمد بن المثنیٰ۔ نسائی 321 ع ج
آدم بن ابی ایاس۔ جزء البخاری 321 ع
عبدالصمد بن عبدالوارث۔ ابوقلابہ۔ مسند ابی عوانہ 321 ع منکیہ
ابوالولید۔ سنن دارمی 321 ع ذ
عبدالرحمٰن بن مہدی۔ سنن دارقطنی 321 ع
سلیمان بن حرب۔ ابوخلیفہ۔ صحیح ابن حبان 321 ع ذ
ابوداود الطیالسی 321 ع
یحییٰ بن سعید۔ مسند احمد 321 ذ ع
حفص بن عمر۔ سنن ابی داود 321 ع ذ
خالد۔ محمد بن عبداللہ۔ سنن نسائی 321 ف ذ
عاصم بن علی۔ عمر بن حفص السدوسی۔ الطبرانی
الکبیر 284/19، 321 ع ذ
شعبہ
نصر بن عاصم۔ قتادہ
ع۔۔۔ مرفوع
ف۔۔۔ موقوف
ج۔۔۔ سجدوں میں رفع یدین

انورشاہ کاشمیری دیوبندی کہتے ہیں: '' وشعبة فی النسخة غلط''إلخ

اور (سنن نسائی کے) نسخہ میں شعبہ (کا لفظ) غلط ہے الخ (نیل الفرقدین ص ۳۲)

یہ عبارت حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے نقل کر کے اس پر حسبِ عادت نیش زنی کر رکھی ہے۔ [دیکھئے نور الصباح ص ۲۳۰]

محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب نے کہا:

" تنبیه: وقع في نسخة النسائي المطبوعة بالهند: شعبة عن قتادة بدل سعيد عن قتادة وهو تصحيف صرح عليه شيخنا أيضاً فيه " نيل الفرقدين" وقال فيه (٣٢)...... [معارف السنن ج ۲ ص ۴۵۶]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بنوری صاحب بھی اپنے استاد انور شاہ کاشمیری کی طرح "شعبہ" کے لفظ کو وہم سمجھتے ہیں اور صحیح لفظ "سعید" قرار دیتے ہیں۔ یہ دو دیوبندی اکابر کی گواہی ہے۔

اس کی تردید کرتے ہوئے ڈیروی صاحب لکھتے ہیں کہ "جس طرح شعبہؒ نسائی میں موجود ہیں اسی طرح سے صحیح ابوعوانہ میں بھی موجود ہیں۔" [نور الصباح ص ۲۳۰]

قارئین کرام! ڈیروی صاحب کی یہ بات سوفی صد جھوٹ ہے۔ آپ مسند ابی عوانہ اُٹھا کر دیکھیں (جلد ۲ صفحہ ۹۴، ۹۵) اس میں شعبہ کی جو روایت ہے وہ عبدالصمد اور ابوالولید کی سند کے ساتھ ہے اور اس میں ڈیروی صاحب کے بیان کردہ: سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔

تنبیہ: یہاں عدمِ ذکر اور نفیِ ذکر کا مسئلہ نہیں کیونکہ شعبہ کی بیان کردہ اس روایت میں کہیں بھی سجدوں والے رفع یدین کا وجود نہیں ہے۔

یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ سجدوں والے رفع الیدین کی روایت شعبہ کی سند کے ساتھ نہیں ہے۔ نسائی کی روایت سعید بن ابی عروبہ سے ہے، شعبہ سے نہیں ہے۔

سنن النسائی کی سجدوں میں رفع الیدین والی حدیث

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" أخبرنا محمد بن المثنیٰ : حدثنا ابن أبي عدي عن [سعيد] عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه في صلاته وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد

وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه"
[ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶ ح ۱۰۸۶ طبع دار السلام]

یاد رہے کہ امام نسائی کی سنن صغریٰ (المجتبیٰ) کے عام نسخوں میں غلطی سے "عن سعید" کے بجائے "عن شعبة" چھپ گیا ہے۔

دلیل نمبر ۱: ابن ابی عدی سے یہی روایت احمد بن حنبل نے سعید بن ابی عروبہ کی سند سے نقل کی ہے۔ [مسند احمد ۳/۴۳۶ ح ۱۵۶۸۵]

دلیل نمبر ۲: ابن ابی عدی سے محمد بن المثنی کی روایت امام مسلم نے سعید بن ابی عروبہ کی سند سے نقل کی ہے۔ [صحیح مسلم ح ۲۶/۳۹۱ وترقیم دار السلام: ۸۶۶]

دلیل نمبر ۳: یہی روایت اسی سند و متن کے ساتھ امام نسائی کی السنن الکبریٰ (ج ۱ ص ۲۲۸ ح ۶۷۲ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۴۳ ح ۶۷۶) میں "سعيد عن قتادة" کی سند سے موجود ہے۔
یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے "المجتبیٰ" میں ناسخ یا کاتب کی غلطی کی وجہ سے "سعيد عن قتادة" کے بجائے "شعبة عن قتادة" درج ہو گیا ہے۔

دلیل نمبر ۴: ابن حزم نے المحلیٰ (۹۲/۴ مسئلہ ۴۴۲) میں اپنی سند کے ساتھ امام نسائی (کی السنن الکبریٰ) سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس میں سعید بن ابی عروبہ کا نام ہے۔
امام نسائی کے شاگرد محمد بن معاویہ / ابن الاحمر ثقہ تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۶/۶۸]

دلیل نمبر ۵: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۲/۱۷۷) میں یہ روایت نسائی سے سعید بن ابی عروبہ کی صراحت سے نقل کی ہے۔ (حافظ المزی نے تحفۃ الاشراف میں شعبہ کے طریق سے نقل کی ہے لہٰذا یہ خطا قدیم ہے)

دلیل نمبر ۶: حافظ ابن حبان نے بتایا کہ (بعض اوقات) سعید، شعبہ اور شعبہ سعید بن جاتا ہے۔ [المجروحین ج ۱ ص ۵۹]

دلیل نمبر ۷: طحاوی حنفی نے یہی روایت امام احمد بن شعیب النسائی سے "سعید" کی سند سے نقل کی ہے۔ [مشکل الآثار طبع جدید ج ۱۵ ص ۵۷، تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۳۱ ح ۶۳۲]

دلیل نمبر ۸: امام بیہقی نے محمد بن المثنیٰ والی روایت سعید کی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔
[السنن الکبریٰ ۲/۲۵،۷۱]

غرض یہ کہ یہ روایت سعید بن ابی عروبہ کی سند سے ہے اور تدلیس سعید، اختلاط سعید تدلیسِ قتادہ اور شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[٤] **عن وائل بن حجر أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلوٰة كبر، وصف همام حيال أذنيه ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنىٰ على اليسرىٰ فلما أراد أن يركع أخرج يديه من الثوب ثم رفعهما ثم كبر فركع فلما قال((سمع الله لمن حمده)) رفع يديه فلما سجد سجدبين كفيه.**

(سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نماز میں داخل ہوئے، جب تکبیر کہی رفع یدین کیا۔ ہمام (راوی) نے کانوں تک بیان کیا۔ پھر کپڑا لپیٹ لیا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع الیدین کیا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا (رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفع الیدین کیا۔ پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔
[صحیح مسلم مع شرح النووی ۴/۱۱۴ ح ۴۰۱]

رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کے مفہوم کے ساتھ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:
[صحیح ابن خزیمہ (۱/۳۴۶ ح ۶۹۷) صحیح ابن حبان (۳/۱۶۷،۱۶۸ ح ۱۸۵۷) صحیح ابی عوانہ (۲/۹۷)]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ ابن حبان کہتے ہیں کہ آپ یمن کے عظیم بادشاہ تھے اور بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے آنے سے تین دن پہلے ہی آپ کی بشارت دے

دی تھی۔ [کتاب الثقات لابن حبان ۳/۴۲۴، ۴۲۵، کتاب مشاہیر علماء الامصار لابن حبان ص ۴۴ رقم: ۲۷۶]

حافظ ابن کثیر الدمشقی نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی آمد کا ذکر ان وفود میں کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۹ھ میں آئے تھے۔ [البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷۱]

عینی حنفی نے کہا کہ وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) ۹ ہجری کو مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

[عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴ تحت ح ۷۳۵]

اس کے بعد آپ سردیوں میں (اگلے سال ۱۰ھ) دوبارہ آئے تھے۔

[صحیح ابن حبان ۳/۱۶۹ ح ۱۸۵۷]

اس سال بھی آپ نے رفع الیدین کا ہی مشاہدہ فرمایا۔ [سنن ابی داود: ۷۲۷ و إسنادہ صحیح]

بعض لوگوں نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر دو اعتراض کئے ہیں:

۱: وائل اعرابی (بدو) تھے، شریعت اسلامی سے ناواقف تھے۔

۲: انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

اوپر ذکر کردہ دلائل کی روشنی میں یہ دونوں اعتراضات باطل اور جھوٹ ہیں۔ یہ اعتراضات اپنے کہنے والے کی جہالت کا واضح و ناقابل تردید ثبوت ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بہت بلند ہے اور کسی دفاع کا محتاج نہیں ہے۔

[۵] عبدالحمید بن جعفر قال: حدثنا محمد بن عمرو بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم فيهم أبو قتادة، فقال أبو حميد: أنا أعلمكم بصلاة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قالوا: لم فوالله ما كنت أكثرنا له تبعة ولا أقدمنا له صحبة؟ قال: بلٰى قالوا: فاعرض، قال: كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم إذا قام إلى الصلوٰة كبر ثم رفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه و يقيم كل عظم في موضعه ثم يقرأ ثم يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ثم يركع و يضع راحتيه علٰى ركبتيه معتدلاً لا يصوب رأسه ولا يقنع به يقول:

((سمع الله لمن حمده)) و يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ..... ثم إذا قام من الركعتين رفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه كما صنع عند افتتاح الصلٰوة...... فقالوا: صدقت هٰكذا كان يصلي النبي ﷺ .

عبدالحمید بن جعفر نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن عطاء سے سنا، اس نے کہا: میں نے ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) سے دس صحابیوں میں سنا جن میں ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ ابوحمید (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔ انھوں نے کہا: آپ نہ تو ہم سے پہلے مسلمان ہوئے، نہ ہم سے زیادہ آپ کی صحبت اختیار کی ہے (اور نہ ہم سے زیادہ ان کی اتباع کی ہے) ابوحمید نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے تو انھوں نے کہا: اچھا پھر پیش کریں۔

سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر ٹھہر جاتی۔ پھر قراءت کرتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے، رکوع میں نہ سر اونچا رکھتے اور نہ نیچا، پھر سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ۔۔۔ پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے۔ (دس کے دس) صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے کہا: آپ نے سچ کہا، نبی ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے ۔۔۔ انتہی۔!

[صحیح ابن حبان ۳/۱۷۱ ح ۱۸۶۴ واللفظ لہ ۳/۱۷۳ ح ۱۸۶۷ صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۷ ح ۵۸۷ مختصراً منتقی ابن الجارود ص ۷۴، ۷۵ ح ۱۹۲، جامع الترمذی ۱/۶۷ ح ۳۰۴ وقال: ''ھٰذا حدیث حسن صحیح'' وصححہ البخاری فی جزء رفع الیدین ص ۸ ۱ ح ۱۰۲ وابن تیمیۃ (الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ المجموع ۲۲/۴۵۳) وابن القیم فی تہذیب سنن ابی داود (۲/۴۱۶) و قال: '' حديث أبي حميد هٰذا حديث صحيح متلقي بالقبول لا علة له و قد أعله قوم بمابرأه الله أئمة الحديث منه و نحن نذكر ما عللوه به ثم نبين فساد تعليلهم و بطلانه بعون الله ''

یعنی یہ حدیث صحیح ہے اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔اس میں کوئی علت نہیں ہے اور ایک قوم نے اسے معلول گردانا جس سے اللہ نے ائمۂ حدیث کو بری قرار دیا ہے اور ہم ان کی بیان کردہ علتیں بیان کریں گے۔ پھر ان کی علتوں کا فاسد اور باطل ہونا اللہ تعالیٰ کی مدد سے بیان کریں گے۔(ان شاءاللہ)

ان کے علاوہ دوسری بہت سی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔وقال الخطابی فی معالم السنن (۱۹۴/۱) حدیث صحیح]

رفع الیدین کے مفہوم کے ساتھ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے عباس بن سہل الساعدی کی روایت میں ہے کہ اس وقت یہ صحابہ بھی موجود تھے۔

سہل بن سعد الساعدی، ابواسید الساعدی، ابوہریرہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔!

[مختصراً من صحیح ابن خزیمہ ۲۹۸/۱ ح ۵۸۹ وصحیح ابن حبان ۱۷۴/۳ ح ۱۸۶۸ جزء رفع الیدین للبخاری ص ۳۷ رقم ۵ واسنادہ حسن]

حافظ ابوحاتم بن حبان البستی نے کہا: دونوں روایتیں (روایت محمد بن عمرو بن عطاء اور روایت عباس بن سہل الساعدی) محفوظ ہیں۔ [صحیح ابن حبان ۱۷۰/۳ تحت ح ۱۸۶۳]

صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ محمد بن یحییٰ (ثقہ امام) نے فرمایا:

”من سمع هذا الحديث ثم لم يرفع يديه يعني إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع فصلاته ناقصة“

جس نے یہ حدیث سنی اور رفع الیدین نہ کیا تو اس کی نماز ناقص ہے۔

[ج ۱ ص ۲۹۸ ح ۵۸۹]

تخريج حديث أبي حميد رضي الله عنه في رفع اليدين

- أبو حميد الساعدي رضي الله عنه
  - عباس (أو عياش) بن سهل الساعدي
    - ابن إسحاق — (جزء رفع اليدين للبخاري مختصرا بذكر أبي قتادة)
    - محمد عمرو بن عطاء / أحمد بن مالك — عيسى بن عبدالله بن مالك (مجهول الحال) — (صحيح ابن حبان 1235سنن أبي داود 1235
    - فليح بن سليمان — (صحيح ابن حبان ، ابن ماجه، معاني الآثار للطحاوي 123) (ترمذي ، وبيهقي مختصراً وقال الترمذي: حديث حسن صحيح) (جزء البخاري 12) (ابن خزيمة مختصراً)
  - محمد بن عمرو بن عطاء القرشي
    - عبدالحميد بن جعفر الأنصاري
      - هشيم — (مصنف ابن أبي شيبة 123)
      - أبو عاصم — (صحيح ابن حبان، جزء البخاري، الكبرى للبيهقي، منتقى ابن الجارود، صحيح ابن حبان ، صحيح ابن خزيمة مختصراً ، ترمذي 1235
      - أبو أسامة — (صحيح ابن حبان 1235) (ابن ماجه مختصراً)
      - يحيى بن سعيد القطان — (أبو داود ، جزء البخاري ، ابن خزيمة مختصراً ، نسائي مختصراً، مسند أحمد صحيح ابن حبان، شرح السنة للبغوي ، ترمذي ، وقال: هذا حديث حسن صحيح 1235)
    - محمد بن عمرو بن حلحلة
      - يزيد بن أبي حبيب / يزيد بن محمد — سعيد — (صحيح بخاری مختصراً والبغوی في شرح السنة وقال: هذا حديث صحيح)

عبدالحمید بن جعفر کا تعارف

نمبر شمار	معدل	تعدیل	حوالہ	جارح	جرح	حوالہ
1	أحمد بن حنبل	ثقة ليس به بأس	تہذیب التہذیب	أبو حاتم	محله الصدق	1
2	ابن معين	ثقة ليس به بأس	وغیرہ		لا يحتج به	
3	ابن عدي	أرجو أنه لا بأس به	....	طحاوي	(جرحه)	2
4	ابن سعد	ثقة كثير الحديث	....	النسائي	ليس بالقوى	3
5	الساجي	ثقة صدوق	....	يحيى القطان	(كان يضعفه)	4
6	ابن نمير	ثقة	....	الثوري	(كان يضعفه)	5
7	مسلم	(احتج به في الصحيح)	....			
8	ابن خزيمة	(احتج به في الصحيح)	....			
9	ابن حبان	أحد الثقات المتقنين	....			
10	على بن المديني	وكان عندنا ثقة	....			
11	الترمذي	(صحح له في سننه)	....			
12	ابن القطان	ثقة	....			
13	عبدالحق	ثقة	....			
14	بيهقي	تضعيف الطحاوي مردود	....			
15	النسائي	ليس به بأس	....			
16	يحيى بن سعيد القطان	(كان يوثقه)	....			
			....			
17	البوصيري	ثقة	الزوائد : ۳۱۹۳			
18	الحاكم	(صحح له)	المستدرک ۱/۵۰۰			
19	ابن تيمية	.....				
20	ابن قيم	.....				
21	بخاري	.....				
22	ابن حجر	صدوق رمي بالقدر وربما وهم				

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبدالحمید بن جعفر کے موثقین زیادہ اور بڑے عالم ہیں۔

زیلعی حنفی نے کہا: "و لکن وثقه أکثر العلماء" یعنی اسے اکثر علماء نے ثقہ قرار دیا ہے انتہی۔

[نصب الرایۃ ۱/۳۴۴ (اس کے بعد زیلعی نے جو "أنه غلط في هذا الحديث" کے الفاظ لکھے ہیں، وہ دو وجہ سے مردود ہیں: ① یہ جمہور کے خلاف ہیں۔ ② وہ دوسری حدیث ہے ہماری پیش کردہ حدیث نہیں ہے۔]

لہٰذا عبدالحمید مذکور ثقہ ہے۔

ابو حاتم، نسائی اور یحییٰ بن سعید کی جرح ان کی تعدیل سے متصادم ہے، لہٰذا ساقط ہے۔ حافظ ذہبی عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت کے ترجمہ میں حافظ ابن حبان کے دو متضاد قول نقل کرتے ہیں، ایک میں اسے ضعیف اور دوسرے میں اسے ثقہ کہا گیا ہے اور فیصلہ کرتے ہیں: "فساقط قولاه" ابن حبان کے دونوں متضاد قول ساقط ہو گئے ہیں۔

[میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

سفیان الثوری کی جرح مسئلۂ تقدیر کی وجہ سے تھی جس کی تردید حافظ ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" (۷/۲۱) میں مسکت انداز میں کر دی ہے۔ صحیحین وغیرہ ہی میں ایک جماعت کی احادیث ہیں جن پر قدری وغیرہ کا الزام ہے۔ (مثلاً قتادہ تابعی وغیرہ) کیا ان کی حدیث رد کر دی جائے گی؟ دیدہ باید!

ابو جعفر الطحاوی کی جرح کو احمد بن الحسین البیہقی نے مردود قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر کا وہ مقام نہیں کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کی صاف اور واضح توثیق کے مقابلے میں ان کی شاذ بات کو قبول کیا جائے۔

(بشرطیکہ ان کے قول کو جرح پر محمول کیا جائے ورنہ ان کا قول جرح نہیں ہے۔)

اسی لیے حافظ ذہبی لکھتے ہیں: "احتج به الجماعة سوى البخاري و هو حسن الحديث" ایک جماعت نے اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے (سوائے امام بخاری کے) اور وہ حسن الحدیث ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۷/۲۲]

(امام بخاری نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کما تقدم، لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہے۔) [نیز دیکھئے یہی کتاب ص ۲۴۹۔۲۵۰]

حافظ ابو حاتم بن حبان لکھتے ہیں:

"عبدالحميد رضي الله عنه أحد الثقات المتقنين قد سبرت أخباره فلم أره انفرد بحديث منكر لم يشارك فيه"

عبدالحمید (بن جعفر) رضی اللہ عنہ ثقہ متقن تھے۔ میں نے ان کی احادیث کی جانچ پڑتال کی ہے، وہ کسی منکر حدیث کے ساتھ منفرد نہیں ہیں۔ [صحیح ابن حبان ۲/۳ ۱۷۲ح ۱۸۶۴]

محمد بن عمرو بن عطاء کا تعارف

کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ انھیں ابوزرعہ، نسائی، ابوحاتم، ابن سعد اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: "أحد الثقات" [سیر اعلام النبلاء ۲۲۵/۵]

تہذیب میں جو جرح نقل کی گئی ہے وہ محمد بن عمرو اللیثی پر ہے۔ لہٰذا ابن عطاء بالاتفاق ثقہ ہیں۔ انھوں نے یہ حدیث سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے ان کی ایک روایت صحیح بخاری میں بھی ہے لہٰذا انقطاع کا بے بنیاد الزام مردود ہے۔

عباس بن سہل الساعدی نے ان کی متابعت بھی کی ہے۔ (رواہ فلیح بن سلیمان عنہ) جیسا کہ تخریجی جدول سے ظاہر ہے۔

عطاف بن خالد کی روایت

طحاوی حنفی عبدالحمید بن جعفر کی روایت کے معارضہ میں عطاف بن خالد کی روایت لائے ہیں۔ [معانی الآثار ۲۵۹/۱]

عبداللہ بن صالح --> یحییٰ بن سعید --> عطاف بن خالد --> محمد بن عمرو بن عطاء --> رجل

اس کا مرکزی راوی عبداللہ بن صالح متکلم فیہ ہے۔ امام نسائی نے کہا: ليس بثقة

احمد بن حنبل، ابن معین اور ابن المدینی نے اس پر جرح کی ہے۔

[الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ۳۰۹/۱]

بعض نے اس کی توثیق کی ہے، مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی (المتوفی ۸۰۷ھ) نے کہا: "وعبداللہ بن صالح ضعفه الجمهور و قال عبدالملك بن شعيب: ثقة مأمون " [مجمع الزوائد ۷/۲]

لہٰذا جمہور کے مقابلے میں عبدالملک بن شعیب وغیرہ کی توثیق مردود ہے۔

امام بخاری، ابن معین، ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کی اس سے روایت اس کی صحیح حدیث میں سے ہے۔ [ہدی الساری لابن حجر ص ۴۱۴ ترجمہ عبداللہ بن صالح]

یہ روایت "اہل الحذق" کے طریق سے نہیں ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو "رجل " سے مراد "عباس اور عیاش بن سہل الساعدی" ہے۔

ظاہر ہے کہ مفسر مبہم پر مقدم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک راوی کہتا ہے:

عن رجل عن أبي هريرة اور یہی راوی کہتا ہے: "عن محمد بن زياد عن أبي هريرة" تو اس "رجل " سے لامحالہ "محمد بن زیاد" ہی مراد ہوگا۔

لہٰذا عطاف بن خالد کی (بشرط صحت) روایت کے ساتھ عبدالحمید بن جعفر کی حدیث پر اعتراض فضول ہے جب کہ دیگر کئی راویوں نے اس کی متابعت بھی کر رکھی ہے۔

اضطراب کا دعویٰ

بعض مغالطہ دینے والوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ کیوں کہ

1- محمد بن عمرو بن عطاء عن أبي حميد

2- محمد بن عمرو أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل

3- محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سهل عن أبي حميد

4- محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس أو عياش

5- محمد بن عمرو بن عطاء: حدثني رجل

کی اسانید کے ساتھ یہ روایت مروی ہے۔

روایت نمبر۲ کے بارے میں عرض ہے کہ یہ روایت من وعن اسی سند کے ساتھ سنن ابی داود جلد ا صفحہ ۷۰۴ رقم ۷۳۳ اور صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۷۰ رقم ۱۸۶۳ پر موجود ہے، اس میں ہے۔

محمد بن عمرو بن عطاء أحد بني مالك عن عباس بن سهل

أحد بني مالك کا لفظ ''السنن الکبریٰ'' میں غلطی سے '' أخبرني مالك '' چھپ گیا ہے۔ [دیکھئے ج۲ص۱۰۱]

بہرحال اگر قدیم نسخہ میں '' أخبرني مالك '' ہی ہو تو بھی (کاتب کی غلطی کی وجہ سے) شاذ ہے۔ روایت نمبر ا، ۳، ۴ کے بارے میں ابن حبان کا یہ فیصلہ ہے:

''سمع هذا الخبر محمد بن عمرو بن عطاء عن أبي حميد الساعدي و سمعه من عباس بن سهل بن سعد الساعدي فالطريقان جميعاً محفوظان''

یعنی محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث ابوحمید اور عباس بن سہل دونوں سے سنی ہے لہٰذا دونوں سندیں محفوظ ہیں۔ [الاحسان:۱۸۶۳]

یاد رہے کہ عباس بن سهل عن أبيه والی روایت ہمارے علم میں نہیں ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سہل والی روایت میں ایک شخص عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے لہٰذا اس کی روایت کو عبدالحمید بن جعفر کے مقابلہ میں پیش کرنا فضول ہے۔

(۵) یعنی عطاف بن خالد کی روایت میں رجل سے مراد عباس بن سہل ہے جیسا کہ جدول سے ظاہر ہے لہٰذا اضطراب کا دعویٰ مردود ہے۔ اسی لیے تو بڑے بڑے ائمۂ فن اور جید علماء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات

سیدنا ابوقتادہ الحارث بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ [الجرح والتعدیل ۳/۷۴]

① - امام اللیث (بن سعد، ثقہ امام، متوفی ۱۷۵ھ) نے کہا:

ابوقتادہ الحارث بن ربعی بن النعمان الانصاری (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[کتاب المعرفۃ والتاریخ یعقوب بن سفیان ۳/۳۲۲]

② - سعید بن عفیر (المتوفی ۲۲۶ھ، صدوق عالم بالانساب) نے کہا:

ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۱]

③ - امام یحییٰ بن معین (ثقہ امام) نے فرمایا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[کتاب الکنیٰ للدولابی (حنفی) ج ۱ ص ۴۹]

④ - یہی بات امام ترمذی (ثقہ امام) اور

⑤ - ابوعبداللہ بن مندہ الحافظ (ثقہ امام) کی ہے۔

[تہذیب السنن لابن القیم مع عون المعبود ج ۲ ص ۴۲۲]

⑥ - امام بیہقی (ثقہ امام) نے فرمایا: اہل تاریخ کا اس پر اجماع ہے کہ ابوقتادہ الحارث بن ربعی بن النعمان الانصاری ۵۴ھ کو فوت ہوئے تھے۔ [حوالہ مذکورہ بالا]

⑦ - ابراہیم بن المنذر نے کہا: ابوقتادہ مدینہ میں ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔

[مستدرک حاکم ۳/۴۸۰]

⑧ - ذہبی نے کہا: آپ ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔ [تجرید اسماء الصحابۃ ۲/۱۹۴]

⑨ - ابن حجر نے کہا: آپ ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب ص ۴۲۲]

⑩ - ابن کثیر نے انھیں ۵۴ھ کی وفیات میں ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ۸/۷۰]

نقاب کشائی

ان جمہور علماء کے مقابلے میں حبیب اللہ صاحب ڈیروی دیوبندی نے "نور الصباح" صفحہ ۲۰۷ پر کہا: "امام ہیثم بن عدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

[دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۶۸]"

اول تو ابن کثیر نے ''زعم الهيثم بن عدي وغيره... و هذا غريب'' کہہ کر اس قول کی تردید کردی ہے۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ) دوسرے یہ کہ ہیثم بن عدی مشہور کذاب ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ [دیکھئے ص ۴۰]

ایک زبردست دلیل

اُم کلثوم بنت علی بن ابی طالب کا انتقال ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان (۵۴ھ میں) ہوا۔
[التاریخ الصغیر للبخاری ج ا ص ۱۲۵۔۱۲۸]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم کا جنازہ پڑھایا گیا تو لوگوں میں ابن عمرؓ ابو ہریرہؓ ابو سعید اور ابو قتادہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی موجود تھے۔
[مصنف عبدالرزاق ۴۶۵/۳ ح ۶۳۳۷، سنن نسائی ۷۱/۴ ح ۱۹۷۸ واسنادہ صحیح]

اس قسم کی روایت عمار مولی الحارث بن نوفل سے بھی مروی ہے۔

یہ جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے دورِ امارت میں پڑھا گیا ہے۔ سعید بن العاص ۴۸ھ سے ۵۵ھ تک اقتدار میں رہے۔ [تہذیب السنن ۴۲۳/۲]

یہ بات عقلاً محال ہے کہ ۳۸ھ میں فوت ہونے والا ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان (۵۴ھ) میں ہونے والے جنازہ میں شریک ہو لہٰذا درج بالا روایت نص قاطع ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ۵۰ھ کے بعد (۵۴ھ میں) فوت ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔

بعض متعصبین کا منقطع و بے سند روایات اور ہیثم بن عدی جیسے کذاب کے قول پر انھیں ۳۸ھ میں فوت شدہ قرار دینا انتہائی غلط اور دھاندلی ہے۔

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے اس حدیث پر تہذیب سنن ابی داود میں مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے اور مخالفین و معاندین کے دندان شکن جوابات دیے ہیں۔

ایک اور نکتہ

محمد بن سیرین (رحمہ اللہ) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد ہیں۔ [تہذیب التہذیب ۱۹۰/۹]

ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) سے ان کی ایک روایت سنن ترمذی وغیرہ میں ہے۔
[سنن الترمذی: ۹۹۵، تحفۃ الاشراف ۹/ ۲۶۴ وقال الترمذی: حسن غریب]

آپ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۱۰ھ کو فوت ہوئے۔ [ملخصاً من التہذیب والتقریب]

یعنی آپ ۳۳ھ کو پیدا ہوئے۔

ابوحمید کے شاگرد محمد بن عمرو العامری ۸۳ سال کی عمر میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے۔ [کتاب الثقات لابن حبان ۳/ ۳۶۸]

ہشام ۱۲۵ھ میں فوت ہوا۔ [شذرات الذہب ۱/ ۱۶۳]

یعنی محمد بن عمرو ۴۲ھ کو پیدا ہوئے۔

یعنی آپ محمد بن سیرین سے صرف نو (۹) سال چھوٹے تھے۔

جب ابن سیرین سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر سکتے ہیں تو کیا امر مانع ہے کہ محمد بن عمرو کی بھی ان سے ملاقات ہوئی ہو۔

یاد رہے کہ ابوحمید رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو کی روایت صحیح بخاری میں بھی ہے۔ محمد بن سیرین جن صحابہ کے شاگرد ہیں، ان کی وفیات ۴۸ھ اور اس کے بعد کی ہیں۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ان کی روایت مرسل ہے۔
[جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ العلائی ص ۲۶۴]

اس روایت کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھئے ''سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث'' یہی کتاب ص ۲۴۷ تا ۲۷۳

[٦] سليمان بن داود الهاشمي: أخبرنا عبدالرحمٰن بن أبي الزناد عن موسىٰ بن عقبة عن عبدالله بن الفضل الهاشمي: أخبرنا عبدالرحمٰن الأعرج عن عبيدالله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالب عن النبي ﷺ أنه كان إذا قام إلى الصلوٰة المكتوبة كبرورفع يديه حذو منكبيه ويصنع مثل ذلك إذا قضى قراء ته وأراد أن يركع ويصنعه إذا رفع من الركوع ولا يرفع يديه في شيءٍ من صلاته وهو قاعد وإذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك وكبر.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز (ادا کرنے) کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہہ کر کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے اور قراءت ختم کر کے رکوع جاتے ہوئے بھی اسی طرح کرتے اور رکوع سے اُٹھ کر بھی اسی طرح کرتے اور بیٹھنے کی حالت میں کسی بھی جگہ رفع الیدین نہ کرتے اور جب سجدتین (رکعتین/دورکعتیں) پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۴، ۲۹۵ ح ۵۸۴ واللفظ لہ، صحیح ابن حبان کما فی العمدۃ للعینی ۵/۲۷۷ سنن ترمذی ۵/۴۸۷، ۴۸۸ ح ۳۴۲۳ وقال: ''ھٰذا حدیث صحیح حسن... سمعت أبا إسماعیل الترمذی محمد بن إسماعیل بن یوسف یقول سمعت سلیمان بن داود الهاشمی یقول وذکر ھٰذا الحدیث فقال: ھٰذا عندنا مثل حدیث الزهری عن سالم عن أبیہ'' وصححہ احمد بن حنبل کما فی نصب الرایۃ ۱/۴۱۲ والدرایۃ ۱/۱۵۳ وا لتلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ وابن تیمیۃ کما فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ ومجموع الفتاویٰ ۲۲/۴۵۳]

سند کی تحقیق

اس سند کے سب راوی بالاتفاق ثقہ ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے، وہ مختلف فیہ ہیں۔

ابن معین اور ابو حاتم وغیرہما نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔

مالک، ترمذی اور العجلی وغیرہم نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

لہٰذا وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا:

" حديثه من قبيل الحسن .... هو حسن الحديث وبعضهم يراه حجة "

اس کی حدیث حسن کی قسم سے ہے۔ وہ حسن الحدیث ہے اور بعض اسے حجت سمجھتے ہیں۔
[سیر اعلام النبلاء ۸/۱۶۸، ۱۷۰]

اس تمام جرح وتعدیل کے مقابلے میں امام ابن المدینی کا قول ہے کہ

”قدنظرت فیما روی عنه سلیمان بن داود الهاشمي فرأیتها مقاربة“

میں نے اس سے سلیمان بن داود الہاشمی کی احادیث کو دیکھا ہے (جانچ پڑتال کی ہے) ان کی اس سے احادیث مقارب ہیں۔ [تاریخ بغداد ۱۰/۲۲۹ ت ۵۳۵۹ وسندہ صحیح]

عبدالحیٔ لکھنوی صاحب نے مقارب الحدیث کو حسن الحدیث سے پہلے ذکر کیا ہے۔
[الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل ص ۷۲]

یعنی یہ لفظ کلمات توثیق میں سے ہے۔

امام ابن مدینی کی یہ تعدیل مفسر ہے لہٰذا اسے تضعیف مبہم پر مقدم کیا جائے گا۔ ابتدائیہ میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ تعدیل مفسر جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔

یاد رہے کہ کسی امام نے ابن ابی الزناد کو جب اس سے سلیمان بن داود الہاشمی روایت کریں تو ضعیف نہیں قرار دیا بلکہ متعدد ائمہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے لہٰذا اس سے سلیمان کی تمام روایات کو صحیح وحسن تسلیم کیا جائے گا۔

بعض لوگوں نے اس مرفوع حدیث کے مقابلے میں ”عن أبي بکر النهشلي: ثنا عاصم بن کلیب عن أبیه أن علیاً رضي الله عنه کان یرفع یدیه في أول تکبیرة من الصلوٰة ثم لا یعود “سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے پھر اعادہ نہیں کرتے تھے۔“ کا اثر پیش کیا ہے۔
[نصب الرایۃ ۱/۴۰۶، معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۵]

اس روایت سے استدلال دو وجہ سے مردود ہے:

① اس پر خاص طور پر جرح مفسر ہے۔

(مروی ہے کہ) سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری ص ۴۷ ح ۱۱]

امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا (السنن الکبریٰ ۲/۸۰، ۸۱)

امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے۔ (المسائل لاحمد ۱/۲۴۳) امام بخاری نے ضعیف کہا۔
[شرح الترمذی لابن سید الناس بحوالہ حاشیہ جلاء العینین ص ۴۸]

ابن الملقن نے کہا: "فأثر علي ضعیف لا یصح عنه وممن ضعفه البخاري"
علی (رضی اللہ عنہ سے انتساب) والا اثر ضعیف ہے، اُن سے صحیح ثابت نہیں اور بخاری نے (بھی)
اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ [البدر المنیر ۳/۴۹۹]

(زعفرانی سے مروی ہے کہ) شافعی نے کہا: "و لا یثبت عن علي..." اور یہ علی (رضی اللہ عنہ)
سے ثابت نہیں ہے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱]

لہٰذا یہ اثر معلول (ضعیف) ہے۔ کسی قابل اعتماد محدث نے اس اثر کو صحیح نہیں کہا لہٰذا
راویوں کی توثیق نقل کرنا اس جرح مفسر کے مقابلے میں مردود ہے۔

② اس اثر میں رکوع کی صراحت نہیں ہے یعنی یہ عام ہے اور رفع لیدین والی احادیث
خاص وصریح ہیں، یہ گزر چکا ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔

ورنہ پھر تارکینِ رفع یدین قنوت اور عیدین میں کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟
اگر امیر المومنین سے منسوب اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے عمومی مفہوم کی وجہ سے
عیدین اور قنوت کا رفع الیدین ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دوسرے دلائل سے مخصص ہے تو عند
الرکوع والا صحیحین کی مرفوع ومفسر احادیث کی وجہ سے مخصص کیوں نہیں ہے۔

[۷] عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوة
كبر ثم جعل يديه حذو منكبيه و إذا ركع فعل مثل ذلك و إذا
سجد فعل مثل ذلك ولا يفعله حين يرفع رأسه من السجود و إذا
قام من الركعتين فعل مثل ذلك .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (حافظ الصحابہ، الفقیہ الامام محبوبنا رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ جب نماز کا افتتاح کرتے تو تکبیر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں
تک اٹھاتے جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے

کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت ایسا نہ کرتے تھے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۴ ح ۶۹۴، ۶۹۵ ولہ شاہد عند الدارقطنی فی العلل کما فی التلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ و رجالہ ثقات]

ابن جریج نے سماع کی تصریح کردی ہے۔

تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے سابقہ روایتوں کے شاہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ (نور الصباح ص ۷۲، ۷۴) ہم ثابت کر آئے ہیں کہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔

آگے آرہا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع الیدین کے راوی اور فاعل تھے لہٰذا صریح روایت کے مقابلے میں مبہم اور غیر متعلق روایات کو پیش کرنا باطل ہے۔

[۸] عن أبي موسى الأشعري قال: هل أريكم صلوٰة رسول الله ﷺ فكبر ورفع يديه ثم كبر ورفع يديه ثم قال: سمع الله لمن حمده ثم رفع يديه، ثم قال: هكذا فاصنعوا ولا يرفع بين السجدتين.

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ پس آپ نے اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا پھر (رکوع کے وقت) اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا۔ پھر **سمع الله لمن حمده** کہہ کر رفع الیدین کیا اور فرمایا کہ اس طرح کیا کرو اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔ [سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

سند کی تحقیق

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علتِ قادحہ نہیں ہے۔

① دعلج بن احمد شیخ الدارقطنی ثقہ ثبت تھے۔ [تاریخ بغداد ۸/۳۸۸]

② عبداللہ بن شیرویہ ثقہ بالاتفاق تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲/۷۰۶ ت ۷۲۵]

③ اسحاق بن راہویہ مشہور ثقہ امام اور مصنف ہیں۔ ان کی احادیث صحیحین میں موجود ہیں اور ان کی المسند بھی مشہور ہے۔ (روایت ہے کہ) امام نسائی نے کہا: ''ثقة مأمون إمام''
[تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۲/۴۳۴]

اختلاط کے دعویٰ کی تردید کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ [سیر اعلام النبلاء ج۱۱ص ۳۷۷، ۳۷۸]

④ النضر بن شمیل ثقہ ثبت ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۷۱۳۵]

⑤ حماد بن سلمہ ثقہ تھے۔ [الجرح والتعدیل ۳/۱۴۲ عن ابن معین وسندہ صحیح]

حماد سے نضر بن شمیل کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔
[تہذیب الکمال للمزی مطبوع ج۷ص ۲۵۸]

لہٰذا نضر کا سماع حماد سے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

⑥ ازرق بن قیس: ثقہ [تقریب التہذیب: ۳۰۲]

⑦ حطان بن عبداللہ: ثقہ [تقریب التہذیب: ۱۳۹۹]

حطان رحمہ اللہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کر رہے ہیں۔ یہ مرفوع حدیث بلحاظ سند صحیح ہے اور موقوفاً بھی صحیح سند سے مروی ہے۔
[مسائل احمد بن حنبل بروایۃ صالح بن احمد بن حنبل ص ۷۴ا موقوف وإسنادہ صحیح ... الاوسط لابی بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری مخطوط ج اص ۱۴۸ و مطبوع ۳/۱۳۸ وإسنادہ صحیح]

لہٰذا مرفوع اور موقوف دونوں طرح صحیح ہے۔ واللہ اعلم

[۹، ۱۰] عن عطاء بن أبي رباح قال: صليت خلف عبدالله بن الزبير فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع فسألته فقال عبدالله بن الزبير: صليت خلف أبي بكر الصديق رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة و إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وقال أبو بكر: صليت خلف رسول الله ﷺ فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع.

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا تو عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

اور (سیدنا) ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

امام بیہقی، حافظ ذہبی اور ابن حجر نے کہا کہ اس (حدیث) کے راوی ثقہ ہیں۔

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وقال: رواتہ ثقات، المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی ۲/۴۹ ح ۱۹۴۳ وقال: رواتہ ثقات، التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ۱/۲۱۹ ح ۳۲۸ وقال: ورجالہ ثقات]

سند کی تحقیق

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاہد کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: **الشیخ الإمام المحدث القدوۃ** . [سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۳۷]

انھیں بیہقی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حاکم اور ذہبی نے ان کی بیان کردہ حدیث کو ''صحیح علیٰ شرط الشیخین'' کہہ کر ان کی توثیق کر دی ہے۔

[دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۳۰ ح ۸۲]

ان کے حالات درج ذیل کتابوں میں مذکور ہیں:

اخبار اصبہان (۲/۱۷۱) الانساب (۳/۵۴۶) المنتظم (۶/۳۶۸) العبر (۲/۲۵۰)

انھوں نے امام عبداللہ بن الامام احمد بن حنبل سے ''المسند الکبیر'' کا سماع کیا تھا۔

[النبلاء ۱۵/۴۳۷]

محمد بن عبداللہ الصفار نے ابو اسماعیل السلمی سے حدیث سنی ہے۔

[دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۱۱۷ ح ۴۰۳]

وہ مدلس نہیں تھے۔ [حاشیہ جلاء العینین بتخریج روایات جزء رفع الیدین ص ۱۸ لشیخنا فیض الرحمٰن الثوری]

لہٰذا ان کا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔

محمد بن اسماعیل ابو اسماعیل السلمی ثقہ تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۲۴۲/۱۳]

ان کو نسائی، دارقطنی، الحاکم، ابوبکر، الخلال اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ کہا۔

[تہذیب التہذیب ۵۳/۹، ۵۴]

ابن ابی حاتم کا قول "تکلموا فیه" کئی لحاظ سے مردود ہے:

① یہ اکثریت کی توثیق کے خلاف ہے۔

② یہ جرح غیر مفسر ہے۔ ③ اس کا جارح نامعلوم ہے۔

حافظ احمد بن علی العسقلانی نے کہا: "**ثقة حافظ لم يتضح كلام ابن أبي حاتم فيه**"

یہ ثقہ حافظ ہیں اور ان میں ابن ابی حاتم کا کلام غیر واضح (مبہم) ہے۔ [التقریب:۵۷۳۸]

ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ انھیں ابو حاتم وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: "**الحافظ الثبت الإمام**"

[سیر اعلام النبلاء ۲۶۵/۱۰]

وہ آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گئے تھے۔

[تقریب التہذیب: ۶۲۲۶ ولفظہ: "**ثقة ثبت تغير في آخر عمره**"]

انھیں اختلاط ہوا۔ [ہدی الساری ص ۴۴۱]

حتیٰ کہ ان کی عقل زائل ہو گئی۔ [الجرح والتعدیل ۵۹/۸]

یہ کہہ کر حافظ ذہبی نے اس بحث کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ "**تغير قبل موته فما حدث**"

وہ موت سے پہلے تغیر (ضعف حافظہ واختلاط) کا شکار ہوئے اور اس حالتِ تغیر میں انھوں نے کوئی حدیث بھی بیان نہیں کی۔ [الکاشف ۷۹/۳ ت ۱۵۹۷]

دوسرے یہ کہ ان کے پیچھے اس حدیث کے راوی ابو اسماعیل السلمی نے نماز پڑھی ہے۔ جس کی عقل زائل ہو گئی ہو اس کے پیچھے وہی نماز پڑھتا ہے جس کی خود عقل زائل ہوتی ہے!

لہٰذا یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

احادیثِ مذکورہ کا خلاصہ

رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کو رسول اللہ ﷺ سے درج ذیل صحابہ نے روایت کیا ہے:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	[صحیح بخاری: ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸ و صحیح مسلم: ۳۹۰]
۲۔ سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ	[صحیح بخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱]
۳۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	[صحیح مسلم: ۴۰۱ و صحیح ابن خزیمہ: ۶۹۸]
۴۔ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۷]
۵۔ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۸۷۳]
۶۔ سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان: ۱۸۶۸]
۷۔ سیدنا ابواسید الساعدی رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان: ۱۸۶۸]
۸۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	[جزء رفع الیدین للبخاری: ۵ وسندہ حسن]
۹۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۴]
۱۰۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	[سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ واسنادہ صحیح]
۱۱۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	[السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۷۳ واسنادہ صحیح]
۱۲۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ	[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]
۱۳۔ سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ	[مسند السراج ص ۶۲ ح ۹۲ وسندہ حسن]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ رفع الیدین کی احادیث متواتر ہیں۔ درج ذیل ائمہ نے رفع الیدین کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے:

(۱) الکتانی	[نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۹۶، ۹۷ ح ۶۷]
(۲) ابن الجوزی	[ایضاً]
(۳) ابن حجر	[ایضاً و فتح الباری ۱/۲۰۳]

(۴)زکریا الانصاری [ایضاً]

(۵)محمد مرتضٰی الحسینی الزبیدی [لقط اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ ص ۲۰۷ ح ۶۲]

(۶)ابن حزم [حاشیہ لقط اللآلی المتناثرہ ص ۲۰۵]

(۷)السیوطی [قطف الازھار المتناثرہ ص ۹۵ ح ۳۳]

(۸)العراقی [التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۷۰]

(۹)السخاوی [دیکھئے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ۳/۴۱]

(۱۰)موفق الدین ابن قدامہ [المغنی ۱/۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]

(۱۱)شمس الدین ابن قدامہ [الشرح الکبیر ۱/۵۳۸، ۵۳۹]

(۱۲)ابن تیمیہ رحمہ اللہ [القواعد النورانیہ ص ۴۸]

(۱۳)عبدالعزیز الفرہاری [کوثر النبی ص ۱۰]

فائدہ: امام اصطخری، علامہ سیوطی، اشرف علی تھانوی دیوبندی اور محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی وغیرہم کے نزدیک ہر وہ حدیث متواتر ہے جسے کم از کم دس راوی بیان کریں۔ دیکھئے تدریب الراوی (۲/۱۷۹)، قطف الازہار المتناثرہ (ص ۱/۲۱)، بوادر النوادر (صفحہ ۱۳۶) تحفۂ قادیانیت (جلد اول ص ۱۷)

لہٰذا رفع الیدین کا اثبات قطعی الثبوت ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
مسئلہ رفع الیدین
عند الرکوع وبعدہ

مرفوع=ع موقوف=ف

رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کا نہ کرنا یا ممانعت یا نسخ یا ترک نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے تارکین جو کچھ ذکر کرتے ہیں وہ یا تو ضعیف و باطل ہے یا پھر غیر صریح یعنی مجمل ومبہم ہے لہٰذا مردود ہے۔

الامام الاعظم
محمد رسول اللہ ﷺ

شروع نماز میں رفع الیدین	1
رکوع سے پہلے رفع الیدین	2
رکوع کے بعد رفع الیدین	3
سجدوں میں رفع الیدین کی نفی	x
دو رکعتوں کے بعد رفع الیدین	4

جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ
سنن ابن ماجہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
أبو الزبير (مسائل أحمد بن حنبل 244/1 و اسناده صحيح) ف
طاؤوس (مصنف عبدالرزاق 69/2 وإسناده صحيح) ف
محارب بن دثار (جزء رفع اليدين للبخاري رقم 48 و إسناده صحيح) 123 ف
نافع صحيح بخاری) 1234 ع ف
سالم - الزهري (صحيح بخاری و صحيح مسلم) X 123 ع

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
نصر بن عاصم (صحيح مسلم و صحيح ابن حبان) 123 ع
أبو قلابة (صحيح بخاری، وصحيح مسلم) 123 ع ف

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
علقمة بن وائل (صحيح مسلم وغيره) 123 ع
كليب.... (صحيح ابن حبان وغيره) 123 ع

ابوحمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب النبی ﷺ رضی اللہ عنہم اجمعین
عباس بن سهل الساعدي - فليح بن سليمان (سنن ابن ماجه وغيره) 123 ع
محمد بن عمرو بن عطاء - عبدالحميد بن جعفر (صحيح ابن خزيمه، صحيح ابن حبان) وقال الترمذي: هذا الحديث حسن صحيح 1234 ع

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
(من طريق ابن الزناد وسنده حسن) صحيح ابن خزيمة، صحيح ابن حبان قال الترمذي في السنن: هذا حديث حسن صحيح وصححه أحمد بن حنبل، نصب الراية 412/1 وابن تيمية، الفتاوى الكبرى (105/1) X 4123 ع

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
(صحيح ابن خزيمة (344/1) X 1234 ع

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ
(سنن دارقطني 292/8 وقال ابن حجر: رجاله ثقات، التلخيص (219/1) X 123 ع ف

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
(السنن الكبرى للبيهقي 73/2 وقال: رواته ثقات) 123 ع ف

رفع الیدین کی روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

1- عبداللہ بن عمر	مرفوع وموقوف
2- مالک بن الحویرث	مرفوع وموقوف
3- وائل بن حجر	مرفوع
4- ابوحمید الساعدی	مرفوع
5- ابوقتادہ	مرفوع
6- سہل بن سعد الساعدی	مرفوع
7- ابواسید الساعدی	مرفوع
8- محمد بن مسلمہ	مرفوع
9- علی بن ابی طالب	مرفوع
10- ابوہریرہ	مرفوع
11- ابوموسیٰ الاشعری	مرفوع وموقوف
12- ابوبکر الصدیق	مرفوع وموقوف
13- عبداللہ بن زبیر	مرفوع وموقوف

رفع الیدین متواتر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:
نظم المتناثر من الحديث المتواتر، اللآلي المتناثرة في الأحاديث المتواترة وغيرهما

درج ذیل صحابہ کرام بھی رفع الیدین کرتے تھے۔
رضی اللہ عنہم اجمعین

انس بن مالک خادم رسول (جزء) عبداللہ بن عباس (عبدالرزاق 69/2) عبداللہ بن عمر رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔ جزء البخاری وصححہ نووی
سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے بتایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے۔
(السنن الکبریٰ للبیہقی 75/2 واسنادہ صحیح)

تحقیق حافظ زبیر علی زئی

تارکین رفع الیدین کے شبہات

پہلا شبہ: حدیث سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

بعض لوگوں نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع یدین کے خلاف پیش کی ہے:

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ((مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس ، اسكنوا في الصلوٰة))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے ، اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں؟ نماز میں سکون اختیار کیا کرو۔ [صحیح مسلم ج ۱ص ۱۸۱ ح ۴۳۰]

پہلا جواب:

جس طرح قرآنِ مجید اپنی تشریح خود کرتا ہے اسی طرح حدیث ، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو (نماز کے آخر میں) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: تمھیں یہ کیا ہو گیا ہے؟ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں۔ تم میں سے جب کوئی (نماز کے آخر میں) سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کر کے صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔''

[صحیح مسلم ج ۱ص ۱۸۱ ح ۴۳۰ وترقیم دار السلام: ۹۷۱]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب ہم نماز پڑھتے تو (نماز کے آخر میں) دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔ تمھیں یہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنی

رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں بائیں منہ موڑ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا کرو۔
[صحیح مسلم، ح ۴۳۰ وترقیم دارالسلام: ۹۷۰]

لفظ ((أذناب خيل شمس)) ''شریر گھوڑوں کی دُمیں'' تینوں احادیث میں موجود ہے جو اتحادِ واقعہ کی واضح دلیل ہے لہٰذا اس حدیث کے ساتھ استدلال بالکلیہ مردود ہے۔

دوسرا جواب:

تمام محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے۔ رفع الیدین عند الرکوع والرفع منہ کے ساتھ نہیں ہے۔ خیر القرون میں کسی نے بھی اس حدیث کے ساتھ رفع الیدین (کے مسئلہ) کی ممانعت پر استدلال نہیں کیا ہے۔

مثلاً درج ذیل محدثین نے اس حدیث پر ''سلام'' کے ابواب باندھے ہیں:

(۱) علامہ نووی

'' باب الأمر بالسكون فى الصلوٰة والنهي عن الإشارة باليد ورفعها عندالسلام '' [صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۴ ص ۱۵۲]

(۲) ابوداود

'' باب فى السلام '' [دیکھئے سنن ابی داود: ۹۹۸، ۹۹۹]

(۳) الشافعی

'' باب السلام فى الصلوٰة '' [کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۲]

(۴) النسائی

'' باب السلام بالأيدي فى الصلوٰة وباب موضع اليدين عندالسلام ''
[المجتبیٰ قبل ح: ۱۱۸۵، الکبریٰ قبل ح: ۱۱۰۷ باب السلام بالیدین المجتبیٰ ح: ۱۳۲۷ والکبریٰ قبل ح ۱۲۴۹]

(۵) طحاوی

'' باب السلام فى الصلوٰة كيف هو؟ '' [شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۸، ۲۶۹]

(۶) بیہقی

" باب كراهة الإيماء باليد عند التسليم من الصلوٰة "

[السنن الکبریٰ ج۲ص۱۸۱]

کسی محدث نے اس پر منع رفع الیدین عندالرکوع والرفع منہ کا باب نہیں باندھا، محدثین کی اس اجماعی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق صرف تشہد والے رفع الیدین کے ساتھ ہے۔ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: (سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث) سے رکوع کے وقت رفع الیدین کے منع پر دلیل لانا درست نہیں ہے کیوں کہ پہلی حدیث دوسری طویل حدیث کا اختصار ہے۔ [التلخیص الحبیر ج۱ص۲۲۱]

امام بخاری نے فرمایا: یہ بات مشہور ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے۔ [التلخیص الحبیر ج۱ص۲۲۱، جزء رفع الیدین:۳۷]

اسی کے ہم معنی بات حافظ ابن حبان نے بھی کہی ہے۔ [صحیح ابن حبان ۳/۱۷۸ ح۱۸۷۷]

نووی شارح صحیح مسلم نے کہا: اس حدیث سے رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کے نہ کرنے پر استدلال کرنے والا جہالتِ قبیحہ کا مرتکب ہے اور بات یہ ہے کہ عندالرکوع رفع الیدین کرنا صحیح و ثابت ہے جس کا رد نہیں ہوسکتا۔ پس نہی خاص اپنے مورد خاص پر محمول ہوگی تاکہ دونوں میں توفیق و موافقت ہو اور (مزعومہ) تعارض رفع ہوجائے۔ [المجموع شرح المہذب ج۳ص۴۰۳ وحاشیۃ السندی علی النسائی ص۱۷۶]

حافظ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا:

" ... من أقبح الجهالات لسنة سيدنا رسول الله ﷺ لأنه لم يرد في رفع الأيدي في الركوع والرفع منه وإنما كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلوٰة ... وهذا لا (اختلاف) فيه بين أهل الحديث ومن له أدنى اختلاط بأهله "

اس حدیث سے استدلال انتہائی بری جہالت ہے جسے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ روا رکھا گیا ہے کیونکہ یہ حدیث رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے بارے میں وارد نہیں ہوئی۔ وہ تو نماز کی حالتِ سلام میں ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے...اس میں اہلِ حدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور جس شخص کو حدیث کے ساتھ ذرہ برابر تعلق ہے وہ بھی تسلیم کرتا ہے (کہ اسے رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔) [البدر المنیر ج۳ ص۴۸۵]

تیسرا جواب:

اگر یہ حدیث رفع الیدین کی ممانعت پر دلیل ہے تو تارکین رفع الیدین درج ذیل مقامات پر کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟

① تکبیر تحریمہ

② وتر

③ عیدین

اگر رکوع والا رفع الیدین اس حدیث کے ساتھ ممنوع ہے تو درج بالا تینوں رفع الیدین بطریق اولیٰ ممنوع ہونے چاہئیں۔

جو اُن کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔ اگر ان کی تخصیص دوسری احادیث کے ساتھ ہے تو رکوع والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دوسری احادیث کے ساتھ ہے۔

چوتھا جواب:

تارکین کی پیش کردہ حدیث میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر اور صراحت نہیں۔
مجوزین کی پیش کردہ احادیث میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر اور صراحت ہے۔ لہٰذا مفسر کو مجمل پر مقدم کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''وھذا المفسر مقدم علی المبھم ''

اور یہ مفسر مبہم پر مقدم ہے۔ [فتح الباری ۱۰/۲۸۳ تحت ح ۵۸۲۷ نیز دیکھئے ج ۱۰ ص ۳۴۷]

پانچواں جواب:

اگر اس حدیث کے الفاظ کو رفع الیدین پر محمول کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رفع الیدین کرنا ایک قبیح فعل ہے۔ چونکہ رکوع والا رفع الیدین نبی ﷺ سے باسند صحیح تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور نبی فعلِ قبیح کا مرتکب نہیں ہوا کرتا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا رکوع والے رفع الیدین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، ورنہ نعوذ باللہ نبی ﷺ کے فعل کو قبیح تسلیم کرنا پڑے گا، جس کے تصور سے ہی ہم پناہ چاہتے ہیں۔

تنبیہ: بعض لوگوں نے پہلے جواب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ ''یہ حدیث تعدد واقعہ پر مشتمل ہے'' ان لوگوں کا یہ دعویٰ غلط ہے۔

حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری نے عبدالرشید کشمیری (دیوبندی) کے نام اپنے غیر مطبوع خط میں لکھا:

''جابر بن سمرہ والی روایت میں تو رکوع والے رفع الیدین سے منع کا سرے سے نام ونشان ہی نہیں۔ واقعات خواہ دو ہی بنا لیے جائیں کیونکہ ایک واقعہ میں سلام والے رفع الیدین کے مراد نہ ہونے سے رکوع والے رفع الیدین کا مراد ہونا لازم نہیں آتا لہٰذا اس روایت کو رکوع والے رفع الیدین کے منع ہونے کی دلیل بنانا محض تحکم اور نری سینہ زوری ہے۔''

دوسرا شبہ: حدیث - ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سفیان (الثوري) عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود: ألا أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ فصلّى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة .

(کہا جاتا ہے کہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور ہاتھ نہیں اُٹھائے سوائے پہلی دفعہ کے۔

[سنن ترمذی ۱/۵۹ ح ۲۵۷ وقال: "حدیث حسن" المحلی لابن حزم ۴/۸۷، ۸۸ مسئلہ: ۴۴۲ وقال: ان ھذا الخبر صحیح]

تحقیق: یہ حدیث علت قادحہ کے ساتھ معلول ہے اور سنداً ومتناً دونوں طرح سے ضعیف ہے۔

درج ذیل ائمہ (اور علمائے حدیث) نے اسے ضعیف ومعلول قرار دیا ہے:

پہلا جواب:

محدثین کی اکثریت نے اس روایت کو ضعیف ومعلول قرار دیا ہے:

(۱) شیخ الاسلام المجاہد الثقہ عبداللہ بن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے کہا:

" لم یثبت حدیث...ابن مسعود"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی (طرف منسوب یہ) حدیث ثابت نہیں ہے۔

[سنن ترمذی ۱/۵۹ ح ۲۵۶ وإسنادہ صحیح]

بعض لوگوں نے ابن المبارک رحمہ اللہ کی جرح کو عصر جدید میں اس حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے مگر درج ذیل ائمۂ حدیث وعلمائے کرام نے ابن المبارک کی جرح کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اس متنازعہ روایت کے متعلق قرار دیا ہے۔

۱: ترمذی [سنن ۱/۵۹ ح ۲۵۶]

۲: ابن الجوزی وقال: " **وقال فیہ عبداللہ بن المبارک: لا یثبت ھذا الحدیث** "

[التحقیق ۱/۲۷۸ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۳۵]

۳: ابن عبدالہادی [التنقیح ۱/۲۷۸]

۴: نووی [المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۳]

۵: ابن قدامہ [المغنی ج ۱ ص ۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]

۶: ابن حجر [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲ ح ۳۲۸]

۷: الشوکانی [نیل الاوطار ۲/۱۸۰ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۹۶ تحت ح ۶۶۸]

۸: البغوی [شرح السنۃ ۳/۲۵ ح ۵۶۱]

۹: بیہقی [السنن الکبریٰ ۲/۷۹ ومعرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۱]

حدیث کے کسی امام نے یہ نہیں کہا کہ ابن المبارک کی جرح حدیثِ ابن مسعود سے متعلق نہیں ہے۔

(۲) الامام الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ) نے ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔

[دیکھئے کتاب الأم ج ۷ ص ۲۰۱ باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱ و فتح الباری ۲/۲۲۰]

(۳) احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے اس روایت پر کلام کیا۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۲، ومسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۰ فقرہ: ۳۲۶]

(٤) ابو حاتم الرازی (۲۷۷ھ) نے کہا:

" هذا خطأ يقال: وهم الثوري فقد رواه جماعة عن عاصم وقالوا كلهم: أن النبي ﷺ افتتح فرفع يديه ثم ركع فطبق وجعلهما بين الركبتين ولم يقل أحد ما روى الثوري"

یہ حدیث خطا ہے، کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اُٹھائے، پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔ [علل الحدیث ۱/۹۶ ح ۲۵۸]

(۵) الامام الدارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے اسے غیر محفوظ قرار دیا۔

[دیکھئے العلل للدارقطنی ج ۵ ص ۱۷۳ مسئلہ: ۸۰۴]

(٦) حافظ ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے (کتاب) الصلوٰۃ میں کہا:

" هو في الحقيقة أضعف شيءٍ يعول عليه لأنّ له عللاً تبطله "

یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔ [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲ ح ۳۲۸، البدر المنیر ۳/۴۹۴]

(۷) امام ابوداود السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) نے کہا: " هذا حديث مختصر من

حدیث طویل ولیس هو بصحیح علٰی هٰذا اللفظ "

[سنن ابی داود نسخہ حمصیہ ج۱ص ۴۷۸ ح ۷۴۸، نسخہ بیت الافکار الدولیہ ص ۱۰۲، نسخہ مکتبۃ المعارف/ الریاض ص ۱۲۱ مشکوٰۃ المصابیح ط ۱۳۲۶ھ ص ۷۷ ح ۸۰۹]

امام ابوداود اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

چودہویں صدی میں بعض لوگوں نے امام ابوداود کی اس حدیث پر جرح کا انکار کیا ہے اور صاحبِ مشکوٰۃ کے بعض اوہام جمع کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ابوداود سے اس قول کا انتساب بھی ان کا وہم ہے۔ حالانکہ درج ذیل علماء نے اس قول کو امام ابوداود سے منسوب کیا ہے:

① ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

" وقال أبو داود :ليس بصحيح " [التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۷۸]

② ابن عبدالبر الاندلسی (متوفی ۴۶۳ھ)

" وقال أبو داود في حديث عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن ابن مسعود قال: ألا أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ؟ فصلّى فلم يرفع يديه إلا مرة واحدة، هٰذا حديث يختصر من حديث طويل وليس بصحيح علٰى هٰذا اللفظ "

[التمہید ۳/۲۲۰]

③ ابن عبدالہادی (متوفی ۷۴۴ھ) [التنقیح ۱/۲۷۸]

④ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) [التلخیص الحبیر ج۱ص ۲۲۲]

⑤ ابن الملقن [البدر المنیر ج۳ص ۴۹۳]

⑥ ابن القطان الفاسی [بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ۳/۳۶۵، ۳۶۶ فقرہ:۱۱۰۹]

⑦ شمس الحق عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۹ھ) نے کہا:

" واعلم أن هٰذه العبارة موجودة في نسختين عتيقتين عندي وليست

في عامة نسخ أبي داود الموجودة عندي " [عون المعبود ج ۳ ص ۴۴۹]

معلوم ہوا کہ یہ عبارت امام ابوداود ہی کی ہے اور اسی حدیث پر ہے۔

(۸) یحییٰ بن آدم (متوفی ۲۰۳ھ) [دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۲ و التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲]

(۹) ابوبکر احمد بن عمر (و) البزار (متوفی ۲۹۲ھ) نے اس حدیث پر جرح کی۔
[البحر الزخار ج ۵ ص ۴۷ ح ۱۶۰۸ نیز دیکھئے التمہید ۹/۲۲۰، ۲۲۱]

(۱۰) محمد بن وضاح (متوفی ۲۸۹ھ) نے ترکِ رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔
[التمہید ۹/۲۲۱ وسندہ قوی]

(۱۱) امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) دیکھئے جزء رفع الیدین (۳۲) و لہ التلخیص الحبیر (۱/۲۲۲) المجموع شرح المہذب (۳/۴۰۳)

(۱۲) ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) سے زیلعی حنفی نے نقل کیا کہ انھوں نے اس زیادت (دوبارہ نہ کرنے) کو خطا قرار دیا۔ [نصب الرایہ ۱/۳۹۵]

مجھے یہ کلام "بیان الوہم والایہام" میں نہیں ملا (ج ۳ ص ۳۶۵ تا ۳۶۷ فقرہ ۱۱۰۹) تاہم اشارہ ضرور ملتا ہے۔ [ص ۳۶۶]

(۱۳) عبدالحق الاشبیلی نے کہا: "لا يصح" [الاحکام الواسطی ج ۱ ص ۳۶۷]

(۱٤) ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے اسے ضعیف کہا۔ [البدر المنیر ۳/۴۹۲]

(۱۵) الحاکم (متوفی ۴۰۵ھ) [الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۳/۴۹۳]

(۱٦) النووی (متوفی ۶۷۰ھ) نے کہا: اتفقوا علٰی تضعيفه (خلاصۃ الاحکام ۱/۳۵۴ ح ۱۸۰) یعنی امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(۱۷) الدارمی (متوفی ۲۸۰ھ) بحوالہ تہذیب السنن للحافظ ابن قیم الجوزیۃ (۲/۴۴۹) [یہ حوالہ مجھے باسند صحیح نہیں ملا!]

(۱۸) البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) بحوالہ تہذیب السنن (۲/۴۴۹) وشرح المہذب للنووی (۳/۴۰۳) [یہ حوالہ بھی باسند صحیح نہیں ملا]

(۱۹) محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) بحوالہ نصب الرایہ (۱/۳۹۵) والاحکام الواسطی لعبدالحق الاشبیلی (۱/۳۶۷)

(۲۰) ابن قدامہ المقدسی (متوفی ۶۲۰ھ) نے کہا: ''ضعیف''

[المغنی ج۱ص۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]

(۲۱) قرطبی نے بھی حدیثِ ابن مسعود وحدیثِ براء کو غیر صحیح کہا۔ [المفہم ۱۹/۲]

یہ سب امتِ مسلمہ کے مشہور علماء تھے۔ ان کا اس روایت کو متفقہ طور پر ضعیف و معلول قرار دینا ترمذی وابن حزم کی تصحیح پر ہر لحاظ سے مقدم ہے، لہٰذا یہ حدیث بلاشک وشبہ ضعیف ہے۔ علل حدیث کے ماہر علماء اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں تو ان کی تحقیق کو تسلیم کیا جائے گا کیوں کہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فنِ حدیث میں ان کی تحقیق حجت ہے۔

دوسرا جواب:

اس روایت کا دارومدار امام سفیان ثوری رحمہ اللہ پر ہے جیسا کہ اس کی تخریج سے ظاہر ہے۔ سفیان ثوری ثقہ حافظ، عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ [دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۴۴۵]

ان کو درج ذیل ائمۂ حدیث نے مدلس قرار دیا ہے:

۱۔ یحییٰ بن سعید القطان

[کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد ۱/۲۰۷ رقم ۱۱۳۰، الکفایۃ للخطیب ص۳۶۲ وسندہ صحیح]

۲۔ بخاری [العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶، التمہید ۱/۳۴]

۳۔ یحییٰ بن معین [الجرح والتعدیل ۴/۲۲۵ وسندہ صحیح]

۴۔ ابومحمود المقدسی [قصیدہ فی المدلسین ص۴۷ شعر ثانی]

۵۔ ابن الترکمانی حنفی [الجوہر النقی ج۸ص۲۶۲ وقال: الثوري مدلس وقد عنعن]

۶۔ ابن حجر العسقلانی [طبقات المدلسین المرتبۃ الثانیۃ ص۳۲، تقریب التہذیب: ۲۴۴۵]

۷۔ الذہبی (میزان الاعتدال ۲/۱۶۹ وقال: ''إنه كان يدلس عن الضعفاء ولكن له نقد وذوق ولا عبرة لقول من قال يدلس ويكتب عن الكذابين''

اور کہا: ''وربما دلس عن الضعفاء'' (سیر اعلام النبلاء ۲۴۲/۷) اور کہا: ''لأنه کان یحدث عن الضعفاء'' [ایضاً ۲۷۴/۷]

حافظ ذہبی کی گواہی سے معلوم ہوا کہ سفیان رحمہ اللہ ضعیف لوگوں سے تدلیس کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جو ضعفاء سے تدلیس کرے اس کی عن (بغیر تصریح سماع) والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

ابوبکر الصیرفی (متوفی ۳۳۰ھ) نے کتاب الدلائل میں کہا:

'' کل من ظهر تدليسه عن غير الثقات ، لم يقبل خبره حتى يقول: حدثني أو سمعت''

ہر راوی جس کی غیر ثقہ راویوں سے تدلیس ظاہر ہو جائے تو اس کی روایت اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ ''حدثني'' یا ''سمعت'' نہ کہے یعنی اس کے سماع کی تصریح کے بعد ہی اس کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ دیکھئے النکت للزرکشی (ص ۱۸۴) شرح الفیۃ العراقی بالتبصرۃ والتذکرۃ (۱۸۳/۱، ۱۸۴)

۸۔ صلاح الدین العلائی (جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۹) وقال:

'' من يدلس عن أقوام مجهولين لا يدرى من هم كسفيان الثوري....''

یعنی سفیان ثوری ان مجہول لوگوں سے تدلیس کرتے تھے جن کا پتا بھی نہیں چلتا۔

۹۔ حافظ ابن رجب (شرح علل الترمذی ۳۵۸/۱) وقال: '' وقد كان الثوري وغيره يدلسون عمن لم يسمعوا منه أيضاً'' یعنی سفیان الثوری وغیرہ ان لوگوں سے بھی تدلیس کرتے تھے جن سے ان کا سماع نہیں ہوتا تھا۔

۱۰۔ ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی [تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۹۳ وسندہ صحیح]

۱۱۔ ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل [سنن الدارقطنی ۲۰۱/۳ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح]

۱۲۔ علی بن عبداللہ المدینی [الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۲ وسندہ صحیح]

۱۳۔ ابوزرعۃ ابن العراقی قال: ''مشهور بالتدليس'' [کتاب المدلسین: ۲۱]

۱۴۔ حاکم صاحب المستدرک [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۵، ۱۰۶ ت ۲۵۱-۲۵۳]

۱۵۔ العینی قال:

”وسفیان من المدلسین والمدلس لا یحتج بعنعنته إلا أن یثبت سماعه من طریق آخر“ [عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲]

۱۶۔ الکرمانی [شرح صحیح البخاری ۳/۶۲ ح ۲۱۳]

۱۷۔ ابن حبان [الاحسان طبعہ جدیدہ ۱/۱۶۱]

۱۸۔ السیوطی [اسماء من عرف بالتدلیس: ۲۴]

۱۹۔ الحلبی [التبیین فی اسماء المدلسین ص ۲۷]

۲۰۔ قسطلانی: ”سفیان مدلس وعنعنة المدلس لا یحتج بها إلا أن یثبت سماعه بطریق آخر“ سفیان راوی مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قابل حجت نہیں ہوتا اِلا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح (یا متابعت) ثابت ہو جائے۔

[ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۶]

سرفراز صفدر صاحب دیوبندی تقلیدی اپنی کتاب ”احسن الکلام“ میں لکھتے ہیں:

”ابو قلابہ گو ثقہ تھے مگر غضب کے مدلس تھے......ابو قلابہ کی جن سے ملاقات ہوئی ان سے بھی اور جن سے نہیں ہوئی ان سے بھی سب سے تدلیس کرتے تھے۔“ [ج ۲ ص ۱۱۱]

اگر حافظ ذہبی کے قول کی بنیاد پر ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ ”غضب کے مدلس“ قرار دیئے جاسکتے ہیں تو حافظ ابن رجب کے قول پر سفیان ثوری کو ”غضب کا مدلس“ کیوں نہیں قرار دیا جاتا۔ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

حالانکہ ابو قلابہ مدلس نہیں تھے۔ امام ابو حاتم رازی نے ان پر تدلیس کے الزام کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ”الجرح والتعدیل“ (۵/۸)

ابو قلابہ کی معنعن روایات کی تصحیح متعدد محدثین کرام مثلاً بخاری، مسلم، ترمذی اور ذہبی وغیرہم نے کی ہے۔

متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کی بات کب قابلِ مسموع ہو سکتی ہے؟ کیا کسی محدث یا فقیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ابوقلابہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے؟

ابوقلابہ جو کہ مدلس نہیں تھے ان کے عنعنہ کو رد کرنا اور ثوری جو کہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے ان کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ اس دن اس کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

تنبیہ: علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے ایک سند کو ابوقلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف کہا۔ [حاشیہ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳]

قال: " إسناده ضعيف لعنعنة أبي قلابة وهو مذكور بالتدليس "

حالانکہ ابوقلابہ کا مدلس ہونا صحیح نہیں ہے۔ جنھوں نے کئی سو سال کے بعد اسے مدلس کہا، انھوں نے اسے طبقۂ اولیٰ (جن کی معنعن روایات ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں) میں شمار کیا ہے۔ اس کا ضعفاء سے تدلیس کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔ اس کی روایات کو تو علامہ البانی نے ضعیف کہا ہے، مگر (اصول سے روگردانی کرتے ہوئے) سفیان ثوری مدلس عن الضعفاء (جو کہ بقول حاکم طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں) کی معنعن روایت ترکِ رفع الیدین کی تعلیقاتِ مشکوٰۃ میں تصحیح کر دی ہے۔

ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی یہ تصحیح غلط ہے اور محدثین کے قواعد کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔

ذہبیٔ عصر حقاً الشیخ عبدالرحمان المعلمی الیمانی نے بھی اس روایت کو سفیان ثوری کے عنعنہ کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔ [التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل ۲ ص ۲۰]

خلاصہ یہ کہ سفیان ثوری مدلس تھے بلکہ بہ تحقیق سرفراز خان صفدر "غضب کے مدلس تھے" لہٰذا ان کی معنعن روایت متابعت کی غیر موجودگی میں ضعیف ہوتی ہے۔

مدلس کا عنعنہ

حافظ ابن الصلاح (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

" والحكم بأنه لا يقبل من المدلس حتى يبين قد أجراه الشافعي رضي الله عنه فيمن عرفناه دلس مرة، والله أعلم"

حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔ یہ بات (امام) شافعی رضی اللہ عنہ نے ہر اس شخص پر جاری فرمائی ہے جو ایک دفعہ ہی تدلیس کرے۔

[علوم الحدیث عرف مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۹ نیز دیکھئے الرسالۃ للشافعی ص ۳۸۰ فقرہ: ۱۰۳۵]

امام یحیٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا: مدلس اپنی تدلیس (معنعن روایت) میں حجت نہیں ہوتا۔ (الکفایہ ص ۳۶۲ ولفظہ: " لا يكون حجة فيما دلس" وسندہ صحیح)

لہٰذا سفیان ثوری رحمہ اللہ (جو کہ ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے) کی یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے اور صحیح احادیث کے مقابلے میں ضعیف کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔

طبقۂ ثانیہ کی بحث

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ غضب کے مدلس تھے، لہٰذا ان کو درجۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو درجۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ [طبقات المدلسین ص ۳۲]

حاکم نیشاپوری نے حافظ ابن حجر سے پہلے ان کو طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔

[معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶ و جامع التحصیل ص ۹۹]

حاکم نیشاپوری حافظ ابن حجر سے زیادہ ماہر اور متقدم تھے اور درج ذیل دلائل کی روشنی میں حاکم کی بات صحیح اور حافظ ابن حجر کی بات غلط ہے۔ [دیکھئے ص 346]

فائدہ نمبرا: سفیان ثوری درج ذیل شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے:

حبیب بن ابی ثابت، سلمہ بن کہیل اور منصور (وغیرہم)

[العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶، التمہید لابن عبدالبر ۱/۳۴ شرح علل الترمذی ۲/۷۵۱]

فائدہ نمبر۲: سفیان ثوری سے یحییٰ بن سعید القطان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔
تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب العلل ومعرفۃ الرجال (۲۰۷/۱ رقم ۱۱۳۰) والکفایۃ (للخطیب ص ۳۶۲ وسندہ صحیح) وتہذیب التہذیب (۱۹۲/۱۱ ترجمہ یحییٰ بن سعید القطان)

فائدہ نمبر۳: مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے۔
سفیان ثوری اس روایت میں عاصم بن کلیب سے منفرد ہیں اور ان کی کوئی معتبر متابعت نہیں ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

تیسرا جواب:

سفیان ثوری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ روایت مجمل ہے۔ اگر اس کو عام تصور کیا جائے تو پھر تارکین رفع الیدین کا خود اس روایت پر عمل نہیں ہے۔

① وہ وتر میں تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع سے پہلے رفع الیدین کرتے ہیں۔

② وہ عیدین میں تکبیر تحریمہ کے بعد رفع الیدین کرتے ہیں۔

اگر وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر روایات سے ثابت ہے تو رکوع سے پہلے اور بعد کی تخصیص بھی صحیحین کی روایات سے ثابت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حدیث کے عموم سے وتر اور عیدین کے رفع الیدین کو بچانے کی کوشش کریں جو ان لوگوں کا جواب ہے، وہی ہمارا جواب ہے۔

تنبیہ: رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی ممانعت یا ترک کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ تارکین کی پیش کردہ سب احادیث باطل، ضعیف ومردود ہیں۔

[مزید تحقیق کے لئے حافظ ابن القیم کی المنار المنیف ص ۱۳۷ کا مطالعہ کریں]

چوتھا جواب:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا

ذکر نہیں ہے. امام فقیہ محدث ابوداود رحمہ اللہ نے اس ضعیف حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔
"باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع "یعنی باب اس کا جس نے رکوع سے پہلے رفع الیدین کا ذکر نہیں کیا۔ [سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۱۷ قبل ح ۷۴۸]
اور یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ (ثبوتِ ذکر کے بعد) عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔
ابن الترکمانی حنفی (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:" ومن لم یذکر الشئ لیس بحجة علیٰ من ذکره "جو کسی چیز کو ذکر نہ کرے وہ اس پر حجت نہیں ہے جو کسی چیز کو ذکر کرے۔
[الجوہر النقی ج ۴ ص ۳۱۷]
مشہور محدث حافظ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے فرمایا:" ولا یلزم من عدم ذکر الشئ عدم وقوعه" کسی چیز کے عدم ذکر سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا۔
[الدرایۃ ج ۱ ص ۲۲۵ حدیث ۲۹۲ باب الاستقاء]
لہٰذا امام سفیان الثوری کی عدمِ ذکر والی اس ضعیف حدیث سے بھی ترکِ رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

پانچواں جواب:

سفیان کی حدیث میں نفی ہے اور صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث میں اثبات ہے۔
یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔
علامہ نووی نے کہا:
" إن أحادیث الرفع أولیٰ لأنها إثبات وهٰذا نفي فیقدم الإثبات لزیادة العلم"
رفع الیدین کی (صحیح) احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ وہ اثبات ہیں اور یہ (سفیان ثوری کی ضعیف حدیث) نفی ہے۔ پس اثبات کو زیادتِ علم کی وجہ سے نفی پر مقدم کیا جائے گا۔ انتہیٰ [المجموع شرح المہذب ۴۰۳/۳]

حنفی یہ کہتے ہیں کہ کرخی حنفی (متوفی ۳۱۷ھ) نے بھی مثبت کو نفی پر اولیٰ بالعمل قرار دیا ہے۔ [دیکھئے نور الانوار ص ۱۹۷]

مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں نصب الرایہ (۳۵۹/۱) و فتح الباری (۳۳۳/۱)

چھٹا جواب:

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ صرف ایک دفعہ رفع یدین کیا بار بار نہیں کیا۔ [ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ المصابیح ص ۷۷ ح ۸۰۹]

نووی (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

" ذکره أصحابنا قالوا: لو صح وجب تأويله علىٰ أن معناه لا يعود إلى الرفع في ابتداء استفتاحه ولا في أوائل باقي ركعات الصلوٰة الواحدة ويتعين تأويله جمعاً بين الأحاديث "

ہمارے ساتھیوں نے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ شروع نماز میں اور باقی رکعات کے شروع میں دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (اس کا رکوع والے رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں ہے) اس تاویل کے ساتھ تمام احادیث (بلحاظ جمع و تطبیق) پر عمل ہو جاتا ہے۔ [المجموع ۴۰۳/۳]

ساتواں جواب:

یہ حدیث اگر بفرضِ محال صحیح ہوتی (!) تو بھی منسوخ ہوتی۔

امام احمد بن الحسین البیہقی نے فرمایا:

" وقد يكون ذلك فى الإبتداء قبل أن يشرع رفع اليدين فى الركوع ثم صار التطبيق منسوخاً وصار الأمر فى السنة إلى رفع اليدين عندالركوع ورفع الرأس منه و خفيا جميعاً علىٰ عبدالله بن مسعود "

ہوسکتا ہے کہ ابتدا میں ترک رفع یدین رہا ہو جس وقت رفع الیدین کی مشروعیت

نہیں ہوئی تھی۔اس کے بعد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی) تطبیق منسوخ ہوگئی اور سنت میں رفع الیدین رکوع سے پہلے اور بعد کا شروع ہوگیا اور یہ دونوں باتیں (تطبیق اور بعد کا شروع ہونے والا رفع الیدین) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر مخفی رہ گئے۔

[معرفۃ السنن والآثار قلمی ج ا ص ۲۲۰، التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ ص ۱۱۸ للشیخ الامام حافظ محمد گوندلوی]

تنبیہ: یہ الزامی جواب ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں۔

امام بیہقی کے دعویٰ کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام حافظ عبداللہ بن ادریس (ثقہ بالاجماع) نے اس حدیث کو بعینہ اسی سند کے ساتھ عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے۔

[مسند احمد ج ا ص ۴۱۸ و اسنادہ صحیح]

اس میں رکوع میں تطبیق کا ذکر ہے جو کہ بالاتفاق منسوخ ہے۔

آخری بات

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

" ولو لا هٰذا الخبر لكان رفع اليدين عند كل رفع و خفض وتكبير و تحميد فی الصلوٰة فرضاً..."

اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ہر جھکنے، بلند ہونے، تکبیر اور تحمید کے وقت رفع الیدین فرض ہوتا۔ [المحلی ج ۴ ص ۸۸]

درج بالا تحقیق کی رو سے ابن حزم کی پیش کردہ حدیث متعدد علل کی وجہ سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

لہٰذا قارئین فیصلہ کریں کہ ابن حزم کے نزدیک رفع الیدین کا کیا مقام ٹھہرتا ہے؟

کیا وہ ابن حزم کے نزدیک فرض نہیں ہو جاتا؟

بسم الله الرحمن الرحيم
تحقیق حدیث ابن مسعود انه صلی فلم یرفع إلا في أول مرة

عبدالله بن مسعود
|
علقمة
|
عبدالرحمن بن الأسود
|
عاصم بن كليب
|
سفيان الثوري

- عبدالله بن المبارک — سويد بن نصر — نسائي (182/2)
- وكيع
  - محمد بن إسماعيل الأحمسي، أبو حامد بن بلال، أبو طاهر الفقيه، البيهقي في الكبرى 78/2
  - يحيى بن يحيى، محمد بن النعمان
  - نعيم بن حماد، ابن أبي داود — طحاوی معاني الآثار (224/1)
  - أحمد بن حنبل (المسند 442/1) العلل (116/1) ومن طريقه ابن الجوزي في التحقيق (275/1)
  - أبوبكر بن أبي شيبة المصنف (236/1) وعنده عبدالله بن الأسود (!)
  - هناد ..... الترمذی ... (سنن 40/2 ح 257)
  - عثمان ابن أبي شيبة، أبو داود (477/1 ح 748) و أخرجه البيهقي (78/2)
  - محمود بن غيلان المروزي، النسائي (195/2 ح 1058)
  - زهير بن حرب، محمد بن إسماعيل صائغ، محمد بن عبدالله بن ايمن
    |
    عبدالله بن محمد الباجي
    |
    حمام
    |
    ابن حزم
    المحلي 87/4

	مصححین لهذا الحدیث
1	ترمذي حسن له
2	ابن حزم صحح له
	بعض المعاصرين

	مضعفین لهذا الحدیث
-1	عبدالله بن المبارک (سنن الترمذی 59/1)
-2	الشافعي (شرح الزرقاني على الموطا 158/1)
-3	يحيى بن آدم (التلخيص الحبير 222/1)
-4	احمد بن حنبل (التمهيد 219/9)
-5	البخاري (التلخيص الحبير، وجزء رفع اليدين ص 86)
-6	أبو داود (السنن 478/1 والتمهيد 220/9)
-7	أبو حاتم الرازي (علل الحديث 96/1)
-8	دارقطني (التلخيص والعلل 346/1)
-9	ابن حبان (تهذيب السنن لابن قيم 449/2)
-10	أبوبكر البزار (التمهيد 221،220/9)
-11	محمد بن وضاح (ايضاً)
-12	ابن القطان (نصب الراية 395/1)
-13	يحيى (حاشية جلاء العينين ص 88)
-14	ابن الملقن (ايضاً)
-15	الحاكم (ايضاً)
-16	النووي (ايضاً)
-17	الدارمي (تهذيب السنن 449/2)
-18	البيهقي (المجموع للنووي 403/3)
-19	ابن عبدالبر (مرعاة المفاتيح 323/2)
-20	ابن قدامة (المغني 295/1)

تیسرا شبہ: حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ

يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي ليلٰى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم إذا كبر لا فتتاح الصلٰوة رفع يديه حتى يكون ابها ماه قريباً من شحمتي أذنيه ثم لا يعود .

یزید بن ابی زیاد نے (عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں رفع الیدین کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لوتک ہوجاتے تھے پھر آپ دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

[معانی الآثار للطحاوی ۲۲۴/۱ وسنن ابی داود: ۷۴۹، ۷۵۲]

جس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے = O
جس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا ذکر ہے = x

پہلا جواب: اس حدیث کا دارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی پر ہے جو کہ ضعیف اور شیعہ تھا

یزید بن ابی زیاد کا تعارف

نمبر شمار	جارح	جرح	ثبوت جرح	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل
1	شعبہ	كان يزيد بن أبي زياد رفاعاً	الجرح والتعديل 265/9	ابن شاهين	ذكره في الثقات	الثقات رقم 1561
2	ابوحاتم الرازی	لم يكن بالحافظ' ليس بذاک' ليس بالقوی	ايضاً	احمد صالح	ثقة لا يعجبني قول من تكلم فيه	ثقات ابن شاهين بغير سند
3	یحییٰ بن معین	لا يحتج بحديثه' ضعيف الحديث ليس بالقوی	ايضاً' الكامل لابن عدی 2729/7	العجلی	كوفی ثقة جائز الحديث وكان باخره يلقن	معرفة الثقات رقم2019
4	ابوزرعہ	كوفی لين، يكتب حديثه ولا يحتج به	الجرح والتعديل			
5	ابن المبارک	ارم به	الضعفاء الكبير للعقيلی/380	يعقوب بن سفيان	فهو على العدالة والثقة	تهذيب التهذيب
6	وکیع	(حديثه الرايات) ليس بشيٍ	ايضاً			
7	ابواسامہ	لو حلف عندی خمسين يميناً قسامةً ما صدقته	ايضاً	ابن سعد	وكان ثقة في نفسه الا انه	
8	العقیلی	(ذكره في الضعفاء)	ايضاً		اختلط في آخر عمره فجاء بالعجائب	الطبقات الكبرىٰ 340/6
9	النسائی	ليس بالقوی	الضعفاء والمتروكين رقم 661			
10	الجوزجانی	سمعتهم يضعفون حديثه	احوال الرجال رقم 135			
11	احمد بن حنبل	حديثه ليس بذاک	كتاب العلل و معرفة الرجال 33/2			
12	ابن عدی	ويزيد من شيعة أهل الكوفة مع ضعفه يكتب حديثه	الكامل لابن عدی 2730/7			
13	ابن حزم	ضعيف	المحلىٰ 484/7			
14	البیہقی	غير قوی	الكبرىٰ 26/2			
15	الہیثمی	وهو ضعيف	مجمع الزوائد 71/5			
16	ابن کثیر	وهو ضعيف	تفسير ابن كثير 112/4.98/2			
17	ابن الترکمانی	مضعف	الجوهر النقی 208/2			
18	ابوداود	لااعلم احدا ترک حديثه وغيره احب الی منه	تهذيب الكمال للمزی 1534/3، ☆			
19	ابن قانع	ضعيف	تهذيب التهذيب 288/11			
20	الحاکم ابواحمد	ليس بالقوی عندهم	ايضاً ص 289			
21	البردیجی	ليس هو بالقوی	ايضاً			
22	ابن خزیمہ	في القلب منه	ايضاً			
23	الدارقطنی	لا يخرج عنه في الصحيح، ضعيف يخطئ كثيرا ويلقن إذا القن	ايضاً			
24	ابن فضیل	كان من ائمة الشيعة الكبار	ايضاً			
25	ابن حجر	ضعيف كبر، فتغير صار يتلقن وكان شيعيا	تقريب التهذيب			
26	الذہبی	مشهور سيء الحفظ	المغنی في الضعفاء 7101			
27	ابن المدینی	(ضعف امره)	الضعفاء للعقيلی 380/4			
28	سفیان بن عیینہ	(لم يكن سفيان يصف يزيد بالحفظ)	الام للشافعی ج1 ص104			
29	ابن حبان	(ذكره في الضعفاء)	المجروحين ج3 ص99			
30	الحاکم ابوعبداللہ	كان يذكر بالحفظ فلما كبر ساء حفظه فكان يقلب الاسانيد و يزيد في المتون ولا يميز	نصب الراية ج1 ص402			

معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے۔ اس کے ضعف کی وجہ اس کا سوءِ حفظ اور کثرتِ خطا ہے۔ جن ائمہ نے اسے ثقہ یا صدوق کہا وہ محدثین کی اکثریت کے مقابلے میں مردود ہے۔

بوصیری نے یزید بن ابی زیاد کے بارے میں کہا: ''وضعفه الجمهور''

اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ: ۲۱۱۶]

حافظ ابن حجر نے کہا: ''والجمهور على تضعيف حديثه....''

اور جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں، الخ [ہدی الساری ص ۴۵۹]

سنن ابی داود (۹۳/۲ ح ۳۱۵۳) والی حدیث کے بارے میں اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ''یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔'' [نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۴۴]

تنبیہ: ائمۂ حدیث نے بالاتفاق یہ تصریح کر دی ہے کہ یزید نے یہ متنازعہ روایت حالتِ اختلاط واقع ہونے کے بعد بیان کی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

دوسرا جواب:

یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید بن ابی زیاد نے مکہ میں حدیث سنائی:

''عن عبدالرحمٰن بن أبي ليلٰى عن البراء بن عازب قال: رأيت النبي عليه الصلوٰة والسلام إذا افتتح للصلوٰة رفع يديه''

[کتاب المجروحین لابن حبان ۱۰۰/۳ وسندہ صحیح الی سفیان، مسند الحمیدی: ۷۲۴ دوسرا نسخہ: ۷۴۱]

یعنی اس قدیم روایت میں رفع یدین کے نہ کرنے (لا یعود وغیرہ) کا ذکر نہیں ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

''ثم قدمت الكوفة فلقيت يزيد بها فسمعته يحدث بهٰذا وزاد فيه: ثم لم يعد إذا هم لقنوه''

یعنی پھر میں کوفہ آیا اور یزید سے ملاقات کی۔ میں نے اسے یہ حدیث بیان

کرتے ہوئے سنا اور اس نے اس حدیث میں "لم یعد" کے الفاظ بڑھا دیے تھے۔ میرا خیال ہے کہ کوفیوں نے اسے تلقین کی تھی یعنی یہ الفاظ اس کی زبان میں ڈال دیے تھے۔ [کتاب الام للشافعی ج ۱ ص ۱۰۴]

امام دارقطنی نے بھی یہی کہا ہے کہ یزید نے آخری عمر میں تلقین قبول کر کے یہ الفاظ بڑھا دیے تھے۔ [سنن الدارقطنی ۱/۲۹۴ ح ۱۱۱۸]

حافظ ابن حبان نے کہا:

" ھٰذا خبر عول علیه أھل العراق في نفي رفع الیدین فی الصلوٰة عند الرکوع وعند رفع الرأس منه ولیس فی الخبر " ثم لم یعد" وھٰذه الزیادة لقنھا أھل الکوفة یزید بن أبي زیاد في آخر عمره فتلقن کما قال سفیان بن عیینة أنه سمعه قدیماً بمکة یحدث بھٰذا الحدیث باسقاط ھٰذه اللفظة ومن لم یکن العلم صناعته لا یذکر له الإحتجاج بما یشبه ھٰذا من الأخبار الواھیة "

اس روایت کو عراقیوں نے رکوع کو جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت کے رفع الیدین کی نفی کے لئے (اعتماداً) پیش کیا ہے اور اس روایت میں "ثم لم یعد" (پھر نہ کرتے تھے) کی زیادتی نہیں تھی اور کوفیوں نے یزید بن ابی زیاد کی آخری عمر میں (جب کہ ان کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا) یہ اضافہ بطورِ تلقین رٹا دیا تھا۔ پس یزید نے اس تلقین کو قبول کر لیا جیسا کہ سفیان بن عیینہ نے بیان فرمایا کہ انھوں نے مکہ میں پہلے اسے یہ حدیث ان الفاظ کے بغیر بیان کرتے ہوئے سنا تھا اور جس شخص کا مشغلہ علم ہو (اس عبارت میں لــــم زائد ہے، واللہ اعلم) وہ اس طرح کمزور ترین احادیث کو احتجاج کے طور پر کبھی ذکر نہیں کرتا۔ [المجروحین ج ۳ ص ۱۰۰]

محدثین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی الشیعی اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اس روایت کو "ولا یعود" کی زیادتی کے بغیر بیان کرتا تھا۔ بعد میں

جب اس کا حافظہ بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو گیا تو اس نے ''یارلوگوں'' کی تلقین قبول کر کے اس حدیث میں ''نہ کرنے'' کے (ثم لا یعود والے) الفاظ بڑھا دیے لہٰذا اس روایت سے استدلال کرنا حلال نہیں ہے۔

تیسرا جواب:

یزید بن ابی زیاد مدلس تھا۔

[جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ العلائی (ص ۱۱۲، رقم ۶۲) علوم الحدیث للحاکم (ص ۱۰۵) قصیدہ فی المدلسین لابی محمود المقدسی شعر ۶، رسالۃ السیوطی فی المدلسین (۶۷) وابو زرعۃ ابن العراقی (۷۱) والذہبی فی ارجوزتہ، طبقات المدلسین لابن حجر (المرتبۃ الثالثۃ ۳/۱۱۲)]

اسے امام دارقطنی اور حاکم وغیرہما نے مدلس قرار دیا ہے۔

یزید بن ابی زیاد سے رفع الیدین نہ کرنے کی یعنی'' ثم لا یعود'' وغیرہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ جتنی روایات بھی ملتی ہیں کسی میں بھی سماع کی تصریح نہیں ہے۔ شعبہ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے، مگر اس میں رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت یزید مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یاد رہے کہ مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

چوتھا جواب:

محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور'' نہ کرنے'' کے الفاظ اس میں یزید بن ابی زیاد نے اضافہ کر دیے ہیں۔

ابن الملقن نے کہا:'' **فھو حدیث ضعیف باتفاق الحفاظ ...** ''اس حدیث کے ضعیف ہونے پر حفاظِ حدیث کا اتفاق (اجماع) ہے۔

[البدر المنیر ۳/۴۸۷، نیز دیکھئے نیل الاوطار ۲/۱۸۰]

مثلاً درج ذیل محدثین نے خاص طور پر اس حدیث کے ضعیف ہونے کی صراحت کی ہے:

۱۔ سفیان بن عیینہ

۲۔ الشافعی

۳۔ الحمیدی

۴۔ احمد بن حنبل

۵۔ یحییٰ بن معین

[قال یحییٰ بن معین فی روایۃ الدوری (ج ۳ ص ۲۶۴) حدیث البراء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ لیس ھو بصحیح الاسناد]

۶۔ الدارمی

۷۔ البخاری

۸۔ ابن عبدالبر

۹۔ البیہقی

۱۰۔ ابن الجوزی [البدر المنیر ۳/۴۸۷]

۱۱۔ البزار [بحوالہ عمدۃ القاری للعینی ۵/۲۷۳ و التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔

پانچواں جواب:

اس بات پر بھی ائمۂ حدیث کا اجماع ہے کہ یزید الکوفی کی حدیث میں "**لم یعد**" کے الفاظ مُدرج ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا:

"**واتفق الحفاظ علٰی أن قوله ثم لم يعد مدرج في الخبر من قول يزيد بن أبي زياد و رواه عنه بدونها شعبة والثوري وخالد الطحان وزهير وغيرهم من الحفاظ .**"

حفاظِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں "لم یعد" کا قول یزید کا مدرج ہے اس سے شعبہ، ثوری، خالد اور زہیر وغیرہم نے اس قول کے بغیر اس روایت کو بیان کیا ہے۔ [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

نیز ملاحظہ فرمائیں چوتھا جواب اور "**المدرج إلى المدرج**" [للسیوطی ص ۱۹ حدیث نمبر ۴]

چھٹا جواب:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث کا تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا جواب دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث پر بھی وہی اعتراضات قائم ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اپنے مفہوم پر غیر صریح ہے۔

تنبیہ: محمد ابن ابی لیلیٰ نے اس روایت کو **عن أخيه عيسىٰ عن الحكم عن عبدالرحمٰن بن أبي ليلىٰ عن البراء بن عازبؓ** کی سند سے بیان کیا ہے۔

[سنن ابی داود ۱/ ۷۹ ح ۷۵۲]

امام ابوداود نے کہا: "**هٰذا الحديث ليس بصحيح**" یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

اس میں علت قادحہ یہ ہے کہ محمد ابن ابی لیلیٰ نے یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی، امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن نمیر (ثقہ امام) سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا۔

[کتاب العلل لاحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۴۳ رقم ۶۹۳ وسندہ صحیح، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۹ قلمی]

اس پر طُرّہ یہ کہ محمد ابن ابی لیلیٰ خود بھی ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ طحاوی حنفی نے بھی اسے "**مضطرب الحفظ جداً**" قرار دیا ہے۔ [مشکل الآثار ۳/ ۲۲۶]

زیلعی نے کہا: **ضعيف** (نصب الرایہ ۱/ ۳۱۸)

انور شاہ کاشمیری نے کہا:

"**فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور**" یعنی وہ جمہور محدثین کی طرح میرے نزدیک (بھی) ضعیف ہے۔ [فیض الباری ۳/ ۱۶۸]

لہٰذا یہ متابعت مردود ہے۔ اصل دار ومدار محمد ابن ابی لیلیٰ کے استاد یزید بن ابی زیاد ضعیف کوفی شیعہ مدلس پر ہے۔

چوتھا شبہ: حدیث محمد بن جابر السحیمی

محمد بن جابر عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله قال:
صليت مع النبي ﷺ ومع أبي بكر و مع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا أيديهم إلا عند التكبيرة الأولٰى في افتتاح الصلوٰة.

محمد بن جابر نے (اپنی من گھڑت سند کے ساتھ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ اور ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کو صرف محمد بن جابر نے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف تھا۔
[سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، وقال: تفرد به محمد بن جابر وكان ضعيفاً]

پہلا جواب:

یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے کسی امام نے بھی صحیح نہیں کہا بلکہ بے شمار ائمہ نے اسے صاف طور پر ضعیف و موضوع قرار دیا ہے:

① امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ حدیث منکر ہے اور انھوں نے اس حدیث کا سخت انکار کیا ہے۔
[کتاب العلل ج ۱ ص ۱۴۴ رقم ۷۰۱]

② امام حاکم نے کہا: **هذا إسناد ضعيف** [معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱/۲۲۰]
یعنی یہ سند ضعیف ہے اور اسے مقلوب و غیر محفوظ قرار دیا۔
[الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۳/۴۹۴]

③ الدارقطنی [السنن ۱/۲۹۵]

④ البیہقی [السنن الکبریٰ ۲/۸۰]

⑤ ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا۔ [الموضوعات ۲/۹۶]

⑥ ابن القیسرانی [تذکرۃ الموضوعات ص ۸۷]

⑦ الشوکانی [الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۲۹]

⑧ ابن القیم [المنار المنیف ص ۱۳۸]

⑨ ابن عراق [تنزیہ الشریعۃ ۱۰۱/۲]

دوسرا جواب: اس کا راوی محمد بن جابر ضعیف ہے۔

محمد بن جابر الیمامی جرح وتعدیل کی روشنی میں

جارح	جرح	حوالہ
1- احمد بن حنبل	لا يحدث عنه إلاشر منه كان ربما ألحق أو يلحق في كتابه يعنى الحديث	تهذيب التهذيب وغيره
2- یحیٰی بن معین	ضعيف (لا يحدث عنه إلامن هو شر منه)	....
3- عمرو بن علی	صدوق كثير الوهم متروك الحديث	....
4- بخاری	ليس بالقوي يتكلمون فيه روى مناكير	....
5- ابوداود	ليس بشئ	....
6- النسائی	ضعيف	....
7- ابن مہدی	(يضعفه)	....
8- یعقوب بن سفیان	ضعيف	....
9- العجلی	ضعيف	....
10- ابن حبان	كان أعمى يلحق في كتبه ما ليس من حديثه ويسرق ماذكره فيحدث به	....
11- الدارقطنی	ضعيف	....
12- الذہبی	ضعيف	....
13- البیہقی	ضعيف	....
14- العقیلی	(ذكره في كتاب الضعفاء)	الضعفاء للعقيلي
15- الزیلعی	ضعيف	نصب الراية
16- الحاکم	ضعفه	المعرفة للبيهقي 525/1 (۳۲۰ق)
17- الہیثمی	ضعيف وقد وثقه غير واحد	مجمع الزوائد 295/4
18- السمعانی	(ذكر نحو ماقال) ابن حبان فيه	الأنساب 229/3
19- ابن القیم	(جرحه)	المنار المنيف
20- ابن حجر	صدوق ذهبت كتبه فساء حفظه وخلط كثيراً وعمي فصار يلقن ورجحه أبوحاتم على ابن لهيعة	تقريب التهذيب

اس جم غفیر اور سیل جرار کے مقابلے میں صرف دو اشخاص نے اس کی تعدیل کی ہے:

① الذہلی: وقال لا بأس فيه [تہذیب التہذیب]

② اسحٰق بن ابی اسرائیل [نصب الرایۃ بحوالہ ابن عدی]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمۂ مسلمین ومومنین کی عظیم اکثریت نے اسے اس کے

بُرے حافظے، اختلاط اور تلقین گیری اور الحاق فی الکتب کی وجہ سے ضعیف ومتروک قرار دیا ہے۔

انتہائی معتدل امام ابوزرعہ الرازی نے کہا: ''محمد بن جابر ساقط الحديث عند أهل العلم'' علماء کے نزدیک محمد بن جابر ساقط الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل ۲۲۰/۷]

حافظ نورالدین الہیثمی نے کہا: ''وفيه محمد بن جابر اليمامي وهو ضعيف عند الجمهور و قد وثق'' اس سند میں محمد بن جابر الیمامی ہے جو کہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ (یہ توثیق مردود ہے۔ غالباً اس لیے حافظ ہیثمی نے اس کے لئے صیغۂ تمریض استعمال کیا ہے۔) [مجمع الزوائد ۱۹۱/۵]

تیسرا جواب:

آخری عمر میں محمد بن جابر اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔

[ملاحظہ ہو الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال ص ۴۹۵ والجرح والتعدیل وسیر اعلام النبلاء ۲۳۸/۸]

اس سے یہ حدیث اس کے قدیم شاگرد روایت نہیں کرتے، بلکہ ایک متاخر راوی اسحٰق بن ابی اسرائیل بیان کرتے ہیں جو کہ ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ [تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۹۶]

محمد بن جابر تقریباً ۱۷۰ھ کے چند سال بعد فوت ہوئے۔ [النبلاء ۲۳۸/۸]

یعنی اس کی وفات کے وقت اسحٰق مذکور تقریباً بیس یا کچھ زیادہ برس کے نوجوان تھے لہٰذا انھوں نے یہ حدیث محمد بن جابر کے اختلاط کے بعد سنی ہے۔

چوتھا جواب:

حماد بن ابی سلیمان آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ ابن سعد نے کہا:

''اختلط في آخر أمره'' [تہذیب التہذیب ۱۵/۳]

حافظ نورالدین الہیثمی نے کہا: ''ولا يقبل من حديث حماد إلا ماروا ه عنه القدماء شعبة وسفيان الثوري والدستوائي و من عدا هولاء رووا عنه بعد الإختلاط'' حماد کی صرف وہ روایت قبول کی جاتی ہے جو اس سے اس کے قدیم شاگردوں

شعبہ، سفیان الثوری اور الدستوائی نے بیان کی ہے۔ ان کے علاوہ سارے لوگوں نے اس سے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے۔ [مجمع الزوائد ج ا ص ۱۱۹، ۱۲۰]

لہٰذا معلوم ہوا کہ محمد بن جابر کا حماد سے سماع بعد از اختلاط ہے۔

ان عللِ قادحہ کی وجہ سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف و باطل ہے اور اس کے ساتھ استدلال مردود ہے۔

پانچواں شبہ: موضوع روایات

بعض کذابین نے رفع الیدین کے خلاف ایسی روایات پیش کی ہیں جو کہ بالاتفاق موضوع اور من گھڑت ہیں۔ مثلاً:

① ایک حدیث جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے، امام حاکم نے کہا: موضوع ہے، حافظ ابن حجر نے حاکم کی تائید کی ہے۔ [الدرایہ ۱/۱۵۲]

حافظ ابن قیم نے کہا: "**ومن شم روائح الحدیث علی بُعْدٍ: شهد بالله أنه موضوع**" "جس نے حدیث کی خوشبو دور سے سونگھی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ [المنار المنیف ص ۱۳۸ رقم ۳۱۴]

② ایک روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے۔

[اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج ۲ ص ۱۹]

یہ سند موضوع ہے اور اس کا گھڑنے والا محمد بن عکاشہ ہے، محمد بن عکاشہ مشہور کذاب تھا۔

[ملاحظہ فرمائیں لسان المیزان ج ۵ ص ۳۲۴ وعامۃ کتب الضعفاء]

اس سے مامون بن احمد کذاب نے اس روایت کو چوری کیا ہے۔ [الدرایہ ج ا ص ۱۵۲]

③ اسی طرح عباد بن الزبیر نامی کسی شخص کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے، جس میں: اول: انقطاع ہے۔ (بشرط توثیقِ راوی وتسلیمِ ارسال الزاماً)

دوم: عباد بن الزبیر نامعلوم ہے (یاد رہے کہ یہ عباد بن عبداللہ بن الزبیر نہیں ہے)

سوم: اس کے بعض راویوں میں نظر بھی ہے۔ [الدرایۃ ج ا ص ۱۵۲]

چہارم: اس کی سند میں حفص بن غیاث مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔

حافظ ابن قیم نے اس روایت کے بارے میں کہا: "وھو موضوع" یہ روایت موضوع ہے۔ [المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۳۹ رقم ۳۱۵]

جھوٹی روایت سے صرف وہی استدلال کرتا ہے جو خود جھوٹا ہوتا ہے۔

چھٹا شبہ: عدم ذکر

بعض لوگوں نے ترک رفع الیدین کے استدلال کی بھرتی میں ان روایات کو بھی درج کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جن میں رفع الیدین کے کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی مکمل جہالت کی واضح دلیل ہے، ورنہ ان پر لازم آتا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ، قنوت اور عیدین والا رفع الیدین بھی نہ کریں کیوں کہ بہت سی صحیح احادیث میں ان کا ذکر تک نہیں ہے۔

ہم شروع میں واضح کر آئے ہیں کہ (ثبوتِ ذکر کے بعد) عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے لہٰذا یہ استدلال بالکلیہ مردود ہے۔

اسی طرح "لا ترفع الأیدي" والی روایت میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا بنیادی راوی محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے جیسا کہ قوی دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ) امام عبداللہ بن المبارک نے محمد بن ابی لیلیٰ کی اس "لا ترفع" والی روایت کے بارے میں کہا: "ھذا من فواحش ابن أبي لیلٰی" یعنی یہ ابن ابی لیلیٰ کی فحش غلطیوں میں سے ہے۔ [المجروحین لابن حبان ۲/۲۴۶]

اور اس میں دوسری بہت سی علتیں ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس میں قنوت اور عیدین کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے تو وہ کس دلیل سے کیا جاتا ہے؟

ساتواں شبہ: دعویٔ نسخ

بعض لوگوں نے انتہائی سینہ زوری کا ثبوت دیتے ہوئے رفع الیدین کے نسخ کا بے بنیاد دعویٰ کیا ہے۔ یہ دعویٰ کئی دلائل کی رُو سے مردود ہے:

① اس کا صریح صحیح ناسخ موجود نہیں ہے۔

② صحابہ وتابعین کے مبارک دور میں رفع الیدین پر عمل ہوتا رہا ہے اور رفع الیدین کا ترک کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح ثابت نہیں ہے، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

③ ترک رفع الیدین ہی ثابت نہیں ہے، لہٰذا دعویٰ نسخ کیسا؟

④ ناسخ ومنسوخ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً کتاب الحازمی، کتاب ابن شاہین، کتاب ابن الجوزی وغیرہ۔ ان کتابوں کے مصنفین نے اس مسئلہ کو اپنی کتابوں میں ذکر تک نہیں کیا، ہے کوئی! جو اس موضوع کی کسی ایک کتاب سے یہ مسئلہ نکال کر ہمیں دکھائے؟

⑤ میں نے دلائل رفع یدین میں صحیح حدیث سے ثابت کر دیا ہے کہ نبی ﷺ ۹ھ اور ۱۰ھ میں رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔ اب ہمیں صحیح حدیث کے ساتھ بتایا جائے کہ کس سن ہجری میں رفع الیدین منسوخ یا ترک کر دیا گیا تھا؟

⑥ اگر معاذ اللہ! رفع الیدین منسوخ ہو گیا تھا تو پھر تکبیر تحریمہ، قنوت اور عیدین والا کس طرح اس نسخ سے بچ گیا؟

⑦ نبی ﷺ کی ساری زندگی میں صرف ایک نماز کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔ جب ترک ہی ثابت نہیں ہے تو نسخ کس طرح ثابت ہوگا؟

⑧ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین: ۱۵ وسندہ صحیح]

کسی صحابی نے کسی کو بھی رفع الیدین کرنے پر نہیں مارا لہٰذا دعویٰ نسخ باطل ہے۔

⑨ رفع الیدین کی احادیث میں ''کان'' کا لفظ آیا ہے۔

حافظ زیلعی حنفی نے کہا: '' **فإنه بلفظ ''كان'' المقتضية للدوام** '' یعنی '' کان '' کا لفظ دوام کا مقتضی ہے۔ [نصب الرایہ ۱/۳۱۱]

یہاں پر کوئی قرینۂ صارفہ بھی نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ حنفیوں کے نزدیک نبی ﷺ ہمیشہ (**علی الدوام**) رفع الیدین کرتے رہے ہیں لہٰذا دعویٰ نسخ مردود ہے۔

⑩ حافظ ابن قیم نے کہا:

" ومن ذلك أحاديث المنع من رفع اليدين فى الصلوٰة عند الركوع والرفع منه كلها باطلة علىٰ رسول الله ﷺ لا يصح منها شيء كحديث عبدالله بن مسعود رضي الله عنه: إنما أصلي بكم صلوٰة رسول الله ﷺ قال: فصلىٰ فلم يرفع يديه إلا في أول مرة "

(موضوع احادیث میں سے) نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرنے کی ممانعت کی ساری احادیث باطل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی (سند سے منسوب) حدیث کہ انھوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع الیدین کیا (باطل ہے۔) [المنار المنیف ص ۱۳۷]

نسخ کے دعویداروں کا فرض ہے کہ پہلے ترک تو ثابت کریں۔

تحقیق کا خلاصہ

رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اس بات کو درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے:

ابن عمر، مالک بن الحویرث، وائل بن حجر، ابو حمید الساعدی، علی بن ابی طالب، ابو موسیٰ الاشعری، ابو بکر الصدیق، عبداللہ بن الزبیر، ابو قتادہ، سہل بن سعد الساعدی، ابو اسید، محمد بن مسلمہ اور جابر وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین (ان روایات کی سندیں صحیح ہیں۔)

اس کے خلاف کسی ایک بھی صحیح یا حسن حدیث میں ترک رفع الیدین باصراحت ثابت نہیں ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر نماز میں رفع الیدین کریں۔

امام علی بن عبداللہ المدینی (ثقہ امام) نے رفع الیدین کی ایک حدیث کے بعد کہا:

"حق على المسلمين أن يرفعوا أيديهم لهٰذا الحديث "

اس حدیث کی بنا پر مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ (نماز میں) رفع الیدین کریں۔

[صحیح البخاری بالہامش نسخۃ الشعب ج ۱ ص ۱۸۸ و نسخۃ باکستانیہ ج ۱ ص ۱۰۲، فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۵ جزء رفع الیدین

ص ۳۴ حدیث ۲، التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۸ حدیث ۳۲۷]

دیکھئے ان کی اس اپیل پر کون لبیک کہتا ہے۔؟!

❁❁❁

باب دوم

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت ہے کہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع الیدین کو درج ذیل تابعین نے روایت کیا ہے:

① نافع [صحیح بخاری: ۷۳۹]

② محارب بن دثار [جزء البخاری: ۴۸ و إسناده صحیح، مسند ابی یعلیٰ ۲/ ۲۴۶ و إسناده حسن]

③ طاؤس [جزء رفع الیدین: ۴۸]

④ سالم [جزء رفع الیدین للبخاری: ۷۷ وھو صحیح]

⑤ ابوالزبیر [مسائل الامام احمد بن حنبل روایۃ عبداللہ بن احمد ج ا ص ۲۴۴ و إسناده صحیح]

بلکہ امام نافع رحمہ اللہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ

" **أن ابن عمر رضي الله عنهما كان إذا رأى رجلاً لا يرفع يديه إذا ركع وإذا رفع رماه بالحصى** " ابن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۵ وسنده صحیح]

نووی نے کہا: " **بإسناده الصحيح عن نافع** " یعنی اس کی سند صحیح ہے۔

[المجموع شرح المہذب ۳/ ۴۰۵]

ابن الملقن نے کہا: " **بإسناد صحيح عن نافع** " [البدر المنیر ۳/ ۴۷۸]

۲۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [البخاری: ۷۳۷ و مسلم: ۳۹۱]

۳۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

[سنن الدارقطنی ۱/ ۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسنده صحیح و مسائل احمد روایۃ صالح ص ۷۴ اوالاوسط لابن المنذر ۳/ ۱۳۸ وسنده صحیح]

۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۵۔ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۶۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ

قال البخاري في جزء رفع اليدين: "حدثنا مسدد: ثنا عبدالواحد بن زياد عن عاصم الأحول قال: رأيت أنس بن مالك رضي الله عنه إذا افتتح الصلوٰة كبر ورفع يديه ويرفع كلما ركع ورفع رأسه من الركوع."

سیدنا انس رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے جزء رفع الیدین: ۶۵]

۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

قال البخاري في جزء رفع اليدين: "حدثنا سليمان بن حرب: ثنا يزيد بن إبراهيم عن قيس بن سعد عن عطاء قال: صليت مع أبي هريرة رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا كبر وإذا ركع (وإذا رفع)."

یعنی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ، (رکوع کے لئے) تکبیر کہتے وقت اور (رکوع سے) اُٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح]

۸۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

آپ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن]

اس کے راوی صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ وصدوق ہیں۔

ابوحمزہ عمران بن ابی عطاء الاسدی کو درج ذیل علماء نے ثقہ قرار دیا ہے:

① احمد بن حنبل ② ابن معین ③ ابن نمیر ④ ابن حبان ⑤ مسلم (بتخریج حدیثہ)
⑥ الذہبی فی سیر اعلام النبلاء (۵/۳۸۷)

اور درج ذیل علماء نے ضعیف قرار دیا ہے:

① ابوزرعہ ② ابوحاتم ③ نسائی ④ ابوداود (ملخصاً من التہذیب)

لہٰذا بقول راجح ابوحمزہ ثقہ وصدوق ہے۔

تنبیہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر ابن عباس ساری کی ساری مکذوب و موضوع ہے۔اس کے بنیادی راوی محمد بن مروان السدی، الکلبی اور ابوصالح تینوں کذاب (جھوٹے راوی) ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے لہٰذا اس نام نہاد تفسیر سے استدلال کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔دوسرے یہ کہ اس تفسیر میں بھی رفع الیدین کے خلاف کوئی صریح بات موجود نہیں ہے۔

۹۔ صحابۂ کرام کا رفع الیدین کرنا

امام بیہقی نے کہا:

أخبر نا محمد بن عبدالله :حدثني محمد بن صالح :حدثنا يعقوب بن يوسف الأخرم :حدثنا الحسن بن عيسى:أنبأنا ابن المبارك:أنبأنا عبدالملك بن أبي سليمان عن سعيد بن جبير أنه سئل عن رفع اليدين في الصلٰوة فقال:هو شيء يزين به الرجل صلٰوته وكان أصحاب رسول الله ﷺ يرفعون أيديهم في الإفتتاح و عندالركوع وإذا رفعوا رؤسهم .

سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے رفع الیدین کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: یہ نماز کی زینت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۵/۲ وسندہ صحیح]

سند کی تحقیق

یہ سند بالکل صحیح ہے۔راویوں کا علی الترتیب جائزہ پیش خدمت ہے:

① امام محمد بن عبداللہ الحاکم مشہور امام ہیں اور صدوق ہیں، مستدرک کے مصنف ہیں۔

مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۶۲، میزان الاعتدال ۳/۶۰۸، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۳۹، تاریخ بغداد ۵/۴۷۳، الانساب للسمعانی ۱/۴۳۲، المنتظم لابن الجوزی ۷/۲۷۴، العبر ۳/۹۱، البدایہ والنہایہ (۱۱/۳۵۱)

ان پر جرح مردود ہے۔

② محمد بن صالح بن ہانی ثقہ تھے۔ [المنتظم ۶/۸۶]

③ یعقوب بن یوسف الاخرم سے ان کے بیٹے امام، حافظ، متقن، حجت محمد بن یعقوب بن یوسف النیسابوری، ابن الشرقی، یحییٰ العنبری، محمد بن صالح اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ انھوں نے مصر میں پڑھا۔ قتیبہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا اوران سے امام مسلم نے حدیث لکھی ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں: ''وکان لبیباً نبیلاً فقیھاً کثیر العلم'' (تاریخ الاسلام ۲۱/۳۳۸) اوران کی وفات ۲۸۷ھ میں ہوئی۔

ان کو امام ابو حازم عمر بن احمد العبدوی نے ثقہ کہا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۲۳۰]

④ الحسن بن عیسیٰ ثقہ تھے۔ [التقریب: ۱۲۸۸]

⑤ ابن المبارک ثقہ ثبت فقیہ عالم، جواد مجاہد تھے۔ [التقریب: ۳۵۷۰]

⑥ عبدالملک بن ابی سلیمان مشہور ثقہ تھے۔ [میزان الاعتدال ۲/۶۵۶]

ان کو احمد اور ابن معین وغیرہما نے ثقہ قرار دیا ہے۔ وہم کے مطلق الزام سے ان کی ہر حدیث ساقط نہیں ہوسکتی، کون ہے جسے وہم نہیں ہوا ہے؟ یاد رہے کہ ان کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے مخالف نہیں ہے۔

⑦ سعید بن جبیر تابعی ثقہ ثبت فقیہ تھے۔ [التقریب: ۲۲۷۸]

خلاصہ یہ کہ اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے اور یہ اثر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ

۱: رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔ ۲: صحابۂ کرام رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

سعید بن جبیر مشہور جلیل القدر تابعی تھے جنھیں ان کی حق گوئی کی وجہ سے شہید کردیا گیا تھا۔ ان کی گواہی سے معلوم ہوا کہ (تمام) صحابہ (رضی اللہ عنہم) رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین

کرتے تھے۔انھوں نے کسی ایک صحابی کا بھی استثنا نہیں کیا ہے لہٰذا رفع الیدین پر صحابہ کا اجماع ثابت ہو گیا۔مزید دیکھئے جزء رفع الیدین (۲۹ وسندہ صحیح)

مگر جو شخص ''میں نہ مانوں''۔۔۔''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگائے رکھے اس کا کیا علاج ہے؟

تارکین ومانعین کے آثار

گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ تمام صحابہ رفع الیدین کرتے تھے۔

حجۃ الاسلام، امام الفقہاء والمحدثین محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کسی ایک صحابی سے بھی رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔''

[جزء رفع الیدین: ۴۰، ۷۶، ۱۷، المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵]

اس باب میں منکرینِ رفع الیدین جو آثار پیش کرتے ہیں ان کا مختصر وجامع جائزہ پیش خدمت ہے:

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

''إبراهيم عن الأسود قال: رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود''

ابراہیم عن اسود کی سند سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے کہ وہ شروع تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

[معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۷]

امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے، اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔صحیح احادیث میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرتے تھے۔

[نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۵ والبدر المنیر ۳/۵۰۱]

امام ابو زرعہ رازی نے الحسن بن عیاش کے مقابلے میں سفیان الثوری کی اس روایت کو اصح قرار دیا ہے جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ [علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۹۵]

ابن جوزی نے کہا کہ یہ اثر صحیح (ثابت) نہیں ہے۔

[البدر المنیر ۳/ ۵۰۱، التحقیق فی اختلاف الحدیث ج اص ۲۸۲ امع التنقیح]

امام ابوزرعہ، امام حاکم اور جمہور کی تحقیق امام طحاوی کی تحقیق پر مقدم ہے۔

دوسرے یہ کہ اس روایت میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں۔ [طبقات المدلسین لابن حجر (ص ۲۸ رقم ۳۵) جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ صلاح الدین بن کیکلدی العلائی (ص ۱۰۴) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۱۰۸) المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی (۲) والمدلسین للسیوطی (۱) والتبیین للحلبی (۱۴)]

اور یہ روایت معنعن ہے۔

حدیث ابن مسعود کے تحت بیان کر دیا گیا ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

علامہ نووی نے کہا: " والمدلس إذا عنعن لا یحتج به بالإتفاق " اگر مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو وہ روایت بالاتفاق حجت نہیں ہوتی۔ [نصب الرایۃ ج ۲ ص ۳۴]

ایک علت یہ بھی ہے کہ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین نہ کرنے والے ہوتے تو ان کا جلیل القدر اور فقیہ بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین نہ کرتا، حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ ابن عمر رفع الیدین کرتے تھے بلکہ نہ کرنے والوں کو مارتے تھے لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ایک جواب یہ بھی ہے کہ اس روایت سے منکرینِ رفع یدین کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ یہ لوگ قنوت، وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرتے ہیں۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ اثر صحیح ہوتا تو پھر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے تکبیر تحریمہ کے بعد (قنوت، وتر اور عیدین) میں بھی رفع الیدین نہیں کیا ہے(!) تو پھر یہ لوگ کیوں کرتے ہیں؟ اگر قنوت، وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دیگر دلائل سے ثابت ہے۔ منکرین رفع یدین کو چاہیے کہ کوئی ایسا صریح صحیح اثر پیش کریں جس میں صاف ہو کہ فلاں صحابی نے رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین نہیں کیا یا نہیں کرتے تھے۔ اصل تنازعہ تو رکوع والے رفع الیدین کا ہے۔ جب دعویٰ خاص ہے تو پھر دلیل بھی خاص ہونی چاہیے۔

(۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

عن أبي بكر النهشلي: ثنا عاصم بن كليب عن أبيه أن عليًّا رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوة ثم لا يعود .

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ [معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۵ نصب الرایۃ ۱/۴۰۶]

اس کا پہلا جواب یہ ہے:

۱۔ مروی ہے کہ سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری:۱۱]

۲۔ امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا۔
[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۰، ۸۱ و معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۰]

۳۔ امام شافعی نے اسے غیر ثابت کہا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱]

۴۔ امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے۔ [المسائل لاحمد ج ۱ ص ۳۴۳]

۵۔ امام بخاری نے جرح کی۔ [جزء رفع الیدین:۱۱]

۶۔ ابن الملقن نے اسے "ضعيف لا يصح عنه" کہا۔ [البدر المنیر ۳/۴۹۹]

یعنی جمہور محدثین کے نزدیک یہ اثر ضعیف و غیر ثابت ہے لہٰذا اس سے استدلال مردود ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں رکوع کا ذکر نہیں ہے، یعنی یہ عام ہے اور رفع الیدین والی روایات (من جملہ حدیث علی رضی اللہ عنہ) خاص ہیں اور یہ اصول ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر منکرین رفع الیدین قنوت اور عیدین میں کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟

نیز دیکھئے ص ۱۱۷

(۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

ایک روایت کے بارے میں ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ ضعیف اور مردود ہے۔

دوسرا اثر درج ذیل ہے:

”عن إبراهيم النخعي قال: كان عبدالله بن مسعود لا يرفع يديه في شيئ من الصلوٰة إلا في الإفتتاح“

ابراہیم نخعی نے کہا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی رفع الیدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع نماز میں۔ [الطحاوی بحوالہ نصب الرایۃ ۱/۴۰۶]

پہلا جواب:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے ہیں۔

[تہذیب التہذیب ۶/۲۵ وتقریب التہذیب: ۳۶۱۳]

اور ابراہیم بن یزید نخعی ۳۷ ہجری کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

[ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۵]

لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے ”غیر واحد“ (کئی اشخاص) سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۶، ۴۰۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ ”غیر واحد“ اور ”جماعت“ دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں لہٰذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ حافظ گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ روایت فی نفسہٖ قابل حجت بھی ہوسکتی ہے کیوں کہ حجت ہونا یا نہ ہونا تو اتصال وانقطاع اور صحت وضعف پر موقوف ہے۔

یہ عبارت مرویاتِ ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اولاً: اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوئی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔

ثانیاً: پتا نہیں کہ سلسلۂ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔

ثالثاً: ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمۂ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔ والجرح مقدم علی التعدیل، تعدیل مبہم مقلد کا مایۂ ناز ہوسکتی ہے ایک تشنۂ تحقیق کی سیرابی کے لئے ناکافی ہے۔

انھی خدشات کی روشنی میں جرح وتعدیل کے ایک بہت بڑے امام نے یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ ابراہیم سے عبداللہ کی روایات ضعیف ہیں۔ یعنی امام ذہبی کا میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۵ میں ارشاد ہے:

قلت: استقر الأمر علٰی أن إبراهيم حجة وأنه إذا أرسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحسن انتهٰی۔

قال الإمام الشافعي: إن إبراهيم النخعي لو روى عن علي وعبدالله لم يقبل منه لأنه لم يلق واحداً منهما۔انتهى كلامه

(کتاب الام ص ۲۷۱، ۲۷۲ ج ۷ مطبوعہ مصر) " [التحقیق الراسخ ص ۱۴۰، ۱۴۱]

یعنی امام شافعی نے کہا: ابراہیم النخعی اگر علی اور عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہما سے روایت کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیوں کہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور حافظ ذہبی نے ابراہیم نخعی کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب اثر

أبو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال: صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه إلا فی التكبيرة الأولٰی من الصلوٰة ۔

مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ صرف تکبیرِ اولیٰ میں ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ [معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۵، نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۹]

پہلا جواب:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: " حديث أبي بكر عن حصين إنما هو توهم منه لا أصل له "ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ [جزء رفع الیدین: ۱۶ ونصب الرایہ ۱/۳۹۲]

اس روایت پر امام ابن معین کی جرح خاص اور مفسر ہے۔ اس کے مقابلے میں منکرینِ رفع یدین لاکھ جتن کریں، یہ حدیث بہر حال باطل و مردود ہے۔ ابن معین کا نقادِ حدیث میں جو مقام ہے وہ حدیث کے ابتدائی طالب علموں پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: "رواه أبو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد عن ابن عمر وهو باطل "اسے ابوبکر بن عیاش نے حصین عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ باطل ہے۔ [مسائل احمد روایت ابن ہانی ج ۱ ص ۵۰]

امام دارقطنی نے فرمایا: "قاله أبو بكر بن عياش عن حصين وهو وهم منه أو من حصين " [العلل ج ۱۳ ص ۱۶ س ۲۹۰۲]

ائمۂ حدیث نے ابوبکر بن عیاش کی اس روایت کو وہم وخطا بھی قرار دیا ہے، لہٰذا ان کی یہ روایت باطل و بے اصل ہے۔

تنبیہ بلیغ: راقم الحروف کی قدیم تحقیق یہ تھی کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ بعد میں جب دوبارہ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو جمہور محدثین کے نزدیک صدوق ومُوثّق راوی ہیں لہٰذا میں نے اپنی سابقہ تحقیق سے علانیہ رجوع کیا۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۸ ص ۵۴ (تحریر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)

ابوبکر بن عیاش کی توثیق وتقویت درج ذیل علماء سے ثابت ہے:

(۱) البخاری [أخرج عنه في صحيحه]

(۲) ابن خزیمہ [أخرج عنه في صحيحه]

(۳) الترمذی [قال في حديثه (۴۵۶): "حديث حسن صحيح"]

(۴) حاکم [المستدرک ۲۰۰/۳ ح ۴۹۰۳]

(۵) الذہبی [وصحح لہ فی السیر ۴۶۵/۱]

(۶) الہیثمی [دیکھئے مجمع الزوائد (۱۸۰/۹) کشف الاستار (۲۶۲۳) الاحسان، طبعہ جدیدہ (۶۹۷۰) والصحیحۃ (۲۱۹۷)]

(۷) ابن الجارود [المنتقی: ۳۳۱]

(۸) الضیاء المقدسی [المختارۃ ۲۲۵/۱، ۱۱۴/۲]

(۹) ابوعوانہ [مسند ابی عوانہ ۱۸۶/۳، ۱۱۷/۴]

(۱۰) البوصیری [حسن لہ حدیثہ عن ابی اسحاق عن صلہ عن عمار/ وصحح لہ، الصحیحۃ: ۱۵۹۶]

(۱۱) العجلی: ثقۃ [معرفت الثقات]

(۱۲) ابوحاتم الرازی: ثقۃ [علل الحدیث: ۲۲۳۳]

(۱۳) احمد بن حنبل: ثقۃ وربما غلط [العلل: ۳۱۵۵، أقوال احمد ۱۹۴/۴]

(۱۴) ابن المبارک (أثنی علیہ) [الجرح والتعدیل ۳۴۹/۹ وسندہ صحیح]

(۱۵) عبدالرحمٰن بن مہدی (کان یحدث عنہ) [ایضاً وسندہ صحیح]

(۱۶) ابن عدی

(۱۷) یحییٰ بن معین [تاریخ عثمان بن سعید الدارمی]

(۱۸) مسلم [روی عنہ فی مقدمۃ صحیحہ]

(۱۹) ابن الجوزی: وکان ثقۃ متشدداً فی السنۃ إلا أنہ ربما أخطأ فی الحدیث [المنتظم ۲۳۲/۹]

(۲۰) یزید بن ہارون [تاریخ بغداد ۳۸۰/۱۴]

(۲۱) ابن عمار [تاریخ بغداد ۳۸۰/۱۴]

(۲۲) ابونعیم الاصبہانی [ذکرہ فی الأولیاء وصحح لہ، انظر حلیۃ الأولیاء ۳۱۳/۸]

(۲۳) البغوی (صحح لہ) [شرح السنۃ ۳۹۶/۶ ح ۱۸۳۵]

(۲۴)ابن حبان

(۲۵)ابن حجر العسقلانی [تقریب التہذیب]وغیرہم

خلاصۃ التحقیق: محدثینِ کرام کی صراحت کے مطابق ابوبکر بن عیاش کو جن روایات میں غلطیاں لگی ہیں، اَخطاء واَوہام ہوئے ہیں، اُن کو چھوڑ کر وہ باقی تمام روایات میں صدوق وحسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

ابوبکر بن عیاش کی روایتِ ترکِ رفع الیدین کو یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہما نے بے اصل اور باطل وغیرہ قرار دیا ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہی ہے۔

دوسرا جواب:

ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

[الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال ص ۴۳۹-۴۴۴، نصب الرایۃ ۱/۴۰۹ الاغتباط بمعرفۃ من رمی بالاختلاط ص ۲۶]

حافظ ابن حبان نے بھی کتاب الثقات میں اس کی تصریح کی ہے کہ ابن عیاش جب بڑی عمر کے ہوئے تو ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ جب وہ روایت کرتے تو ان کو وہم ہو جاتا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس بات میں انھیں وہم ہوا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور غیر وہم والی روایت میں اس سے حجت پکڑی جائے۔ [التہذیب ج ۱۲ ص ۳۹]

امام بخاری نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مرسل (منقطع) موقوف بیان کرتے تھے اور یہ بات محفوظ ہے۔ پہلی بات (یہ متنازعہ حدیث) خطاء فاحش ہے کیونکہ اس نے اس میں ابن عمر کے اصحاب کی مخالفت کی ہے۔ [نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۹]

امام بخاری کا یہ قول جرح مفسر ہے جو مندمل نہیں ہو سکتی۔ اب آپ حصین سے اس روایت کی تخریج ملاحظہ فرمائیں:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
ابراہیم نخعی
حصین
حماد
ابومعشر

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
مجاہد
حصین

ابوبکر بن عیاش
قدیماً
کمافی نصب الرایۃ

ابوالاحوص
احمد بن یونس
محمد بن عبداللہ
الحضرمی
طبرانی فی الکبیر
301/9

الثوری
عبدالرزاق
مصنف
71/2
رقم 2533
اسحٰق بن ابراہیم
طبرانی فی الکبیر
300/9

محمد بن الحسن
الشیبانی
کتاب الحجۃ
97/1
وصرح الثوری
بالسماع عندہ

سفیان بن عیینہ
عبدالرزاق
مصنف
71/2
2534

حماد بن سلمہ
حجاج بن منہال
علی بن عبدالعزیز
طبرانی فی الکبیر
301/9
9300

مسعر
وکیع
مصنف ابن ابی شیبہ
236/1

ابوبکر بن عیاش
(آخری عمر)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاش نے آخری عمر میں حافظہ خراب ہونے کے بعد جو روایت بیان کی ہے اس میں انھوں نے بہت سے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے، لہٰذا ان کی روایت شاذ ہوئی اور شاذ مردود کی ایک قسم ہے۔ اس وجہ سے ان کی اس روایت کو امام یحییٰ بن معین اور امام احمد وغیرہما نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود اگر کوئی شخص اس حدیث کی صحت پر اصرار کرتا ہے تو اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال میں کرانا چاہیے۔

ایک دوسری سند

محمد بن الحسن الشیبانی نے کہا:

" أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبدالعزيز بن حكيم قال: رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلوٰة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك "

محمد بن ابان بن صالح نے عبدالعزیز بن حکیم سے روایت کیا کہ میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے وہ نماز کی تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اس کے علاوہ نہیں اُٹھاتے تھے۔ [موطأ محمد بن الحسن الشیبانی ص ۹۲]

جواب:

یہ سند سخت ضعیف ہے۔

۱۔ محمد بن الحسن الشیبانی تلمیذ امام ابی حنیفہ سخت ضعیف ہے۔

جمہور محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "جهمي كذاب" (محمد بن الحسن الشیبانی) جہمی کذاب ہے۔ [کتاب الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴ وسندہ صحیح]

نسائی نے کہا: "ضعیف" [جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۶۶]

ابن عدی نے کہا: اہلِ حدیث (محدثینِ کرام اور متبعینِ حدیث) اس کی بیان کردہ حدیثوں سے بے نیاز ہیں۔ [الکامل ۲۱۸۴/۶]

ابوزرعہ الرازی نے کہا: محمد بن الحسن جہمی تھا۔ [کتاب الضعفاء لابی زرعہ ص ۵۷۰]

عمرو بن علی الفلاس نے کہا: **ضعیف** [تاریخ بغداد ۱۸۱/۲ وسندہ صحیح]

محمد بن الحسن الشیبانی پر تفصیلی جرح کے لئے دیکھئے میرا تحقیقی مضمون ''النصر الربانی فی ترجمۃ محمد بن الحسن الشیبانی'' شائع شدہ در ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷ص ۱۱ تا ۲۰

۲۔ محمد بن ابان بن صالح الجعفی ضعیف راوی ہے۔ جمہور محدثین نے اس پر جرح کی ہے [دیکھئے لسان المیزان ۱۲۲/۵]

امام نسائی نے کہا: ''**ضعیف کوفي**'' [کتاب الضعفاء والمتروکین: ۵۱۲]

امام بخاری نے کہا: ''**ولیس بالقوي**'' [کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۳۲۱]

غرض یہ سند بھی موضوع، باطل اور مردود ہے۔

اس تحقیق سے امام بخاری کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ کسی ایک صحابی سے بھی ترک رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔

تیسرا باب

آثارِ تابعین رحمہم اللہ اجمعین

اصل حجت اور دلیل قرآن، حدیث اور اجماع ہے۔ آثار تابعین صرف اس مقصد کے پیش نظر تحریر کر رہا ہوں کہ خیر القرون میں رفع الیدین کی سنت پر مسلسل اور بغیر کسی انقطاع کے عمل ہوتا رہا ہے لہٰذا نسخ کا دعویٰ باطل ہے۔

درج ذیل تابعین سے باسند صحیح رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرنا یا اقرار ثابت ہے۔

① ابو قلابہ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۷ واسنادہ صحیح، جزء رفع الیدین: ۵۵]

② محمد بن سیرین
[مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۶ واسنادہ صحیح، اخرجہ البیہقی فی الخلافیات ص ۱۰۴ قلمی واسنادہ صحیح]

③ وہب بن منبہ
[مصنف عبدالرزاق ۲/۶۹ ح ۲۵۲۴ والتمہید ۹/۲۲۸ وعبدالرزاق صرح بالسماع عندہ، فالسند صحیح]

④ سالم بن عبداللہ ⑤ القاسم بن محمد ⑥ عطاء

⑦ مکحول [جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن]

⑧ نعمان بن ابی عیاش [جزء رفع الیدین: ۵۹ واسنادہ حسن]

⑨ طاؤس شاگرد ابن عباس [مسند احمد ۲/۴۴ ح ۵۰۳۳ وسندہ صحیح]

⑩ الحسن البصری [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۵ وسندہ صحیح، ولہ شواہد]

تلك عشرة كاملة

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور رفع الیدین

امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں کہا:

"حدثنا محمد بن يوسف :ثنا عبدالأعلىٰ بن مسهر :ثنا عبدالله بن العلاء بن زبر :ثنا عمرو بن المهاجر قال:كان عبدالله بن عامر ليسألني أن استأذن له علىٰ عمر بن عبدالعزيز فاستأذنت له عليه فقال :الذي جلد أخاه في أن يرفع يديه، إن كنالنؤدب عليه ونحن غلمان بالمدينة، فلم يأذن له۔

عمرو بن مہاجر نے کہا: عبداللہ بن عامر مجھ سے کہتے کہ میں انھیں عمر بن عبدالعزیز کے پاس لے جاؤں، میں نے عمر بن عبدالعزیز سے جب اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ عبداللہ بن عامر وہی ہے جس نے اپنے بھائی کو رفع الیدین کرنے پر مارا تھا۔ ہمیں تو رفع الیدین سکھایا جاتا تھا جب کہ ہم مدینہ میں بچے تھے۔

پس عمر بن عبدالعزیز نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔

[قلمی نسخہ ص ٦ نسخہ مطبوعہ: ١٧ و التمہید ٢١٨/٩]

اس کی سند صحیح ہے۔

① محمد بن یوسف (البخاری ابو احمد البیکندی) ثقہ ہے۔ [التقریب: ٦٤١٧]

② عبدالاعلیٰ بن مسہر ثقہ فاضل تھے۔ [تقریب التہذیب: ٣٧٣٨]

③ عبداللہ بن العلاء بن زبر ثقہ تھے۔ [التقریب: ٣٥٢١]

④ عمرو بن المہاجر ثقہ تھے۔ [التقریب: ٥١٢٠]

غرض یہ سند بالکل صحیح ہے۔

ابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: "سالم قد حفظ عن أبيه" سالم نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے (حدیث رفع الیدین کو) یاد رکھا۔

[التمہید ۹/۲۱۹ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جو کہ مشہور تابعی اور عادل خلیفہ تھے، رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے بلکہ منع کرنے والے سے ملاقات تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ یہ ہے جذبہ اطاعت رسول ﷺ کا۔

اللهم صل وسلم علىٰ محمد وآلهٖ وأزواجهٖ وأصحابه أجمعين ،آمين

چوتھا باب

ائمۂ کرام اور رفع الیدین

اصل حجت قرآن، حدیث اور اجماع ہے، ائمۂ کرام کے اقوال بطورِ فہم سلف صالحین، بطورِ استشہاد اور ان کے پیروکاروں کی تسلی کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ ان لوگوں پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ صحیح احادیث پر عمل کرتے ہوئے جلیل القدر ائمۂ کرام رحمہم اللہ بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

ا۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ

ا: جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی (۲/۵۷) جامع ترمذی مع تخریج احمد شاکر [۲/۳۷ تحت ح ۲۵۶]

۲: طرح التثریب للعراقی [۲/۲۵۳، ۲۵۴]

۳: التمہید لابن عبدالبر [۹/۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۳]

۴: الموضوعات لابن الجوزی [۲/۹۸]

۵: الاستذکار [۲/۱۲۴]

۶: شرح صحیح مسلم للنووی [۴/۹۵]

۷: المجموع شرح المہذب [۳/۳۹۹]

۸: المغنی لابن قدامۃ [۱/۲۹۴]

۹: بدایۃ المجتہد لابن رشد [۱/۱۳۳]

۱۰: نیل الاوطار [۲/۱۸۰، ۴/۱۸۰]

۱۱: معالم السنن للخطابی [۱/۱۹۳]

۱۲: شرح السنۃ للبغوی [۳/۲۳]

۱۳: المحلیٰ لابن حزم [۴/۸۷]

۱۴: المفہم للقرطبی [۱۹/۲]

ان تمام کتابوں میں امام مالک کے رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔

عبداللہ بن وہب نے فرمایا: ''رأیت مالك بن أنس یرفع یدیه إذا افتتح الصلٰوۃ وإذا رکع وإذا رفع من الرکوع''میں نے (امام) مالک بن انس کو دیکھا، آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ [تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۵ ص ۱۳۴ وسندہ حسن]

ابوعبداللہ محمد بن جابر بن حماد المروزی الفقیہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم سے یہ ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: ''هٰذا قول مالك وفعله الذي مات علیه وهو السنة وأنا علیه وکان حرملة علٰی هذا''

یہ (امام) مالک کا (آخری) قول اور فعل ہے جس پر وہ فوت ہوئے ہیں اور یہی سنت ہے۔ میں اسی پر عامل ہوں اور حرملہ (بن یحیٰی) بھی اسی پر عامل ہے۔ [تاریخ دمشق ۵۵/۱۳۴ وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ امام مالک آخری دور میں وفات تک رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ رحمہ اللہ

امام خطابی اور امام بغوی نے اس کی تصریح کی ہے کہ امام مالک کا آخری عمل رفع الیدین کا تھا۔ [معالم السنن ج ۱ ص ۱۶۷ تحت ح ۲۳۶ شرح السنۃ ۳/۲۳ ح ۵۶۱]

بلکہ ابوالعباس القرطبی نے کہا کہ'' إن الرفع في المواطن الثلاثة هو آخر أقواله وأصحها'' [طرح التثریب ج ۱ ص ۲۵۴ واللفظ لہ، المفہم ۲/۱۹]

یعنی ان تینوں جگہوں پر رفع الیدین کرنا امام مالک کا آخری اور سب سے صحیح قول ہے۔

اس کے مقابلے میں (کہا جاتا ہے کہ) صرف سحنون نے امام مالک سے ترک رفع الیدین روایت کیا ہے۔

لہٰذا یہ روایت شاذ ومردود ہے۔

۲۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

ا: کتاب الام للشافعی [ج ا ص ۱۰۴]

۲: جامع ترمذی [۳۷/۲ تحت حدیث ۲۵۶]

۳: شرح صحیح مسلم للنووی [۹۵/۴]

۴: احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، لابن دقیق العید [ج ا ص ۲۲۰]

رفع الیدین امام شافعی سے متواتر ثابت ہے۔

۳۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

ا: سنن ترمذی [ج ۲ ص ۳۷ تحت حدیث ۲۵۶]

۲: مسائل امام احمد [ص ۷۰]

۳: الاستذکار [ج ۲ ص ۱۲۶]

۴: ذکر محنۃ الامام احمد بن حنبل لحنبل بن اسحٰق [ص ۱۱۰، ۱۱۱]

امام ابوداود فرماتے ہیں:

"رأيت أحمد يرفع يديه عند الركوع وعندالرفع من الركوع كرفعه عندافتتاح الصلوٰة يحاذيان أذنيه وربما قصر عن رفع الإفتتاح قال: وسمعت أحمد، قيل له: رجل سمع هٰذه الأحاديث عنه ﷺ ثم لا يرفع هو تام الصلوٰة ؟ قال: تمام الصلوٰة لا أدري ولكن هو في نفسه منقوص."

میں نے امام احمد کو دیکھا ہے وہ رکوع سے پہلے اور بعد بھی شروع نماز کی طرح رفع الیدین کانوں تک کرتے تھے اور بعض اوقات شروع نماز والے رفع الیدین سے ذرا تقصیر کر کے رفع الیدین کرتے تھے۔

اور میں نے امام احمد کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے کہا گیا کہ ایک شخص رفع الیدین کے

بارے میں نبی ﷺ کی یہ احادیث سنتا ہے اور پھر بھی رفع الیدین نہیں کرتا، کیا اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے؟

تو آپ نے فرمایا: پوری نماز ہونے کا تو مجھے معلوم نہیں ہے، ہاں وہ فی نفسہ نقص والی نماز ہے (ناقص نماز والا ہے)۔ [مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۳۳]

جو لوگ رفع الیدین نہیں کرتے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی نماز کو ناقص قرار دیا ہے۔ [نیز دیکھئے المنہج الاحمد ج ا ص ۱۵۹]

۴۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ

امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (جو کہ الفقیہ ثقہ جلیل تھے) نے کہا:

بلغنا أن من السنة فيما أجمع عليه علماء الحجاز والبصرة والشام أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه حين يكبر لإ ستفتاح الصلوٰة وحين يكبر للركوع ويهوي ساجداً وحين يرفع رأسه من الركوع إلا أهل الكوفة فإنهم خالفوا في ذلك أمتهم .

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس سنت پر علمائے حجاز، علمائے بصرہ اور علمائے شام کا اجماع ہے وہ شروع نماز، رکوع کے وقت، تکبیر کہتے وقت، سجدہ کو جھکتے وقت (مراد رکوع ہی ہے کیوں کہ اس کے بعد رکوع سے سر اُٹھانے کا ذکر ہے) اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کا کرنا ہے۔ صرف کوفیوں نے امت (مسلمہ) کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔

اوزاعی سے کہا گیا: ''**فإن نقص من ذلك شيئاً**'' پس اگر کوئی اس رفع الیدین میں سے کچھ کمی کرے تو انھوں نے فرمایا:

ذلك نقص من صلاته (حوالہ مذکورہ)

یہ اس کی نماز میں نقص ہے۔ [الطبری بحوالہ التمہید ۹/۲۲۶ وسند الطبری صحیح]

پانچواں باب

رفع الیدین کرنا ضروری ہے

دلیل نمبر۱: رفع الیدین کرنے والی روایات صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں ہیں اور نہ کرنے کی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے لہٰذا رفع الیدین کرنا ہی ثابت ہے۔

دلیل نمبر۲: رفع الیدین کا نہ کرنا (ترک رفع الیدین) نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ثابت نہیں، نہ صحیح سند کے ساتھ اور نہ حسن سند کے ساتھ۔

نہ کرنے کی جملہ روایات ضعیف ومعلول ہیں۔

دلیل نمبر۳: بعض صحابہ نے رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہے۔

[دیکھئے سنن الدارقطنی ۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

دلیل نمبر۴: رفع الیدین کرنے کی احادیث متواتر ہیں۔

دلیل نمبر۵: بے شمار صحابہ سے رفع الیدین کرنا باسند صحیح وحسن ثابت ہے اور نہ کرنا کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں۔

دلیل نمبر۶: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والے کو کنکریوں سے مارتے تھے رفع الیدین کرنے پر کسی صحابی نے کسی کو بھی نہیں مارا۔

دلیل نمبر۷: متعدد علماء نے رفع الیدین کو نماز کی زینت قرار دیا ہے۔ کسی ایک عالم نے بھی ترک رفع الیدین کو نماز کی زینت نہیں کہا۔

دلیل نمبر۸: اہل السنۃ والجماعۃ کے مستند علماء نے رفع الیدین کے کرنے پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً امام بخاری وغیرہ۔ کسی قابل اعتماد عالم نے ترک رفع الیدین پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔

دلیل نمبر۹: ہر رفع الیدین کے ساتھ ہر انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔

امام طبرانی فرماتے ہیں:

" حدثنا بشر بن موسیٰ: ثنا أبو عبدالرحمٰن المقرئ عن ابن لهيعة:

حدثني ابن هبيرة أن أبا المصعب مشرح بن هاعان المعافري حدثه أنه سمع عقبة بن عامر الجهني يقول :إنه يكتب في كل إشارة يشيرها الرجل بيده في الصلٰوة بكل إصبع حسنة أو درجة "

(سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے اسے ہر (مسنون) اشارے کے بدلے ایک انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔ [المعجم الکبیر ۱۷/ ۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن]

سند کی تحقیق

عقبہ بن عامر مشہور صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

آپ مصر کے والی اور فقیہ فاضل تھے۔ [تقریب التہذیب: ۴۶۴۱]

مشرح بن ہاعان کا تعارف

۱۔ یحیٰی بن معین نے کہا: ثقہ ہے۔

[تاریخ الدارمی عن ابن معین: ۷۵۵، کتاب الجرح والتعدیل ۸/ ۴۳۲]

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: معروف ہے۔ [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۸/ ۴۳۲ وسندہ حسن]

۳۔ ابن القطان نے ثقہ قرار دیا۔

[بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۵۰۴ فقرہ: ۱۲۷۷، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۲۴۰]

۴۔ ذہبی نے کہا: صدوق [میزان الاعتدال ۴/ ۱۱۷]

اور کہا: ثقة [الکاشف للذہبی ج ۳ ص ۱۲۹]

۵۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن غریب کہا۔

[جامع الترمذی ۵/ ۶۱۵ ح ۳۶۸۶، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، یہ توثیق ہے]

۶۔ عبدالحق اشبیلی نے اس کی بیان کردہ حدیث کو "إسناده حسن" کہا۔

[الاحکام الوسطی ۳/ ۱۵۶، ۱۵۷ باب فی الحلل]

۷۔ ابن عدی نے کہا: أرجو أنه لا بأس به

[الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۴۶۰، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۴۱]

۸۔ حافظ ہیثمی نے اس کی حدیث کو حسن کہا۔ [مجمع الزوائد ۲/ ۱۰۳]

۹۔ حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ [المستدرک ۱۹۸/۲، ۱۹۹ ح ۲۸۰۴]

۱۰۔ ابن تیمیہ نے مشرح بن ہاعان کی حدیث کو حسن کہا۔
[ابطال الحیل ۱۰۵۔۱۰۶ بحوالہ ارواء الغلیل ۳۱۰/۶ ح ۱۸۹۷]

تنبیہ: ابن حبان نے اسے کتاب الثقات (۴۵۲/۵ وقال: '' يخطئ ويخالف'')
اور کتاب الضعفاء (المجروحین ۲۸/۳ وقال: '' يروي عن عقبة بن عامر أحاديث
مناكير لا يتابع عليها'') دونوں میں ذکر کیا ہے لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔
[دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵۲]

ابن حبان نے مشرح ہاعان کی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح ابن حبان میں درج کر کے
یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کی جرح منسوخ ہے۔ [دیکھئے الاحسان ۸/۶۰۵ دوسرا نسخہ: ۶۰۸۶]

دوسرا رخ

۱: حافظ المنذری نے لا يحتج به کہا (؟)

اس کے برعکس حافظ المنذری نے مشرح بن ہاعان کی روایت کو ''بإسناد جيد''
کہا۔ [الترغیب والترہیب ۳۰۶/۴ ح ۵۰۶۴]

یہ ان کی طرف سے مشرح کی توثیق ہے۔ لہٰذا ان کا '' لا يحتج به '' والا قول منسوخ اور
ساقط ہو گیا۔

۲: حافظ الدارمی نے '' ليس بذلك وهو صدوق '' کہا۔ [تاریخ عثمان الدارمی: ۷۵۵]

معلوم ہوا کہ محدثین کی بہت بڑی اکثریت کے نزدیک وہ ثقہ ہے اور جرح مردود ہے۔

کعبہ پر نصب منجنیق کا مسئلہ

یہ واقعہ جعلی اور بے اصل ہے۔ موسیٰ بن داود نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے۔ (بلغني)
کہ یہ حجاج کے لشکر میں تھا اور کعبہ پر منجنیق سے حملہ کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔
[دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۲۲۲ تہذیب التہذیب ۱۰ ص ۱۴۱]

موسیٰ بن داود نے یہ نہیں بتایا کہ اسے یہ بات کس طرح اور کس ذریعے سے پہنچی ہے

جب سند ہی انھوں نے ذکر نہیں کی تو ان کی بات سے استدلال باطل ہوا۔

دین کا دارومدار سندوں پر ہے۔ حافظ ذہبی نے بھی اس روایت کے مردود ہونے کی طرف میزان الاعتدال میں "قیل" لکھ کر اشارہ کر دیا ہے۔

کیا اس قسم کے بے سند اقوال سے کسی ثقہ کو ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ مشرح بن ہاعان مکہ پر حملے کے الزام سے بری و بے گناہ ہے۔ اسی لئے تو اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

۳: عبداللہ بن ہبیرہ ثقہ تھے۔ [تقریب التہذیب: ۳۶۷۸]

۴: عبداللہ بن لہیعہ المصری مختلف فیہ راوی ہیں۔ ان کی بعض روایات صحیح مسلم میں بطورِ استشہاد موجود ہیں۔ بعض نے انھیں صدوق متقن و ثقہ قرار دیا اور بعض نے ضعیف لا یحتج بہ وغیرہ کہا۔ آپ مدلس بھی تھے اور آخری عمر میں بقول بعض اختلاط کا شکار بھی ہو گئے تھے، مگر امام عبدالغنی بن سعید الازدی نے کہا:

" إذا روى العبادلة عن ابن لهيعة فهو صحيح، ابن المبارك وابن وهب والمقرئ "

جب ابن لہیعہ سے عبداللہ بن المبارک (عبداللہ بن یزید) المقری اور عبداللہ بن وہب روایت کریں تو صحیح ہوتی ہے۔ [تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۰]

یہی بات امام الساجی اور امام الفلاس نے بھی کہی ہے۔

[دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۷]

یہ تعدیل مفسر ہے جو جرح مبہم پر مقدم ہے۔

یاد رہے کہ المقری کی روایت کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

۵: ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری ثقہ فاضل تھے۔ [التقریب: ۳۷۱۵]

۶: بشر بن موسیٰ ثقہ امین تھے۔ [تاریخ بغداد ۷/۸۶ ت ۳۵۲۳]

انھیں امام دارقطنی نے ثقہ امین قرار دیا۔ [تاریخ بغداد ۷/۸۷ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ یہ سند قوی ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس سند کے بارے میں فرمایا:

"رواه الطبراني وإسناده حسن" اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

[مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳]

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

"اور اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمیؒ کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی؟"

[احسن الکلام ج ۱ ص ۲۳۳ حاشیہ طبار دوم]

اس حدیث کا مفہوم

۱: امام بیہقی نے کہا:

" أخبرنا أبو عبدالله الحافظ قال: حدثني محمد بن صالح بن هانئ قال: ثنا أحمد بن سلمة قال: حدث إسحق بن إبراهيم قال..... قال إسحاق: وقال عقبة بن عامر الجهني صاحب رسول الله ﷺ إذا رفع يديه عندالركوع وعند رفع رأسه من الركوع فله بكل إشارة عشر حسنات"

(امام) اسحٰق (ابن راہویہ) نے کہا:

عقبہ بن عامر صحابی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کیا جائے تو ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

[معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۲۵ قلمی وسندہ صحیح الی اسحاق بن راہویہ]

۲۔ امام احمد بن حنبل نے رفع الیدین کی بحث میں کہا:

"یروی عن عقبة بن عامر أنه قال في رفع اليدين فى الصلوٰة: له بكل اشارة عشر حسنات"

عقبہ بن عامر سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے نماز میں رفع الیدین کے بارے

میں کہا: رفع الیدین کرنے والے کو ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔
[مسائل احمد روایۃ عبداللہ ۱/۲۳۷، التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۰]

امام احمد بن حنبل کی یہ روایت پوری سند کے ساتھ مسائل احمد بروایت صالح بن احمد بن حنبل صفحہ ۷۴ اقلمی پر موجود ہے۔

۳۔ حافظ ہیثمی نے بھی یہ قول رفع الیدین کے باب میں ذکر کیا ہے۔

ان ائمہ کے مقابلے میں صرف علی متقی ہندی (حنفی) نے اس پر "**جواز الإشارة بالإصبع فيه وقت قراءة التشهد**" کا باب باندھا ہے۔ [کنز العمال ج ۷ ص ۴۸۱]

جب کہ امام اسحٰق بن راہویہ، امام احمد بن حنبل، حافظ ہیثمی اور امام بیہقی وغیرہ نے اسے رفع الیدین کے متعلق قرار دیا ہے لہٰذا ان کی تحقیق راجح ہے۔

دوسرے یہ کہ اس اثر کا تعلق دونوں سے ہے۔ رکوع والے رفع الیدین سے بھی ہے اور تشہد والے اشارے سے بھی۔

علی متقی نے یہ نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق رفع الیدین سے نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: متعدد مستند علماء نے رفع الیدین نہ کرنے والے کی نماز کو ناقص قرار دیا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی وغیرہما اور کسی ایک مستند عالم نے بھی رفع الیدین کرنے والے کی نماز کو ناقص نہیں کہا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ رفع الیدین ہی راجح ہے اور رفع الیدین کرنا چاہئے۔

وما علينا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

(صفر ۱۴۱۰ھ)

[بعد از مراجعت/ رجب ۱۴۲۷ھ]

زیادات

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

[النسآء:۸۰]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

[صحیح البخاری:۷۲۸۰]

سجدوں میں رفع الیدین کا مسئلہ

بعض لوگ سجدوں میں رفع الیدین والی روایات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سجدوں میں بھی رفع الیدین کرنا سنت ہے، حالانکہ ان تمام روایات میں سے ایک روایت بھی اصول حدیث کی رُو سے ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلے کی مرفوع روایات کا مختصر و جامع جائزہ درج ذیل ہے:

1- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

"ابن أبي عدي عن سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك ابن الحويرث أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه في صلا ته وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه من السجود حتٰى يحاذي بهما فروع أذنيه"

[السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۲۸ ح ۶۷۲، واللفظ لہ، السنن المجتبیٰ للنسائی ج ۱ ص ۱۲۹ حدیث ۱۰۸۶ التعلیقات السلفیۃ، علیٰ تصحیف فیہ، المحلی لابن حزم من طریق النسائی ج ۴ ص ۹۲ مسئلہ ۴۴۲، فتح الباری عن النسائی ج ۲ ص ۲۲۳ تحت حدیث ۷۳۹]

اس حدیث پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ المجتبیٰ میں "شعبة "عن قتادة کا لفظ تصحیف اور غلط ہے۔ صحیح لفظ "سعید" عن قتادة ہے جیسا کہ المجتبیٰ کی اصل، السنن الکبریٰ میں ہے۔ المجتبیٰ اسی کتاب کا اختصار ہے۔

[حاشیۃ السندھی علی النسائی ج ۱ ص ۳ ظفر المحصلین باحوال المصنفین یعنی حالاتِ مصنفینِ درس نظامی ص ۱۰۷]

جب اصل میں "سعید" ہے تو اس کے اختصار یا انتخاب میں "شعبہ" بن جانا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ استاذِ محترم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ اور الاستاذ احمد بن محمد بن

شاکر رحمہ اللہ وغیر ہما نے بھی اسے تصحیف قرار دیا ہے۔ [التعلیقات السلفیۃ ص ۱۲۹، وغیرہ]

بلکہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اور محمد یوسف بنوری دیوبندی بھی اسے تصحیف (غلط) ہی سمجھتے ہیں۔ کما تقدم

السنن المجتبیٰ للنسائی میں دوسرے مقامات پر بھی کاتبوں کی غلطی سے ''سعید'' کو ''شعبہ'' لکھ دیا گیا ہے۔ مثلاً:

کتاب الجنائز باب ۱۰۶، اتخاذ القبور مساجد (ح ۲۰۴۸) (التعلیقات السّلفیہ ج ا ص ۲۳۳) یہی روایت السنن الکبریٰ للنسائی (ج ا ص ۶۵۸ ح ۲۱۷۳) وغیرہ میں ''سعید'' کی سند سے ہے۔ و ھو الصواب

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے کمال تحقیق کرتے ہوئے بتایا کہ کاتبوں کی غلطی سے سعید، شعبہ اور شعبہ سعید بن جاتا ہے۔ [دیکھیے کتاب المجروحین ۱/۵۹]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے راوی سعید (بن ابی عروبہ) ہیں جن کے استاذ قتادہ مشہور مدلس ہیں۔ دیکھیے کتب التدلیس و فتح الباری (جلد ۱۳ ص ۱۰۹ تحت حدیث ۷۱۳۵، ۷۱۳۶) اور ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔ اصول حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ مدلس کی ''عن'' والی روایت غیر صحیحین میں عدم تصریح سماع اور عدم متابعت معتبرہ کی صورت میں ضعیف ہوتی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ہشام الدستوائی (النسائی/ المجتبیٰ ۱۰۸۸) کی قتادہ سے روایت بھی قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

قائلین رفع الیدین فی السجود کی اصح روایت کا یہ حال ہے۔ اسی پر ان کی دیگر روایات کی حیثیت سمجھ لیں۔

2- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

''وإذا رفع رأسه من السجود، أيضًا رفع يديه حتى فرغ من صلا ته..

إلخ [ابوداود مع عون المعبود ج ا ص ۲۶۳ ح ۷۲۳]

اس میں '' السجود'' مصدر ہے جو واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے لہٰذا دوسرے

دلائل کی رو سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ چار سجدوں سے (تشہد کے بعد) اٹھتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے بعد والا رفع الیدین ہے لہٰذا اس حدیث سے سجدوں کے درمیان والا "رفع الیدین" کشید کرنا صحیح نہیں ہے۔ سیدنا وائل رضی اللہ عنہ سے بعض روایات میں " إذا ركع وإذا سجد" کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ [سنن الدارقطنی ۲۹۱/۱ ح ۱۱۰۸]

اس کا مفہوم یہ ہے: جب آپ رکوع (کا ارادہ) کرتے تو رفع الیدین کرتے اور آپ جب سجدہ کا ارادہ کرتے تو رفع الیدین کرتے۔

یہ دونوں رفع الیدین، قبل الرکوع اور بعد الرکوع والے ہیں۔ حالت سجدہ وقعود والے نہیں ہیں اور یہی مفہوم حدیث ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا ہے جسے ابوداود اور ابن خزیمہ وغیرہما نے روایت کیا ہے۔

3- انس بن مالک رضی اللہ عنہ

"حدثنا الثقفي عن حميد عن أنس أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم كان يرفع يديه في الركوع والسجود" [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵]

اس میں حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے اور فی الرکوع سے مراد قبل الرکوع اور فی السجود سے مراد قبل السجود ہے یعنی یہ دونوں رفع یدین قیام والے ہیں، قعود والے نہیں ہیں۔

ابویعلیٰ الموصلی فرماتے ہیں:

" حدثنا أبوبكر (ابن أبي شيبة): حدثنا عبدالوهاب الثقفي عن حميد عن أنس قال: رأيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع " [ج ٦ ص ۴۲۴، ۴۲۵ حدیث ۱۰۳۸]

[حمید الطّویل کی روایت صحیح ہے۔ دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/ ۲۱۵]

اس روایت نے اوپر والی روایت کی تشریح کر دی ہے اور یہ بات عام طالب علم بھی

جانتے ہیں کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

4- عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ

" و صلی بهم یشیر کفیه حین یقوم وحین یرکع وحین یسجد وحین ینهض للقیام فیقوم ویشیر بیدیه "

[ابوداود مع عون المعبود ج ا ص ۲۶۹ حدیث ۷۳۹]

اس کی سند ابن لہیعہ کی تدلیس اور میمون کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن لہیعہ مشہور مدلس ہیں۔ (دیکھیے کتب المدلسین) اور "عن" سے روایت کر رہے ہیں۔ اس کا راوی میمون المکی مجہول ہے۔ [التقریب: ۷۰۵۴]

میمون سے صرف ابن ہبیرہ راوی ہیں۔ [تہذیب التہذیب] ایسا راوی، جس کا شاگرد صرف ایک ہو اور کسی نے توثیق نہ کی ہو، مجہول العین ہوتا ہے۔ مجہول العین کی روایت محدثینِ کرام کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کے متن کا بھی وہ مفہوم نہیں ہے جو بعض حضرات کشید کر رہے ہیں، بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ قیام (تکبیر اولیٰ) کے وقت رفع الیدین کرتے اور رکوع کے وقت رفع الیدین کرتے تو (رکوع کے بعد قیام میں) سجدہ کرنے سے پہلے، رفع الیدین کرتے اور جب (دو رکعتیں پڑھ کر) قیام کرتے تو رفع الیدین کرتے۔

معلوم ہوا کہ اس سے سجدوں کے درمیان، حالت قعود والا رفع الیدین ثابت کرنا صحیح نہیں ہے، ورنہ پھر بتائیے کہ رکوع کے بعد والا رفع الیدین کہاں ہے؟

5- حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

"فکان إذا سجد السجدة الأولٰی فرفع رأسه منها رفع یدیه تلقاء وجهه ... إلخ"

[ابوداود مع العون ج ا ص ۲۶۹ حدیث ۷۴۰ المجتبیٰ للنسائی مع التعلیقات السلفیہ ج ا ص ۱۳۵ حدیث ۱۱۴۷]

اس کی سند نضر بن کثیر کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۱۴۷)

6- مع کل تکبیرة

بعض ضعیف روایات میں ''کان یرفع یدیه مع کل تکبیرة '' کے الفاظ آئے ہیں مثلاً:

☆......... عن عمیر بن قتادة [سنن ابن ماجہ ح ۸۶۱]

بوصیری نے زوائد میں کہا: اس سند میں رفدہ بن قضاعہ ضعیف ہے اور عبداللہ نے اپنے باپ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ انتھٰی

رفدہ پر جرح کی معلومات کے لیے تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب وغیرہما کا مطالعہ کریں۔

☆......... عن جابر بن عبداللّٰه [مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰]

اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔

نصر بن باب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

ان روایات کا مفہوم بھی وہ نہیں ہے کہ سجدوں کے درمیان رفع الیدین کیا جائے بلکہ مع کل تکبیرة کا مطلب وہی ہے جو ''ویرفعهما في کل تکبیرة یکبرها قبل الرکوع حتی تنقضی صلاته '' کا ہے۔

[ابو داود ج ۱ ص ۲۶۳ حدیث ۷۲۲ وھو حدیث صحیح]

خلاصہ یہ کہ سجدوں میں رفع الیدین، رسول اللہ ﷺ سے باسند صحیح وصراحتاً ثابت نہیں ہے۔ جو شخص اس کے اثبات کا مدعی ہے اس سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ صرف ایک صحیح یا حسن روایت ایسی پیش کرے جس میں رکوع کے بعد والے رفع الیدین کی صراحت کے بعد، سجدوں میں کندھوں یا کانوں تک رفع الیدین کی صراحت ہو۔

تنبیہ (۱)

جناب محمد حسین السّلفی نے ایک رسالہ ''سجدوں میں رفع الیدین سنت ہے'' نامی لکھا ہے جس میں ضعیف ومردود روایات کو صحیح یا حسن قرار دیا گیا ہے۔ اِنا للّٰہ و اِنا اِلیه راجعون

انھوں نے کئی روایات کا مفہوم بھی غلط بیان کیا ہے۔

حافظ محمد ایوب صابر صاحب نے " **عون الملك المعبود في تحقيق أحاديث رفع اليدين في السجود** " کے نام سے محمد حسین صاحب کا بہترین رد کیا ہے، جسے مکتبہ السنہ نے شائع کیا ہے۔

تنبیہ (۲)

جناب ابوحفص بن عثمان بن محمد العثمانی الداجلی نے عربی میں ایک رسالہ "**فضل الودود في تحقيق رفع اليدين للسجود**" لکھا ہے جس میں سجدوں میں رفع الیدین کے اثبات کی کوشش کی ہے۔ اس رسالے کی بنیادی روایات کا جواب اس مضمون میں آ گیا ہے۔ **وما علينا إلا البلاغ**

رفع الیدین کا حکم اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔
[قطف الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ حدیث ۳۳، نظم المتناثر من الحدیث المتواتر حدیث ۶۷، لقط اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ حدیث ۶۲]

صحابہ کرام مثلاً امیر المومنین سیدنا ابوبکر، امیر المومنین سیدنا عمر اور امیر المومنین سیدنا علی وغیرہم سے بھی صراحتاً رفع الیدین ثابت ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

بلکہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"و لم یثبت عن أحد من أصحاب النبي ﷺ إنه لا یرفع یدیه"

اور کسی ایک صحابی سے بھی رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں۔ [جزء رفع الیدین:۷۶]

اس مختصر مضمون میں امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث مع تحقیقِ سند پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قولاً وفعلاً دونوں طرح رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ والحمدللہ

عبداللہ بن القاسم فرماتے ہیں:

بینما الناس یصلون في مسجد رسول اللہ ﷺ إذخرج علیهم عمر بن الخطاب رضي اللہ عنه فقال: اقبلوا عليّ بوجوهکم أصلي بکم صلوٰة رسول اللہ ﷺ التي کان یصلي و یأمر بها فقام مستقبل القبلة و رفع یدیه حتٰی حاذا بهما منکبیه و کبر ثم غض بصره ثم رفع یدیه حتٰی حاذابهما منکبیه ثم کبر ثم رکع و کذلك حین رفع قال للقوم: هٰکذا کان رسول اللہ ﷺ یصلي بنا۔

[نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۱۶ مسند الفاروق لابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۶۶ شرح سنن الترمذی لابن سید الناس

ج ۲ ص ۲۱۷ واللفظ لہ]

لوگ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ (اچانک) ان کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: لوگو! اپنے چہرے میری طرف کرو، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں جو آپ پڑھتے تھے اور جس کا حکم دیتے تھے۔ پس آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے کندھوں تک رفع الیدین کیا اور اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے اپنی نظر جھکا لی، پھر آپ نے رفع الیدین کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو گئے پھر آپ نے تکبیر کہی، پھر رکوع کیا اور اسی طرح (رفع الیدین) کیا، جب آپ رکوع سے کھڑے ہوئے..... آپ نے (نماز کے بعد) لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اسی طرح نماز پڑھاتے تھے۔

اب اس حدیث کے راویوں کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

1) عبداللہ بن القاسم مولیٰ ابی بکر الصدیق:

آپ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم کے شاگرد ہیں۔ آپ سے فضیل بن غزوان' قرۃ بن خالد اور ابو عیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی نے روایت کی ہے۔

[التاریخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۱۷۳، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۴۰، ۱۴۱ واللفظ لہ]

امام بخاری اور ابو حاتم الرازی نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ حافظ ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔

[کتاب الثقات لابن حبان ۵/۴۶، تہذیب الکمال ۱۰/۴۲۱، تہذیب التہذیب ۵/۳۱۴ خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال للخزرجی ص ۲۱۰]

ظفر احمد تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

"وكذا كل من ذكره البخاري في تواريخه ولم يطعن فيه فهو ثقة ' فإن عادته ذكر الجرح والمجروحين قاله ابن تيمية "

اور اسی طرح ہر وہ راوی جسے بخاری نے اپنی تاریخوں میں ذکر کر کے جرح نہیں کی وہ ثقہ ہے کیوں کہ آپ کی عادت ہے کہ جرح اور مجروحین کا ذکر کرتے ہیں ۔ یہ بات (مجد الدین عبدالسلام بن عبداللہ) ابن تیمیہ نے کہی ہے۔

[قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۲۳، اعلاء السنن ج ۱۹]

ظفر احمد تھانوی صاحب کا یہ قول مرجوح ہے تاہم دیوبندیوں کو چاہیے کہ وہ اس اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے راوی مذکور کو ثقہ قرار دیں۔ **دیدہ باید!**

ابن القطان الفاسی نے عبداللہ بن القاسم مذکور کو مجہول کہا ہے۔

[تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۱۴]

یہ جرح کئی وجہ سے مردود ہے:

① جب توثیق ثابت ہو جائے تو مجہول و مستور وغیرہ اقوال خود بخود مردود ہو جاتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے راوی ہیں جنھیں امام ابوحاتم وغیرہ نے مجہول کہا ہے، جب کہ دوسرے محدثین انھیں ثقہ کہتے ہیں اور عمل ان کی توثیق پر ہی ہے۔ دیکھیے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲٦۷)

② ابن القطان الفاسی کا ایک خاص اصول ہے کہ وہ ایسے راویوں کو مجہول کہہ دیتے ہیں جن کی توثیق کی صراحت انھیں (اس کے معاصر سے) نہیں ملتی، حالانکہ ایسے راوی صحیحین میں بھی موجود ہیں۔ دیکھئے قواعد الدیوبندیہ فی اصول الحدیث (ص ۲۰۵)

③ اصولِ حدیث میں یہ مقرر ہے کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں وہ مجہول العین نہیں ہوتا بلکہ توثیق نہ ہونے کی صورت میں مجہول یا مستور کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کی روایت امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔

[قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۴]

یہ قول اگرچہ مرجوح ہے تاہم ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو " أجلی الأعلام أن الفتوی مطلقاً علی قول الإمام" جیسی کتابیں لکھتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں:

''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔''

[ایضاح الادلۃ ص ۲۷۶]

وہ بعض ثقہ راویوں کو مستور یا مجہول الحال کہہ کر کیوں رد کر دیتے ہیں؟

ان لوگوں کے اصول اتنے متناقض ہیں کہ ہر سلیم الفطرت انسان معلوم ہونے کے بعد حیران ہوتا ہے کہ ان میں تطبیق کس طرح دے؟ مثلاً:

ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''إن رواية المستور من القرون الثلاثة مقبول عندنا معشر الحنفية''

ہم حنفیوں کے نزدیک قرون ثلاثہ کے مستور کی روایت مقبول (صحیح و حجت) ہے۔

[اعلاء السنن ۲۰۴/۳]

اور فرماتے ہیں:

'' الجهالة فى القرون الثلا ثة لا يضر عندنا ''

اور قرون ثلاثہ میں مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔[ایضاً ص ۱۹۷]

جب کہ اسی جلد میں، یہی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

''قلت ففيه رجل مجهول ،فلا يحتج به ''

اس میں ایک آدمی (رجل من آل الحارث جو کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا) مجہول ہے لہٰذا اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں۔[ص ۱۶۱] اِنا للہ و اِنا اِلیہ راجعون

تھانوی صاحب کی ان متعارض و متناقض پالیسیوں کی وجہ سے ایک عرب محقق شیخ، عداب محمود الحمش نے اعلاء السنن کے بارے میں لکھا ہے:

'' طبع هذا الكتاب مع مقدماته الثلا ثة في واحد وعشرين جزءً ا وفي هذا الكتاب بلايا وطامات مخجلة.''

یہ کتاب اپنے تین مقدموں کے ساتھ اکیس جلدوں میں چھپی ہے اور اس کتاب

میں مصیبتیں اور شرمندہ کرنے والی تباہیاں ہیں۔

[رواۃ الحدیث الذین سکت علیھم ائمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۷]

④ سنن ابی داود (۱۵۱۴) اور سنن ترمذی (۳۵۵۹) کی ایک روایت "عن أبي نصيرة عن مولٰی لأبي بكر عن أبي بكر" کی سند سے ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"وقول علي بن المديني والترمذي ليس إسناد هذا الحديث بذاك، فالظاهر أنه لأجل جهالة مولٰی أبي بكر ولكن جهالة مثله لا تضر لأنه تابعي كبير ويكفيه نسبته إلٰی أبي بكر فهو حديث حسن والله أعلم"

ابن مدینی اور ترمذی کا یہ قول: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے ظاہراً مولٰی ابی بکر کی جہالت کی وجہ سے ہے، لیکن ایسے شخص کی جہالت مضر نہیں کیوں کہ وہ بڑا تابعی ہے اور اس کے لیے ابوبکر سے نسبت کافی ہے۔ پس یہ حدیث حسن ہے، واللہ اعلم!

[تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۶ وفی نسخۃ ج ۱ ص ۴۱۶]

یہ قول اگر چہ مرجوح ہے لیکن معلوم ہوا کہ عبداللہ بن القاسم، حافظ ابن کثیر کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

[حافظ زیلعی نے کہا: "لكن جهالته لا تضر إذ تكفيه نسبته إلى الصديق" لیکن اس کی جہالت مضر نہیں ہے کیونکہ اس کی صدیق سے نسبت کافی ہے (اتحاف المتقین ۵/ ۵۹)]

⑤ امام ابوداود نے عبداللہ بن القاسم کی ایک حدیث پر سکوت کیا ہے۔ [۱۷۹۳]

منذری وغیرہ سکوت ابی داود کی بنا پر حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں۔

[قواعد التھانوی ص ۸۷]

یہ قول بھی مرجوح ہے تاہم ان لوگوں پر حجت ہے جن کے نزدیک سکوت ابی داود حسن ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: ہمارے شیخ الاستاذ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے سکوت ابی داود پر ایک رسالہ

لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ امام ابو داود کا کسی روایت پر سکوت اس کے حسن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن القاسم حسن الحدیث ہے۔ یہ بات عقلاً بعید ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو لہٰذا معاصرت کی وجہ سے راجح یہی ہے کہ یہ سند متصل ہے۔ عبداللہ بن قاسم مذکور کے بارے میں حافظ مزی لکھتے ہیں: ''رأى عمر بن الخطاب''

اس نے عمر بن خطاب کو دیکھا ہے۔ [تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۲۱]

2) ابو عیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی:

ان سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ [الکاشف ج ۳ ص ۳۲۱]

لہٰذا ابن القطان الفاسی کا قول ''حاله مجهولة'' مردود ہے۔

3) حیوہ بن شریح:

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۱۶۰۰]

4) عبداللہ بن وہب القرشی:

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔ [التقریب: ۳۶۹۴]

5) حجاج بن ابراہیم الازرق:

اس حدیث کو ابن وہب سے بیان کر رہے ہیں۔ كما نقله ابن سيد الناس

ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور ابو حاتم الرازی نے ثقہ کہا ہے۔

[الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۵۴، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۳۹]

بلکہ اسے ابن حبان اور العجلی وغیرہما نے بھی ثقہ کہا ہے۔ [الثقات ج ۸ ص ۲۰۳]

تقریب التہذیب میں ہے: ثقة فاضل [۱۱۱۸]

6) احمد بن الحسن الترمذی:

الراوي عن حجاج بن إبراهيم صحیح بخاری کے راوی اور "ثقة حافظ" ہیں۔
[تقریب التہذیب:۲۵]

7) ابوبکر محمد بن اسحق بن خزیمہ:

الراوي عن أحمد بن الحسن الترمذي صحیح ابن خزیمہ کے مصنف اور مشہور ثقہ امام بلکہ شیخ الاسلام ہیں۔ [دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۶۵ تا ۳۸۲]

8) ابو احمد الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ:

حسينك الراوي عن ابن خزيمة خطیب نے کہا: "كان ثقة حجة"
[تاریخ بغداد ۸/۷۴ ت ۴۱۵۴]

9) ابو عبداللہ الحافظ:

الحاكم النيسابوري الراوي عن حسينك/ صاحب المستدرك علی الصحيحين مشہور ثقہ وصدوق امام ہیں۔

10) الامام البیہقی صاحب الخلافیات:

الراوی عن الحاکم: مشہور ثقہ بالاتفاق امام اور السنن الکبریٰ وغیرہ کے مصنف ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ اس کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں مثلاً:

۱۔ حديث الحكم قال: رأيت طاؤسًا يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع من الركوع رفعهما، فسألت بعض أصحابه فقال: أنه يحدثه عن ابن عمر عن عمر عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم
[السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۴]

اسے حاکم نے محفوظ کہا ہے۔ یہاں پر "بعض أصحابه" مضر نہیں ہے کیوں کہ خطیب بغدادی نے اس حدیث پر "من اجتزأ بالسماع النازل مع كون الذي

حدث عنه موجودًا'' کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حکم بن عتیبہ نے یہ حدیث طاؤس کے سامنے بیان کی ہے۔ [الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ج ا ص ۱۱۶۔۱۱۸]

چونکہ طاؤس کا انکار ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت الحکم عن طاؤس متصل ہے ۔ اس پر صاحب ''الامام'' کی جرح صحیح نہیں ہے۔

۲۔ حديث بخلف بن أيوب البلخي عن مالك بن أنس عن الزهري عن سالم عن أبيه عن عمر۔ إلخ [نصب الرایۃ ج ا ص ۴۱۶]

امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ خلف کی کسی نے متابعت نہیں کی۔

[خلف مختلف فیہ راوی ہے ' ابوحاتم رازی کہتے ہیں: یروی عنہ، تہذیب الکمال ج ۵ ص ۴۷۳]

تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۳۔ حديث : راشد بن سعد عن محمد بن سهم عن سعيد بن المسيب قال : رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلاة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع .

و فيه من يستضعف [نصب الرایۃ ج ا ص ۴۱۷]

محمد بن سہم کا ترجمہ التاریخ الکبیر للبخاری والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم میں مذکور ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا۔ [ج ۷ ص ۴۲۵]

راشد بن سعد کثیر الارسال ہے۔ [تقریب التہذیب: ۱۸۵۴]

اور اگر اس سے مراد رشدین بن سعد ہے تو ضعیف ہے۔ [ایضاً: ۱۹۴۲ ملخصاً]

معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے۔

اس کے دیگر شواہد بھی ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔ [الطحاوی والبیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ج ا ص ۴۰۵ بروایت ابراہیم عن الاسود عنہ]

اس کی سند ابراہیم النخعی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں دوسری علتیں

بھی ہیں۔

اس مختصر تحقیق سے معلوم ہوا کہ رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فعلاً بھی ثابت ہے اور قولاً بھی۔

"کان یأمر بھا" سے حکم ثابت ہوتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ

((صلوا کما رأیتموني أصلي)) [صحیح البخاری ج۱ص۸۸حدیث۶۳۱]

اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے ہی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کر کے نماز پڑھی ہے۔ [صحیح البخاری ج۱ص۱۰۲ح۷۳۷وصحیح مسلم:۳۹۱]

لہٰذا رفع الیدین کا حکم ثابت ہو گیا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے متعدد مسائل معلوم ہوتے ہیں، مثلاً:

۱) شاگردوں کو تعلیم کے لیے استاد خود انھیں نماز پڑھ کر سکھائے۔

۲) رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کا حکم دیتے تھے۔

۳) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتباعِ سنت اور تبلیغِ سنت کے جذبۂ مبارکہ سے سرشار تھے۔

۴) ہر نماز میں حسب استطاعت، قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔

۵) کندھوں تک رفع الیدین کرنا صحیح اور غیر منسوخ ہے۔

۶) رفع الیدین کا منسوخ ہونا ثابت نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو لوگوں میں سے کسی شخص کو تو امیر المومنین پر اعتراض کرنا چاہیے تھا مگر ایسا قطعاً منقول نہیں ہے۔

۷) پہلے رفع الیدین اور پھر تکبیر کہنا صحیح ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث کی رُو سے پہلے تکبیر اور بعد میں رفع الیدین یا تکبیر مع رفع الیدین بھی صحیح ہے۔

۸) نماز میں نظر جھکا کر رکھنی چاہیے۔

۹) " ثم قام قدرما یقرأ بأم القرآن و سورة من المفصل " کے الفاظ سے نماز میں سورہ فاتحہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۰) رکوع میں گھٹنوں پر ہتھیلیاں پھیلا کر رکھنا صحیح ہے۔

۱۱) تعدیل ارکان ضروری ہے۔

۱۲) صرف تین تسبیحات، رکوع وسجود میں پڑھنا صحیح ہے۔

۱۳) اگر نماز صرف دو رکعتیں ہو تو دوسری رکعت کے آخر میں تشہد میں تورک کرنا صحیح ومسنون ہے۔

" ثم صلّى ركعة أخرىٰ مثلها ثم استوىٰ جالساً فنحى رجليه عن مقعدته وألزم مقعدته الأرض "..... إلخ

۱۴) نماز سے خروج کا طریقہ سلام (السلام علیکم) ہے۔

رفع یدین کے خلاف ایک نئی روایت:
أخبار الفقهاء والمحدثين ؟

مسئلہ رفع یدین کے خلاف ایک نئی روایت اخذ کی گئی ہے جسے کچھ عرصہ سے بہت زور وشور سے تحریر وتقریر میں بیان کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں ''ترکِ رفع یدین'' نامی ایک کتاب چھپی ہے جس میں اس روایت کو ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کے حوالے سے لکھا گیا ہے لہٰذا اس روایت کی بھی تحقیق پیشِ خدمت ہے:

روایت کا متن

''اخبار الفقہاء والمحدثین'' میں لکھا ہوا ہے:

حدّثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سوادة ابن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن أسلم عن عبدالله بن عمر قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أيدينا في بدء الصلاة وفي داخل الصلاة عندالركوع فلما هاجر النبي ﷺ إلى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلاة عند الركوع وثبت علىٰ رفع اليدين في بدء الصلاة۔

[ص ۲۱۴ ت ۳۷۸، ترکِ رفع یدین ص ۴۹۱]

تارکینِ رفع یدین کی پیش کردہ روایت کئی لحاظ سے موضوع اور باطل ہے۔

دلیل نمبر ۱:

''اخبار الفقہاء والمحدثین'' نامی کتاب کے شروع (ص ۵) میں اس کتاب کی کوئی سند مذکور نہیں ہے اور آخر میں لکھا ہوا ہے:

" تم الكتاب والحمدلله حق حمده وصلى الله على محمد وآله وكان ذلك في شعبان من عام ۴۸۳ھ "

کتاب مکمل ہوگئی اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جیسا کہ اس کی تعریف کا حق ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر درود ہو۔ اور یہ (تکمیل) شعبان ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے۔ [ص ۲۹۳]

اخبار الفقہاء کے مذکور مصنف محمد بن حارث القیر وانی (متوفی ۳۶۱ھ) کی وفات کے ایک سو بائیس (۱۲۲) سال بعد اس کتاب اخبار الفقہاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے؟ یہ معلوم نہیں، لہٰذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیر وانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۲:

اس کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں ہے۔ بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے۔ اس ابن مدرک سے محمد بن حارث القیر وانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"عثمان بن محمد بن خشيش القيرواني عن ابن غانم قاضي إفريقية أظنه ، كان كذاباً"

عثمان بن محمد بن خشیش القیر وانی، ابن غانم قاضی افریقیہ سے روایت کرتا ہے، میرا خیال ہے، یہ کذاب تھا۔ [المغنی فی الضعفاء ج ۲ ص ۵۰ ت ۴۰۵۹]

عثمان بن محمد: کذاب قیروانی ہے اور محمد بن حارث بھی قیروانی ہے لہٰذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے۔

یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے۔ محمد بن الحارث القیر وانی سے منسوب کتاب میں لکھا ہوا ہے:

" قال خالد بن سعد: عثمان بن محمد ممن عني بطلب العلم و درس

المسائل وعقد الوثائق مع فضله وكان مفتي أهل موضعه توفي ٣٢٠"

خالد بن سعد نے کہا: عثمان بن محمد طلبِ علم پر توجہ دینے والوں میں سے ہے، اس نے مسائل پڑھائے اور فضیلت کے ساتھ دستاویزیں لکھیں ۔ وہ اپنے موضع (علاقے) کا مفتی تھا، ۳۲۰ھ کو فوت ہوا۔

[اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۶]

اس عبارت میں توثیق کا نام ونشان نہیں ہے۔

غلام مصطفیٰ نوری بریلوی نے اس عبارت کا ترجمہ درج ذیل لکھا ہے:

''جناب خالد بن سعد نے فرمایا کہ عثمان بن محمد ان میں سے ہے جنہوں نے مجھ سے علم حاصل کیا ہے اور مسائل کا درس لیا ہے اور یہ پختہ عقد والے ہیں اور صاحبِ فضیلت ہیں اور اپنے موضع کے مفتی تھے۔'' [ترکِ رفع یدین ص ۴۹۳]!!

دلیل نمبر۳:

عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے۔ اخبار الفقہاء میں لکھا ہوا ہے:

" قال عثمان بن محمد قال عبيدالله بن يحيى : كان عثمان بن سوادة ثقة مقبولاً عند القضاة والحكام...."

چونکہ عثمان بن محمد مجروح یا مجہول ہے لہٰذا عبیداللہ بن یحییٰ سے یہ توثیق ثابت نہیں ہے۔

نتیجہ: عثمان بن سوادہ مجہول الحال ہے اس کی پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے۔

دلیل نمبر۴:

عثمان بن سوادہ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں ہے۔ حفص کی وفات ۱۸۱ھ ہے۔

دلیل نمبر۵:

محمد بن حارث کی کتابوں میں ''اخبار القضاۃ والمحدثین'' کا نام تو ملتا ہے مگر ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا نام نہیں ملتا۔ دیکھئے الاکمال لابن ماکولا (۲۶۱/۳) الانساب للسمعانی (۳۷۲/۲)
ہمارے اس دور کے معاصرین میں سے عمر رضا کحالہ نے ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا ذکر کیا ہے۔ [معجم المؤلفین ۲۰۲/۳]
اس طرح معاصر خیر الدین الزرکلی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ [الاعلام ۷۵/۶]

دلیل نمبر ٦:

مخالفین رفع یدین جس روایت سے دلیل پکڑ رہے ہیں اس کے شروع میں لکھا ہوا ہے:

''وكان يحدث بحديث رواه مسنداً في رفع اليدين وهو من غرائب الحديث وأراه من شواذها''

اور وہ رفع یدین کے بارے میں ایک حدیث سند سے بیان کرتا تھا۔ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاذ روایتوں میں سے ہے۔
[اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴]

یہ عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے۔
غلام مصطفیٰ نوری صاحب نے ''کمال دیانت'' سے کام لیتے ہوئے ''من شواذها'' کی جرح کو چھپالیا ہے۔
ان دلائل کا تعلق سند کے ساتھ ہے۔ اب متن کا جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر ۷:

اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا۔ جبکہ صحیح و مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

ابو قلابہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح مسلم ۱/۱۶۸ ح ۳۹۱ و صحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۷]

مالک بن حویرث اللیثی رضی اللہ عنہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ میں) غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔

[دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۰ ح ۶۲۸]

وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳ ح ۴۰۱]

عینی حنفی لکھتے ہیں:

" وائل بن حجر أسلم فی المدینة في سنة تسع من الهجرة "

اور وائل بن حجر مدینہ میں نو (۹) ہجری کو مسلمان ہوئے تھے۔

[عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴]

۹ھ میں جو وفود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے، حافظ ابن کثیر الدمشقی نے ان میں وائل رضی اللہ عنہ کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷۱]

اس کے بعد (اگلے سال ۱۰ھ) آپ دوبارہ آئے تھے، اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا ہی مشاہدہ فرمایا تھا۔ [سنن ابی داود: ۷۲۷، صحیح ابن حبان، الاحسان ۳/۱۶۹ ح ۱۸۵۷]

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں رفع یدین نہیں چھوڑا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں بھی رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخبار الفقہاء والی روایت موضوع ہے۔

دلیل نمبر ۸:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے

اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۴ ح ۶۹۴، ۶۹۵]

یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری چار سالوں میں آپ کے ساتھ رہے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۲۲]

اس روایتِ مذکورہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام ابو حنیفہ کے استاد عطاء بن ابی رباح بھی رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں رکوع والا رفع یدین متروک یا منسوخ بالکل نہیں ہوا تھا لہٰذا ''اخبار الفقہاء'' والی روایت جھوٹی روایت ہے۔

دلیل نمبر ۹:

مشہور تابعی نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے وقت (چاروں مقامات پر) رفع یدین کرتے تھے۔ [صحیح بخاری ۱۰۲/۲ ح ۷۳۹]

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ رفع یدین کرتے رہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے آگے تھے۔

دلیل نمبر ۱۰:

نافع فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۱۵ وسندہ صحیح]

امام نووی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: " **بإسناده الصحيح عن نافع** "
نافع تک اس کی سند صحیح ہے۔ [المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۰۵]

یہ کس طرح ممکن ہے کہ رفع یدین بروایت ابن عمر منسوخ ہو جائے پھر اس کی "منسوخیت" کے بعد بھی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس نامعلوم و مجہول جاہل کو ماریں جو رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کسی ایک صحابی سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین ۴۰، ۷۶، والمجموع للنووی ۳/۴۰۵]

معلوم ہوا کہ رفع یدین نہ کرنے والا آدمی، صحابہ کرام میں سے نہیں تھا بلکہ کوئی مجہول و نامعلوم شخص ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

ان دلائل سابقہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ "اخبار الفقہاء والمحدثین" والی روایت موضوع اور باطل ہے لہٰذا غلام مصطفیٰ نوری بریلوی صاحب کا اسے "حدیث صحیح" کہنا جھوٹ اور مردود ہے۔ **وما علينا إلا البلاغ** (۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ)

رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ
ایک تحقیقی مضمون

تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کے سنت و (بلحاظِ لغت) مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین درج ذیل احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے:

1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

" رأیت رسول اللہ ﷺ إذا قام فی الصلوۃ رفع یدیه حتی تکونا حذو منکبیه ،وکان یفعل ذلك حین یکبر للرکوع و یفعل ذلك إذا رفع رأسه من الرکوع و یقول: ((سمع اللہ لمن حمدہ)) ولایفعل ذلك فی السجود "

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ،آپ جب نماز میں (تکبیر تحریمہ کے لئے) کھڑے ہوئے تو رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو گئے۔آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت ایسا ہی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی کرتے تھے اور فرماتے : ((سمع اللہ لمن حمدہ)) اور آپ ﷺ سجدوں میں (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

[البخاری:٧٣٦،مسلم:٣٩٠وترقیم دارالسلام:٨٦١۔٨٦٣]

2) ابوقلابہ (مشہور تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

أنه رأی مالك بن الحویرث إذا صلی کبر ثم رفع یدیه وإذا أراد أن یرکع رفع یدیه وإذا رفع رأسه من الرکوع رفع یدیه وحدث أن رسول اللہ ﷺ کا ن یفعل ھکذا"

انھوں نے مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ جب نماز پڑھتے ،تکبیر (اللہ اکبر)

کہتے پھر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو) رفع یدین کرتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ [مسلم: ۳۹۱/۲۴ والبخاری: ۷۳۷]

3) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں داخل ہوئے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا (کانوں تک) پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کپڑا الپیٹ لیا۔ پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو کپڑے سے ہاتھ باہر نکال کر رفع یدین کیا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا (اور) رفع یدین کیا، پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ [مسلم: ۴۰۱/۵۴]

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ دوسرے صحابۂ کرام نے اس حدیث کی تصدیق فرمائی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح]

نیز درج ذیل صحابۂ کرام سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

4) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

[جزء رفع الیدین للبخاری تحقیقی: (۱) وسندہ حسن، ابوداود: ۷۴۴، ۷۶۱، الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' ابن ماجہ: ۸۶۴ وصححہ ابن خزیمہ: ۵۸۴، واحمد بن حنبل (نصب الرایہ ۴۱۲/۱)]

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد: حسن الحدیث ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۶۸/۸، ۱۷۰)]

5) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [ابن خزیمہ: ۶۹۴، ۶۹۵ وسندہ حسن]

6) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [الدارقطنی: ۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

7) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [البیہقی فی السنن الکبریٰ ۷۳/۲ وقال: ''رواتہ ثقات'' وسندہ صحیح]

8) جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ

[مسند السراج، قلمی ص ۵۲ ومطبوع: ح ۹۲، وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۶۸ ابوالزبیر المکی نے سماع کی تصریح کردی

ہے اور ابوحذیفہ حسن الحدیث راوی ہے۔]

9) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ [ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین والی روایت متواتر ہے۔ دیکھیے نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر ص ۳۱، ۳۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد درج ذیل صحابہ کرام رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین پر (بغیر کسی انکار کے) عمل پیرا تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

[البخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح، وأخطأ من أعله وقال البغوي: هذا الحديث صحيح (شرح السنۃ ۳/ ۲۱)]

2) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [البخاری: ۷۳۷ ومسلم: ۳۹۱]

3) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [الدارقطنی ۱/ ۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

4) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [البیہقی ۲/ ۷۳ وسندہ صحیح]

5) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما [البیہقی ۲/ ۷۳ وقال: "رواتہ ثقات" وسندہ صحیح]

6) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما [عبدالرزاق فی المصنف ۲/ ۶۹ ح ۲۵۲۳، ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ وسندہ حسن]

7) انس بن مالک رضی اللہ عنہ [جزء رفع یدین: ۲۰ وسندہ صحیح]

8) جابر رضی اللہ عنہ [مسند السراج قلمی ص ۲۵ وسندہ حسن]

9) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح]

10) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

[الخلافیات للبیہقی بحوالہ شرح الترمذی لابن سید الناس، قلمی ج ۲ ص ۲۱۷ وسندہ حسن]

مشہور تابعی، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [البیہقی فی السنن الکبریٰ ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح]

صحابہ کرام کے ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے باسند صحیح وحسن: ترکِ رفع الیدین

قبل الرکوع و بعدہ ثابت نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی ایک صحابی سے بھی رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے''

[جزء رفع الیدین: ۷۷ والمجموع شرح المہذب للنووی ۳/۴۰۵]

لہٰذا معلوم ہوا کہ رفع یدین کے عمل پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

اگر رفع یدین متروک یا منسوخ ہوتا تو صحابہ کرام بالاتفاق اس پر عمل نہ کرتے، ان کا اتفاق واجماع یہ ثابت کر رہا ہے کہ ترکِ رفع یدین یا منسوخیت کا دعویٰ، سرے سے ہی باطل ہے۔ مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نماز میں آدمی جو (مسنون) اشارہ کرتا ہے تو اسے ہر اشارے کے بدلے (ہر انگلی پر) ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔

[الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ۱۷ص ۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن]

یہ اثر حکماً مرفوع ہے اور مرفوعاً بھی مروی ہے دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ (ج ۷ ص ۸۴۸ ح ۳۲۸۶) عموم قرآن (سورۃ الانعام: ۱۶۱) بھی اس کا مؤید ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ، محدث فقیہ مشہور نے اس اثر سے یہ ثابت کیا ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر، ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ وسندہ صحیح) امام اہلِ سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس اثر سے ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' پر استدلال کرتے ہیں۔

[دیکھئے مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۷ والتلخیص الحبیر ۱/۲۲۰]

مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد

اب مخالفین رفع یدین، تارکین اور مدعیان نسخ کے شبہات کا مختصر اور جامع جائزہ پیشِ خدمت ہے:

1) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟

پھر انھوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہیں کیا مگر صرف پہلی دفعہ

[ابوداود: ۷۴۸ من طریق سفیان (الثوري) عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود به وقال:" هذا حدیث مختصر من حدیث طویل و لیس هو بصحیح علٰی هذا اللفظ" الترمذی: ۲۵۷ وقال:" حدیث حسن " النسائی: ۱۰۲۷، ۱۰۵۹، یہ روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔]

اس روایت کی سند میں ایک راوی امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس ہیں اور روایت عن سے کر رہے ہیں لہٰذا اصولِ حدیث کی رُو سے یہ سند ضعیف ہے۔

سفیان الثوری کے شاگرد ابو عاصم (الضحاک بن مخلد النبیل) ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

" نری أن سفیان الثوري إنما دلسه عن أبي حنیفة "

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک سفیان ثوری نے اس روایت میں ابو حنیفہ سے تدلیس کی ہے۔[سنن الدارقطنی ۳/ ۲۰۱ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان البستی فرماتے ہیں:

"وأما المدلسون الذین هم ثقات و عدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بینوا السماع فیما رووا مثل الثوري و الأعمش و أبي إسحاق و أضرابهم...."

اور مدلس جو ثقہ و عادل ہیں جیسے (سفیان) ثوری، اعمش اور ابو اسحاق (السبیعی) وغیرہم تو ہم ان کی (بیان کردہ) احادیث سے حجت نہیں پکڑتے الا یہ کہ انھوں نے سماع کی تصریح کی ہو۔ [الاحسان، طبع مؤسسۃ الرسالۃ ۱/۱۶۱ قبل ح ۱]

قسطلانی، عینی اور کرمانی فرماتے ہیں:

سفیان (ثوری) مدلس ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی الا یہ کہ دوسری سند سے (اس روایت میں) سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

[ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، للقسطلانی ج ۱ ص ۲۸۶، عمدۃ القاری للعینی ج ۳ ص ۱۱۲، شرح الکرمانی ج ۳ ص ۶۲]

ابن الترکمانی الحنفی نے کہا: " الثوري مدلس و قد عنعن "ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔ [الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲]

تفصیل کے لئے دیکھئے میرا رسالہ " التأسيس في مسألة التدليس " [ص ۳۲،۲۰]

تنبیہ اول

سفیان ثوری کی اس معنعن روایت کی نہ کوئی متابعت ثابت ہے اور نہ کوئی شاہد، العلل للدارقطنی میں متابعت والا حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تنبیہ ثانی

امام ابن المبارک، الشافعی، ابو داود اور دارقطنی وغیرہم/ جمہور محدثین نے اس روایت کو غیر ثابت شدہ اور ضعیف قرار دیا ہے۔

2) یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ثقہ تابعی) سے روایت کی ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کانوں تک رفع یدین کرتے تھے (اور) پھر دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

[ابوداود: ۷۵۲ وقال: ھٰذا الحدیث لیس بصحیح]

یہ روایت یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یزید کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یزید بن ابی زیاد کی متابعت میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت

پیش کی جاتی ہے۔

[ابو داود: ۷۴۹ وسندہ ضعیف، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے لی ہے۔ (کتاب العلل لاحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۴۳ رقم ۶۹۳ ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۹ مخطوط) لہٰذا یہ متابعت مردود ہے۔]

اس روایت میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ دیکھئے فیض الباری لأنور شاہ الکشمیری الدیوبندی (ج ۳ ص ۱۶۸)

3) باطل سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ شروع نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

[الدارقطنی ۲۹۵/۱ ح ۱۱۲۰ وقال: ''تفرد بہ محمد بن جابر وکان ضعیفاً'']

اس کا راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ [مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹۱]

امام احمد بن حنبل نے محمد بن جابر کی اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ [کتاب العلل ج ۱ ص ۱۴۴ رقم ۷۰۱]

حاکم نیشاپوری نے کہا: ''هذا إسناد ضعيف'' [معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۲۰]

اس روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے۔

[دیکھئے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰ وقال: '' ولا يقبل من حديث حماد بن أبي سليمان إلاما رواه عنه القدماء: شعبة و سفيان الثوري و الدستوائي و من عدا هؤلاء رووا عنه بعد الإختلاط'' حماد بن ابی سلیمان کی صرف وہی حدیث مقبول ہے جسے شعبہ، ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ سب لوگوں نے حماد کے اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔]

4) بعض لوگ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی سے ایک روایت '' فلا یرفع '' (ح ۶۱۴) پیش کرتے ہیں حالانکہ مسند حمیدی کے دو قدیم نسخوں اور حسین سلیم اسد الدارانی (الشامی) کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی میں ''فلا یرفع'' کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ رفع یدین کا اثبات ہے۔

[مطبوعہ دار السقا، دمشق، داریا، ج ۱ ص ۵۱۵ ح ۶۲۶]

حسین الدارانی کے نسخے میں حدیثِ مذکور کی سند و متن پیشِ خدمت ہے:

"٦٢٦۔ حدثنا الحميدي قال: حدثنا سفيان قال: حدثنا الزهري قال: أخبرني سالم بن عبد الله عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه و إذا أراد أن يركع و بعد ما يرفع رأسه من الركوع و لا يرفع بين السجدتين"

ابو نعیم الاصبہانی نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں یہ روایت حمیدی کی سند سے اسی سند و متن کے ساتھ نقل کی ہے۔ [ج ۲ ص ۱۲ ح ۸۵۶]

5) بعض لوگ مسند ابی عوانہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں "لا یرفعھما" سے پہلے "و" گر گئی ہے حالانکہ مسند ابی عوانہ کے دو قلمی نسخوں میں یہ "و" موجود ہے جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے نفی نہیں ہوتی۔

6) بعض لوگ ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں ترکِ رفع یدین کا ذکر نہیں ہوتا مثلاً المدونۃ الکبریٰ (ج ۱ ص ۷۱) کی روایت وغیرہ، حالانکہ ایک روایت میں ذکر موجود ہونے کے بعد دوسری روایت میں عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں آتا۔

[نیز دیکھئے الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ج ۲ ص ۳۱۷، الدرایہ مع الہدایہ ج ۱ ص ۱۷۷]

دوسرے یہ کہ المدونۃ الکبریٰ غیر ثابت اور غیر مستند کتاب ہے۔ دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۴۳)

7) بعض لوگ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

[مسلم: ۴۳۰ وترقیم دارالسلام: ۹۶۸]

یہ روایت مسند احمد (ج ۵ ص ۹۳ ح ۲۱۱۶۶) میں "وھم قعود" (اور وہ بیٹھے ہوئے تھے) کے الفاظ کے ساتھ مختصراً موجود ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت قیام

والے رفع یدین کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس میں قعدے (تشہد) والی حالت بیٹھنے میں ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ شیعہ "حضرات" کرتے ہیں۔ جس کا مشاہدہ آج بھی کیا جا سکتا ہے۔ شیعہ کے رد والی حدیث کو اہلِ سنت کے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا ظلمِ عظیم ہے۔

اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کرنے والے کو "**لا یعلم**" (بے علم) قرار دیا ہے۔ [جزء رفع الیدین تحقیقی: ۳۷]

امام نووی اس استدلال کو بدترین جہالت کہتے ہیں۔ [المجموع شرح المہذب ج۴ ص۴۰۳]

محمود حسن دیوبندی "اسیر مالٹا" فرماتے ہیں کہ

"باقی اذناب الخیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقتِ سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو منع فرما دیا"

[الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی ص۶۳، تقاریر شیخ الہند ص۶۵]

محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ

"لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے" [درس ترمذی ج۲ ص۳۶]

معلوم ہوا کہ رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف ایک روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

مسئلہ رفع الیدین اور طاہر القادری صاحب

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين،أما بعد:

''پی ایچ ڈی'' والے ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے'' المنهاج السوي من الحديث النبوي '' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں بریلوی مسلک کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر انھوں نے ''تکبیر اولیٰ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان'' کا عنوان مقرر کر کے رفع یدین کے خلاف چودہ (۱۴) روایات مع حوالہ پیش کی ہیں۔[ص ۲۲۳ تا ۲۲۹]

اس مضمون میں ان روایات پر تبصرہ و تحقیق پیش خدمت ہے:

تنبیہ: عربی عبارات اور بہت سی تخریجات کو اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، صرف روایت نمبر: ۲۵۹/۱۲ کو مع عربی عبارت نقل کیا گیا ہے۔

طاہر القادری صاحب کی پہلی دلیل (۲۴۸/۱):

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔'' [صحیح بخاری: ۱/۲۷۱ ح ۷۵۱....] (المنہاج السوی ص ۲۲۳)

تبصرہ:

ہمارے نسخہ میں اس روایت کا نمبر ۷۸۴ ہے۔ اس حدیث میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف یہی مسئلہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سجدوں سے) اٹھتے اور جھکتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔ تمام اہلِ حدیث کا اس مسئلے پر عمل ہے۔ والحمد للہ

اس روایت میں پہلے رفع یدین کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ اصول میں یہ مسئلہ مقرر

ہے کہ ایک روایت میں ذکر ہو اور دوسری میں ذکر نہ ہو تو عدمِ ذکر نفیِ ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

ابن الترکمانی (حنفی) لکھتے ہیں کہ

"ومن لم یذکر الشيَ لیس بحجة علٰی من ذکرہ"

اور جو شخص ذکر نہ کرے اس کی بات اس پر حجت نہیں ہے جو ذکر کرے۔

[الجوہر النقی ج ۴ ص ۳۱۷]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ

"اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی بنسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔

واللہ اعلم" [فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۰۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور]

جس طرح اس روایت کو تکبیرِ اولیٰ والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے اسی طرح اسے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا بھی غلط ہے۔ نیز دیکھئے تیسری دلیل مع تبصرہ (۲۵۰/۳)

دوسری دلیل (۲۴۹/۲):

"حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انھیں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے میری نماز رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔"

[صحیح بخاری: ۱/۲/۱۷ ح ۷۵۲ و صحیح مسلم: ۱/۱۹۳ ح ۳۹۲...] (المنہاج السوی ص ۲۲۳)

تبصرہ:

یہ روایت صحیح بخاری والے ہمارے نسخہ میں نمبر ۷۸۵ پر ہے۔ صحیح مسلم کے دارالسلام والے نسخہ میں اس کا نمبر ۸۶۷ ہے۔

اس روایت میں بھی رفع یدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ (سجدوں میں) جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہنے کا ذکر ہے لہٰذا اس روایت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔

فائدہ: عطاء (بن ابی رباح) فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ (نماز کے لئے) تکبیر کہتے وقت، اور رکوع کرتے وقت (اور رکوع سے اُٹھتے وقت) رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۲۲ وسندہ صحیح]

تیسری دلیل (۲۵۰/۳):

”حضرت مطرف بن عبداللہ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی جب سر اُٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اُٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد کرادی ہے۔ (یا فرمایا:) انھوں نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔“

[صحیح بخاری: ۱/۲۷۱ ح ۷۵۳ و صحیح مسلم: ۱/۲۹۵ ح ۳۹۳ ...] (المنہاج السوی ص ۲۲۴)

تبصرہ:

یہ روایت صحیح بخاری (۷۸۶) اور صحیح مسلم (ترقیم دارالسلام: ۸۷۳) میں موجود ہے لیکن اس روایت میں بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ سجدوں اور دو رکعتوں سے قیام پر تکبیرات کا مسئلہ ہے لہٰذا اس روایت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا مردود ہے ورنہ پھر اس طرزِ استدلال کی وجہ سے تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی متروک یا منسوخ ہو جائے گا!

فائدہ: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز (پڑھنے) کے لئے کھڑے ہوتے وقت، رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری: ۱ وسندہ حسن واللفظ لہ، سنن الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ”حسن صحیح“ صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۴، و صحیح ابن حبان بحوالہ عمدۃ القاری للعینی ۵/۲۷۷]

اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

[دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۸/۱۶۸، ۱۷۰]

محدثین کرام کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین ثابت نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱ بتحقیقی والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۰، ۸۱ مسائل احمد ۱/۲۴۳]

چوتھی دلیل (۴/۲۵۱):

''حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے جب کہ رکوع سے اپنی پشت مبارک کو سیدھا کرتے پھر سیدھے کھڑے ہو کر رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اُٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدے سے سر اُٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری ہو جاتی اور جب دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔''

[صحیح بخاری: ۱/۱۰۲ ح ۷۵۶ و صحیح مسلم: ۱/۲۹۳ ح ۳۹۲] (المنہاج السوی ص ۲۲۵)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخہ میں، صحیح بخاری (۷۸۹) و صحیح مسلم (دارالسلام: ۸۶۸) میں موجود ہے۔ اس روایت میں بھی ترک رفع یدین کا کوئی مسئلہ مذکور نہیں ہے بلکہ ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' اور ''رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ'' کے ساتھ ساتھ تکبیروں کا بیان ہے لہٰذا اس حدیث کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔ محدثین کرام میں سے کسی قابلِ اعتماد محدث نے ایسی روایات کو رفع یدین کے خلاف پیش نہیں کیا۔ حدیث نمبر ۲ کے تبصرہ میں راقم الحروف نے ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ لہٰذا راوی کے عمل کے بعد اس روایت سے ترکِ رفع یدین کا مسئلہ

کشید کرنا راویِ حدیث کی صریح مخالفت کے مترادف ہے۔

پانچویں دلیل (۲۵۲/۵):

"ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ وہ فرض ہوتی یا دوسری، ماہِ رمضان میں ہوتی یا اس کے علاوہ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر " سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ " کہتے۔ پھر سجدہ کرنے سے پہلے" رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ" کہتے۔ پھر جب سجدے کے لئے جھکتے تو " اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب (دوسرا) سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے، اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ پھر فارغ ہونے پر فرماتے: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم سب میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تادمِ وصال اسی طریقہ پر نماز ادا کی۔"

[صحیح بخاری: ۱/۲۷۶ ح ۷۷۰....] (المنہاج السوی ص ۲۲۶)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخۂ صحیح بخاری میں نمبر ۸۰۳ پر موجود ہے۔

اس حدیث میں بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور تکبیرات کا ذکر ہے لیکن رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔

حدیث نمبر ۲ کے تبصرہ میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری

نماز وہی ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ اس طریقۂ استدلال سے خود بخود ثابت ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز رفع یدین والی تھی، آپ سے ترکِ رفع یدین باسند صحیح یا حسن قطعاً ثابت نہیں ہے۔

چھٹی دلیل (۲۵۳/۶):

”حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟ اور یہ نماز کے معینہ اوقات کے علاوہ کی بات ہے۔ سوانھوں نے قیام کیا، پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی پھر سر اُٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا، پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا۔ انھوں نے ہمارے ان بزرگ حضرت عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب کا بیان ہے وہ ایک ایسا کام کرتے جو میں نے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ دوسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور جو بڑا ہو وہ تمھاری امامت کرے۔“

[صحیح بخاری: ۲۸۲/۱ ح ۷۸۵] (المنہاج السوی ص ۲۲۶، ۲۲۷)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخۂ صحیح بخاری میں نمبر ۸۱۸، ۸۱۹ پر موجود ہے۔

اس حدیث میں بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ جبکہ طاہر القادری صاحب کے استدلال کے سراسر برعکس ابو قلابہ (تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے (سیدنا) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو شروع نماز، رکوع سے پہلے

اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۷۳۷ وصحیح مسلم: ۳۹۱ وترقیم دارالسلام: ۸۶۴ واللفظ لہ]

آپ نے دیکھ لیا کہ اس متفق علیہ حدیث سے دو مسئلے ثابت ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابو قلابہ تابعی کے سامنے سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔

لہٰذا جو لوگ ترکِ رفع یدین یا منسوخیتِ رفع یدین کے دعویدار ہیں، اُن کا دعویٰ باطل ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ طاہر القادری صاحب نے نمبر بڑھانے کے لئے چھ غیر متعلقہ، عدمِ ذکر والی روایات پیش کی ہیں جن کا ترکِ رفع یدین کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب ان کی پیش کردہ دوسری روایات پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

ساتویں دلیل (۲۵/۷):

''حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اکرم ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اُٹھائے۔'' امام نسائی کی بیان کردہ روایت میں ہے: ''پھر انہوں نے ہاتھ نہ اُٹھائے۔''

[ابو داود: ۱/۲۸۶ ح ۷۴۸، ترمذی: ۱/۲۹۷ ح ۲۵۷، نسائی: ۲/۱۳۱ ح ۱۰۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۲۲۱، ۳۵۱ ح ۶۴۵، ۱۰۹۹، مسند احمد: ۱/۳۸۸، ۴۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۱] (المنہاج السوی ص ۲۲۷)

تبصرہ:

ان تمام کتابوں میں یہ روایت ''سفیان الثوري عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة'' کی سند سے مروی ہے۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ مشہور مدلس ہیں۔

ابن الترکمانی (حنفی) نے کہا:

" الثوري مدلس "ثوری مدلس ہیں۔ [الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲]

عینی حنفی نے کہا:

سفیان مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

[عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲ تحت ح ۲۱۴]

یہی بات قسطلانی نے بھی لکھی ہے۔ [ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۸۶]

احمد رضا خان بریلوی صاحب فرماتے ہیں کہ

"اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے"

[فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۴۵ طبعہ محققہ]

احمد رضا خان صاحب مزید فرماتے ہیں کہ

"اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول ہے۔" [فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۶۶]

محمد عباس رضوی بریلوی لکھتے ہیں کہ

"یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصولِ محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔"

[مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹ مطبوعہ: مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور]

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ یہ روایت غیر مقبول، نامقبول اور مردود ہے۔

آٹھویں دلیل (۲۵۵/۸):

"حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ سفیان نے اپنی سند کے ساتھ ہم سے حدیث بیان کی (کہ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ نے) پہلی دفعہ ہی ہاتھ اُٹھائے ،اور بعض نے کہا: ایک ہی مرتبہ ہاتھ اُٹھائے ـ" [ابوداود: ۲۸۶/۱ ح ۷۴۹] (المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

یہ روایت بھی سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے حدیث نمبر ۲۵۴/۷ کا تبصرہ۔ یاد رہے کہ ابو حذیفہ وغیرہ صحابی نہیں بلکہ راویانِ حدیث تھے۔

نویں دلیل (۲۵۶/۹):

" حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے ،اور پھر ایسا نہ کرتے ـ"

[ابو داود: ۲۸۷/۱ ح ۷۵۰ ومصنف عبدالرزاق: ۷۰/۲ ح ۲۵۳۰ ومصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳/۱ ح ۲۴۴۰ وسنن الدارقطنی: ۲۹۳/۱ وشرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۵۳/۱ ح ۱۱۳۱] (المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

اس روایت کا بنیادی راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ہے۔ اس کے بارے میں محدث دارقطنی نے فرمایا: "ضعیف یخطئ کثیراً" وہ ضعیف تھا اور بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔ [سوالات البرقانی للدارقطنی: ۵۶۱]

بیہقی نے فرمایا: "غیر قوي" وہ قوی نہیں تھا۔ [السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶]

حافظ ابن حجر نے فرمایا:

" والجمهور علی تضعیف حدیثه "

اور جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ہدی الساری ص ۴۵۹]

بوصیری نے کہا:

" وضعفه الجمهور "اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

[زوائد سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۶]

اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) اس روایت کے

بارے میں فرماتے ہیں کہ ”یہ روایت صحیح السند نہیں ہے“

[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری ج ۳ ص ۲۶۴ رقم: ۱۲۳۹]

ڈاکٹر صاحب کو اس قسم کی کمزور اور کچی روایت پیش نہیں کرنی چاہئے تھی۔

دسویں دلیل (۲۵۷/۱۰):

”حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، پھر نماز میں کسی اور جگہ ہاتھ نہ اُٹھاتے اور یہ عمل حضور نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کرتے۔“ [اخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید ۱/۳۵۵]

(المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

طاہر القادری صاحب کی تخریج ”رواه أبو حنيفة“ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے حالانکہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اسے خوارزمی (متوفی ٦٦٥ھ) نے ”أبو محمد البخاري عن رجاء بن عبدالله النهشلي عن شقيق بن إبراهيم عن أبي حنيفة ...“ کی سند سے روایت کیا ہے۔ [جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵]

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی کے بارے میں ابو احمد الحافظ (حاکم کبیر) نے فرمایا: ”كان عبدالله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج الحديث“

استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۷۸ رقم: ۳۸۸ دوسرا نسخہ ص ۱۵۴، ۱۵۵ وسندہ صحیح]

اس شخص کی توثیق کسی نے نہیں کی۔ اس پر شدید جرحوں کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۴۹۶) ولسان المیزان (۳/۳۴۸، ۳۴۹) والکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث (ص ۲۴۸)

حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔ [۱۷۶/۱ رقم: ۲۲۹۷]

رجاء بن عبداللہ النہشلی کے حالات اور شخصیت نامعلوم ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے لہٰذا اسے "رواہ أبو حنیفة" کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔

گیارہویں دلیل (۲۵۸/۱۱):

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، یہ سب حضرات صرف نماز کے شروع میں ہی اپنے ہاتھ بلند کرتے تھے۔"

[سنن الدارقطنی ۱/۲۹۵، مسند ابی یعلیٰ ۸/۴۵۳ ح ۵۰۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۹، مجمع الزوائد ۲/۱۰۱] (المنہاج السوی ص ۲۲۸، ۲۲۹)

تبصرہ:

اس روایت کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

زیلعی حنفی فرماتے ہیں کہ "و محمد بن جابر: ضعیف" اور محمد بن جابر ضعیف ہے۔

[نصب الرایہ ج ۱ ص ۶۱]

جو راوی خود حنفیوں کے نزدیک بھی ضعیف ہے اس کی روایت ڈاکٹر صاحب کیوں پیش کر رہے ہیں؟

یہ روایت امام دارقطنی رحمہ اللہ سنن الدارقطنی میں روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "تفرد به محمد بن جابر و کان ضعیفاً" اس کے ساتھ محمد بن جابر منفرد (اکیلا) ہے اور وہ ضعیف تھا۔ [ج ۱ ص ۲۹۵ ح ۱۱۲۰]

مسند ابی یعلیٰ کے محقق حسین سلیم اسد نے لکھا: "إسنادہ ضعیف" اس کی سند ضعیف ہے [۸/۴۵۳] یاد رہے کہ اسی نسخے کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے دے رکھا ہے۔

امام بیہقی نے یہ روایت ذکر کر کے امام دارقطنی سے نقل کیا کہ محمد بن جابر ضعیف تھا۔

[السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۷۹، ۸۰]

امام بیہقی بذاتِ خود دوسری جگہ محمد بن جابر الیمامی کو ضعیف لکھتے ہیں۔

[السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۱۳۴، ۱۳۵]

حافظ ہیثمی نے یہ حدیث مجمع الزوائد میں ذکر کر کے فرمایا:

" رواه أبو يعلىٰ وفيه محمد بن جابر الحنفي اليمامي وقد اختلط عليه حديثه وكان يلقن فيتلقن "

اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا اور اس میں محمد بن جابر حنفی (قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک فرد) یمامی ہے۔ اس کی حدیث اُس پر گڈ مڈ ہو گئی تھی اور وہ تلقین قبول کر لیتا تھا [پنجابی زبان کا ''لائی لگ'' تھا] [ج ۲ ص ۱۰۱]

حافظ ہیثمی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

" وفيه محمد بن جابر السحيمي وهو ضعيف "

اور اس میں محمد بن جابر السحیمی (الیمامی) ضعیف ہے۔

[مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۸ باب ماجاء فی القود والقصاص ومن لاقود علیہ]

آپ نے دیکھ لیا کہ اس روایت کے راوی کو ذکر کرنے والے محدثین بھی ضعیف ہی کہتے ہیں لیکن پھر بھی ڈاکٹر صاحب ایسی کمزور روایت اپنے استدلال میں پیش کر رہے ہیں۔

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''هٰذا حديث منكر'' یہ حدیث منکر ہے۔

[المسائل، روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۲ ت ۳۲۷]

بارہویں دلیل (۲۵۹/۱۲):

" عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتّٰى يحاذي بهما، وقال بعضهم: حذو منكبيه، وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع، لا يرفعهما وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدتين، رواه أبو عوانة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ

آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھایا اور جب آپ ﷺ رکوع کرنا چاہتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے، اور بعض نے کہا دونوں سجدوں کے درمیان (ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے۔"

[ابوعوانہ ۴۲۳/۲ ح ۱۵۷۲] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

یہ روایت مسند ابی عوانہ کے دو قلمی نسخوں میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

"عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذومنكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد"

ان میں ایک قلمی نسخہ ہمارے استاد محترم پیر جھنڈا شیخ الاسلام ابو القاسم محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے کتب خانہ سعیدیہ میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ (عکس) مدینہ یونیورسٹی میں موجود ہے۔

طاہر القادری صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے جبکہ صحیح ترجمہ درج ذیل ہے:

"سالم اپنے ابا (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے حتیٰ کہ دونوں (ہاتھ) برابر ہو جاتے اور بعض نے کہا: آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد (رفع یدین کرتے تھے) اور دونوں (ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے اور بعض نے کہا: اور سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے اور معنی ایک ہے۔"

معلوم ہوا کہ " **لا يرفعهما** " کا تعلق " **بين السجدتين** " سے ہے " **من**

الرکوع ''سے نہیں ہے۔ ''والمعنٰی واحد'' کے الفاظ بھی صاف صاف اسی کی تائید کر رہے ہیں۔ مگر صد افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے دیوبندیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس روایت کو رفع یدین کے خلاف پیش کر دیا ہے حالانکہ یہ حدیث رفع یدین کے اثبات کے ساتھ ''سالم عن أبیه'' کی سند سے صحیح بخاری (۷۳۶) وصحیح مسلم (ح ۳۹۰ ترقیم دارالسلام: ۸۶۱) میں موجود ہے۔

محدث ابوعوانہ الاسفرائنی والی روایت میں ان کے تین استادوں کے نام مذکور ہیں:

عبداللہ بن ایوب المخرمی، سعدان بن نصر اور شعیب بن عمرو (دیکھئے ج ۲ ص ۹۰)

سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی میں ''ولا یرفع بین السجدتین'' اور آپ سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے (۶۹/۲) کے الفاظ سے موجود ہے۔ جبکہ ''سالم عن أبیه'' والی یہی روایت صحیح مسلم میں ''ولا یرفعهما بین السجدتین'' اور آپ دونوں ہاتھ سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے (ح ۳۹۰ وترقیم دارالسلام: ۸۶۱) کے الفاظ سے موجود ہے۔ ابوعوانہ رحمہ اللہ نے راویوں کے درمیان الفاظ کے اس اختلاف ''ولا یرفعهما'' اور ''ولا یرفع'' کو جمع کر کے ''والمعنیٰ واحد'' کہہ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کا تعلق سجدوں کے درمیان سے ہے، رکوع کے بعد سے نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ ''ولا یرفعهما'' کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین سے ملا دینا غلط ہے۔

تیرھویں دلیل (۲۶۰/۱۳):

''حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اُٹھاتے، پھر (بقیہ نماز میں ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے۔''

[شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۹۴ ح ۱۳۲۹] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

ڈاکٹر صاحب کے پاس مرفوع حدیثیں ختم ہوگئیں۔ اب انھوں نے آثار پیش کرنے شروع کر دیئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے اس پیش کردہ اثر کے ایک راوی ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس تھے۔

[دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۸، أسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱، کتاب المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی: ۲، التبیین لأسماء المدلسین لسبط ابن العجمی: ۲]

یہ روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔ دیکھئے ساتویں دلیل (۲۵۴/۷) پر تبصرہ

اس کے برعکس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ دیکھئے شرح سنن الترمذی لابن سید الناس (قلمی ج ۲ ص ۲۱۷)

اس کی سند حسن ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹) بلکہ آپ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۱۵ وسندہ صحیح]

لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ان کے علاوہ درج ذیل صحابۂ کرام سے بھی رفع یدین ثابت ہے:

۱۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [صحیح بخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱/۸۶۴]

۲۔ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [مسائل الامام احمد، روایۃ صالح بن أحمد بن حنبل، قلمی ص ۱۷۴ وسندہ صحیح]

۳۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۴۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۵۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ۲/۳۴۹ کا تبصرہ]

۶۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵]

۷۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح]

۸۔ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ [مسند السراج ص ۶۲، ۶۳ ح ۹۲ وسندہ حسن]

مشہور تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔
[السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۵ وسندہ صحیح]

منکرینِ رفع یدین، آثار کے معاملے میں بھی بالکل تہی دامن ہیں۔

چودھویں اور آخری دلیل (۲۶۱/۱۴):

"عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیرِ تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اُٹھاتے تھے پھر دورانِ نماز نہیں اُٹھاتے تھے۔"
[ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۴] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

یہ بھی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک غیر ثابت شدہ اثر ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب میں آخری دلیل ہے۔ [دیکھئے المنہاج السوی من الحدیث النبوی ص ۲۲۹]

اس اثر کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے صحیح نہیں کہا جب کہ امام احمد نے اس پر جرح کی ہے۔ [دیکھئے المسائل، روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۳ ت ۳۲۹]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" فلم يثبت عند أحد منهم علم في ترك رفع الأيدي عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن أحد من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم أنه لم يرفع يديه "

ان (علماء) میں سے کسی ایک کے پاس بھی ترکِ رفع یدین کا علم نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (ثابت) ہے اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔

[جزء رفع الیدین:۴۰]

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

"فأثر علي رضي الله عنه ضعيف لا يصح عنه وممن ضعفه البخاري"

پس علی رضی اللہ عنہ (کی طرف انتساب) والا اثر ضعیف ہے۔ آپ سے صحیح ثابت نہیں ہے، اسے ضعیف کہنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔ [البدر المنیر ج۳ ص۴۹۹]

اس کے برعکس سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے تیسری دلیل (۲۵۰/۳) کا تبصرہ، اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے "صحیح" قرار دیا ہے۔ [علل الخلال بحوالہ البدر المنیر ۴۶۶/۳]

آپ نے دیکھ لیا کہ رفع یدین کے خلاف طاہر القادری صاحب نے تین قسم کی روایات پیش کی ہیں: ۱۔ غیر متعلق روایات ۲۔ ضعیف روایات ۳۔ ضعیف آثار

جبکہ صحیح احادیث و آثار سے رفع یدین (قبل الرکوع وبعدہ) کا کرنا ہی ثابت ہے۔

غالباً اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں کہ

" والذي يرفع أحب إلي ممن لا يرفع " إلخ

اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہے جو رفع یدین نہیں کرتا۔ [حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص۱۰، اذکار الصلوٰۃ وہیآتہا المندوب إلیہا]

یہ قول بطورِ الزام پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر وہ مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو جزء رفع الیدین للبخاری اور البدر المنیر لابن الملقن کی طرف رجوع کریں۔ وما علینا إلا البلاغ (۸ محرم ۱۴۲۷ھ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر اور ترکِ رفع یدین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ [المؤمنون:۲]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ولا یرفعون أیدیهم فی الصلوٰة" اور نماز میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

[دیکھئے التفسیر المنسوب إلی ابن عباس ص ۲۱۲]

بعض لوگ درج بالا عبارت کا درج ذیل ترجمہ کرتے ہیں:

''جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے''

[مجموعہ رسائل اوکاڑوی ج ۱ ص ۱۸۲، تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۶]

عرض ہے کہ یہ ساری کی ساری تفسیر مکذوب وموضوع ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں ہے۔

اس تفسیر کے شروع میں درج ذیل سند لکھی ہوئی ہے:

" (أخبرنا) عبدالله الثقة ابن المأمور الهروي قال: أخبرنا أبي قال: أخبرنا أبو عبدالله قال: أخبرنا أبو عبيدالله محمود بن محمد الرازي قال: أخبرنا عمار بن عبدالمجيد الهروي قال: أخبرنا علي بن إسحاق السمرقندي عن محمد بن مروان عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس قال..." [تنویر المقباس، تفسیر ابن عباس للفیروزآبادی الشافعی ص ۲]

اس تفسیر کی سند کے دو بنیادی راوی (۱) محمد بن مروان السدی (۲) اور محمد بن السائب الکلبی دونوں کذاب ہیں۔

محمد بن مروان السدی کا تعارف

محمد بن مروان السدی کے بارے میں محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ بخاری نے کہا: سکتوا عنه یہ متروک ہے۔ [التاریخ الکبیر ۱/۲۳۲]
لا يكتب حديثه البتة، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔ [الضعفاء الصغیر: ۳۵۰]

۲۔ یحییٰ بن معین نے کہا: ليس بثقة وہ ثقہ نہیں ہے۔ [الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۸۶ وسندہ صحیح]

۳۔ ابو حاتم رازی نے کہا: هو ذاهب الحديث، متروك الحديث، لا يكتب حديثه البتة، وہ حدیث میں گیا گزرا ہے، متروک ہے، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔
[الجرح والتعدیل ۸/۸۶]

۴۔ نسائی نے کہا: "يروي عن الكلبي ، متروك الحديث" وہ کلبی سے روایت کرتا ہے، حدیث میں متروک ہے۔ [الضعفاء والمتروکون: ۵۳۸]

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: وهو ضعيف غير ثقة [المعرفۃ والتاریخ ۳/۱۸۶]

۶۔ ابن حبان نے کہا: "كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحل كتابة حديثه إلا علىٰ جهة الإعتبار ولا الإحتجاج به بحال من الأحوال" یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا، پرکھ کے بغیر اس کی روایت لکھنا حلال نہیں ہے۔ کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ [المجروحین ۲/۲۸۶]

۷۔ ابن نمیر نے کہا: کذاب ہے۔
[الضعفاء الکبیر للعقیلی ۴/۱۳۶ وسندہ حسن، یاد رہے کہ الضعفاء الکبیر میں غلطی سے ابن نمیر کے بجائے ابن نصیر چھپ گیا ہے]

۸۔ حافظ ہیثمی نے کہا: "وهو متروك" [مجمع الزوائد ۸/۹۹] "أجمعوا علىٰ ضعفه" اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ [مجمع الزوائد ۱/۲۱۴]

۹۔ حافظ ذہبی نے کہا: "كوفي متروك متهم" [دیوان الضعفاء: ۳۹۶۹]

۱۰۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "متهم بالكذب" [تقریب التہذیب: ۶۲۸۴]

دیو بندی حلقہ کے نزدیک موجودہ دور کے ''امام اہلسنت'' سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے''

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔

[ضعفاء صغیر امام بخاری ص ۲۹]

اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ [ضعفاء امام نسائی ص ۵۲]

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام نے اس کو ترک کر دیا ہے اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل بین ہے۔ [میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲]

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ [کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۴]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵]

علامہ سبکی لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ [شفاء السقام ص ۳۷]

علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے (تذکرہ الموضوعات ص ۹۰)

جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ محض ہیچ ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا ''وکان یضع'' (خود جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جاسکتی۔'' [ازالۃ الریب ص ۳۱۶]

۲۔ یہی موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''صوفی صاحب نے اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے روایت تو خوب پیش کی ہے مگر ان کو سودمند نہیں کیونکہ ''سدی'' فنِ روایت میں ''ہیچ'' ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں ''ھو کذاب شتام'' وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا..... امام طبری فرماتے ہیں کہ اس کی

روایت سے احتجاج درست نہیں.....اس روایت کی مزید بحث ازالۃ الریب میں دیکھئے۔ان بے جان اور ضعیف روایتوں سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا''
[تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر ص ۷۷تا ۷۸]

۳۔ سرفراز صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کا نام محمد بن مروان ہے.....امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے (حیرت ہے کہ امام احمد بن حنبل جیسی نقاد حدیث شخصیت تو اس کی روایت کو ترک کرتی ہے مگر مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی جماعت اس کی روایت سے......)'' [تنقید متین ص ۱۶۸]

۴۔ موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کذاب اور وضاع ہے'' (اتمام البرہان ص ۴۵۵) ''صغیر کا نام محمد بن مروان'' ہے امام جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے؟'' [اتمام البرہان ص ۴۵۸]

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''آپ لوگ سُدی کی ''دُم'' تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔''
[اتمام البرہان ص ۴۵۷]

سرفراز خان صاحب مزید فرماتے ہیں:

''آپ نے خازن کے حوالے سے ''سدی کذاب'' کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی ''علمی رسوائی'' کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ ''داغ'' ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔'' [اتمام البرہان ص ۴۵۸]

تنبیہ: موجودہ دور میں رفع یدین کے خلاف ''تفسیر ابن عباس'' نامی کتاب سے استدلال کرنے والوں نے بقولِ سرفراز خان صفدر صاحب سُدی کی دُم تھام رکھی ہے اوران لوگوں کی پیشانی پر رُسوائی کا یہ داغ چمک رہا ہے۔

محمد بن السائب الکلبی کا تعارف

محمد بن السائب ، ابوالنضر الکلبی کے بارے میں محدثین کرام کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ سلیمان التیمی نے کہا: '' كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي '' کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔[الجرح والتعدیل ۲۷۰/۷ وسندہ صحیح]

۲۔ قرہ بن خالد نے کہا: '' كانوا يرون أن الكلبي يرزف يعني يكذب ''لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے۔[الجرح والتعدیل ۲۷۰/۷ وسندہ صحیح]

۳۔ سفیان ثوری نے کہا: ہمیں کلبی نے بتایا کہ تجھے جو بھی میری سند سے عن ابی صالح عن ابن عباس بیان کیا جائے تو وہ جھوٹ ہے اسے روایت نہ کرنا۔

[الجرح والتعدیل ۲۷۱/۷ وسندہ صحیح]

۴۔ یزید بن زریع نے کہا: کلبی سبائی تھا۔[الکامل لابن عدی ۲۱۲۸/۵ وسندہ صحیح]

۵۔ محمد بن مہران نے کہا: کلبی کی تفسیر باطل ہے۔[الجرح والتعدیل ۲۷۱/۷ وسندہ صحیح]

۶۔ جوزجانی نے کہا: كذاب ساقط [احوال الرجال:۳۷]

۷۔ یحییٰ بن معین نے کہا: ليس بشيء کلبی کچھ چیز نہیں ہے۔

[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری:۱۳۴۴]

۸۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: '' الناس مجتمعون علٰى ترك حديثه ، لا يشتغل به، هو ذاهب الحديث '' اس کی حدیث کے متروک ہونے پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کے ساتھ وقت ضائع نہ کیا جائے وہ حدیث میں گیا گزرا ہے۔[الجرح والتعدیل ۲۷۱/۷]

۹۔ حافظ ابن حجر نے کہا: '' المفسر متهم بالكذب ورمي بالرفض ''

[تقریب التہذیب:۵۹۰۱]

۱۰۔ حافظ ذہبی نے کہا: ’’ترکوہ‘‘ (محدثین نے) اسے ترک کردیا ہے۔

[المغنی فی الضعفاء:۵۵۴۵]

کلبی کے متعلق سرفراز خان صاحب نے لکھا ہے:

’’کلبی کا حال بھی سن لیجئے...... کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک ان میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے۔ ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشيءٍ، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحیٰی اور ابن مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کردی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزء نے فرمایا: میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریع سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ ’’أشهد أنه كافر‘‘ میں نے اس کے کفر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ

’’**يقول كان جبرائيل يوحي إلى النبي ﷺ فقام النبي لحاجته وجلس علي فأوحي إلٰى علي**‘‘

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی طرف وحی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کردی۔

(یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ موردِ وحی اور مہبطِ وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے...... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ

گئے ہوں گے، ممکن ہے یہ خلافت بلافصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہوگی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہوسکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو اور عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں، آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ:

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں — بہ پیش محمد شد و مقصود علی بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔ صفدر) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابو صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو "فهو كذب" (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام سب اس پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جا سکتی۔ علی بن الجنید، حاکم ابو احمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی روایت جھوٹ پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے، حافظ ابو عبداللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابو صالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه في الأحكام والفروع"

تمام اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات ص ۸۲]
اور علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے اور **فإذا انضم إليه محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب**. [تذکرۃ الموضوعات ص ۸۳ و اتقان ج ۲ ص ۱۸۹] اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔" [ازالۃ الریب ص ۳۱۶،۳۱۶] نیز دیکھئے تنقید متین ص ۱۶۷، ۱۶۹

اس سند کا تیسرا راوی ابو صالح باذام: ضعیف ہے۔

ابو صالح باذام کا تعارف

۱۔ ابو حاتم الرازی نے کہا: **يكتب حديثه ولا يحتج به** [الجرح والتعدیل ۲/۴۳۲]
۲۔ نسائی نے کہا: **ضعیف کوفي** [الضعفاء والمتروکین: ۷۲]
۳۔ بخاری نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا [رقم: تحفۃ الاقویاء ص ۲۱]
۴۔ حافظ ذہبی نے کہا: "**ضعيف الحديث**" [دیوان الضعفاء: ۵۴۴]
۵۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "**ضعيف يرسل**" [تقریب التہذیب: ۶۳۴]

بعض علماء نے باذام مذکور کی توثیق بھی کر رکھی ہے مگر جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں یہ توثیق مردود ہے۔

تنویر المقباس کی اس سند کے متعلق حافظ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:

"**وأوهى طرقه طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس فإن انضم إلى ذلك رواية محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب**"

تمام طرق میں سب سے کمزور ترین طریق "**الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه**" ہے اور اگر اس روایت کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے تو پھر یہ سند "سلسلۃ الکذب" کہلاتی ہے۔ [الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۴۱۶]

واضح رہے کہ یہ سند سلسلۃ الکذب ابو صالح تک ہے" **الصحابة كلهم عدول**

رضي الله عنهم ''صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں یہ قاعدہ کلیہ ہے، البتہ ان سے روایت کرنے والے بعد کے راویوں کا عادل وثقہ وصدوق ہونا ضروری ہے یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر (تنویر المقباس) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ محمد بن مروان السدی اور کلبی کی من گھڑت تفسیر ہے جسے انھوں نے کذب بیانی کرتے ہوئے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب کر دیا ہے۔

تنبیہ: خود سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

ابوحمزہ (عمران بن ابی عطاء الاسدی، تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ '' رأيت ابن عباس يرفع يديه إذاافتتح الصلوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع'' میں نے (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا کہ وہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔[مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن]

یہ روایت مسائل الامام احمد (روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/ ۲۴۴، ۲۴۵ ح ۳۳۱) مصنف عبدالرزاق (۶۹/۲ ح ۲۵۲۳) اور جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۱) میں بھی موجود ہے۔

طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ (بن عباس) کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[جزء رفع الیدین: ۲۸ وسندہ صحیح]

سیدنا ابن عباس کا نماز میں رفع یدین کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں رفع یدین خشوع وخضوع کے خلاف نہیں ہے۔

تنبیہ: اس موضوع تفسیر کے اوکاڑوی ترجمے اور طرزِ استدلال میں بھی نظر ہے۔

سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث

دس صحابۂ کرام کے مجمع میں سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان فرمائی تھی، سب سے پہلے سنن ابی داود سے اس کا متن مع ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ بعد میں اس کی تحقیق، راویوں کا دفاع اور رد کرنے والوں کے شبہات وخیانتوں کا جواب ہوگا۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدثنا أحمد بن حنبل :حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلد ح وحدثنا مسدّد: حدثنا يحيٰ . وهذا حديث أحمد۔ قال: أخبرنا عبدالحميد يعني ابن جعفر: أخبرني محمد بن عمر و بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم أبو قتادة ، قال أبو حميد: أنا أعلمكم بصلٰوة رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالوا: فلم؟ فوالله ! ماكنت بأكثرنا له تبعة ولاأقدمناله صحبة ،قال : بلىٰ، قالوا: فاعرض، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذاقام إلى الصلٰوة يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ،ثم كبر حتٰى يقرّ كلّ عظم في موضعه معتدلاً، ثم يقرأ، ثم يكبر فيرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ، ثم يركع ويضع راحتيه علٰى ركبتيه ،ثم يعتدل فلا يصب رأسه ولايقنع ، ثم يرفع رأسه فيقول : سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثم يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه معتدلاً ،ثم يقول :اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، ثمّ يهوي إلى الأرض فيجافي يديه عن جنبيه ، ثم يرفع رأسه ويثني رجله اليسرىٰ فيقعد عليها، ويفتح أصابع رجليه إذا سجد ، ثم يسجد ، ثم يقول: اللّٰه أكبر ويرفع رأسه ويثني رجله اليسرىٰ فيقعد عليها حتٰى يرجع كل عظم إلى موضعه ،ثم يصنع فى الأخرىٰ

مثل ذلك ، ثم إذا قام من الركعتين كبر ورفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه كما كبر عند ا فتتاح الصلوٰة ،ثم يصنع ذلك في بقية صلاته حتٰى إذا كانت السجدة التي فيها التسليم أخّرجله اليسرىٰ وقعد متوركاً علٰى شقه الأيسر ، قالوا صدقت، هٰكذا كان يصلي ﷺ"

(سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ ح ۷۳۰ وسندہ صحیح)

(سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے دس صحابۂ کرام ،جن میں (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، کے مجمع میں فرمایا: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، انھوں نے کہا: کیسے؟ اللہ کی قسم! آپ نے نہ تو ہم سے زیادہ آپ ﷺ کی اتباع کی ہے اور نہ ہم سے پہلے آپ ﷺ کے صحابی بنے تھے۔ انھوں (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ) نے کہا: جی ہاں، صحابیوں نے کہا: تو پیش کرو، (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے) کہا: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے (رفع یدین کرتے) پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ اعتدال سے ٹھہر جاتی۔ پھر آپ (ﷺ) قراءت کرتے، پھر تکبیر کہتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔ پھر (پیٹھ سیدھی کرنے میں) اعتدال کرتے، نہ تو سر زیادہ جھکاتے اور نہ اُٹھائے رکھتے (آپ کا سر مبارک اور پیٹھ ایک سیدھ میں برابر ہوتے تھے) پھر سر اٹھاتے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے، پھر کندھوں تک اعتدال سے رفع یدین کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے۔ پھر زمین کی طرف جھکتے۔ (سجدے میں) اپنے دونوں بازو اپنے پہلوؤں سے دُور رکھتے۔ پھر آپ سر اُٹھاتے اور بایاں پاؤں دُہرا کرکے (بچھا کر) اس پر بیٹھ جاتے۔ آپ سجدے میں اپنی انگلیاں کھلی رکھتے تھے۔

پھر آپ سجدہ کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے سے سر اُٹھاتے، آپ بایاں پاؤں دہرا کرکے اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی۔

پھر دوسری رکعت میں (بھی) اسی طرح کرتے۔ پھر جب آپ دو رکعتیں پڑھ کر

کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں تک رفع یدین کرتے ،جیسا کہ آپ نے شروع نماز میں رفع یدین کیا تھا۔ پھر باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ کا (آخری) سجدہ ہوتا جس میں سلام پھیرا جاتا ہے تو آپ تورک کرتے ہوئے، بایاں پاؤں (دائیں طرف) پیچھے کرتے ہوئے، بائیں پہلو پر بیٹھ جاتے تھے۔

(سارے) صحابہ نے کہا: ''صدقت، هٰكذا كان يصلي صلى الله عليه وسلم''

آپ نے سچ کہا ہے، آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔اب تفصیلی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

نورالبصر فی توثیق عبدالحمید بن جعفر

مشہور راویٔ حدیث عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ بن الحکم بن رافع الانصاری سے روایت ہے:

''أخبرني محمد بن عمر و بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم أبو قتادة ...''إلخ

مجھے محمد بن عمرو بن عطاء (القرشی العامری المدنی) نے حدیث سنائی، کہا: میں نے (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) کو (سیدنا) رسول اللہ ﷺ کے دس صحابۂ کرام میں بشمول (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہوئے سنا......الخ

مفہوم: اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

[سنن ابی داود: ۷۳۰ وسندہ صحیح ،الترمذی: ۳۰۴ وقال: ''حسن صحیح'' ابن خزیمہ: ۵۸۷، ۵۸۸ ابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۴ وصححہ البخاری فی جزء رفع الیدین: ۱۰۲، وابن تیمیۃ فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ ومجموع فتاویٰ ۲۲/۴۵۳ وابن القیم فی تہذیب سنن ابی داود ۲/۴۱۶ والخطابی فی معالم السنن ۱/۱۹۴]

اس حدیث کو متعدد علماء نے صحیح قرار دیا ہے مثلاً:

(۱) الترمذی (۲) ابن خزیمہ (۳) ابن حبان (۴) البخاری (۵) ابن تیمیہ (۶) ابن القیم (۷) الخطابی رحمہم اللہ اجمعین

اس حدیث کے راویوں کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

① عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ

۱۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ثقة** [تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶۳، ۶۱۰]

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: **ثقة لیس به بأس**

[تہذیب الکمال ۱۱/۴۱ و کتاب الجرح والتعدیل ۶/۱۰ وسندہ صحیح]

۳۔ ابن سعد نے کہا: **و کان ثقة کثیر الحدیث**

[الطبقات الکبریٰ ج ۱۰ ص ۴۰۰ وتہذیب الکمال ۱۱/۴۲]

۴۔ ساجی نے کہا: **ثقة صدوق** [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: **ثقة** [کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۵۸]

۶۔ ابن شاہین نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ [ص ۱۵۹، فقرہ: ۹۱۰]

۷۔ علی بن المدینی نے کہا: **و کان عندنا ثقة ...إلخ**

[سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ۱۰۵]

۸۔ ان کے علاوہ مسلم بن الحجاج [صحیح مسلم: ۲۵/۵۳۳..الخ]

۹۔ ترمذی ، ۱۰۔ ابن خزیمہ اور ۱۱۔ بخاری نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُس کی توثیق کی۔

۱۲۔ ذہبی نے کہا: **الإمام المحدث الثقة**. [سیر اعلام النبلاء ۷/۲۰، ۲۱]

۱۳۔ ابن نمیر نے اسے ثقہ کہا۔ [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

۱۴۔ یحییٰ بن سعید القطان اسے ثقہ کہتے تھے الخ [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

۱۵۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: **محله الصدق**

۱۶۔ ابن عدی نے کہا: **أرجو أنه لا بأس به وهو یکتب حدیثه** [ایضاً ۶/۱۱۲]

۱۷۔ ابن حبان نے کہا: أحد الثقات المتقنین إلخ

[صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، نسخہ محققہ ج ۵ ص ۱۸۴ قبل ح ۱۸۶۵]

۱۸۔ ابن القطان الفاسی نے کہا: وعبدالحمید ثقة إلخ

[بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۵۱۴ ح ۱۲۸۷]

۱۹۔ عبدالحق الاشبیلی نے عبدالحمید بن جعفر کی اس حدیث کو ''صحیح متصل'' قرار دیا۔

[بیان الوہم والایہام ۲/۴۶۲ ح ۴۶۲]

۲۰۔ حاکم نیشاپوری نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [المستدرک ۱/۵۰۰ ح ۱۸۴۲]

۲۱۔ بوصیری نے اس کی حدیث کو ھذا اسناد صحیح کہا۔ [زوائد ابن ماجہ: ۱۴۳۴]

۲۲۔ ابن تیمیہ ۲۳۔ خطابی اور ۲۴۔ ابن القیم نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

۲۵۔ بیہقی نے عبدالحمید بن جعفر پر طحاوی کی جرح کو مردود کہا۔

[معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۸ تحت ح ۷۸۶]

۲۶۔ ابن الجارود نے منتقیٰ میں روایت کرکے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ [المنتقیٰ: ۱۹۲]

۲۷۔ زیلعی حنفی نے کہا: ولکن وثقه أکثر العلماءِ، لیکن اکثر علماء نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

[نصب الرایہ ۱/۳۴۴، اس کے بعد زیلعی کا ''إنه غلط في هذا الحدیث'' لکھنا جمہور کے مقابلے میں مردود ہے]

۲۸۔ الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ [دیکھئے المختارۃ ۱/۵۱۶ ح ۳۸۴]

۲۹۔ ابونعیم الاصبہانی

۳۰۔ اور ابوعوانہ الاسفرائنی نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔

[دیکھئے المسند المستخرج علیٰ صحیح مسلم لابی نعیم ۲/۱۳۴ ح ۱۱۷۵، مسند ابی عوانۃ ۱/۳۹۱]

۳۱۔ نسائی نے کہا: لیس به بأس [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

اس جمِ غفیر کی توثیق کے مقابلے میں ۱۔ سفیان ثوری، ۲۔ طحاوی، ۳۔ یحییٰ بن سعید القطان، ۴۔ نسائی اور ۵۔ ابو حاتم الرازی کی جرح ہے جو جمہور کی تعدیل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سفیان ثوری کی جرح کا سبب مسئلۂ قدر ہے، اس کی تردید ذہبی نے مسکت انداز میں کردی ہے۔ [دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۷/۲۱]

ثقہ راوی پر قدری وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔ یحییٰ القطان، نسائی اور ابو حاتم الرازی کی جرح اُن کی تعدیل سے معارض ہے۔ طحاوی کی جرح کو بیہقی نے رد کر دیا ہے۔ نسائی کے قول "لیس به بأس" کے لیے دیکھئے تہذیب الکمال (۱۱/۴۱) وسیر اعلام النبلاء (۷/۲۱) وتاریخ الاسلام للذہبی (۹/۴۷۶)

خلاصۃ التحقیق:

عبدالحمید بن جعفر ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ

حافظ ابن القیم نے عبدالحمید بن جعفر پر جرح کو مردود قرار دیا ہے۔
[تہذیب السنن مع عون المعبود ۲/۴۲۱]

عبدالحمید مذکور پر طحاوی کی جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابو حاتم کی جرح باسند صحیح نہیں ملی اور اگر مل بھی جائے تو جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ [نیز دیکھئے توثیق کرنے والے: ۱۵]

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی محمد بن عمرو بن عطاء القرشی العامری المدنی کا مختصر وجامع تعارف پیش خدمت ہے:

② محمد بن عمرو بن عطاء

(۱) ابوزرعہ الرازی نے کہا: ثقة [الجرح والتعدیل ۸/۲۹ وسندہ صحیح]

(۲) ابو حاتم الرازی نے کہا: ثقة صالح الحديث [الجرح والتعدیل ۸/۲۹]

(۳) ابن سعد نے کہا: وكان ثقة له أحاديث [الطبقات الکبریٰ، القسم المتمم ص ۱۲۳، ۱۲۴]

(۴) ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ [۵/۳۶۸]

(۵) بخاری (۶) مسلم (۷) الترمذی (۸) ابن خزیمہ (۹) خطابی (۱۰) ابن تیمیہ

(۱۱) ابن الجارود [المنتقیٰ: ۱۹۲]

(۱۲) ابن القیم نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا اور فرمایا: "فإنه من كبار التابعين المشهورين بالصدق والأمانة والثقة" [تہذیب السنن مع عون المعبود ۲/۴۲۱]

(۱۳)ذہبی نے کہا: أحد الثقات [سیر اعلام النبلاء ۲۲۵/۵]

(۱۴)ابن حجر العسقلانی نے کہا: ثقة .....وهم من قال :إن القطان تكلم فيه ، أو إنه خرج مع محمد بن عبدالله بن حسن فإن ذاك هو ابن عمر وبن علقمة الآتي
[تقریب التہذیب: ۶۱۸۷]

(۱۵)[کہا جاتا ہے کہ] نسائی نے کہا: ثقة [تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷]

(۱۶)ابوعوانہ الاسفرائنی [مسند ابی عوانہ ۲۶۹/۱]

(۱۷)ابونعیم الاصبہانی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [المستخرج علی صحیح مسلم ۳۹۶/۱ ح ۷۹۳]

(۱۸)الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو المختارہ میں روایت کر کے صحیح قرار دیا۔
[المختارہ ۶۳/۱۳ ح ۹۶]

(۱۹)حاکم نے اس کی حدیث کو "صحیح علی شرط الشیخین" کہا۔
[المستدرک ۳۸۱/۱ ح ۱۴۰۶]

(۲۰)ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی نے کہا: "و كان امرئ صدق"
[تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷]

(۲۱)ابن القطان الفاسی نے کہا: "أحد الثقات"
[نصب الرایہ ۳۷۱/۲، بیان الوہم والایہام ۳۶۷/۵ ح ۲۵۴۰]

(۲۲)ابومحمد (عبدالحق الاشبیلی) اس کی احادیث کو صحیح کہتے ہیں۔
[بیان الوہم والایہام ۳۶۸/۵]

(۲۳)زیلعی حنفی نے ابن القطان کی توثیق نقل کر کے تردید نہیں کی۔ [نصب الرایہ ۳۷۱/۲]

(۲۴)محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے عینی حنفی نے حجت پکڑی۔
[دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی ج ۵ ص ۱۷۷ ح ۱۲۵۶۰]

(۲۵)نووی نے محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے حجت پکڑی اور اسے صحیح یا حسن قرار دیا۔
[دیکھئے خلاصۃ الاحکام ۳۴۴/۱ ح ۱۰۴۱-۱۰۴۴ و ص ۳۹۴ ح ۱۲۴۵]

(۲۶)حسین بن مسعود البغوی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [شرح السنۃ ۱۵/۱۳ ح ۵۵۷]

اس جمِ غفیر کے مقابلے میں ابن القطان الفاسی نے محمد بن عمرو پر یحییٰ بن سعید القطان اور سفیان ثوری کی جرح نقل کی ہے۔ [تہذیب التہذیب ۹/۳۷۶]

یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

۱: یہ جمہور کے خلاف ہے۔

۲: اس جرح کا تعلق محمد بن عمرو بن عطاء سے نہیں بلکہ محمد بن عمرو بن علقمۃ اللیثی سے ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (۹/۳۷۶، دوسرا نسخہ ۹/۳۳۲)

تنبیہ: محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی پر بھی جرح مردود ہے، وہ قولِ راجح میں صدوق حسن الحدیث راوی ہے۔ والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق:

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی بالاجماع یا عندالجمہور ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہے۔

تنبیہ: احمد یار نعیمی بریلوی رضاخانی نے کذب وافترا کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''محمد بن عمرو ایسا جھوٹا راوی ہے۔ کہ اس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے ہرگز نہ ہوئی۔ مگر کہتا ہے سمعت میں نے اُن سے سُنا۔ ایسے جھوٹے آدمی کی روایت موضوع یا کم سے کم اول درجہ کی مدلس ہے۔'' [جاءالحق حصہ دوم ص ۶۵ چھٹا باب رفع یدین کرنا منع ہے، دوسری فصل]

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی رحمہ اللہ کو کسی محدث نے بھی جھوٹا نہیں کہا لہٰذا معلوم ہوا کہ احمد یار نعیمی بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ یہ احمد یار نعیمی وہی شخص ہے جس نے لکھا ہے: ''قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ عَلَى الْهُدٰى. وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ'' [جاءالحق حصہ دوم ص ۳۹ چوتھا باب، امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کرے، دوسری فصل]

حالانکہ قرآن کریم میں احمد یار کی بیان کردہ آیت موجود نہیں ہے۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ بولتے نہیں شرماتا وہ محمد بن عمرو بن عطاء اور ثقہ راویوں کے خلاف جھوٹ لکھنے سے کب شرماتا ہے؟

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوگئے تھے۔ ان لوگوں کی تردید کے لئے جمہور محدثین کے اقوال اور دندان شکن دلائل پیشِ خدمت ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بہت بعد ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے:

۱۔ امام لیث بن سعد المصری (متوفی ۱۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان ج ۳ ص ۳۲۲ وسندہ صحیح، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱/۵۵۸ ح ۷۸۷ وسندہ صحیح]

۲۔ سعید بن عفیر (متوفی ۲۲۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۱/۱۶۱ ت ۱۰ وسندہ صحیح]

۳۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر (متوفی ۲۳۷ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح ۳۲۷۵ وسندہ صحیح]

۴۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر (متوفی ۲۳۱ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح ۳۲۷۴ وسندہ صحیح]

۵۔ ابراہیم بن المنذر (متوفی ۲۳۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ۲/۷۴۹ ح ۱۹۹۲، والمستدرک للحاکم ۳/۴۸۰]

۶۔ یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) سے روایت ہے کہ آپ نے کہا آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [کتاب الکنیٰ للدولابی ۱/۴۹]

۷۔ ابوجعفر عمرو بن علی الفلاس نے کہا: آپ مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۱۵/۷۱]

۸۔ ابن البرقی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ دمشق ۱۰۷/۷۱]

۹۔ ابو احمد الحاکم نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ دمشق ۱۰۷/۷۱]

۱۰۔ ترمذی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[تہذیب السنن لابن القیم مع عون المعبود ۴۲۲/۲]

۱۱۔ ابو عبداللہ ابن مندہ الحافظ نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[ایضاً ۴۲۲/۲ ومعرفۃ السنن والآثار ۵۵۸/۱]

۱۲۔ امام بیہقی نے کہا: اہل تاریخ کا اس پر (امام بیہقی کے زمانے میں) اجماع ہے کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [معرفۃ السنن والآثار ۵۵۸/۱ قبل ح ۷۸۷]

۱۳۔ ذہبی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[تجرید اسماء الصحابۃ ۱۹۴/۲، الاعلام بوفیات الاعلام ۳۷/۱ ت ۱۳۱]

۱۴۔ ابن کثیر نے انھیں ۵۴ھ کی وفیات میں ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ۷۰/۸]

۱۵۔ ابن حبان نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے..الخ [الثقات ۷۴/۳]

۱۶۔ خلیفہ بن خیاط نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۲۳]

۱۷۔ امام بخاری نے آپ کو ۵۰ھ کے بعد ۶۰ھ تک وفیات میں ذکر کیا ہے۔

[التاریخ الصغیر ۱۳۱/۱]

۱۸۔ ابن حجر العسقلانی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب: ۸۳۱۱]

۱۹۔ ابن الجوزی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [المنتظم ۲۶۸/۵]

۲۰۔ ابن العماد الحنبلی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [شذرات الذہب ۶۰/۱]

۲۱۔ عینی حنفی (!) نے کہا: آپ (ایک قول میں) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[عمدۃ القاری ۲۹۴/۲ ح ۱۵۳ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین]

اس جم غفیر اور جمہور کے مقابلے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی حیاتی نے ہیثم بن عدی (کذاب) سے نقل کیا ہے کہ (سیدنا) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے (نور الصباح ص ۲۰۷) حنبل بن اسحاق نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ آپ ۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ (تاریخ بغداد ۱۶۱/۱)

یہ اقوال جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ ہیثم بن عدی (کذاب) پر جرح کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۳۲۴/۴ ت ۹۳۱۱) وعام کتب المجروحین۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: "كوفي، ليس بثقة، كذاب" [الجرح والتعدیل ۸۵/۹ وسندہ صحیح]

کیا خیال ہے اگر ہم بھی ہیثم بن عدی (کذاب) کے مقابلے میں محمد بن عمر الواقدی (کذاب علی الراجح) کی روایت پیش کردیں؟ جو اس نے یحییٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ (وثقہ ابن حبان / الثقات ۵۹۴/۷، وصحح لہ الحاکم فی المستدرک ۳۵۳/۱ ح ۱۳۰۵ ووافقہ الذہبی) سے نقل کی ہے کہ سیدنا ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔

[طبقات ابن سعد ۱۵/۶ وسندہ صحیح الی الواقدی]

یاد رہے کہ حنفیوں وبریلویوں اور بعض دیوبندیوں کے نزدیک واقدی کذاب نہیں ہے۔

ابن ہمام حنفی نے کہا: "وهذا تقوم به الحجة عندنا إذا وثقنا الواقدي" إلخ

[فتح القدیر ج ۱ ص ۶۹]

احمد رضا خان بریلوی نے کہا: "امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں" (فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۵۲۶) نیز دیکھئے منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (ص ۹۱) اور الامن والعلیٰ (ص ۷۶، ۷۷)

عبدالحق دیوبندی، اکوڑہ خٹک والے نے کہا: "کیونکہ واقدی کی روایت اگرچہ حلال وحرام کے مسائل میں حجت نہیں ہے اور حدیث میں وہ ضعیف ہیں مگر تاریخ میں ان کی روایت جمہور تسلیم کرتے ہیں" [حقائق السنن ج ۱ ص ۲۸۶]

نیز دیکھئے آثار السنن (تحت ح ۷) وسیرۃ المصطفیٰ از محمد ادریس کاندھلوی [ج ۱ ص ۷۷-۸۰]

ایک روایت کا جائزہ

بعض الناس نے موسیٰ بن عبداللہ بن یزید کی روایت پیش کی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا تھا......الخ

اس روایت کے بارے میں حدیث کے امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"وهو غلط لإجماع أهل التواريخ . ."

یہ روایت اہل تاریخ کے اجماع کی وجہ سے غلط ہے۔ [معرفۃ السنن والآثار ج ا ص ۵۵۸]

حافظ ابن القیم نے کہا:

"وقد خطأ الأئمة رواية موسٰى هٰذه ومن تابعه وقالوا : هي غلط" إلخ

اور اماموں نے موسیٰ (بن عبداللہ بن یزید) کی اس روایت کو خطا قرار دیا ہے۔ اور جو لوگ اس روایت کی اتباع کرنے والے ہیں (مثلاً طحاوی حنفی) انھیں بھی غلط قرار دیا ہے۔ امام کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے۔ [تہذیب السنن ۴۲۳/۲]

جمہور ائمۂ کرام کے مقابلے میں دیوبندیوں و بریلویوں اور بعض حنفیوں کا اس روایت کو صحیح قرار دینا غلط ہے دوسرے یہ کہ اس روایت میں موسیٰ مذکور نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زندہ موجود تھے۔

تنبیہ بلیغ: عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ کی کتاب "معجم الصحابۃ" میں لکھا ہے کہ "عن موسى الأنصاري قال : أتانا علي رحمه الله فصلى على أبي قتادة فكبر سبعة" [ج ۲ ص ۴۰ ح ۴۳۶]

اس کی سند اسماعیل بن ابی خالد: مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسماعیل مذکور کی تدلیس کے لئے دیکھئے طبقات المدلسین (۲/۳۶، والراجح انہ من المرتبۃ الثالثۃ) ومیزان الاعتدال (۲۶۰/۱) وجامع التحصیل للعلائی (ص ۱۰۵) والمدلسین لابی زرعۃ بن العراقی (۳) والمدلسین للسیوطی (ص ۳) والمدلسین للحلبی (ص ۱۴) ومنظومۃ ابی محمود المقدسی

بعض لوگ شعبی (تابعی) کی منقطع روایت پیش کرتے ہیں۔ مجھے یہ روایت باسند نہیں ملی۔

بعض الناس نے "امام حسن بن عثمان" کا قول بغیر کسی سند کے پیش کیا ہے، دیکھئے نور الصباح (ص ۲۰۶)

حسن بن عثمان نام کے دو راویوں کا ذکر لسان المیزان (۲۱۹/۲، ۲۲۰) میں ہے اور یہ

دونوں مجروح ہیں۔

ایک عظیم الشان دلیل

امام نافع (تابعی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہا) کا جنازہ پڑھا، لوگوں میں (سیدنا) ابوسعید اور (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ الخ [سنن النسائی ۷۱/۴، ۷۲ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح، ومصنف عبدالرزاق ۴۶۵/۳ ح ۶۳۳۷ وسندہ صحیح، منتقی ابن الجارود: ۵۴۵]

عمار بن ابی عمار مولی الحارث بن نوفل سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت (ام کلثوم) اور ان کے بیٹے کا جنازہ پڑھا۔ جنازہ پڑھنے والوں میں (سیدنا) ابو سعید الخدری (سیدنا) ابن عباس (سیدنا) ابوقتادہ اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ الخ
[سنن النسائی ۷۱/۴ ح ۱۹۷۹ وسندہ صحیح]

جس عورت کا جنازہ پڑھا گیا تھا یہ ام کلثوم تھیں۔ [سنن ابی داود: ۳۱۹۳ وھو صحیح بالشواہد]

ابن سعد نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حالات میں عمار بن ابی عمار سے نقل کیا کہ میں ان کے جنازے میں حاضر تھا، ان کا جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے پڑھایا تھا جو اس وقت مسلمانوں کے امیر تھے۔ [طبقات ابن سعد ۴۶۴/۸، ۴۶۵ وسندہ صحیح]

عبداللہ البہی کہتے ہیں کہ میں حاضر تھا جب (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ام کلثوم کا جنازہ پڑھا تھا۔ [طبقات ابن سعد ۴۶۴/۸ وسندہ صحیح]

عمار بن ابی عمار سے ہی روایت ہے کہ میں جنازے میں حاضر تھا اور لوگوں میں (سیدنا) ابو سعید الخدری (سیدنا) عبداللہ بن عباس (سیدنا) ابو قتادہ اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ [التاریخ الصغیر للبخاری ۱۲۹/۱ وسندہ صحیح، عطاء ھو ابن ابی رباح]

سنن النسائی وغیرہ میں ہے کہ اس وقت (مدینہ میں) لوگوں کے امام (امیر) سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) تھے۔ [النسائی ۷۱/۴ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح]

سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۴۸ھ سے ۵۵ھ تک اقتدار میں رہے۔ [تہذیب السنن ۲/۴۲۳]
آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی دفعہ مدینہ کے والی (امیر) بنے۔
[تاریخ الاسلام للذہبی ۴/۲۲۵]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب:۶۷۵۸]
سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۶۰ھ سے پہلے فوت ہوئے، ۵۸ھ وغیرہ۔
[دیکھئے تقریب التہذیب ۲۳۳۷ وکتب التاریخ]
یہ بات عقلاً محال ہے کہ ۳۸ھ میں فوت ہونے والا شخص ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان میں فوت ہونے والے کے جنازے میں شامل ہو، لہٰذا درج بالا روایت نص قاطع اور دلیل واضح ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۵۰ھ کے بعد (۵۴ھ) میں فوت ہوئے۔ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔ یہ ایسی دلیل ہے جس کا کوئی جواب کسی حنفی و دیوبندی و بریلوی کے پاس نہیں ہے۔ والحمدللہ
خلاصۃ التحقیق: سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔ طحاوی اور ان کے مقلدین کا یہ دعویٰ کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں فوت ہوگئے تھے، غلط اور باطل ہے۔ صحیح و متصل روایات اس دعویٰ کو غلط اور باطل قرار دے رہی ہیں۔

ایک اور دندان شکن دلیل

(مروی ہے کہ) مہلب بن ابی صفرہ نے ۴۴ھ میں قندابیل (ہند) پر حملہ کیا۔ کابل کے قیدیوں میں سے مکحول، نافع مولیٰ ابن عمر، کیسان والد ایوب السختیانی اور سالم الافطس تھے۔
[تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۰۶ و تاریخ الاسلام للذہبی ج ۴ ص ۱۲ حوادث سنۃ اربع واربعین]
معلوم ہوا کہ امام نافع رحمہ اللہ مدینہ طیبہ میں ۴۴ھ یا اس کے بعد لائے گئے۔
نافع کہتے ہیں کہ "**فنظرتُ إلی ابن عباس وأبي هريرة وأبي سعيد وأبي قتادة فقلت: ماهذا؟ قالوا: هي السنة**" پس میں نے ابن عباس، ابوہریرہ، ابوسعید اور ابو

قتادہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ سنت ہے۔
[سنن النسائی ۴/۷۱، ۷۲ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح]

اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات (۴۰ھ) کے بعد ہوئی اور کم از کم ۴۴ھ یا اس کے بعد بھی سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ زندہ موجود تھے۔ لہٰذا حنفیوں و بریلویوں و دیوبندیوں کا یہ پروپیگنڈا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں یا اس سے پہلے فوت ہو گئے تھے، بے بنیاد ہے۔

ایک اور دلیل

شاہ ولی اللہ الدہلوی کہتے ہیں کہ "صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے" [حجۃ اللہ البالغہ اردو ج ۱ ص ۲۴۲ مترجم عبدالحق حقانی]

رشید احمد گنگوہی نے کہا:

"مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے"
[تالیفات رشیدیہ ص ۳۴۷]

محمد تقی عثمانی نے کہا:

"جہاں تک صحیحین اور موطأ کا تعلق ہے ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کی تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں" [درس ترمذی ج ۱ ص ۶۳]

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک صحیحین کا بڑا مقام ہے۔ وہ کسی شخص کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کر دو گے! ...... صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی" [فتاویٰ رضویہ/ جدید ج ۵ ص ۱۸۰]

احمد رضا خان لکھتے ہیں:

"یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری وصحیح مسلم کے رجال سے ہے۔"

[فتاویٰ رضویہ ۵/۱۷۴]

محدثین کرام اور اہلِ حدیث کے نزدیک بھی صحیحین کی مسند متصل مرفوع تمام احادیث صحیح ہیں۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص ۲۳، ۳۴) وعلوم الحدیث لابن الصلاح (ص ۴۱، ۴۲ دوسرا نسخہ ص ۹۷) اور ثناء اللہ الزاہدی (اہلِ حدیث) کا رسالہ "أحاديث الصحيحين بين الظن واليقين" والحمد للہ

صحیح بخاری میں ہے:

"عن محمد بن عمرو بن عطاء أنه كان جالساً في نفرٍ من أصحاب رسول الله ﷺ فذكرنا صلاة النبي ﷺ فقال أبو حميد الساعدي......"

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ (محمد بن عمرو بن عطاء نے کہا:) پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا......

[کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ح ۸۲۸]

اس صحیح حدیث سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوا کہ

(۱) محمد بن عمرو بن عطاء صحابۂ کرام کی مجلس میں موجود تھے۔

(۲) اس مجلس میں نبی ﷺ کی نماز کا ذکر ہوا تھا۔

(۳) سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے محمد بن عمرو بن عطاء کے سامنے حدیث سنائی تھی۔

رہا یہ مسئلہ کہ اس مجلس میں کون کون سے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) موجود تھے تو ان میں سے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر عبدالحمید بن جعفر (ثقہ) کی عن محمد بن عمرو بن عطاء والی روایت میں موجود ہے۔

والحديث يفسر بعضه بعضاً، والحمد للہ

ایک اور دلیل

محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ محمد بن اسحاق (بن یسار) نے عباس بن سہل بن سعد الساعدی (ثقہ/تقریب التہذیب: ۳۱۷۰) سے نقل کیا ہے کہ

"كنت بالسوق مع أبي قتادة وأبي أسيد وأبي حميد كلهم يقول: أنا أعلمكم بصلٰوة رسول الله ﷺ فقالوا لأحدهم: صلّ ......" إلخ

میں (سیدنا) ابوقتادہ (سیدنا) ابواسید اور (سیدنا) ابوحمید کے ساتھ بازار میں تھا۔ ان میں سے ہر آدمی یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، تو انھوں نے ایک کو کہا: تو نماز پڑھ ...... الخ

[جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۶ وصحیح ابن خزیمہ: ۶۸۱ واتحاف المهرة باطراف العشرة ج ۱۴ ص ۸۲ ح ۱۷۴۵۰]

یہ روایت حسن ہے۔ ابن اسحاق نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار کا حدیث میں مقام

محمد بن اسحاق کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک وغیرہ نے انہیں کذاب کہا ہے لیکن جمہور محدثین نے انھیں ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث اور حسن الحدیث قرار دیا ہے۔

زیلعی حنفی نے کہا: "وابن إسحاق الأكثر علٰى توثيقه" اور ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ قرار دیا ہے۔ [نصب الرایہ ج ۴ ص ۷]

• عینی حنفی نے کہا: "إن ابن إسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور"

بے شک ابن اسحاق جمہور کے نزدیک بڑے ثقات (ثقہ راویوں) میں سے ہے۔

[عمدۃ القاری ۷/۲۷۰]

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے کہا: "جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔"

[سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۶]

نیز دیکھئے تبلیغی نصاب از محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی (ص ۵۹۵) وفضائل ذکر (ص ۱۱۷)

احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

"محمد بن إسحاق تابعي ثقة إمام السير و المغازي"

[الامن والعلیٰ ص ۱۷۰]

احمد رضا خان نے مزید کہا:

"ہمارے علماء کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے"

[منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ص ۱۴۵ حاشیہ]

تنبیہ: جمہور کی اس توثیق و تعدیل کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ "محمد بن اسحاق کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایتِ حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں انکی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہوسکتی اور اس لحاظ سے انکی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے۔"

[احسن الکلام ج ۲ ص ۷۰ طبع دوم]

یہ کہنا کہ محمد بن اسحاق پر پچانوے فیصدی محدثین جرح کرتے ہیں، صفدر صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

بعض لوگوں نے ابن اسحاق کی احکام میں روایات پر جرح کی ہے لیکن جمہور محدثین نے احکام میں بھی انھیں صحیح الحدیث و حسن الحدیث قرار دیا ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱: ابن خزیمہ [۱/۱۱ ح ۱۵، وغیرہ]

۲: ابن حبان [الاحسان: ۱۰۷۷ دوسرا نسخہ: ۱۰۸۰، وغیرہ]

۳: الترمذی [ح ۱۱۵ وقال: ھٰذا حدیث حسن صحیح الخ]

۴: الحاکم [المستدرک ۱/۴۸۶ ح ۱۷۸۶ وقال: ھٰذا حدیث صحیح الاسناد]

۵: الذہبی [تلخیص المستدرک ۱/۴۸۶ وقال: صحیح]

محمد بن اسحاق کی بیان کردہ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کو درج ذیل علماء نے صحیح، حسن اور

جید قرار دیا ہے:

٦: دار قطنی [۱/۳۱۷، ۳۱۸ ح ۱۲۰۰ وقال: ھٰذا إسناد حسن]

٧: بیہقی [کتاب القراءت خلف الامام ص ۵۸ ح ۱۱۴ وقال: وھٰذا إسناد صحیح]

٨: ابوداود [بحوالہ التلخیص الحبیر ۱/۲۳۱ ح ۳۴۴]

٩: خطابی [معالم السنن ۱/۱۷۷ ح ۲۵۲ وقال: وإسنادہ جید لاطعن فیہ] وغیرہم

١٠: ابن الجارود [المنتقیٰ: ۳۲۱]

١١: ابن الملقن [البدر المنیر ۳/۵۴۷ وقال: "ھٰذا الحدیث جید"]

١٢: ابن علان [الفتوحات ربانیہ ۲/۱۹۳، "صحیح لا مطعن فیہ"]

١٣: الضیاء المقدسی [ذکرہ فی المختارۃ ۸/۳۳۹۔۳۴۱ ح ۴۱۱۔۴۱۴]

معلوم ہوا کہ جمہور محدثین وعلماء کے نزدیک محمد بن اسحاق بن یسار کی حدیث احکام میں بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔ لہٰذا جمہور کے مقابلے میں بعض محدثین کے اقوال کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا کرنا کہ احکام میں اس کی روایت حجت نہیں غلط اور مردود ہے۔

نام نہاد اضطراب کا دعویٰ

بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یہ حدیث "مضطرب" ہے۔ ان لوگوں کی بیان کردہ "اضطرابی" اسانید اوران پر تبصرہ درج ذیل ہے:

١: محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید رضی اللہ عنہ [صحیح البخاری: ۸۲۸ وسنن ابی داود: ۷۳۰]

☆ یہ سند بالکل صحیح ہے۔

٢: محمد بن عمرو: أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۰۱]

☆ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے، اسے سوائے ابن حبان کے کسی نے ثقہ نہیں کہا، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے، محمد بن عمرو بن عطاء سے ثابت ہی نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو "ضعیف" ہی قرار دیا ہے۔

[سنن ابی داود ص ۱۱۸ ح ۷۳۳]

تنبیہ: السنن الکبریٰ للبیہقی میں '' أخبر ني مالك '' کا لفظ غلط ہے۔صحیح '' أحد بني مالك '' ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۱۱۸) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۸۶۳ دوسرا نسخہ: محققہ ۵/۱۸۱ ح ۱۸۶۶)

۳: محمد بن عمرو عن عباس بن سہل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ (البیہقی ۲/۱۱۸)

☆ اس کی سند عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہی ضعیف روایت سنن ابی داود (۷۳۳) میں محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس اوعیاش بن سہل'' کی سند سے ہے۔

۴: محمد بن عمرو بن عطاء عن رجل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ۔ الخ ملخصاً

[شرح معانی الآ ثار للطحاوی ۱/۲۵۹]

☆ اس کی سند ضعیف ہے۔اس کا راوی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث مختلف فیہ راوی ہے۔اگر یحییٰ بن معین، بخاری، ابوزرعہ اور ابوحاتم (وغیرہم) ماہرین اس سے روایت کریں تو روایت صحیح ہوتی ہے،دوسروں کی روایت میں توقف کیا جاتا ہے۔

[دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۱۴]

طحاوی کے دونوں استاد فہد اور یحییٰ بن عثمان اہل الحذق (فنِ حدیث کے ماہرین) میں سے نہیں ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۶/۴۴۰ ۔ ۴۴۵) وتقریب التہذیب (۳۳۸۸) والجوہر النقی (۱/۳۰۹)

دوسرے یہ کہ اصولِ حدیث کا ایک طے شدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی اپنے استاد سے تصریحِ سماع (حدثنا،سمعت وغیرہ) کے ساتھ ایک روایت بیان کرے اور یہی روایت اپنے اور اپنے استاد کے درمیان کسی واسطے سے بیان کرے تو دونوں روایتیں محفوظ ہوتی ہیں لیکن اعتبار اسی روایت کا ہوتا ہے جس میں اس نے اپنے استاد سے تصریحِ سماع کر رکھی ہو۔ تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۸۹، ۲۹۰ دوسرا نسخہ ص ۳۹۲، ۳۹۳،

النوع السابع والثلاثون: معرفة المزيد في متصل الاسانيد)

مثلاً صحیح بخاری کی ایک روایت ''مجاہد عن ابن عباس'' کی سند سے ہے۔(البخاری:۲۱۶)

جبکہ دوسری روایت میں ''عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس'' آیا ہے۔(البخاری:۱۳۶۱)

صحیح بخاری کی یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں، انھیں مضطرب قرار دینا غلط ہے۔

تنبیہ: اگر دو سندیں اس طرح ہوں کہ (۱) محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید (۲) محمد بن عمرو عن رجل عن ابی حمید

فرض کریں کہ پہلی سند میں سماع کی تصریح نہیں ہے اور دوسری سند میں رجل مجہول ہے تو بے شک ایسی روایت ضعیف ہو جاتی ہے۔ لیکن ہماری بیان کردہ روایت میں سماع کی تصریح بھی ہے۔ لہٰذا وہ ''عن رجل'' والی سند سے ضعیف نہیں ہوتی بلکہ یہ بشرطِ صحت اس کی تائیدی روایت بن جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ عطاف بن خالد والی اس سند میں ''رجل'' سے مراد ''عباس بن سہل'' ہے جیسا کہ عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی ضعیف حدیث میں صراحت ہے۔[دیکھئے الاحسان:۱۸۶۶]

حافظ ابن حبان کے نزدیک یہ روایت محمد بن عمرو نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے بھی سنی ہے اور عباس بن سہل سے بھی سنی ہے۔ [الاحسان نسخہ محققہ ۱۸۲/۵]

فیض الباری کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے کہ ''**لا بأس بضعف الرواية فإنها تكفي لتعيين أحد المحتملات**'' ضعیف حدیث کے ساتھ دو محتمل معنوں میں سے ایک معنی کا تعین کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(ج ۲ ص ۴۲۱)

یاد رہے کہ ابن حبان اور ابو داود والی اس ضعیف روایت، جس میں عباس بن سہل کا ذکر موجود ہے، کو نیموی حنفی نے ''**إسناده صحيح**'' لکھا ہوا ہے۔[آثار السنن:۴۴۹]!!

خلاصۃ التحقیق: عبدالحمید بن جعفر کی بیان کردہ یہ روایت صحیح و محفوظ ہے اور اس پر اضطراب کی جرح باطل و مردود ہے۔

امام محمد بن یحییٰ الذہلی کا اعلان

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مجلسِ صحابہ میں بیان کردہ حدیث "فليح بن سليمان: حدثني العباس بن سهل الساعدي" کی سند سے بھی مروی ہے

[سنن ابن ماجہ: ۸۶۳ وسندہ حسن، فلیح بن سلیمان من رجال الصحیحین ووثقہ الجمہور]

اس حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع یدین کا اثبات ہے۔ اس حدیث کے بارے میں امام بخاری اور بے شمار محدثین کے استاد امام محمد بن یحییٰ (الذہلی، متوفی ۲۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ "من سمع هذا الحديث ، ثم لم يرفع يديه . يعني إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع . فصلاته ناقصة"

جو شخص یہ حدیث سن لے پھر بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرے تو اس کی نماز ناقص (باطل) ہے۔ [صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۹۸ ح ۵۸۹ وسندہ صحیح]

یاد رہے کہ امام ذہلی کا یہ قول کسی حدیث یا آثارِ سلف صالحین کے خلاف نہیں ہے۔

چند اہم نکات وفوائد

۱: امام ابو حاتم الرازی نے "محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی" کی حدیث کو "والحديث أصله صحيح" کہہ کر "فصار الحديث مرسلاً" یعنی مرسل قرار دیا ہے۔ [علوم الحدیث ۱/۱۶۳ ح ۴۶۱، النسخۃ المحققۃ ۱/۲۲۴ ح ۴۶۱]

چونکہ محمد بن عمرو بن عطاء (ثقہ) نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کر دی ہے لہٰذا امام ابوحاتم کا اس روایت کو مرسل قرار دینا غلط ہے۔

۲: عبدالحمید بن جعفر کے بارے میں ابوحاتم الرازی کہتے ہیں: "محله الصدق"

[الجرح والتعدیل ۶/۱۰، علل الحدیث ۱/۳۸۲ ح ۱۱۴۰، نسخہ محققہ ۲/۵۰]

اس پر ابوحاتم کی جرح "لا يحتج به" (میزان الاعتدال ۲/۵۳۹ ت ۴۷۶۷) باسند صحیح

نہیں ملی لہٰذا یہ جرح امام ابو حاتم سے ثابت ہی نہیں ہے۔

۳: سیدنا ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے۔
بعض کہتے ہیں: ۳۰ھ، بعض کہتے ہیں: ۶۰ھ یا ۷۰ھ یا ۸۰ھ یا ۴۰ھ
دیکھئے تقریب التہذیب (۶۴۳۶) والاِصابۃ (ص ۱۱۵۵، ۱۱۵۶)
لہٰذا بعض الناس کا بالجزم آپ کی وفات ۳۰ھ قرار دینا غلط ہے۔
طبقۂ رابعہ کے راوی ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی نے کہا: "سمعت أبا أسید الساعدي و ابن عباس" إلخ
[المعجم الکبیر للطبرانی ۱۹/۲۶۸، ۲۶۹ ح ۵۹۵ وسندہ حسن، وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۴/۱۱۴: وإسنادہ حسن]
جب طبقۂ رابعہ والے تابعی کا سماع سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے تو طبقۂ ثالثہ والے تابعی کا کیوں ناممکن ہے؟ اس سے بھی "العلامة الحافظ الصادق" علی بن محمد المدائنی کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے، حافظ ذہبی کا اس قول کو "وھذا بعید" (سیر اعلام النبلاء ۲/۵۳۸) کہنا بذاتِ خود بعید اور محلِ نظر ہے۔

۴: سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۳ھ اور بعض نے ۴۶ھ اور ۴۷ھ کہا ہے دیکھئے تہذیب الکمال (۱۷/۲۴۰) آپ کی صحیح تاریخِ وفات نامعلوم ہے۔
یہ کہنا کہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، دعویٰ بلا دلیل ہے۔
اسی طرح بعض الناس کا یہ کہنا کہ "سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ سے پہلے روپوش ہو گئے تھے" غلط ہے۔

۵: امام لیث بن سعد، امام سعید بن عفیر، امام یحییٰ بن معین اور امام ترمذی وغیرہم نے کہا ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ ان ائمہ کی تردید کرتے ہوئے ایک گستاخ شخص لکھتا ہے کہ "یہ تو سب مشرک وکارِ شیطان کرنے والے تھے"!
اس کا یہی جواب ہے کہ "لعنة الله على الظالمين" امتِ مسلمہ کے جلیل القدر ثقہ

اماموں کو "مشرک" اور "کارِ شیطان کرنے والے" کہنے والا شخص سخت گستاخ اور گمراہ ہے۔

۶: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راوی ایک روایت بیان کرتا ہے، اس کے بعض شاگرد اسے مکمل مطول اور بعض شاگرد مختصر وملخص بیان کرتے ہیں۔

مثلاً صحیح بخاری میں مسيء الصلوٰة کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إذا قمت إلى الصلوٰة فكبر)) إلخ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ...... الخ

[کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام والمأموم ۔ ح ۷۵۷]

اس میں قبلہ رخ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے حالانکہ قبلہ رخ ہونا نماز کا رکن اور فرض ہے۔ وضو کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس حدیث کی دوسری سند میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إذا قمت إلى الصلوٰة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر" إلخ

جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو پورا وضو کر، پھر قبلہ رخ ہو جا، پس تکبیر کہہ۔ الخ

[صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من رد فقال: علیک السلام ح ۶۲۵۱]

اب اگر کوئی منکرِ حدیث یہ شور مچانا شروع کر دے کہ پہلی حدیث میں استقبالِ قبلہ اور وضو کا ذکر نہیں ہے۔ "اور معرضِ بیان میں عدمِ ذکر کتمان ہے جو یہود کا شیوہ ہے"!

تو اس گمراہ و بے وقوف کا شور باطل و مردود ہے۔ اسے سمجھایا جائے گا کہ ایک صحیح روایت میں ذکر ہو اور دوسری صحیح میں ذکر نہ ہو تو عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ احادیث کی تمام سندیں اور متون جمع کر کے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ

" اعلم أن الحديث لم يجمع إلا قطعة قطعة فتكون قطعة عند واحد وقطعة أخرىٰ عند واحد فليجمع طرقه وليعمل بالقدر المشترك ولا يجعل كل قطعة منه حديثاً مستقلاً "

اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔ پس ایک ٹکڑا ایک

راوی کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس، لہٰذا چاہئے کہ احادیث کی تمام سندیں (اور متون) جمع کر کے حاصلِ مجموعہ پر عمل کیا جائے اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنایا جائے۔ [فیض الباری ج ۳ ص ۴۵۵]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

"صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رُواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا ٹکڑا، کوئی کس طرح، کوئی کس طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے" [فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۳۰۱]

لہٰذا جو لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں ہے، ان کا شور غلط اور مردود ہے۔

ایک اہم نکتہ

صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح]

اور یہ بھی مروی ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۴، ۶۹۵، وقال الحافظ ابن حجر فی کتابہ موافقۃ الخُبر الخَبر ۱/۴۰۹، ۴۱۰ "ھٰذا حدیث صحیح"!]

ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور یحییٰ بن ایوب الغافقی پر جرح مردود ہے، وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں اور عثمان بن الحکم نے ان کی متابعت کر دی ہے۔

اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ " **ولا یفعله حین یرفع رأسه من السجود** "

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تنبیہ: یہ روایت حنفی اصول کی رُو سے تو صحیح ہے لیکن میرے نزدیک زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا اس نکتے کا استدلال موقوف روایت اور مجموعی احادیث پر ہے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز کا مفصل ذکر موجود ہے مگر اس میں شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور رکعتیں (دو رکعتوں) کے بعد کسی رفع یدین کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اس حدیث کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے:

''إن كانت هذه لصلا ته حتى فارق الدنيا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے چلے گئے۔ [صحیح بخاری مع فتح الباری ج۲ص۲۹۰ ح۸۰۳]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہی نماز پڑھتے تھے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی۔ اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے لہٰذا اس سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رفع یدین کرتے تھے۔ جس شخص کو اس سے اختلاف ہے تو اسے چاہئے کہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح یا حسن ترکِ رفع یدین کا ثبوت پیش کرے۔ اس استدلال کے بعد'' التحقيق الراسخ في أن أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ'' پڑھنے کا اتفاق ہوا تو بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے استادوں کے استاد (شیخ الشیوخ) حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی استدلال کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک رفع یدین ثابت کیا ہے۔ دیکھئے التحقیق الراسخ (ص۹۰، ۹۱ نویں حدیث) والحمد للہ

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں بھی رفع یدین ثابت ہے۔

[بحوالہ سنن ابن ماجہ ص۶۲ ح۸۶۰ ومسند احمد ۱۳۲/۲ ح۶۱۶۳]

تو عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیین وحجازیین سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (باب ماجاء فی الجنب والحائض ح۱۳۱) وتہذیب الکمال (۲۱۴/۲۔۲۱۷)

صالح بن کیسان مدنی (وحجازی) ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۲۸۸۴)

اس ضعیف سند سے استدلال مردود ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کو بڑا وہم ہوا ہے، انھوں نے

بغیر کسی دلیل کے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ اِنا لله واِنا اِليه راجعون

۷: بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔ وجہِ اضطراب یہ ہے کہ طحاوی (۱/۱۲۷) وسنن ابی داود (ج ۱ ص ۱۰۶ ح ۷۳۰) میں تورک کا ذکر ہے لیکن سنن ابی داود (ج ۱ ص ۱۰۷ ح ۷۳۳) میں تورک کی نفی (ولم يتورك) ہے۔

عرض ہے کہ ولم يتورك والی روایت (سنن ابی داود: ۷۳۳) بلحاظِ سند ضعیف ہے جیسا کہ اس مضمون میں گزر چکا ہے۔ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے۔ اسے حافظ ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ مجہول الحال راوی کی روایت سے اضطراب ثابت کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو دن رات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ بعض روایات میں ''قالوا جميعاً صدقت'' اور بعض روایات میں ان الفاظ کا نہ ہونا اضطراب کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون میں مفصل و مدلل ثابت کر دیا گیا ہے۔

خلاصۃ البحث والتحقیق: اس مضمون کی ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالحمید بن جعفر (ثقہ) کی محمد بن عمرو بن عطاء المدنی (ثقہ) سے سیدنا ابوحمید الساعدی المدنی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث بالکل صحیح ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے......الخ

یہ روایت بالکل بے غبار ہے اس میں کسی قسم کا اضطراب نہیں۔ جمہور محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کا اس حدیث کی تصدیق کرنا، اس کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے رہے۔

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی کا اللہ تعالیٰ پر بہتان

نورالقمرين في اثبات رفع اليدين

انوار خورشید دیوبندی کی کتاب

”حدیث اوراہلحدیث“ کے باب

” ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے“

کا مکمل جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

تمھارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے۔

[الاحزاب:۲۱]

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد :
رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔
امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" حدثنا إسحاق الواسطي قال: حدثنا خالد بن عبدالله عن خالد عن أبي قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلّى كبّر ورفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ صنع هكذا "

[صحیح البخاری: ۱/۱۰۲ حدیث ۷۳۷، وصحیح مسلم: ۱/۱۶۸ حدیث ۹۱، ولفظ مسلم فی الاخیر: "وحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل هكذا "]

ابو قلابہ (تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے (نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد) مالک بن الحویرث (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، جب وہ نماز پڑھتے تھے اللہ اکبر کہتے اور رفع یدین کرتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے رفع یدین کرتے، اور حدیث بیان کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا تھا، اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا (ہی) کرتے تھے۔

تبصرہ: اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کے مقابلے میں کسی صحیح حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد کی صراحت کے ساتھ ترکِ رفع یدین یا نسخِ رفع یدین قطعاً ثابت نہیں ہے۔

نماز میں رفع الیدین کا مسئلہ انتہائی اہم اور معرکۃ الآراء مسئلہ ہے، اہلِ سنت کے اکابر علماء نے اس مسئلے کے اثبات پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً امیر المومنین فی الحدیث

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب : جزء رفع الیدین ۔لیکن اہلِ سنت کے کسی بڑے عالم نے ترکِ رفع یدین پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔

راقم الحروف نے ''نور العینین فی اثبات رفع الیدین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اس کتاب میں رفع الیدین کا اثبات اور مخالفین کے شبہات کا مسکت جواب دے دیا ہے، ابھی تک کسی طرف سے اس کتاب کا جواب نہیں آیا۔ والحمد للہ

انوار خورشید دیو بندی نے اہلِ حدیث کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے ''حدیث اور اہلِ حدیث'' اس کتاب میں انھوں نے ''ترک'' کا باب باندھ کر رفع یدین کا مسئلہ بھی چھیڑا ہے، راقم الحروف نے ''نور القمرین'' کے نام سے اس کا مکمل جواب لکھا تھا جو چھپ کر پھیل چکا ہے، نور القمرین میں انوار صاحب کے تمام شبہات کا مسکت و دندان شکن جواب دے دیا گیا ہے، انھوں نے جواب الجواب میں خاموشی اختیار کی ۔ عام مسلمانوں کو نور القمرین سے بہت فائدہ پہنچا۔ اب اسی جواب کو انوار خورشید صاحب کی اصل عبارتوں کے ساتھ، طبع جدید کے طور پر شائع کیا جارہا ہے۔

نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین متواتر ہے۔ [دیکھئے نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۹۶، ۹۷، لقط اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ ص ۲۰۷، قطف الازھار المتناثرۃ للسیوطی ص ۳۱، ۳۲]

ترکِ رفع یدین یا نسخ رفع یدین نہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے۔

سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے (تمام) صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح]

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کتاب کو کتاب وسنت کی نشر واشاعت اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی

(۸/ اگست ۲۰۰۴ء)

مسئلۂ رفع الیدین

اور

"حدیث اور اہلحدیث"

انوار خورشید دیوبندی نے اپنی کتاب "حدیث اور اہلحدیث" میں "ترک رفع الیدین فی غیر الافتتاح" کے باب کے تحت اڑتیس (۳۸) مرفوع احادیث اور چند آثارِ صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) وآثار تابعین پیش کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ

"تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرنا چاہئے"

اس مختصر مضمون میں ان کے "دلائل" مذکورہ کا جائزہ اور اثبات رفع الیدین کے چند دلائل پیش خدمت ہیں:

سب سے پہلے عرض یہ ہے کہ جب "تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرنا چاہئے" تو حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات وتر اور عیدین میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وتر و عیدین کے رفع الیدین کی تخصیص دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے تو عرض ہے کہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں کے بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہے لہٰذا اس سنتِ صحیحہ سے انکار کیوں؟

اب انوار خورشید دیوبندی صاحب کے "دلائل" اور ان پر مختصر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر۱:

①

ترك رفع اليدين في غير الافتتاح

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے

۱- حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع و بعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد۔

(صحیح ابی عوانہ ۲ ص ۹۰)

حضرت امام زہریؒ، حضرت سالمؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے ...... مونڈھوں تک اور جب آپ ارادہ فرماتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھا لینے کے بعد آپ رفع یدین نہ کرتے۔ بعض راویوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے۔ مطلب سب راویوں کی روایت کا ایک ہی ہے۔

تبصرہ:

۱: مسند ابی عوانہ کا موجودہ مطبوعہ نسخہ ہندوستانی دیوبندیوں کا شائع کردہ ہے جسے انھوں نے متعدد نسخوں سے شائع کیا ہے جن میں ایک نسخہ شاہ احسان اللہ السندھی رحمہ اللہ کے المکتبۃ الراشدیہ کا ہے۔ [صحیح ابی عوانہ: ۴۲۳/۱]

اس نسخہ کے ص ۳۱۲ پر مذکورہ بالا حدیث موجود ہے جس کا متن اس طرح ہے:

"....وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنٰى واحد"

یہی متن انوار صاحب کی "حدیث اور اہلحدیث" (طبع چہارم) کے ص ۹۱۲ پر موجود ہے

صحیح ابی عوانہ کا ایک دوسرا نسخہ الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے اس میں بھی نسخۂ راشدیہ جیسا متن ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ دو قلمی نسخوں میں "واؤ" موجود ہے جسے ہندوستانی ناشرین نے اڑا دیا ہے۔

اس کے بعد دنیا میں جہاں کہیں بھی صحیح ابی عوانہ چھپی ہے، ہندوستانی نسخہ کا عکس ہے۔

۲: صحیح ابی عوانہ کی مذکورہ بالا روایت صحیح مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۰) وغیرہ میں بھی "واؤ" کے اثبات کے ساتھ موجود ہے۔

۳: روایت مذکورہ میں امام ابوعوانہ کے کم از کم تین استاد ہیں:

۱: عبداللہ بن ایوب ۲: سعدان بن نصر ۳: شعیب بن عمرو

ان میں سے سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی (۶۹/۲) میں اثبات رفع الیدین اور ''واو'' کے اثبات کے ساتھ موجود ہے۔

۴: امام ابوعوانہ فرماتے ہیں:

''حدثنا الربيع بن سليمان عن الشافعي عن ابن عيينة بنحوه'' إلخ (۹۰/۲)

یہ روایت کتاب الام للشافعی (۱۰۳/۱) میں ''واو'' کے اثبات اور رفع الیدین کے ثبوت کے ساتھ موجود ہے۔ امام ابوعوانہ دراصل راویوں کا اختلاف بیان کر کے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ بعض راویوں نے ''ولا يرفع بين السجدتين'' [السنن الکبریٰ للبیہقی ۶۹/۲، کتاب الام ۱۰۳/۱] اور بعض نے ''ولا يرفعهما بين السجدتين'' کے الفاظ بیان کئے ہیں، جبکہ ''والمعنٰی واحد'' مفہوم ایک ہے۔ [صحیح مسلم ۱۶۸/۱ ح ۳۹۰]

امام ابوعوانہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کتاب الام للشافعی، وغیرہ میں یہی روایت اثبات رفع الیدین کے ساتھ موجود ہے۔

۵: راقم الحروف نے اپنی کتاب ''نور العینین فی مسئلۃِ رفع الیدین'' میں یہ ثابت کیا ہے کہ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے یہی روایت تیس (۳۰) سے زیادہ اماموں اور راویوں نے اثبات رفع الیدین کے ساتھ نقل کی ہے۔ اسی طرح امام زہری رحمہ اللہ سے یہی روایت تواتر کے ساتھ ثابت ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' فإن الرواية عن الزهري بهٰذا السند بالغة مبلغ القطع باثبات الرفع عند الركوع وعند الإعتدال وهي في الموطأ وسائر كتب أهل الحديث''

[لسان المیزان ۲۸۹/۵ ترجمہ محمد بن عکاشہ]

امام حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وممن رواه الزهري عن سالم ولم يختلف فيه عليه ولا اِضطراب

في متنه " إلخ اور سالم سے روایت کرنے والوں میں زہری بھی ہیں۔اس روایت میں ان پر اختلاف نہیں کیا گیا اور نہ اس روایت کے متن میں کوئی اضطراب ہے۔الخ

[مقدمۃ کتاب الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۶ الوجہ التاسع عشر دوسرا نسخہ ص ۲۱]

۶: امام ابوعوانہ نے اس حدیث پر رفع الیدین کے اثبات کا باب باندھا ہے لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس باب کے تحت وہ رفع الیدین نہ کرنے کی کوئی روایت لے آئیں۔

ایک شخص دکان پر بورڈ لگاتا ہے "گوشت کی دکان" جبکہ وہ دکان کے اندر منیاری کا سامان سجائے بیٹھا ہے۔کیا کوئی شخص اسے صاحبِ عقل تصور کرسکتا ہے؟ جب عام آدمی ایسا نہیں کرتا تو امام ابوعوانہ سے اس کا صدور کس طرح ممکن ہے؟

۷: عصرِ حاضر سے پہلے کسی حنفی نے ابوعوانہ کی روایت مذکورہ سے استدلال نہیں کیا اگر ایسی کسی روایت کا وجود ہوتا تو اسلافِ حنفیہ اس سے ضرور استدلال کرتے۔

۸: اس روایت میں "ولا یرفع" اور "ولا یرفعهما" دونوں سے سجدوں والے رفع الیدین کی نفی ہے،رکوع والے کی نہیں۔

۹: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد ثقہ راویوں نے اثبات رفع الیدین نقل کیا ہے مثلاً سالم بن عبداللہ، نافع اور محارب بن دثار رحمہم اللہ وغیرہم۔

۱۰: ابن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ص ۵۳ ح: ۱۵ وصححہ النووی فی المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵]

حدیث نمبر۲:

2

حدثنا الحميدي قال حدثنا سفيان قال حدثنا الزهري قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه و اذا اراد ان يركع و بعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين ـ[له]

(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سالمؒ بن عبداللہ نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے خبر دی کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے مونڈھوں تک اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے اور رکوع سے سر اٹھا لیتے تو پھر رفع یدین نہ کرتے اور نہ دونوں سجدوں کے درمیان کرتے۔

تبصرہ:

۱: مسند حمیدی کا موجودہ نسخہ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی نے "نسخۂ دیوبند" (نوشتہ ۱۳۲۴ھ) سے شائع کیا ہے۔ [مسند حمیدی ج ۱ ص ۳ مقدمہ]

اعظمی صاحب نے (ص ۲۴ مقدمہ، کے بعد) مکتبہ ظاہریہ۔دمشق کے نسخہ کا بھی ذکر کیا ہے۔اس کا سن نوشت ۶۸۹ھ ہے۔ [مقدمہ مسند حمیدی ۱/۱۹]

نسخۂ ظاہریہ کے مذکورہ نسخہ کی مکمل فوٹوسٹیٹ میرے پاس موجود ہے۔اس کے صفحہ ۱۰۰ ب پر مذکورہ بالا حدیث درج ذیل متن کے ساتھ موجود ہے:

" وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين "

یعنی اس میں "فلا یرفع" کے الفاظ نہیں ہیں۔

۲: مدینہ یونیورسٹی سے میرے عرب طالب علم دوستوں نے مکتبہ ظاہریہ کا ایک دوسرا مسند حمیدی کا (مکمل) نسخہ بھیجا ہے۔جس کا سن نوشت تقریباً ساتویں صدی ہجری ہے۔اس پر امام ابن قدامہ وغیرہ کے سماعات بھی ہیں۔اس نسخہ کے ص ۱۲۸ الف پر یہی روایت:

" وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين "

کے متن کے ساتھ موجود ہے۔"فلا یرفع" کے الفاظ نہیں۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ متن حدیث میں "فلا یرفع" کا لفظ تیرھویں اور چودھویں صدی کے ہندوستانی ناسخین کا وہم ہے۔

۳: مسند حمیدی کا موجودہ نسخہ (بتحقیق الاعظمی) غلطیوں سے بھرا ہوا ہے۔میں نے مسند الحمیدی کی تحقیق میں جسے (دارالسلام ریاض، لاہور) سے (ان شاء اللہ) شائع کیا جا رہا ہے اس نسخہ کی تقریباً چار سو اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔قارئین سے درخواست ہے کہ بطور تجربہ اعظمی صاحب کے نسخہ کا کوئی صفحہ نکالیں اور حاشیہ پڑھیں۔آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر صفحہ پر غلطی اور غلطیاں موجود ہیں۔مثلاً ج ۱ ص ۲۲۲ ح ۴۶۹ پر "أخبرني أبو الشعثاء

جابر بن زيد قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول " إلخ ہے حالانکہ یہ سند قطعاً غلط ہے۔ جابر بن زید تابعی ہیں۔ نبی ﷺ سے ان کی ملاقات بالکل ثابت نہیں ہے۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ورنہ میں ایسی بہت سی مثالیں ذکر کرتا۔ لہٰذا ایسے غلط نسخہ کی بنیاد پر صحیح متفق علیہ احادیث کو تارپیڈو کرنا انتہائی مذموم حرکت ہے۔

۴: عصر حاضر سے پہلے کسی حنفی نے یہ روایت اپنے استدلال میں پیش نہیں کی۔

۵: سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے رفع الیدین کا اثبات بالتواتر ہے۔

۶: زہری رحمہ اللہ سے رفع الیدین کا اثبات متواتر ہے۔

۷: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد شاگردوں نے رفع الیدین کا اثبات نقل کیا ہے۔

۸: ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے۔

۹: کسی کتاب کے اگر کسی نسخہ سے کوئی مختلف فیہ روایت نقل کی جائے تو اس کتاب کے دوسرے موجودہ نسخوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ [تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۲۰۲ مقدمہ ابن الصلاح]

۱۰: امام حمیدی سے مروی ہے کہ جو شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث معلوم ہو جانے کے بعد بھی رفع الیدین نہ کرے تو اس کی نماز فاسد یا ناقص ہے۔ [دیکھئے التمہید ۹/۲۲۵]

جب امام حمیدی رفع الیدین کے وجوب کے قائل ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ رفع الیدین کے خلاف روایت بیان کریں؟

حدیث نمبر ۳:

3

۳۔ عن عبد الله بن عون الخراز ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود؛

(خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ ۱/ص۴۰۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز شروع فرماتے وقت رفع یدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔

تبصرہ:

نصب الرایہ کے مذکورہ بالا صفحہ پر اس حدیث کے بعد لکھا ہوا ہے:

" قال البيهقي: قال الحاكم: هذا باطل موضوع، ولا يجوز أن يذكر،

إلاعلٰى سبيل القدح" بیہقی نے کہا: حاکم نے کہا: یہ (روایت) باطل موضوع ہے اور بغیر اس پر جرح کے اس روایت کا ذکر جائز نہیں ہے۔

یعنی یہ روایت باطل اور من گھڑت ہے۔ انوار خورشید دیوبندی نے روایتی مقلدین کی طرح خاموشی کے ساتھ اس جرح کو چھپا لیا ہے۔

حدیث نمبر۴:

(4)

۴۔ ابن وهب عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلوٰة ، (المدونة الكبرى ۱/۶۸)	حضرت سالم بن عبد اللہؒ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے مونڈھوں تک جب کہ آپ نماز کی تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔

تبصرہ:

اس حدیث میں رفع الیدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب "معرفۃ السنن والآثار" (۵۴۰/۱، ۵۴۱ ح ۷۵۹ طبع بیروت لبنان) میں ابن وہب کی یہی روایت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ موجود ہے۔ [نیز دیکھئے التمہید ۲۱۰/۹، ۲۱۱]

"المدونۃ الکبریٰ" امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحبِ مدونہ "سحنون" تک متصل سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ ساری کتاب بے سند ہے۔ ایک مشہور عالم ابو عثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی صاحب سحنون، جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۲۰۵/۱۴]

انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ [ایضاً ۲۰۶]

وہ مدونہ کو "مدوّدہ" یعنی کیڑوں والی کتاب کہتے تھے۔ [العبر فی خبر من غبر ۴۴۳/۱ وفیات سنہ ۳۰۲ھ]

عبد الرحمٰن بن قاسم نے امام مالک سے جو مسائل بیان کئے ہیں ان کے بارے میں امام ابو زرعہ الرازی نے فرمایا: "فالناس يتكلمون في هذه المسائل" پس: لوگ ان

مسائل پر جرح کرتے ہیں۔ [کتاب الضعفاء لابی زرعہ الرازی ص ۵۳۴]

حدیث نمبر ۵:

(5)

حدثنا أبو كريب محمد بن العلاء ثنا محمد بن عبد الرحمن بن محمد المحاربي ثنا ابن أبي ليلى عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس وعن نافع عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ترفع الأيدي في سبعة مواطن افتتاح الصلوة واستقبال البيت والصفا والمروة والموقفين وعند الحجر (كشف الأستار [illegible])

حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے۔ نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور رمی جمار کے وقت۔

تبصرہ:

۱: اس روایت سے ترک رفع الیدین ثابت نہیں ہوتا۔

۲: خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے باسند صحیح رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔
[مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن، جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۱]

۳: انوار خورشید صاحب کی پیش کردہ کتاب ''کشف الاستار'' کے حاشیہ پر حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی لکھتے ہیں:

'' قال الهيثمي وفيه ابن أبي ليلٰى وهو سئ الحفظ ''

یعنی اس کے راوی ابن ابی لیلٰی کا حافظہ خراب تھا۔ [مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳]

نیز اسی صفحہ پر محدث بزار کی جرح بھی موجود ہے۔

۴: انور شاہ کشمیری (دیوبندی) اس راوی محمد ابن ابی لیلٰی کے بارے میں فرماتے ہیں:

'' فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور ''

یعنی وہ میرے نزدیک اور جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ [فیض الباری ۳/۱۶۸]

۵: اس کا ایک راوی الحکم بن عتیبہ مدلس ہے۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۶]

مدلس راوی کے بارے میں سرفراز خان صاحب فرماتے ہیں:

''مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں اِلا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمہ نووی ص ۱۸ فتح المغیث ص ۷۷ و تدریب الراوی ص ۱۴۴)''

[خزائن السنن: ۱/ ابعد از ص ''ع''!]

حدیث نمبر ۶:

(6)

۱۔ حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن النسائی انا عمرو بن یزید ابو برید الجرمی ثنا سیف بن عبید اللہ ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السجود علی سبعة اعضاء الیدین و القدمین والرکبتین والجبهة ورفع الایدی اذا رأیت البیت وعلی الصفا والمروة وبعرفة وعند رمی الجمار واذا اقیمت الصلوة،
(معجم طبرانی کبیر ۱۱ ص۳۵۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سجدہ سات اعضاء پر کیا کرو دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں، اور پیشانی پر اور رفع یدین اس وقت کیا کرو جب تو بیت اللہ کو دیکھے اور صفا و مروہ پر، وقوفِ عرفہ کے وقت، رمی جمار کے وقت اور جب نماز کے لیے اقامت کہدی جائے۔

تبصرہ:

۱: اس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۵

۲: عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

[الکواکب النیرات ص ۶۱ تا ص ۶۵]

• میرے علم میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ورقاء نے عطاء سے قبل از اختلاط سماع کیا تھا۔

حدیث نمبر ۷ تا ۱۴:

(7)

۷۔ حدثنا هناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة، قال وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن و به یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة،
(ترمذی ۱ ص۵۹)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کرنے کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا، اور ترکِ رفع یدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے اور بے شمار اہل علم صحابہ کرام اور تابعین اسی کے (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

(8)

حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیه الا مرة۔
(ابو داود ۱ ص[illegible])

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے نماز پڑھی اور ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

(9)

۹۔ اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ قال الا اخبرکم بصلوة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یعد۔
(نسائی ۱ ص[illegible])

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر دوں (حضرت علقمہ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے پہلی مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا پھر نہیں کیا۔

(14)

۱۴- حدثنا ابن ابي داود قال ثنا نعيم بن حماد قال ثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه في اول تكبيرة ثم لا يعود -
(شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/ ۱۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

تبصرہ:

۱: ان تمام روایات میں سفیان ثوری ہیں جو کہ ہر سند میں ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔ ابن الترکمانی حنفی لکھتے ہیں: ''الثوري مدلس وقد عنعن'' ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔ [الجوہر النقی: ۸/ ۲۶۲]

سرفراز خان صفدر صاحب حیاتی دیوبندی، ماسٹر امین اوکاڑوی حیاتی دیوبندی، شیر محمد صاحب مماتی دیوبندی، محمد شریف صاحب کوٹلوی بریلوی اور نیموی وغیرہم نے بھی سفیان ثوری کا مدلس ہونا تسلیم کیا ہے۔

[خزائن السنن ۲/ ۷۷، مجموعہ رسائل ۳/ ۳۳۱، آئینہ تسکین الصدور ص ۹۰، ۹۲ وغیرہ، فقہ الفقیہ ص ۱۳۴، آثار السنن ص ۱۲۶ تحت ح ۳۸۴ وفی نسخۃ اُخریٰ ص ۱۹۴]

مدلس راوی کے عنعنہ کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی کی تحقیق حدیث ۵ جواب ۵ میں گزر چکی ہے۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

''اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ: ۵/ ۲۴۵]

اور مزید لکھتے ہیں ''اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول'' [ص ۲۶۶ ایضاً]

حدیث نمبر ۱۵:

(15)

۱۵۔ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود ان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یعود الی شئی من ذالک ویاثر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (جامع المسانید ۱: [illegible])

حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اور وہ حضرت اسودؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز میں کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور وہ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے۔

تبصرہ:

جامع المسانید میں اس کی سند درج ذیل ہے:

"(أخرجه) أبو محمد البخاري (عن) رجاء بن عبد الله النهشلي (عن) شقيق بن إبراهيم (عن) أبي حنيفة رضي الله عنه"

اس کا پہلا راوی ابو محمد البخاری الحارثی کذاب ہے۔

[دیکھئے الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث ص ۲۴۸، میزان الاعتدال ۴۹۶/۲، لسان المیزان ۳۴۸/۳، ۳۴۹]

دوسرا راوی نامعلوم اور تیسرا متکلم فیہ ہے لہٰذا یہ سند موضوع و باطل ہے۔

حدیث نمبر ۱۶ تا ۲۱ اور ۲۳:

(16)

۱۶۔ حدثنا محمد بن الصباح البزاز نا شریک عن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔ (ابو داود ج ۱ ص [illegible])

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کانوں کے قریب تک لے جا کر رفع یدین کرتے پھر (کسی جگہ) نہ کرتے

(17)

[illegible]

(18)

عبد الرزاق عن ابن عیینۃ عن یزید عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب مثلہ وزاد قال مرۃ واحدۃ ثم لا تعد لرفعھا فی تلک الصلوٰۃ۔ (مصنف عبد الرزاق ج ۲ [illegible])

حضرت سفیان بن عیینہ نے یزید بن ابی زیاد سے [illegible] عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اسی [illegible] اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ [illegible] نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی دفعہ [illegible] پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا

(19)

[illegible]

(20)

[illegible]

21

23

حدثنا احمد بن علي بن العلاء ثنا ابو الاشعث ثنا محمد بن بكر ثنا شعبة عن يزيد بن ابي زياد قال سمعت ابن ابي ليلى يقول سمعت البراء في هذا المجلس يحدث قوما منهم كعب بن عجرة قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين افتتح الصلاة يرفع يديه في اول تكبيرة ،

(دارقطني [illegible])

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو اس مجلس میں کچھ لوگوں سے باتیں کرتے سنا جن میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ (حضرت براء) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پہلی تکبیر میں۔

تبصرہ:

۱: اس کا راوی یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

" **يزيد بن أبي زياد وهو ضعيف** " [تفسیر ابن کثیر: ۱۱۳/۴، الشوریٰ آیت ۲۳، ۲۴]

"نماز پیغمبر ﷺ" کے مصنف محمد الیاس فیصل لکھتے ہیں:

"زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔" الخ (ص ۸۵)

"نبوی نماز مدلل سندھی" جلد اول کے مصنف علی محمد صاحب حقانی دیوبندی فرماتے ہیں:

جواب: يزيد بن ابي زياد ڪوفيءَ تي توڙي جو بعض محدثين ڪلام ڪيو آهي مگر اهو ثقه آهي امام مسلم فرمائيندو آهي ته هو سچو آهي ۽ ان کان روايت به ڪري سگهجي ٿي (مقدمه

(ص ۱۶۹) اس کا مفہوم الیاس فیصل صاحب کے الفاظ میں اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

۲: یزید بن ابی زیاد مدلس ہے۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص ۱۰۷]

اور رفع الیدین نہ کرنے والی روایت (**لم يعد** وغیرہ) کی کسی سند میں اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ امام شعبہ کی جس سند میں سماع کی تصریح ہے اس میں تکبیر اولیٰ کے بعد دوبارہ رفع الیدین کرنے کی نفی موجود نہیں ہے۔

۳: یزید بن ابی زیاد کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

[ملحق الکواکب النیرات ص ۵۰۹، ۵۱۰ للشیخ عبدالقیوم عبدرب النبی]

یزید نے یہ روایت اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔ [سنن دارقطنی ۲/۲۹۴]

۴: محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "لم یعد" کا قول یزید بن ابی زیاد کا "مُدرَج قول" ہے۔

[نیل الاوطار ۲/۱۸۰ نیز دیکھئے المدرج الی المدرج للسیوطی ص ۱۶، التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

۵: متعدد محدثین مثلاً امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کے سابقہ صفحات دیکھیں۔

حدیث نمبر ۲۲، ۲۴ تا ۲۸:

(22)

۲۲- حدثنا ابو بکر الآدمی احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد ایوب المخرمی نا علی بن عاصم نا محمد بن یزید بن ابی زیاد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء بن عازب قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوۃ فکبر ورفع یدیہ حتی ساوی بھما اذنیہ ثم لم یعد (دارقطنی ۱ ص ۲۹۴)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نے تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا حتی کہ آپ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر دوبارہ (کسی مقام پر) آپ نے رفع یدین نہیں کیا۔

(24)

(25)

(26)

(27)

(28)

حدثنا محمد بن النعمان قال حدثنا یحیی بن یحیی قال ثنا وکیع عن ابن ابی لیلی عن اخیہ وعن الحکم عن ابن ابی لیلی ———— عن البراء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ (شرح معانی الآثار للطحاوی ۱ ص ۱۵۳)

تبصرہ:

محمد ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہے جیسا کہ حدیث ۵ پر تبصرہ نمبر ۳، ۴ پر گزر چکا ہے۔

طحاوی حنفی بھی اسے "مضطرب الحفظ جداً" کہتے ہیں۔ [مشکل الآثار ۳/۲۲۶]

ابن ابی لیلیٰ نے یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی۔

[دیکھئے کتاب العلل لاحمد بن حنبل ۱/۱۴۳]

حدیث نمبر ۲۹:

(29)

۲۹. حدثنا مسدد ثنا يحيى عن ابن ابي ذئب عن سعيد بن سمعان عن ابي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل في الصلوٰة رفع يديه مدًّا
(ابوداود، اصلنا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو خوب اٹھا کر کے رفع یدین کرتے تھے۔

تبصرہ:

اس روایت میں تکبیر اولیٰ کے بعد رفع الیدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ سنن ابی داود کے اسی نسخہ میں ح ۷۳۸ پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین نقل کرتے ہیں۔ [ج ا ص ۱۰۸]

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ [۱/۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۵]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: "هذا حديث صحيح" [موافقۃ الخبر الخبر: ۱/۴۰۹، ۴۱۰]

حدیث نمبر ۳۰:

(30)

۳۰۔ عن نعيم المجمر وابي جعفر القاري عن ابي هريرة انه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة ويكبر كلما خفض ورفع ويقول انا اشبهكم صلاةً برسول الله صلى الله عليه وسلم،
(التمهيد لما في الموطا من المعاني والاسانيد ۹/ ۲۱۸)

حضرت نعیم المجمر اور حضرت ابوجعفر القاری رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رفع یدین تو نماز شروع کرتے وقت کرتے تھے اور تکبیر ہر اونچ نیچ پر کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔

تبصرہ:

اس روایت میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع الیدین کے ترک کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ عدم ذکر نفی ذکر کے لئے مستلزم نہیں ہوتا۔

[دیکھئے الدرایہ مع الہدایہ ۱/۱۷۷، الجوہر النقی ۴/۳۱۷ وغیرہما]

اس سے پہلی حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا اثبات گزر چکا ہے۔

خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی رفع الیدین ثابت ہے۔

[جزء رفع الیدین ص ۲۲ ح ۲۲، واسنادہ صحیح]

بلکہ ایک روایت میں ان سے یہ بھی آیا ہے:

أقسم بالله إن كانت لهي صلاته حتىٰ فارق الدنيا [المعجم لابن الاعرابی ۱/۲۲۶]

اس کے راوی محمد بن احمد بن عصمہ الرملی کے حالات نہیں ملے لیکن مسند الشامیین للطبرانی (۲/۳۵) میں بعض حدیث میں اس کی متابعت موجود ہے۔ تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ

حدیث نمبر ۳۱:

(31)

۳۱- عن عبدالرحیم بن سلیمان عن ابی بکر النهشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن علی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول الصلوة ثم لا یعود،
(العلل الواردة فی الاحادیث النبویة، دارقطنی ج ۴ ص ۱۰۶) (قلت الفرق برفعه عبدالرحیم بن سلیمان وهو ثقة، ناقل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

تبصرہ:

۱: اس روایت پر امام دارقطنی نے جرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"وهم في رفعه" یعنی اسے اس کے مرفوع بیان کرنے میں وہم ہوا ہے۔

[العلل الواردة ۴/۱۰۷]

۲: دوسرے یہ کہ العلل الواردۃ میں عبدالرحیم مذکور تک سند غیر موجود ہے لہٰذا یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

حدیث نمبر ۳۲:

(32)

ثنا الحسین بن احمد بن منصور سجادة ثنا بشر بن الولید القاضی ثنا کثیر بن عبد الله ابو هاشم قال سمعت انس بن مالك یقول قال لی النبی صلی الله علیه وسلم یا بُنَیَّ اذا تقدمت الی الصلوة فاستقبل القبلة وارفع یدیك وکبّر واقرأ ما بدا لك فاذا رکعت فَضَعْ کفیك علی رکبتیك وفرّق بین اصابعك وسَبِّح فاذا رفعت رأسك فاقم صلبك حتی یقع کل عضو مکانه واذا سجدت فامکن جبهتك من الارض وسَبِّح واذا رفعت رأسك فاقم رأسك فاذا قعدت فَضَعْ عقبیك تحت الیتك واقم صلبك فانها من سنتی ومن اتبع سنتی فانه منی ومن هو منی فهو معی فی الجنة۔
(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ صفحہ ۲۰۸)

کثیر بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹا جب تو نماز کے لیے بڑھے تو تو قبلہ رو ہو جا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قراءت کر جہاں سے کرنا چاہیے پھر جب تو رکوع میں جائے تو دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ اور انگلیاں کھلی رکھ اور (رکوع کی) تسبیح پڑھ پھر جب رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی کمر سیدھی کرے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پہنچ جائے پھر جب تو سجدہ میں جائے تو اپنی پیشانی زمین پر رکھ اور (سجدہ) کی تسبیح پڑھ، پھر جب تو سر اٹھائے تو اپنا سر سیدھا کر لے، پھر جب تو قعدہ کرے تو اپنی ایڑیوں کو سرین کے نیچے کر لے اور کمر کو سیدھا کر لے یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کی پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جو مجھ سے ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہے

تبصرہ:

اس روایت میں ترک رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ روایت باطل ہے۔ کامل ابن عدی کے صفحہ مذکورہ سے پہلے (ص ۲۰۸۵ پر) امام بخاری رحمہ اللہ کا قول موجود ہے کہ "كثير بن عبد الله أبو هاشم الأبلي منكر الحديث عن أنس"

اور امام نسائی کا قول لکھا ہوا ہے:

" كثير أبو هاشم يروي عن أنس: متروك الحديث "

امام بخاری کا کسی راوی پر منکر الحدیث کی جرح کرنا (ان کے نزدیک) شدید جرح ہے۔

[دیکھئے میزان الاعتدال ۶/۱ وغیرہ بحوالہ قواعد فی علوم الحدیث تصنیف: ظفر احمد تھانوی دیوبندی ص ۱۵۷/ حاشیہ نمبر ا لابی غدۃ]

بلکہ تہذیب التہذیب (۴۱۸/۸ وفی نسخہ ص ۳۷۴) میں لکھا ہوا ہے:

" وقال الحاكم: زعم أنه سمع من أنس، روى عنه أحاديث يشهد القلب أنها موضوعة " اور حاکم نے کہا: اس نے انس سے سننے کا دعویٰ کیا ہے، اس نے آپ سے ایسی حدیثیں بیان کی ہیں جن کے بارے میں دل یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ موضوع ہیں۔

حدیث نمبر ۳۳:

(33)

۳۳۔ عن محمد بن عمرو بن عطاء انه كان جالسا مع نفر من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فذكرنا صلوٰة النبي صلى الله عليه وسلم فقال ابو حميد الساعدي انا كنت احفظكم لصلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم رأيته اذا كبر جعل يديه حذو منكبيه واذا ركع امكن يديه من ركبتيه ثم هصر ظهره فاذا رفع رأسه استوى حتى يعود كل فقار مكانه واذا سجد وضع يديه غير مفترش ولا قابضهما واستقبل باطراف اصابع رجليه القبلة فاذا جلس في الركعتين جلس على رجله اليسرى ونصب اليمنى فاذا جلس في الركعة الآخرة قدم رجله اليسرى ونصب الاخرى وقعد على مقعدته الحديث (بخاری ۱۱۴/۱)

حضرت محمد بن عمرو بن عطاءؒ سے مروی ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا ذکر کیا تو ابوحمید ساعدیؓ کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہوں، میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں کے برابر لے جاتے، اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی کمر (مبارک) جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے حتیٰ کہ آپ کی کمر کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آ جاتی اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھتے کہ نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے پھر جب دو رکعتوں پر بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے پھر جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں آگے کر دیتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھتے۔

تبصرہ:

یہ روایت بالکل صحیح ہے۔لیکن اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ترک کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔محمد بن عمرو بن عطاء کی یہی روایت ایک دوسری سند کے ساتھ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ سنن ابی داود (۱/۱۰۶ ح۷۳۰) سنن ترمذی (۱/۶۷ ح۳۰۴) میں بھی موجود ہے۔اسے امام ابن خزیمہ (۵۸۷، ۵۸۸) اور امام ابن حبان (الموارد: ۴۴۲، ۴۹۱، ۴۹۲) وغیرہما نے صحیح کہا ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' اسے امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہم نے بھی صحیح کہا ہے۔لہذا انوار خورشید صاحب کا مفصل روایت کو چھوڑ کر مختصر روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔یاد رہے کہ حدیث مذکورہ کا راوی عبدالحمید بن جعفر اکثر علماء کے نزدیک ثقہ ہے۔

[نصب الرایہ ۱/۳۴۴]

حدیث نمبر۳۴:

(34)

عبد الرحمن بن غنم ان ابا مالك الاشعری جمع قومه فقال يا معشر الاشعريين اجتمعوا واجمعوا نساءكم وابناءكم اعلمكم صلوة النبی صلی اللہ علیه وسلم صلی لنا بالمدينة فاجتمعوا وجمعوا نساءهم وابناءهم فتوضأ واراهم كيف يتوضأ فاحصی الوضوء الی اماكنه حتی لما ان فاء الفیئ وانكسر الظل قام فاذن فصف الرجال فی ادنی الصف وصف الولدان خلفهم وصف النساء خلف الولدان [illegible] اقام الصلوة فتقدم فرفع يديه فكبر فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة يسرهما [illegible] فركع فقال سبحان الله وبحمده ثلاث مرات ثم قال سمع الله لمن حمده واستوی قائما ثم كبر وخر ساجدا ثم كبر فرفع رأسه ثم كبر فسجد ثم كبر فانتهض قائما [illegible] تكبيره فی اول ركعة ست تكبيرات وكبر حين قام الی الركعة الثانية فلما قضی صلاته اقبل الی قومه بوجهه فقال احفظوا تكبيری وتعلموا ركوعی وسجودی فانها صلاة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم التی كان يصلی لنا كذا الساعة من النهار [illegible] الحديث۔ (مسند احمد ۵/۳۴۳)

حضرت عبدالرحمن بن غنمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالکؓ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا اے اشعری قوم جمع ہو جاؤ عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تاکہ میں تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ کی نماز سکھا دوں جو آپ ہمیں مدینہ طیبہ میں پڑھایا کرتے پس آپ نے وضو کیا اور انہیں دکھلایا کہ کیسے وضو کیا جاتا آپ نے خوب اچھی طرح سے پانی اعضاء وضو تک پہنچایا حتی کہ جب سایہ ظاہر ہو گیا تو آپ نے کھڑے ہو کر اذان دی، امام سے قریب تر مردوں نے صف باندھی، ان کے پیچھے بچوں نے اور بچوں کے پیچھے عورتوں نے۔ پھر اقامت ہوئی اور آپ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ گئے۔ آپ نے رفع یدین کیا اور تکبیر (تکبیر تحریمہ) کہی۔ پھر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورت دونوں کو آہستہ سے پڑھا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا اور تین مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح پہلی رکعت میں آپ کی چھ تکبیریں ہوئیں۔ آپ نے دوسری رکعت کے لیے اٹھتے وقت بھی تکبیر کہی پھر نماز پوری کر کے اپنے قبیلے والوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرا رکوع و سجود سیکھ لو، کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصے میں پڑھایا کرتے تھے۔

تبصرہ:

اس روایت کے ایک راوی شہر بن حوشب پر کافی کلام ہے لیکن قولِ راجح میں وہ حسن الحدیث ہے کیونکہ وہ جمہور کے نزدیک موثق ہے۔ عرض ہے کہ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ترک کا کہاں ذکر ہے؟ خواہ مخواہ عدمِ ذکر والی روایت کو نقل کر کے اپنی کتاب کا حجم بڑھا دینا کون سے دین کی خدمت ہے؟

حدیث نمبر ۳۵:

(35) عن عباد بن الزبیر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ فی اول الصلوٰۃ ثم لم یرفعھما فی شئ حتی یفرغ۔ (خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۴)

حضرت عباد بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتدار نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

تبصرہ:

۱: اس کی سند کے ایک راوی ''محمد بن اسحاق'' کا تعین مطلوب ہے۔ یہ وضاحت کی جائے کہ یہ کون ذات شریف ہے؟

۲: حفص بن غیاث مدلس ہے۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۶]

لہٰذا اس کے سماع کی تصریح ثابت کی جائے۔

ابو یوسف محمد ولی درویش (الاستاذ بجامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) اپنی کتاب ''دَ پیغمبر خدا ﷺ مونځ'' میں لکھتے ہیں:

''او د مدلس عنعنه دهیحا په نزد قبوله نه ده''

یعنی: اور مدلس کا عن سے روایت کرنا کسی کے نزدیک بھی مقبول نہیں ہے۔ [ص ۳۲۲]

۳: روایت منقطع ہے۔ امام عراقی مرسل روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ورده جما هير النقاد للجهل بالساقط في الإسناد''

اور جمہور محدثین نے مرسل کو اس وجہ سے رد کر دیا ہے کہ اس کی سند میں گرا ہوا راوی

مجہول ہوتا ہے۔ [الفیۃ العراقی ص۱۴۳ مع فتح الباقی، والالفیۃ مع فتح المغیث ۱/۱۳۴]

یعنی مرسل روایت کو جمہور اہلِ تحقیق نے رد کر دیا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶، ۳۷:

(36)

۳۶- عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي ارا
كانها اذناب خيل شمس اسكنوا في الصلاة
(مسلم [illegible])

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرۂ مبارک سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے (اور ہمیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر) فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں تمہیں اس طرح رفع یدین کرتے ہوئے پاتا ہوں جیسے وہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں، نماز میں سکون اختیار کرو۔

(37)

۳۷- عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نرفع ايدينا في الصلاة فقال ما بالهم رافعين ايديهم في الصلاة كانها اذناب الخيل الشمس اسكنوا في الصلاة۔ (نسائی ۱/۱۷۶)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے، آپ نے فرمایا انہیں کیا ہو گیا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں اٹھی ہوئی ہوں نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔

تبصرہ:

۱: اس میں رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے بلکہ یہ روایت تشہد میں رفع الیدین کے بارے میں ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۲: محدثین کرام و دیگر علماء (مثلاً امام نسائی، امام ابوداود، نووی رحمہم اللہ) اور محمد بن الحسن الشیبانی (فی الحجۃ علی أهل المدينة) نے اس پر سلام کے ابواب باندھے ہیں۔

۳: کسی محدث نے یہ روایت ترکِ رفع الیدین کے باب میں ذکر نہیں کی۔

۴: اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا قیام والے رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ صرف تشہد والے رفع الیدین سے تعلق ہے۔
[دیکھئے جزء رفع الیدین ص۱۰۱، التلخیص الحبیر ۱/۲۲۱]

۵: جو کام خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اسے شریر گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دینا انتہائی غلط اور قابل مذمت حرکت ہے۔

۶: اگر اس حدیث سے رفع الیدین کا نسخ یا منع ثابت کیا جاتا تو پھر حنفی و دیوبندی و بریلوی حضرات (۱) تکبیر اولیٰ (۲) وتر (۳) اور عیدین والا رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟

اگر اس کی تخصیص دوسرے دلائل سے ثابت ہے تو پھر رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ دیکھئے علامہ سیوطی کی **قطف الأزهار المتناثرة فی الأحادیث المتواترة** ۔ [ح ۳۳]

۷: تمیم بن طرفہ رحمہ اللہ کی یہ روایت مخالفین رفع الیدین، قیام والے رفع الیدین کے بارے میں پیش کر رہے ہیں حالانکہ یہی روایت مختصراً مسند احمد (۹۳/۵) میں "**وهم قعود**" کے الفاظ کے ساتھ بھی موجود ہے۔ یعنی: اور وہ بیٹھے ہوتے تھے۔

۸: متعدد علماء نے اس حدیث سے استدلال کرنے والوں پر کڑی تنقید کی ہے۔ مثلاً: امام نووی رحمہ اللہ اسے "**أقبح أنواع الجهالة بالسنة**" قرار دیتے ہیں۔ یعنی سنت کے ساتھ جہالت کی اقسام میں سب سے بُری قسم۔ [المجموع شرح المہذب ۴۰۳/۳]

۹: اس حدیث کے راویوں مثلاً امام مسلم، امام احمد اور امام ابوداود رحمہم اللہ وغیرہم میں ایک سے بھی اس حدیث کی بنیاد پر رفع الیدین کو منسوخ کہنا یا سمجھنا ثابت نہیں۔

۱۰: متعدد دیوبندی علماء نے اس روایت کے ساتھ نسخ رفع الیدین پر استدلال پر تنقید کی ہے۔ مثلاً محمود حسن دیوبندی فرماتے ہیں:

"باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلامِ نماز اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے اس کو منع فرما دیا۔" [الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی ص ۶۳ تقاریر حضرت شیخ الہند ص ۶۵]

محمد تقی عثمانی (جن کا دیوبندی سنجیدہ حلقے میں بڑا مقام ہے) فرماتے ہیں:

"لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے۔۔۔" الخ

[درس ترمذی: ۳۶/۲]

کسے معلوم تھا کہ انوار خورشید صاحب ایسے اَخلاف بھی آئیں گے جو انصاف کا خون کرتے ہوئے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث اور احادیث ضعیفہ وموضوعہ اور غیر متعلق روایات پیش کر کے اپنے دیوبندی عوام کو ورغلانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

اس قسم کی سازشوں سے سادہ لوح عوام پر وہ شدید اثر پڑتا ہے جس کا تذکرہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی صاحب نے کیا ہے، فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع الیدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی۔'' [تذکرۃ الخلیل ص ۱۳۲، ۱۳۳]

حدیث نمبر ۳۸:

(38)

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا ترفع الايدي الا في سبع مواطن حين يفتتح الصلوٰة وحين يدخل المسجد الحرام فينظر الى البيت وحين يقوم على الصفا وحين يقوم على المروة وحين يقف مع الناس عشية عرفة وبجمع والمقامين حين يرمي الجمرة -

(معجم طبرانی کبیر ۱۱/۳۸۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات میں جب نماز شروع کی جائے اور جب مسجد حرام میں داخل ہوتے ہوئے بیت اللہ پر نظر پڑے اور جب صفا و مروہ پر کھڑا ہو اور عرفات میں بعد از زوال جب لوگوں کے ساتھ وقوف کرے اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور جمرتین کو رمی کرتے وقت -

تبصرہ:

اس روایت کی سند میں وہی محمد ابن ابی لیلیٰ (ضعیف) موجود ہے جس کا ذکر حدیث نمبر ۵، تبصرہ نمبر ۳، ۴ کے تحت گزر چکا ہے۔ اس کی سند میں اور بھی کئی نقص موجود ہیں مثلاً حکم بن عتیبہ (مدلس) کا عنعنہ، وغیرہ

مختصر المختصر:

انوار خورشید دیوبندی نے کل اڑتیں مرفوع روایات پیش کی ہیں۔ ان میں سے دس (۴، ۵، ۲۳، ۲۹، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۶، ۳۷) موضوع سے غیر متعلق ہیں۔ ان روایات میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ان دس میں سے نمبر ۴: مختصر، نمبر ۵، ۲۳ ضعیف، ۳۲ باطل، نمبر ۳۴ مشکوک فیہ ہے اور باقی روایات بلحاظ سند صحیح ہیں، لیکن ان سے رفع الیدین کا نہ کرنا یا نسخ بالکل ثابت نہیں ہوتا۔

باقی اٹھائیس روایات کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

(نمبر ۱، ۲) تحریف، (نمبر ۳) باطل، موضوع، (نمبر ۶ تا ۱۴) ضعیف، (نمبر ۱۵) موضوع، (نمبر ۱۶ تا ۲۲) ضعیف، (نمبر ۲۴ تا ۲۸) ضعیف، (نمبر ۳۱) ضعیف۔ (نمبر ۳۵) ضعیف

مرسل اور (نمبر ۳۸) ضعیف ہے۔

ان میں بعض روایات کو آٹھ مرتبہ اور بعض کو سات دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اب آپ کی خدمت میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کا اثبات صحیح احادیث سے پیش کیا جاتا ہے۔

اثبات رفع اليدين عند الركوع

وبعد الرفع منه

حدیث نمبرا:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

" رأيت رسول الله ﷺ إذا قام في الصلاة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه وكان يفعل ذلك حين يكبر للركوع ويفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع، ويقول: ((سمع الله لمن حمده)) ولا يفعل ذلك في السجود"

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو ایسا ہی کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے اور سجدوں میں آپ یہ عمل نہیں کرتے تھے۔ [صحیح بخاری ۱۰۲/۱ ح ۷۳۶، صحیح مسلم ۱۶۸/۱ ح ۳۹۰]

اس حدیث کے ایک راوی امام علی بن عبداللہ المدینی رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں: مسلمانوں پر یہ حق (لازمی) ہے کہ اس حدیث کی وجہ سے وہ نمازوں میں رفع الیدین کریں۔

[بخاری درسی ۱۰۲/۱ حاشیہ]

اس حدیث کے راوی ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [صحیح بخاری ص ۱۰۲ ح ۷۳۹، شرح السنۃ للبغوی ۲۱/۳ وقال: ھذا حدیث صحیح]

بلکہ آپ اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ رفع الیدین مذکور نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری ص ۵۳ ح ۱۵: اسے امام نووی نے المجموع شرح المہذب ۴۰۵/۳ میں صحیح کہا ہے]

حدیث نمبر ۲:

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین نقل کیا ہے۔ [صحیح بخاری ۱۰۲/۱ ح ۷۳۷ صحیح مسلم ص ۱۶۸ ح ۳۹۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کا یہی عمل تھا۔ (حوالہ مذکورہ)

حدیث نمبر ۳:

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نو (۹ ھ) کو مسلمان ہوئے۔ [عمدۃ القاری للعینی الحنفی ۲۷۴/۵]

آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین بیان کرتے ہیں۔ [صحیح مسلم ۱۷۳/۱ ح ۴۰۱]

ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین مذکور روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۴:

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ في عشرة من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم

[سنن ترمذی ۶۷/۱ ح ۳۰۴ وقال: "هذا حديث حسن صحيح" صحیح ابن خزیمہ ۲۹۷/۱ ح ۵۸۷، صحیح ابن حبان، الاحسان ۱۷۱/۳ ح ۱۸۶۴، صحیح ابن الجارود ص ۷۴، ۵۰۷ ح ۱۹۲ وصححہ البخاری وابن تیمیہ وابن قیم وغیرہم]

حدیث نمبر ۵:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [سنن ابی داود ۱۰۸/۱ ح ۷۳۸ وصحیح ابن خزیمہ: ح ۶۹۴، ۶۹۵، وصححہ الحافظ ابن حجر کما تقدم]

حدیث نمبر ۶:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

[السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۳ وقال: رواتہ ثقات واقرہ الذہبی وابن حجر وسندہ صحیح]

حدیث نمبر ۷:

عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ [ایضاً]

حدیث نمبر ۸:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

[سنن ترمذی: ۲/۱۸۰ ح ۳۴۲۳ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح''، صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۴، ۲۹۶ ح ۵۸۴، صحیح ابن حبان کمافی العمدۃ للعینی ۵/۲۷۷ وصححہ احمد بن حنبل وابن تیمیۃ وغیرہما]

حدیث نمبر ۹:

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ [سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ ورجالہ ثقات کمافی التلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ ح ۳۲۸/ وسندہ صحیح]

حدیث نمبر ۱۰:

جابر بن عبداللہ (سنن ابن ماجہ ص ۶۲ ح ۸۶۸، ابوالزبیر کے سماع کی تصریح مسند السراج قلمی ص ۲۵ ومطبوع ح: ۹۲ پر موجود ہے اور اس کی سند حسن ہے۔)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً عمر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ وغیرہما سے رفع الیدین مذکور مروی ہے۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں: '' **والحدیث إذا روی من عشرۃ فھو متواتر علی القول المختار (کمافي تدریب الراوي)** '' [بوادر النوادر ص ۱۳۶]

یعنی: جب حدیث دس (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے مروی ہو تو وہ قول راجح میں متواتر ہوتی ہے جیسا کہ تدریب الراوی میں لکھا ہوا ہے۔

[تدریب کے حوالہ کے لئے دیکھئے ۲/۱۷۷ وفیہ: وقال الأصطخري: أقلہ عشرۃ وھو المختار، لأنہ أول جموع الکثرۃ]

لہٰذا ثابت ہوا کہ رفع الیدین کے اثبات والی حدیث متواتر ہے۔ اسی لئے متعدد علماء نے رفع الیدین کو متواتر لکھا ہے مثلاً السیوطی، الکتانی، ابن الجوزی، ابن حجر اور الزبیدی رحمہم اللہ وغیرہم

انوار خورشید صاحب اور آثار صحابہ

قول نمبر ۱:

(1)

خلفاء راشدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے

نا اسحٰق بن ابی اسرائیل نا محمد بن جابر عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا ایدیهم الا عند التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلوٰۃ، قال اسحٰق بہ ناخذ فی الصلوٰۃ کلہا۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، بیہقی ج ۲ ص ۷۹)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر پہلی تکبیر کے وقت نماز کے شروع میں۔ محدث اسحٰق بن ابی اسرائیل کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو اپناتے ہیں پوری نماز میں۔

اقول: محولہ بالا دونوں کتابوں (دارقطنی اور بیہقی) میں لکھا ہوا ہے:

"تفرد به محمد بن جابر وكان ضعيفاً" (ایضاً) یعنی اس روایت میں محمد بن جابر کا تفرد ہے اور وہ ضعیف تھا۔ (اس محمد بن جابر کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے)

قول نمبر ۲:

(2)

عن علقمة انه قال صليت خلف عبد الله بن مسعود فلم يرفع يديه عند الركوع وعند رفع الرأس من الركوع فقلت له لم لا ترفع يديك فقال صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلف ابي بكر وعمر فلم يرفعوا ايديهم الا في التكبيرة التي تفتتح بها الصلوٰة۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ۱ ص ۴۰۲)

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ رفع یدین کیوں نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ان سب نے رفع یدین نہیں کیا مگر اسی تکبیر میں جس سے نماز شروع ہوتی ہے۔

اقول: یہ من گھڑت روایت کاسانی حنفی نے بغیر کسی سند کے نقل کی ہے۔ دنیا میں حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت باسند موجود نہیں ہے۔ (فیما أعلم)

لہٰذا ایسی موضوع و من گھڑت روایات پیش کر کے اہلِ حدیث کو صحیح حدیث سے کس طرح ہٹایا جا سکتا ہے؟!

قول نمبر۳:

(3)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

۱۔ عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیہ فی شیئ من صلوٰۃ الا حین افتتح الصلوٰۃ الحدیث۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۸)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے ابتداء نماز کے۔

۲۔ عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود (شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۱۵۱)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا ہے آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

۱۔ عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یرفع بعد۔ (شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۲۔ عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

اقول: اس میں ابراہیم (نخعی) مدلس ہیں۔ [اسماء المدلسین للسیوطی ص۹۳ ت نمبر۱]

اور عن سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

[مزید تحقیق کے لئے دیکھئے ص۱۶۳،۱۶۴]

خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کا اثبات مروی ہے۔

[مسند الفاروق للحافظ ابن کثیر ۱/۱۶۴ تا ۱۶۶ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/۱۱۸ وغیرہما]

قول نمبر۴:

(4)

۳۔ عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ وکان من اصحاب علی ان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولی التی یفتتح بہا الصلوٰۃ ثم لا یرفع فی شیئ من الصلوٰۃ۔ (موطا امام محمد سنن بیہقی ج ۲)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے جو حضرت علی کے شاگردوں میں سے ہیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے جس سے نماز شروع ہوتی ہے پھر اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے

اقول: ہمارے نسخہ میں امام بیہقی کی السنن الکبریٰ کے ص۸۰ (ج۲) پر یہ روایت موجود ہے اور اس پر امام عثمان بن سعید الدارمی کی جرح بھی درج ہے۔ سفیان ثوری نے اس روایت کا انکار کیا اور امام بخاری وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ [دیکھئے نور العینین ص۱۶۱]

یہ روایت اور اس سے پہلے والی روایت دونوں اپنے مدعا پر واضح نہیں ہیں کیوں کہ ان میں قنوت اور عیدین والے رفع الیدین کی تخصیص موجود نہیں ہے۔

قول نمبر ۵:

(5)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے

۱- عن ابراهيم عن عبد الله انه كان يرفع يديه في اول ما يستفتح ثم لا يرفعهما

(مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱ ص۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے

۲- عن ابراهيم قال كان عبد الله لا يرفع يديه في شيء من الصلوٰة الا في الافتتاح

(شرح معانی الآثار طحاوی ج۱ ص۱۵۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع کے۔

عن ابراهيم عن ابن مسعود كان يرفع يديه في اول شيء ثم لا يرفع بعد

(مصنف عبدالرزاق ج۲ ص۷۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

اقول: یہ روایت سخت منقطع ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں فوت ہوئے اور ابراہیم نخعی ۳۷ھ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

[نیز دیکھئے ص ۱۶۷۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سند پر مضبوط جرح کی ہے۔]

قول نمبر ۶:

(6)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے

اخبرنا مالك اخبرني نعيم المجمر وابو جعفر القاري ان ابا هريرة كان يصلي بهم فيكبر كلما خفض ورفع قال ابو جعفر القاري وكان يرفع يديه حين يكبر ويفتتح الصلوٰة۔

(مؤطا امام محمد ص۸۸ کتاب، مجتبائی ص۹۵)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی امام مالکؒ نے اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی نعیم المجمر اور ابوجعفر القاری دونوں نے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ ابوجعفر القاری کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔

اقول: اس روایت پر بحث حدیث نمبر ۳۰ کے تحت گزر چکی ہے۔ اور صاف یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے۔

قول نمبر ۷:

⑦

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے دیکھ کر
حضرت سالمؒ اور قاضی محارب بن دثارؒ کا اعتراض کرنا

عن سیاب سمعت سالم بن عبد اللّٰہ یحدث انہ رأی اباہ یرفع یدیہ اذا کبر و اذا اراد ان یرکع و اذا رفع رأسہ من الرکوع فسألتہ عن ذلک فزعم انہ رأی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصنعہ ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ...)

حضرت جابرؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ انہوں نے رفع یدین کیا، تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔ میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

عن محارب بن دثار قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ کلما رکع و کلما رفع رأسہ من الرکوع فقال فقلت لہ ما ھذا فقال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا قام فی الرکعتین کبر و رفع یدیہ ۔ (مسند احمد ج ۲ ص ...)

حضرت محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب دو رکعتوں کے بعد قیام فرماتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور رفع یدین کرتے تھے۔

اقول: جابر جعفی (کذاب) اور محارب بن دثار (ثقہ) کی دونوں روایتیں رفع الیدین کرنے کی زبردست دلیلیں ہیں۔ رہا بعض شاگردوں کا تحصیل علم کے لئے دلیل کا پوچھنا تو یہ اعتراض کی دلیل نہیں ہے۔ خود سالم رحمہ اللہ وغیرہ سے باسند صحیح رفع الیدین کا کرنا ثابت ہے۔ لہٰذا جابر جعفی جیسے کذاب و غیر ثقہ راویوں کی روایت کی بنیاد پر امام ابن عمر رضی اللہ عنہ پر کیوں کر اعتراض ہو سکتا ہے اور اگر ہو بھی تو بات صحابی کی مانی جائے گی نہ کہ بعد میں آنے والے کسی شخص کی، جس کا قول و فعل بلکہ اس کی پوری ذات کسی صحابی کے قدموں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہے۔

قول نمبر ۸:

⑧

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنا

عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولی من الصلوٰۃ ۔ (شرح معانی الآثار طحاوی ج ۱ ص ۱۵۵)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین نہیں کیا مگر نماز کی پہلی تکبیر میں

عن مجاھد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۲۳۷)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتدا نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

اقول: قاری ابوبکر بن عیاش کی اس روایت کو انوار خورشید صاحب نے نمبر ۱، نمبر ۲ اور نمبر ۴ تین دفعہ بیان کیا ہے جبکہ روایت ایک ہی ہے۔ ہمارے مکتبہ میں معرفۃ السنن والآثار کا جو نسخہ موجود ہے (ط دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان) اس کی جلد نمبر ۱ ص ۵۵۶ پر یہ روایت موجود ہے۔ امام بیہقی نے اس پر امام بخاری کی جرح نقل کی ہے۔ امام بخاری کی یہ تحقیق ہے

کہ ابوبکر بن عیاش نے یہ روایت اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔ (ص ۵۵۷ ایضاً) امام ابن معین فرماتے ہیں کہ یہ روایت ابوبکر بن عیاش کا وہم ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

[جزء رفع الیدین ص ۵۶ ح ۱۶]

اس قسم کی ضعیف روایات سے نسخ کشید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اثبات رفع الیدین صحیح بخاری وغیرہ میں صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

قول نمبر ۹:

⑨ عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء اذنیه فی اول تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعهما فیما سوی ذالك (موطا امام محمد ص ۹۰)

عبدالعزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ابتداء نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے کانوں کے برابر اس کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن مجاهد قال ما رأیت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح الصلوٰة (معرفة السنن والآثار ۲ ص ۴۲۸)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

اقول: موطأ کے ہمارے نسخہ میں یہ روایت ص ۹۳، ۹۴ پر موجود ہے۔ اس کی سند کا ایک راوی محمد بن ابان بن صالح ہے۔ جس کے بارے میں اسی موطأ کے حاشیہ (التعلیق الممجد ص ۴۷ حاشیہ نمبر ۵) پر عبدالحئی لکھنوی صاحب لکھتے ہیں:

" محمد بن أبان بن صالح .. وهو ممن ضعفه جمع من النقاد "

یعنی محمد بن ابان بن صالح کو ناقدین حدیث کی ایک جماعت نے ضعیف کہا ہے۔

اس کے بعد انھوں نے محمد بن ابان مذکور پر ابوداود، ابن معین، بخاری اور نسائی وغیرہم کی جرحیں نقل کی ہیں۔

قول نمبر۱۰:

(10)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ
حضرت میمون مکی رح کا حضرت ابن عباس رض کے پاس جاکر حیرت

عن میمون المکی انه رأى عبد الله بن الزبير
وصلى بهم يشير بكفيه حين يقوم
وحين يركع وحين يسجد وحين ينهض
للقيام فيقوم فيشير بيديه فانطلقت الى
ابن عباس فقلت انى رأيت ابن الزبير صلى
صلوٰة لم ار احدا يصليها فوصفت له
الاشارة فقال ان احببت ان تنظر الى
صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم
فاقتد بصلوٰة عبد الله بن الزبير۔
(ابوداود ج ۱ صـ۱۱۴)

حضرت میمون مکی رح سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رض کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتداء نماز رکوع کو جاتے اور سجدہ میں جاتے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا ، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رض کے پاس جاکر کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رض کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رض نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کو دیکھو تو ابن زبیر کی اقتداء کرو۔

اقول: اس روایت کے راوی میمون المکی کے بارے میں خلیل احمد سہارنپوری انبیٹھوی صاحب لکھتے ہیں: "مجھول" [بذل المجھود ۴/۴۱۱، ص۴۵۹]

اور فرماتے ہیں: " في سنده عبد الله بن لهيعة وهو ضعيف "

(ص ۴۱۱) اس روایت میں مختلط کا اختلاط اور مدلس کا عنعنہ بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال کرنا بڑی مذموم حرکت ہے۔

قول نمبر۱۱:

(11)

حضرت عبداللہ بن زبیر رض کے صاحبزادے حضرت عبادؒ کا فرمان

وفى المواهب اللطيفة واخرج البيهقى
فى خلافياته عن الحاكم بسنده الى حفص
بن غياث عن محمد بن ابى يحيى قال
صليت الى جنب عباد بن عبد الله بن الزبير قال
فجعلت ارفع يدى فى كل رفع ووضع
قال يا ابن اخى رأيتك ترفع فى كل رفع وخفض
وان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان
اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه فى اول صلوٰة
ثم لم يرفعهما فى شيئ حتى فرغ ،
(بسط الیدین لنیل الفرقدین صـ۵۳)

حضرت محمد بن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبادؒ بن عبداللہ بن زبیر رض کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتا رہا ، حضرت عبادؒ نے فرمایا اے میرے بھتیجے میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء میں ہی فقط رفع یدین کرتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کہیں اور رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اقول: اس روایت کی سند ضعیف اور مرسل ہے۔ جیسا کہ ص ۹ حدیث نمبر ۳۵ پر گزر چکا ہے۔
انوار خورشید صاحب کے پیش کردہ آثار صحابہ ختم ہوئے۔

ان آثار کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کا عام اعلان ہے:

''کسی صحابی سے بھی رفع الیدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔''

[جزء رفع الیدین ص ۱۱۰ ح ۴۰ ص ۱۵۲ ح ۷۶، المجموع ۴۰۵/۳]

اب آپ کی خدمت میں ان صحابۂ کرام کے نام مع حوالہ پیش کئے جاتے ہیں جو کہ رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے۔

آثار صحابہ اور رفع الیدین کا اثبات

① ابن عمر رضی اللہ عنہما [صحیح بخاری: ۷۳۹]

② مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ [صحیح بخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱]

③ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ [سنن الدارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

④ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳]

⑤ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [ایضاً ۲/۷۳]

⑥ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح]

⑦ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ وسندہ صحیح]

⑧ انس رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح]

⑨ جابر رضی اللہ عنہ [مسند السراج: ۹۲ وسندہ حسن]

⑩ عمر رضی اللہ عنہ [مسند الفاروق ۱/۱۶۵، ۱۶۶ وسندہ حسن]

سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تابعی مشہور) فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۵]

اس کی سند بالکل صحیح ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ دیکھئے جزء رفع الیدین وغیرہ لہٰذا ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام سے بھی رفع الیدین کا اثبات ہی ثابت ہے۔ نفی یا نسخ وغیرہ قطعاً ثابت نہیں ہے۔

آثار تابعین اور ترکِ رفع یدین

اس کے بعد انوار خورشید صاحب نے آثار تابعین پیش کئے ہیں ان کا مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے:

قول نمبر ۱:

(1)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتلامیذ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن شعبة عن ابی اسحٰق قال کان اصحاب عبداللہ واصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوٰة قال وکیع ثم لا یعودون (مصنف ابن ابی شیبة ا صـ۲۳۶)

حضرت ابو اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور علی رضی اللہ عنہما کے اصحاب وشاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے، حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اقول: ان اصحاب عبداللہ اور اصحاب علی (رضی اللہ عنہما) میں سے کسی ایک کا نام بیان نہیں کیا گیا لہٰذا یہ سارے اشخاص مجہول ہیں۔ اگر ان سے مراد ثقہ حضرات تھے تو ان کا نام ظاہر نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟

دوسرے یہ کہ اگر یہ اثر صحیح ہے تو حنفی وبریلوی ودیوبندی حضرات اس کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

قنوت وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرنے والے یہ اثر پیش نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی زد میں ان کے یہ دونوں رفع الیدین بھی آتے ہیں۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا

قول نمبر ۲:

(2)

حضرت ابو اسحٰق سبیعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ تینوں ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

قال عبدالملک ورأیت الشعبی وابراھیم وابا اسحٰق لا یرفعون ایدیھم الا حین یفتتحون الصلوٰة۔ (مصنف ابن ابی شیبة ا صـ۲۳۵)

حضرت عبدالملک بن ابجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ ابراہیم نخعیؒ اور ابو اسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

اقول: اس کا تفصیلی جواب آگے آرہا ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ

قول نمبر ۳:

(3)
عن اشعث عن الشعبی انه کان یرفع یدیه فی اول التکبیر ثم لا یرفعهما۔
(مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۲۳۶)

امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

اقول: اشعث سے مراد اشعث بن سوار الکندی ہے۔

اسے جمہور علماء نے ضعیف کہا ہے۔ صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعات میں ہیں۔

امام احمد، ابن معین، نسائی اور دارقطنی وغیرہم نے کہا: ضعیف [دیکھئے تہذیب التہذیب ۱/۳۰۸، ۳۰۹]

لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

قول نمبر ۴:

(4)
اخبرنا حصین ومغیرة عن ابراهیم انه کان یقول اذا کبرت فی فاتحة الصلوٰة فارفع یدیك ثم لا ترفعهما فیما بقی۔
(مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت حصینؒ اور مغیرہؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع یدین کر پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

اقول: اس کا تفصیلی جواب بھی آگے آرہا ہے۔ ص ۳۱۴، ۳۱۵

قول نمبر ۵:

(5)
عن حصین ومغیرة عن ابراهیم قال لا ترفع یدیك فی شیٔ من الصلوٰة الا فی الافتتاحة الاولیٰ
(مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۲۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو ابتدا نماز کے علاوہ باقی کسی جگہ بھی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

اقول: اس کی سند حسن ہے۔

قول نمبر ۶:

(6)
عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما کانا یرفعان ایدیهما اذا افتتحا ثم لا یعودان
مصنف ابن ابی شیبة ج ۱ ص ۲۳۶

حضرت جابرؒ سے مروی ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے
حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ بھی ابتدا نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

اقول: جابر جعفی ضعیف رافضی اور مدلس ہے۔ [دیکھئے کتب المدلسین]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: ''میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔''

[نصب الرایہ للزیلعی الحنفی ۴۹/۲، العلل الصغیر للترمذی ص ۸۹۱ وسندہ حسن]

قول نمبر ۷:

⑦

حضرت قیس بن ابی حازمؒ بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے

عن اسماعیل قال كان قيس يرفع يديه اول ما يدخل في الصلوٰة ثم لا يرفعهما۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۵)

حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت قیس بن ابی حازمؒ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

اقول: اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں۔ [رسالہ: اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی، ت نمبر ۳]

انھوں نے اس روایت میں سماع کی تصریح نہیں کی لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

قول نمبر ۸:

⑧

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن سفيان بن مسلم الجهني قال كان ابن ابي ليلى يرفع يديه اول شيء اذا كبر۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۵)

حضرت سفیان بن مسلم جہنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے تھے۔

اقول: سفیان بن مسلم، اگر تصحیف نہیں ہے تو اس کے حالات مجھے نہیں ملے۔

قول نمبر ۹:

⑨

حضرت خیثمہؒ بھی صرف ابتداء نماز میں ہی رفع یدین کرتے تھے

عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة وابراهيم قال كانا لا يرفعان ايديهما الا في بدء الصلوٰة

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۲۳۶)

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ حضرت خیثمہ اور حضرت ابراہیم نخعیؒ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

اقول: حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہونے کے ساتھ مدلس بھی ہے۔

وقال السيوطي في أسماء المدلسين (ص ۹۵): مشهور بالتدليس

علامہ زیلعی حنفی نے کہا: والحجاج بن أرطاة ضعيف [نصب الرایہ ۹۲/۱]

آثار تابعین پر تبصرہ ختم ہوا۔

قارئین کرام! انوار خورشید صاحب کے پیش کردہ آثار تابعین میں صرف تین اثر (ابراہیم نخعی، عامر الشعبی اور ابواسحٰق) بلحاظ سند صحیح ہیں۔ باقی تمام آثار اصول محدثین کی روشنی میں ضعیف و ناقابل حجت ہیں۔ یہ تینوں آثار بھی عدم رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ پر نص صریح

نہیں ہیں۔ حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرتے ہیں جو کہ ان دونوں آثار کے (بظاہر) خلاف ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو مؤدبانہ عرض ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

لہٰذا اہلِ حدیث کے خلاف ان دونوں آثار سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ جب نبی ﷺ اور صحابۂ کرام سے رفع الیدین کرنا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو کون ایسا مومن ہے جو نیچے اتر کر ایک آدھ تابعی کے عمل کو دیکھے گا!!

انوار خورشید صاحب اور ان کی کمپنی کی تسلی کے لئے چند تابعین کی صحیح روایات پیش خدمت ہیں جو کہ رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے:

اثبات رفع الیدین اور تابعین

۱: محمد (ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ) رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین کرتے تھے۔
[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۳۵ ح عن معاذ عن ابن عون عنہ وإسنادہ صحیح]

۲: ابوقلابہ بصری [ایضاً ح عن ابن علیہ عن خالد عنہ وإسنادہ صحیح]

۳: وہب بن منبہ [مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۶۹ ح ۲۵۲۴ وإسنادہ صحیح، التمہید ۹/۲۲۸
وعبدالرزاق صرح بالسماع عندہ]

۴: سالم بن عبداللہ المدنی [جزء رفع الیدین للبخاری ص ۱۳۶ ح ۶۲ واسنادہ حسن]

۵: القاسم بن محمد المدنی [ایضاً: ۶۲ واسنادہ حسن]

۶: عطاء بن ابی رباح المکی [ایضاً: ۶۲ واسنادہ حسن]

۷: مکحول الشامی [ایضاً: ۶۲ واسنادہ حسن]

۸: نعمان بن ابی عیاش [جزء رفع الیدین ص ۱۳۵ ح ۵۹ واسنادہ حسن]

۹: طاؤس [السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۴ واسنادہ صحیح]

۱۰: سعید بن جبیر [ایضاً ص ۷۵ واسنادہ صحیح]

۱۱: قاسم بن مخیمرہ رکوع کے وقت رفع یدین کے قائل تھے۔
[جزء رفع الیدین: ۶۰ وسندہ صحیح]

۱۲: الحسن البصری [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۵ وسندہ صحیح]

ترک رفع یدین اور علماء

آخر میں انوار خورشید صاحب نے چند علماء کے حوالے پیش کیے ہیں جن سے ترک رفع الیدین مروی ہے:

۱: سفیان ثوری ۲: اسحٰق بن ابی اسرائیل ۳: امام ابوحنیفہ ۴: امام مالک

۵: امام نووی ۶: اہل مدینہ ۷: اہل کوفہ ۸: اجماع فقہاء

حالانکہ ان اقوال میں سے کوئی ایک قول بھی ثابت نہیں ہے سوائے اسحٰق بن ابی اسرائیل یا سفیان ثوری کے۔

(1)

حضرت سفیان ثوریؒ بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل ہیں

قال الامام الترمذی " وھو قول سفیان واھل الکوفۃ" (ترمذی ج ۱ ص ۵۹)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اور اسی کے (کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے پھر نہیں) قائل ہیں حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ۔

۱: امام ترمذی (جو کہ سفیان ثوری کی وفات کے بہت بعد پیدا ہوئے) نے یہاں سند بیان نہیں کی۔ اگر کتاب العلل کی عبارت کو مدنظر رکھا جائے تو سفیان ثوری رحمہ اللہ کا یہ قول مرفوع احادیث اور آثار صحابہ کے مقابلے میں مردود ہے۔

(2)

محدث اسحٰق بن ابی اسرائیل بھی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کے قائل تھے

قال اسحٰق بہ ناخذ فی الصلوٰۃ کلھا (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲)

محدث اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ فرماتے ہیں کہ ہم بھی اسی کو (کہ رفع یدین ابتداء نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا جائے) اپناتے ہیں تمام نماز میں۔

۲: اسحٰق بن ابی اسرائیل اگرچہ صدوق راوی ہے لیکن مسلمانوں کے بڑے اماموں میں سے نہیں ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں: "کان ثقة ماموناً إلا أنه كان قليل العقل" امام ابوزرعہ نے کہا: "عندي أنه لا يكذب وحدث بحديث منكر" امام احمد نے کہا: "واقفي مشئوم إلا أنه صاحب حديث كيس" [تہذیب التہذیب ۱/۱۹۶]

ایک قلیل العقل (کم عقل) شخص کا کوئی کام کرنا یا نہ کرنا دین اسلام میں کیا وزن رکھتا ہے؟

(3)

حضرت امام ابو حنیفہ کا مسلک

قال محمد السنۃ ان یکبر الرجل فی صلوتہ کلما خفض و کلما رفع و اذا انحط للسجود کبر و اذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصلوۃ فانہ یرفع یدیہ حذو الاذنین فی ابتداء الصلوۃ مرۃ واحدۃ ثم لا یرفع فی شئ من الصلوۃ بعد ذالک و ھذا کلہ قول ابی حنیفۃ

(موطا امام محمد ص۹۳)

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ہر اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہے جب پہلے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے جب دوسرے سجدے میں جائے تو تکبیر کہے، رہا رفع یدین تو وہ ابتداء نماز میں صرف ایک مرتبہ کانوں تک کرے اس کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرے اور یہ سب حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔

۳: امام ابو حنیفہ کے قول کا راوی محمد بن الحسن الشیبانی ہے۔ اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے اپنی تاریخ (ج ۲ ترجمہ ۱۷۷۰) میں کہا ہے "لیس بشئي" بلکہ ان کا ایک دوسرا قول یہ ہے کہ "جھمي کذاب" [کتاب الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴ وسندہ صحیح]
(لہٰذا ایسے شخص کی نقل کا محدثین کے نزدیک کیا مقام ہوسکتا ہے؟) اور اگر اس نقل کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو بھی دیوبندیہ کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں وتر اور عیدین کی تخصیص موجود نہیں۔ جب امام ابوحنیفہ --- بشرط صحت --- نماز میں کسی جگہ بھی رفع الیدین نہ کرنے کے قائل وفاعل تھے تو پھر ان کا نام لینے والے حضرات نماز وتر اور عیدین میں رفع الیدین کیوں کرتے ہیں؟

(4)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک

(قال) وقال مالك لا اعرف رفع اليدين في شيئ من تكبير الصلوٰة لا في خفض ولا في رفع الا في افتتاح الصلوٰة

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص۶۸)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا رفع یدین کو نماز کی کسی تکبیر میں نہ جھکتے ہوئے نہ اٹھتے ہوئے سوائے شروع نماز کے۔

۴: امام مالک کا حوالہ موطا سے نہیں بلکہ سحنون کی کتاب المدونۃ الکبریٰ (دیکھئے: ۱/۲ کے ص ۶۸ وفی نسختنا ص ۷۱) سے رفع الیدین کی مخالفت میں نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ موطأ امام مالک میں امام مالک رفع الیدین کرنے کی حدیث لائے ہیں۔ (روایت عبدالرحمٰن بن القاسم ص ۱۱۳ ح ۵۹) جب امام مالک کی اپنی کتاب میں رفع الیدین کا ثبوت موجود ہے تو پھر سحنون کے بے سند حوالہ کی کیا ضرورت ہے؟

سحنون کی اگرچہ بہت سے اماموں نے تعریف وتوثیق کی ہے اور وہ صدوق راوی ہیں لیکن امام ابویعلیٰ الخلیلی فرماتے ہیں:

"لم يرض أهل الحديث حفظه"

یعنی محدثین کرام اس کے حافظہ پر خوش نہیں ہوئے۔ [الارشاد: ۲۶۹/۱ ت ۱۱۲]

تنبیہ: کتاب المدونہ سحنون سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

امام مالک سے درج ذیل ثقہ راویوں نے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین نقل کیا ہے:

① اشہب

② ولید بن مسلم ③ سعید بن ابی مریم

④ ابو مصعب ⑤ ابن عبدالحکم

⑥ ابن وہب رحمہم اللہ [حوالوں کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۷۴]

بلکہ امام اشہب فرماتے ہیں کہ امام مالک وفات تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

[التمہید ۲۲۲/۹]

امام ابوالعباس القرطبی رحمۃ اللہ علیہ، امام خطابی اور امام بغوی نے تصریح کی ہے کہ امام مالک کا آخری عمل رفع الیدین کرنا تھا۔ [طرح التثریب ۲۵۴/۱، معالم السنن ۱۹۳/۱ شرح السنۃ ۲۳/۳]

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین [ص ۱۷۳، ۱۷۴]

⑤

کسی بھی مقام پر رفع یدین کے واجب نہ ہونے پہ اجماع

قال النووی: "اجمعت الامة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها ...... واجمعوا على انه لا يجب شئ من الرفع" (نووی شرح مسلم ۱۶۸/۱ مجتبائی)

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے اس کے علاوہ میں اختلاف ہے ...... اور اس پر بھی اجماع ہے کہ رفع یدین کسی مقام پر بھی واجب نہیں۔

۵: امام نووی رفع الیدین کے قائل وفاعل ہیں لہٰذا ان کا قول دیوبندیہ کو مفید نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کوئی شخص جان بوجھ کر چھوڑ دے تو اس "مستحب" کے ترک پر اس شخص پر کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ چلئے بسم اللہ کیجئے تکبیر تحریمہ، وتر اور عیدین والا رفع الیدین اپنے گھر میں ختم کیجئے بعد میں فقہائے محدثین کے خلاف لکھیں!

دوسروں کونصیحت، خود میاں فضیحت!!

(6)

"المالكية قالوا رفع اليدين حذو المنكبين عند تكبيرة الاحرام مندوب وفيما عدا ذالك مكروه" (الفقه على المذاهب الاربعة ج ا صفحه ۲۵۰)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین مونڈھوں تک تکبیر تحریمہ کے وقت مستحب ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔

۶: اس دعویٰ کی بنیاد سحنون کی بلا سند روایت ہے جس کا شذوذ وضعف ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہ دعویٰ ختم ہے۔

(7)

قال الامام محمد بن نصر المروزي لا نعلم مصرا من الامصار تركوا باجمعهم رفع اليدين عند الخفض والرفع الا اهل الكوفة۔ (التعليق الممجد)

امام محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ شہروں میں سے کسی شہر کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے بسنے والوں نے سر جھکاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین چھوڑ دیا ہو سوائے اہل کوفہ کے۔

قال ابن رشد المالكي فذهب اهل الكوفة ابو حنيفة وسفيان الثوري وسائر فقهائهم الى انه لا يرفع المصلي يديه الا عند تكبيرة الاحرام فقط۔ (بداية المجتهد ا صفحہ [illegible])

ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سفیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے۔

۷: اہل کوفہ کے اجماع کے ثبوت کے لئے محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ کی اصل کتاب پیش کریں جو کہ انھوں نے رفع الیدین کے ثبوت پر لکھی تھی۔ اِدھر اُدھر کے بے سند حوالوں کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ترمذی نے اجماع کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اثبات رفع الیدین کی حدیث کو صحیح کہا ہے اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و ائمہ مسلمین رحمہم اللہ کا عمل قرار دیا ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ ثابت کریں کہ حدیث رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے اہل کوفہ کا اجماع شرعی حجت ہے!؟ ودونه خرط القتاد۔

(8)

ترک رفع یدین پر فقہاء کا اجماع

ثنا ابو بكر بن عياش قال ما رأيت فقيها قط يفعله يرفع يديه في غير التكبيرة الاولى۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ا ص [illegible])

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ہرگز کسی فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

۸: انوار خورشید صاحب نے ابوبکر بن عیاش کی روایت پر بعض فقہاء کا اجماع بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ [حدیث اور اہلحدیث ص ۴۱۸]

عرض ہے کہ بعض فقہاء کا یہ باطل اجماع اگر حجت ہے تو پھر دیوبندی حضرات وتر اور عیدین میں رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟

متعدد صحابہ مثلاً ابوبکر، عمر، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ہریرہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اور متعدد تابعین مثلاً

محمد بن سیرین، سالم، ابوبکر، وہب، عطاء اور سعید بن جبیر وغیرہم رحمہم اللہ رفع الیدین کے قائل وفاعل تھے۔

کیا یہ سب فقہاء کی فہرست سے خارج ہیں؟

فقہاء کا یہ کیسا جعلی اجماع ہے جس سے بڑے بڑے صحابہ اور جلیل القدر تابعین وغیرہم خارج ہیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون ۔

اب ان چند ائمۂ مسلمین کے حوالے پیش خدمت ہیں جو کہ رفع الیدین کے قائل وفاعل تھے:

ائمۂ مسلمین اور رفع الیدین

۱:	امام مالک	[دیکھئے سنن الترمذی: ۲۵۵]
۲:	امام شافعی	[کتاب الام ص ۱۰۴ ج ۱]
۳:	امام احمد	[مسائل احمد لابی داود السجستانی ص ۳۳]
۴:	امام علی بن عبداللہ المدینی	[نسخہ من نسخ صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۲]
۵:	امام اسحٰق بن راہویہ	[معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ جزء رفع الیدین ص ۲۹ ح ۱]
۶:	امام اوزاعی	[التمہید ج ۹ ص ۲۲۶]
۷:	امام ابن المبارک	[تاویل مختلف الحدیث ص ۶۶ لابن قتیبہ واسنادہ صحیح]
۸:	محمد بن یحیٰی الذہلی	[صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۹۸ ح ۵۸۹]
۹:	عبدالرحمٰن بن مہدی	[جزء رفع الیدین: ۱۲۱ وسندہ صحیح]
۱۰:	ابوالولید الطیالسی	[المعجم لابن الاعرابی ج ۲ ص ۴۱۰، ۴۱۱]
۱۱:	عبداللہ بن الزبیر الحمیدی	[جزء رفع الیدین ص ۲۸ ح ۱]
۱۲:	یحیٰی بن معین	[ایضاً ح ۱۲۱]
۱۳:	علی بن الحسن	[جزء رفع الیدین ص ۲۷ ح ۷۵]

۱۴: عبداللہ بن عثمان [ایضاً ح ۷۵]

۱۵: یحییٰ بن یحییٰ [ایضاً:۷۵]

۱۶: عیسیٰ بن موسیٰ [ایضاً:۷۵]

۱۷: کعب بن سعید [ایضاً:۷۵]

۱۸: محمد بن سلام [ایضاً:۷۵]

۱۹: عبداللہ بن محمد المسندی [ایضاً:۷۵]

۲۰: محمد بن نصر المروزی [مقدمۃ اختلاف العلماء ص ۱۵]

۲۱: ابو احمد الحاکم [شعار اصحاب الحدیث ص ۴۷]

۲۲: امام بخاری وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

خلاصہ یہ کہ ائمۂ مسلمین کی گنتی میں بھی اہل الرائے حضرات بہت پیچھے ہیں۔ایک دو اماموں سے (غیر صریح) ترک رفع الیدین کا ثابت ہو جانا رفع الیدین کے منسوخ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

عجیب شرطیں:

دلائل کے میدان میں تہی دامن ہونے کے بعد انوار خورشید صاحب لکھتے ہیں:

''کسی بھی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے رکوع والے رفع الیدین کا حکم دیا ہے۔'' [حدیث اور اہلحدیث ص ۴۲۳]

خورشید صاحب اوران کی پارٹی کی خدمت میں مودبانہ عرض ہے کہ اہل حدیث کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور صحیح ابن الجارود وغیرہ کتابوں میں متواتر اسانید کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور کسی ایک روایت میں بھی باسند صحیح اس کا ترک یا نسخ قطعاً ثابت نہیں ہے۔ رہا یہ کہ حکم ثابت کریں تو یہ ایک مناظرانہ مغالطہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ دیوبندی

وبریلوی حضرات کی یہ عادت ہے کہ اگر فعل ثابت ہو تو قول کا مطالبہ کرتے ہیں جیسا کہ مسئلہ رفع الیدین اور اگر قول ثابت ہو تو فعل کا مطالبہ کرتے ہیں جیسا کہ مسئلہ وتر (دیکھئے رسول اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۵۷) اگر قول وفعل دونوں ثابت ہوں (جیسے مسئلة إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلاة إلا المكتوبة) تو آثار صحابہ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر اہلِ حدیث کتاب وسنت وآثار صحابہ بھی پیش کردیں جیسے مسئلۂ وتر تو یہ کہہ کر رد کردیتے ہیں کہ "مگران (صحابۂ کرام) کا اپنا اجتہاد تھا۔ جو احادیث مرفوعہ کثیرہ کے مقابلے میں حجت نہیں" (رسول کریم ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۲۵۹) یہ تلاعب بالدین نہیں تو اور کیا ہے؟

اس قسم کے خودساختہ مطالبوں اور باطل شرطوں کی بنیاد پر دیوبندی وبریلوی حضرات کا یہ خیال ہے کہ وہ عامۃ المسلمین کو تحریک اہل حدیث کی کتاب وسنت کی دعوت سے دور ہٹادیں گے حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ابھی تین چار دن پہلے کی بات ہے کہ ایک دیوبندی مولوی نے بعض نوجوانوں کو انوار خورشید صاحب کی کتاب "حدیث اور اہلحدیث" دی۔ دیوبندی نوجوان یہ کتاب اپنے گاؤں کے اہلِ حدیث عالم جناب رحمت الٰہی محمدی صاحب کے پاس لے آئے۔ یہ گاؤں جی ٹی روڈ گوندل سٹاپ ضلع (اٹک) کے قریب ہے اور اس کا نام "لنڈی" (اعوان آباد) ہے۔ جب رحمت الٰہی محمدی صاحب نے "حدیث اور اہلحدیث" کے اندر پیش کردہ حوالوں میں انوار خورشید صاحب کی خیانتیں ثابت کردیں تو تین نوجوان اہل حدیث ہوگئے اور علانیہ رفع الیدین کی سنت پر عمل شروع کردیا۔

اللهم ثبت أقداهم ، آمین

ایک مکروہ مغالطہ:

انوار خورشید صاحب نے جو ضعیف وموضوع یا صحیح غیر متعلق "دلائل" پیش کرکے لکھا ہے:

"لیکن مندرجہ بالا احادیث وآثار اور اقوال ائمۂ مجتہدین اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ رکوع والا رفع الیدین سنت مؤکدہ، سنت متواترہ بلکہ واجب بلکہ

فرض ہے، نہ کرنے سے نماز ناقص ہو جاتی ہے بلکہ باطل ہو جاتی ہے۔۔۔‘‘الخ

[حدیث اور اہلحدیث ص ۴۲۴]

قارئین کرام!

آپ نے دیکھ لیا کہ انوار خورشید صاحب نے ضعیف وموضوع یا غیر متعلق احادیث اور اسی طرح ضعیف السند آثار اور غیر ثابت (سوائے معدودے چند) اقوال وافعال علماء پیش کئے ہیں۔ جبکہ ہم نے صحیح ومتواتر مرفوع احادیث، صحیح آثار صحابہ، صحیح آثار تابعین اور صحیح وثابت اقوال وافعال علماء پیش کئے ہیں۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ حق کس طرف ہے؟

۱: رفع الیدین کا ثبوت نبی ﷺ سے متواتر احادیث سے پیش کر دیا گیا ہے اور اس کا نسخ یا ترک نبی ﷺ کی ساری زندگی میں کسی ایک دن کسی ایک نماز میں بلکہ کسی ایک رکعت میں بھی ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اسے اہل حدیث علماء نے سنت مؤکدہ اور سنت متواترہ لکھا ہے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟

رفع الیدین کا سنت متواترہ ہونا خود دیوبندی ’’علماء‘‘ نے بھی تسلیم کیا ہے۔

مثلاً انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

’’ ولیعلم أن الرفع متواتر إسناداً وعملاً لا یشك فیه ولم ینسخ ولا حرف منه ‘‘ إلخ [نیل الفرقدین ص ۲۲]

یعنی یہ جاننا چاہئے کہ رفع الیدین بلحاظ سند وعمل متواتر ہے اس میں کوئی شک نہیں اور رفع الیدین منسوخ نہیں ہوا (بلکہ) اس کا ایک حرف (بھی) منسوخ نہیں ہوا۔ تقریباً یہی عبارت حاشیہ فیض الباری (۲/۲۵۵) معارف السنن للبنوری (۲/۴۵۹) میں بھی موجود ہے۔

انور شاہ صاحب کی یہ گواہی معمولی گواہی نہیں بلکہ فرقۂ دیوبندیہ پر ہمیشہ کے لئے حجت قاطعہ اور البرہان العظیم ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ’’مولوی‘‘ صاحب مذکور کا بہت بڑا مقام ہے۔ یہ ’’مولوی‘‘ صاحب وہی شخصیت ہیں جنھوں نے وتر والی حدیث کو ’’قوي‘‘ تسلیم کرنے کے بعد چودہ (۱۴) سال اس کا جواب سوچنے میں لگا دیئے۔

[دیکھئے فیض الباری ۲/۳۷۵، العرف الشذی ۱/۱۰۷، معارف السنن ۴/۲۶۴، درس ترمذی ۲/۲۴۴]

امام حمیدی رحمہ اللہ وغیرہ رفع الیدین کو واجب کہتے ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ کسی شخص کے لئے رفع الیدین کا ترک کرنا حلال نہیں ہے۔ [طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی: ۱/۲۴۲]

علامہ سبکی اس پر حاشیہ لکھتے ہیں: ''هذا صريح في أنه يوجب ذلك'' یہ عبارت اس پر صریح دلیل ہے کہ امام شافعی رفع الیدین کو واجب سمجھتے ہیں (یاد رہے کہ محدثین کے نزدیک فرض اور واجب ایک ہی چیز کے دو نام ہیں)

یہ وہی سبکی ہیں جن کے بارے میں ''د پیغمبر خدا ﷺ موتئ'' (پشتو) کا مصنف لکھتا ہے۔ ''شیخ الاسلام'' [ص ۴۰۳]

امام احمد رحمہ اللہ بھی اس شخص کی نماز کو ناقص سمجھتے ہیں جو رفع الیدین نہیں کرتا۔
[مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۲۳، المنہج الاحمد ۱/۱۵۹]

اس قسم کے حوالوں اور سنت صحیحہ متواترہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ((صلوا كما رأيتموني أصلي)) کے حکم کی بنیاد پر اگر کسی اہل حدیث نے رفع الیدین کو واجب، فرض اور اس کے ترک کو نقصان صلوٰۃ وغیرہ لکھ دیا ہے تو ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟

بعض غیر اہلحدیث ''علماء'' نے بھی بغیر کسی دلیل کے رفع الیدین کرنے والے کی نماز کو فاسد قرار دیا ہے۔ [دیکھئے معارف السنن ۲/۴۵۱]

انوار خورشید صاحب ان نام نہاد مفتیوں پر اپنا غصہ کیوں نہیں اتارتے؟

دوسرے یہ کہ انوار صاحب کا کہنا ''غیر مقلدین کا کہنا ہے'' الخ بہت بڑا مکروہ مغالطہ ہے کیونکہ رفع الیدین کا سنت ہونا تمام شوافع اور حنابلہ تسلیم کرتے ہیں اور عملاً بھی اس سنتِ متواترہ پر قائم و دائم ہیں۔ دراصل انوار خورشید صاحب یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں کہ رفع الیدین کا اثبات صرف اہل حدیث ''غیر مقلدین'' کا مسلک ہے اور بس!

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا شوافع وحنابلہ بھی ''غیر مقلدین'' کی صف میں شامل ہیں؟ یہ وہی

شوافع ہیں جن کے ساتھ حنفیوں نے رے اور اصبہان میں طویل جنگیں لڑی ہیں اور آخر میں شکست کو اپنے سینے سے لگایا ہے۔ [دیکھئے معجم البلدان ۱/۲۰۹، ۳/۱۱۷]

فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله تعالىٰ

اس مضمون کے آخر میں انوار خورشید صاحب نے فما زالت إلخ والی موضوع روایت پیش کر کے اہل حدیث کا مذاق اڑایا ہے کہ ان کے دعویٰ رفع الیدین کی بنیاد غالباً یہی روایت ہے جس میں عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمٰن بن قریش دونوں وضاع و کذاب راوی ہیں۔ حالانکہ اہل حدیث کا دعویٰ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صحیح ومتواتر احادیث کے ساتھ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین ثابت ہے اور اس کا ترک یا نسخ قطعاً ثابت نہیں۔ حنفی و بریلوی و دیوبندی حضرات جو کچھ بھی پیش کرتے ہیں یا تو وہ ضعیف وموضوع ہوتا ہے یا پھر اصل مسئلہ سے غیر متعلق، تاہم ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے نبی ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے۔ جن روایتوں میں ایک راوی بھی کذاب، وضاع یا متروک نہیں۔ اس سلسلہ میں راقم الحروف نے ایک مضمون لکھا ہے جسے اس مضمون کے آخر میں ملا دیا گیا ہے۔

امام اسحٰق بن راہویہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے جو کہ مرفوع حکماً ہے استدلال کیا ہے کہ رفع الیدین کرنے والے کو ہر انگلی کے بدلے ایک نیکی ملتی ہے۔
[دیکھئے مجمع الزوائد ۱۰۳/۲ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۵۶۲/۱]

یہ روایت مرفوعاً بھی مروی ہے۔ [السلسلۃ الصحیحۃ ۸۴۸/۷ ح ۳۲۸۶]

اس حدیث کے حساب سے ہر اہل حدیث کو روزانہ صرف پانچ فرض نمازوں پر چار سو تیس (۴۳۰) نیکیاں ملتی ہیں۔ جبکہ حنفی حضرات کو، جن کا عقیدہ صحیح ہے: صرف پچاس (۵۰) آپ خود فیصلہ کریں کہ آخرت میں آپ کو روزانہ فرض نمازوں کے بدلے صرف پچاس (۵۰) نیکیاں چاہئیں یا چار سو تیس (۴۳۰)؟ جبکہ دوسری نمازیں اس کے علاوہ ہیں۔

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾

جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ [الانعام:۱۶۰]

رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت

نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ دیکھئے قطف الازہار المتناثرہ للسیوطی اور نظم المتناثر للکتانی۔ کتب اصول الحدیث میں بھی اس تواتر کا واضح تذکرہ موجود ہے مثلاً دیکھئے التقیید والایضاح للعراقی (ص ۲۷۰)

متعدد غیر اہلحدیث علماء نے بھی رفع الیدین کا متواتر ہونا تسلیم کیا ہے۔ مثلاً دیکھئے نیل الفرقدین للکشمیری (ص ۲۲) معارف السنن للبنوری (۴۵۸/۲، ۴۵۹)

لہٰذا رفع الیدین کا مسئلہ اسنادی دلائل کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگ اس عظیم الشان سنت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی سرتوڑ کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اس مختصر مضمون میں راقم الحروف نے ان مشککین کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ نبی ﷺ وفات تک رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تعارف

" الإمام الفقيه المجتهد الحافظ (الحجة، محبوب المؤمنين) صاحب رسو ل الله ﷺ (سيدنا) أبو هريرة الدوسي اليماني (رضي الله عنه) سيد الحفاظ الأثبات" (سیر اعلام النبلاء ۵۷۷/۲، الا ما بین القوسین)

آپ ۷ھ غزوۂ خیبر کے موقع پہ پیارے رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور ربیع الاول ۱۱ھ (وفات رسول اللہ ﷺ) تک آپ ﷺ کے پاس رہے۔

دن رات آپ ﷺ سے دین کی تعلیم حاصل کی۔ چونکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آپ ﷺ کے آخری دور میں رہے ہیں لہٰذا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز وغیرہ کے جو

مسائل نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں وہ آخری اور ناسخ ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نماز کا کوئی مسئلہ راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے جو کہ منسوخ ہو۔ واللہ أعلم

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رفع الیدین

امام ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا عبد الملك بن شعيب بن الليث: حدثني أبي عن جدي عن يحيى بن أيوب عن عبد الملك بن عبد العزيز بن جريج عن ابن شهاب عن أبي بكر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام عن أبي هريرة أنه قال: كان رسول الله ﷺ إذا كبر للصلوٰة جعل يديه حذو منكبيه و إذا ركع فعل مثل ذلك و إذا رفع للسجود فعل مثل ذلك و إذا قام من الركعتين فعل مثل ذلك.

رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع کے بعد) سجدوں کے لئے کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

[ابوداود مع عون المعبود ۱/۲۶۹ ح ۷۳۸، ابوداود مع بذل المجہود ۴/۴۵۸، ۴۵۹]

یہ روایت (دیوبندی و بریلوی اصول پر) صحیح ہے۔ اسے امام ابن خزیمہ (۱/۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۴، ۶۹۵) نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "موافقة الخُبر الخَبر" (۱/۴۰۹، ۴۱۰) میں اسے ابن خزیمہ کی سند سے روایت کیا اور کہا: "هٰذا حديث صحيح"

حافظ ابن عبدالبر نے التمہید (۲۳/۱۶۰) میں اسے ابوداود کی سند سے روایت کیا ہے۔

تنبیہ: اس روایت کی سند امام زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اس روایت کے کئی شواہد موجود ہیں۔

سند کا تعارف

۱: عبدالملک بن شعیب بن اللیث، صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ امام نسائی نے کہا: ثقة، امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی۔ حافظ ذہبی (الکاشف ۱۸۴/۲) اور حافظ ابن حجر (تقریب التہذیب: ۴۱۸۵) نے کہا: "ثقة" ان پر کوئی جرح میرے علم میں نہیں ہے۔

۲: شعیب بن اللیث، آپ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ امام احمد بن صالح اور خطیب بغدادی نے کہا: "کان ثقة" ابن حبان اور ابن شاہین وغیرہما نے توثیق کی، امام ابن وہب وغیرہ نے تعریف کی۔

حافظ ذہبی نے کہا: "وکان مفتیاً متقناً" آپ ثقہ مفتی تھے۔ [الکاشف ۱۲/۲]

حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة نبیل فقیه" [التقریب: ۲۸۰۵]

۳: امام لیث بن سعد المصری۔ آپ صحاح ستہ کے مرکزی راوی اور زبردست قسم کے ثقہ تھے۔

امام احمد، امام ابن المدینی، امام ابن معین اور امام العجلی (المعتدل) وغیرہم نے کہا: ثقة۔

حافظ ذہبی نے کہا: "الإمام الحافظ، شیخ الإسلام وعالم الدیار المصریة" [سیر اعلام النبلاء ۱۳۶/۸، ۱۳۷]

حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة ثبت فقیه إمام مشهور" [التقریب: ۵۶۸۴]

۴: یحییٰ بن ایوب الغافقی ابو العباس المصری۔ آپ کتبِ ستہ کے راوی ہیں۔ ائمۂ ستہ نے آپ سے حجت پکڑی ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۹/۸]

امام احمد وغیرہ نے آپ پر جرح کی۔ امام ابن معین اور امام بخاری وغیرہما نے آپ کو ثقہ کہا۔ چونکہ جمہور محدثین آپ کی توثیق کرتے ہیں لہٰذا آپ حسن الحدیث ہیں۔ آپ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ عثمان بن الحکم الجذامی نے بھی یہی روایت امام ابن جریج سے بیان کی ہے۔ [صحیح ابن خزیمہ ۳۴۴/۱]

عثمان بن الحکم پر امام ابو حاتم نے معمولی جرح کی ہے۔ جبکہ امام احمد بن

صالح، امام ابن حبان (الثقات ۴۵۲/۸) امام ابن خزیمہ اور حافظ ابن حجر (بتصحیح حدیثه) وغیرہم نے اس کی توثیق کی ہے۔ ابن ابی مریم انھیں "وکان من خیار الناس" کہتے ہیں (صحیح ابن خزیمہ) یعنی وہ بہترین لوگوں میں سے تھے۔ ابن یونس مصری نے آپ کی تعریف کی۔

۵: عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج۔ آپ کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور زبردست ثقہ امام ہیں۔ امام ابن معین، ابن حبان اور العجلی وغیرہم نے ثقہ کہا۔ حافظ ذہبی نے کہا: **ثقة حافظ**

[سیر اعلام النبلاء ۳۳۲/۶]

حافظ ابن حجر نے کہا: **ثقة فقيه فاضل ، وكان يدلس و يرسل.** [التقریب: ۴۱۹۳]

حافظ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے بھی انھیں ثقہ کہا ہے۔

[دیکھئے نور الصباح ص ۲۲۲ طبع دوم]

اسی کتاب کے مقدمہ (ص ۱۸ بترقیمی) پر ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی وغیرہ)"

تذکرۃ الحفاظ (۱۷۰/۱، ۱۷۱ ت ۱۸۴) پر "و زنـاء" کے الفاظ قطعاً موجود نہیں ہیں اور نہ کسی دوسری کتاب میں یہ گندا لفظ موجود ہے بلکہ یہ لفظ ڈیروی صاحب کے اکاذیب و افتراءات میں سے ہے۔

رہا مسئلہ متعہ کا تو (بشرطِ صحت) یہ ابن جریج کی اجتہادی خطا تھی جس کا ان کی عدالت و ثقاہت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ بقول حافظ ابن حجر امام ابن جریج اپنی اس اجتہادی خطا سے رجوع کر چکے ہیں۔ [دیکھئے فتح الباری ۱۷۳/۹]

لہٰذا ایک ایسے مسئلہ پر امام ابن جریج کو مطعون کرنا بُری بات ہے جس سے وہ رجوع اور توبہ کر چکے ہیں۔

ابن جریج کی تدلیس کا اعتراض

ڈیروی صاحب نے اس روایت پر (ابن جریج کی) تدلیس کا بھی اعتراض کیا ہے۔

[نور الصباح ص۲۲۲]

جواب

① دیوبندیہ کی طرف سے (صرف مخالفین کی روایات پر) تدلیس کا اعتراض کیا جانا انتہائی شرمناک حرکت ہے۔ دیوبندیوں کے ''مستند مولوی'' ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

'' والتدلیس والإرسال فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا ''

قرون ثلاثہ میں ہمارے نزدیک تدلیس اور ارسال مضر نہیں ہے۔

[اعلاء السنن: ۳۱۳/۱، نیز دیکھئے ۳۰/۱، ۱۳۷، ۱۲۵/۲، ۲۴/۳ وغیرہ اور قواعد فی علوم الحدیث ص۱۹۵ للتھانوی ایضاً]

② صحیح ابن خزیمہ میں ابن جریج کے سماع کی تصریح موجود ہے لہٰذا تدلیس کا الزام اصلاً باطل ہے۔

۶: امام ابن شہاب الزہری۔ آپ کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور بالاجماع ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا:

'' الفقیه الحافظ متفق علٰی جلا لته و اتقانه و ثبته '' [التقریب: ۶۲۹۶]

آپ پر بعض منکرین حدیث اور نواصب کے اعتراضات کا تفصیلی جواب میرے مضمون ''القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح'' میں موجود ہے۔

تنبیہ: امام زہری مدلس ہیں لہٰذا ہماری تحقیق میں یہ سند ضعیف ہے لیکن حنفیہ وآلِ دیوبند اور آلِ بریلی کے نزدیک امام زہری کی تدلیس چنداں مضر نہیں ہے۔

اس روایت کے متعدد شواہد ہیں جن کے ساتھ یہ حسن ہے۔ والحمد للہ

۷: ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کتبِ ستہ کے مرکزی راوی، أحد الفقهاء

السبعة اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔حافظ ابن حجر نے کہا: ''ثقة فقيه عابد'' [التقریب:۷۹۷۶]

اس روایت کے متعدد شواہد بھی ہیں۔مثلاً:

① اِسماعیل بن عیاش (ضعیف) عن صالح بن کیسان (ثقہ، حجازی) عن عبدالرحمٰن الاعرج (ثقہ) عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، اخرجہ ابن ماجہ (۸۶۰) واحمد (۱۳۲/۲) وغیرہما

یہ سند ضعیف ہے۔

② محمد بن مصعب القرقسانی (ضعیف، ضعفہ الجمہور ووثقہ ابن قانع وغیرہ) عن مالک عن ابن شہاب الزہری عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بہ الخ

[التمہید: ۷/۷۹، ۸۰ وکتاب العلل للدارقطنی]

یہ سند بھی ضعیف ہے۔

③ عمرو بن علی عن ابن ابی عدی عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ الخ

[العلل للدارقطنی التلخیص الحبیر ۲۱۹/۱]

اس کی سند (عمرو بن علی الفلاس سے اوپر) حسن ہے لیکن نیچے والی سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہے۔ [سند مل گئی۔دیکھئے ص ۳۷۴]

اس کے علاوہ اور بھی متعدد شواہد موجود ہیں۔مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح رفع یدین کا کرنا ثابت ہے۔ [دیکھئے جزء رفع الیدین:۲۲]

یہ موقوف صحیح شاہد اس روایت کو حسن درجے تک پہنچا دیتا ہے۔

الاختصار

یہ روایت دراصل امام زہری کی اس حدیث کا تتمہ اور اختصار ہے جسے امام نسائی نے '' معمر عن الزهري عن أبي بكر بن عبد الرحمٰن و أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه '' کی سند سے روایت کیا ہے اور جس میں رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' والذي نفسي بيده إني لأ قربكم شبهاً برسول الله ﷺ ، ما زالت هذه

صلٰوتہ حتٰی فارق الدنیا " اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بے شک تم سب میں رسول اللہ ﷺ سے مشابہت میں قریب ہوں، آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ [سنن النسائی ۱/۱۷۳ ح ۱۱۵۷]

اسے امام بخاری (راجع الفتح ۲/۲۶۹، ۲۷۲، ۲۹۰) وغیرہ نے کئی سندوں کے ساتھ امام زہری سے مختصراً اور مطولاً روایت کیا ہے اور امام زہری نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

صحیح بخاری، سنن نسائی، سنن ابی داود اور صحیح ابن خزیمہ کی احادیث کے مجموعے سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے اور آپ کا یہی طریقہ تھا حتیٰ کہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ یہ دو علیحدہ حدیثیں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام زہری تک یہ حدیث ایک ہی ہے۔ آگے امام زہری کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ کوئی ایک ٹکڑا روایت کرتا ہے اور کوئی دوسرا اور کوئی دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن — ابو بکر بن الحارث بن ہشام

ابن شہاب الزہری

ابن جریج — معمر وغیرہ — صالح بن ابی الاخضر وغیرہ

اثبات رفع الیدین — اثبات تکبیرات وغیرہ — اثبات رفع الیدین وغیرہ

ما زالت ھذہ صلاتہ حتٰی فارق الدنیا

انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

" واعلم أن الحدیث لم یجمع إلا قطعة قطعة فتکون قطعة عند واحد وقطعة أخریٰ عند واحد فلیجمع طرقه ولیعمل با لقدر المشترك ولا یجعل کل قطعة منه حدیثاً مستقلاً."

اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں ٹکڑوں کی شکل میں جمع کیا گیا ہے پس ایک ٹکڑا ایک

راوی کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس لہٰذا چاہئے کہ احادیث کی تمام سندیں (اور متون) جمع کر کے حاصل مجموعہ پر عمل کیا جائے اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنا دیا جائے۔ [فیض الباری ۴۵۵/۳]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رواۃ بالمعنیٰ کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، کوئی کسی طرح، کوئی کسی طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ ۳۰۱/۵ طبع جدید]

اسی طرح یہی حدیث امام زہری کے پاس کامل شکل میں موجود تھی۔ ابن جریج نے ان سے ایک ٹکڑا بیان کیا اور معمر نے دوسرا ٹکڑا۔ صالح بن ابی الاخضر (ضعیف) وغیرہ نے بعض ٹکڑوں کو ایک حدیث میں جمع روایت کیا۔ [دیکھئے علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۲۹۱]

لہٰذا ایک ہی حدیث کو خواہ مخواہ دو حدیثیں بنانا صحیح نہیں ہے۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین قطعاً ثابت نہیں ہے۔ بلکہ امام بخاری نے جزء رفع الیدین (ح ۲۲) میں ان سے صحیح سند کے ساتھ (رکوع کی) تکبیر اور (رکوع سے) سر اٹھانے کے ساتھ رفع الیدین روایت کیا ہے۔

قال: حدثنا سليمان بن حرب: ثنا يزيد بن إبراهيم عن قيس بن سعد عن عطاء به الخ

۱: سلیمان بن حرب کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور ''ثقة إمام حافظ'' تھے۔ [التقریب: ۲۵۴۵]

۲: یزید بن ابراہیم کتبِ ستہ کے راوی ''ثقة ثبت إلا في روايته عن قتادة ففيها لين'' تھے۔ [التقریب: ۷۶۸۴]

۳: قیس بن سعد صحیح مسلم وغیرہ کے راوی اور ''ثقة'' تھے۔ [تقریب التہذیب: ۵۵۷۷]

۴: عطاء بن ابی رباح کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور ''ثقة فقيه فاضل، كثير

الإرسال'' تھے۔ [التقریب:۴۵۹۱]

(لہٰذا یہ سند بالکل صحیح ہے) اس موقوف روایت کے متعدد شواہد موجود ہیں۔

''ابن إسحٰق عن الأعرج عن أبي هريرة'' بھی اس کا شاہد (تائیدوالی روایت) ہے۔
[دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری:۱۹]

اور بعض شواہد آگے آرہے ہیں۔

راویوں کی یہ عادت ہے کہ کبھی حدیث مختصر بیان کرتے ہیں اور کبھی طویل لہٰذا تمام اسانید ومتون کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً یہی روایت صحیح بخاری (۲۹۰/۲ مع الفتح) میں شعیب عن الزہری کی سند کے ساتھ مروی ہے اور اس میں '' إني لأ قربكم شبهاً بصلاة رسول الله ﷺ إن كانت هٰذه لصلاته حتٰى فارق الدنيا '' کے الفاظ ہیں۔
ص ۲۷۲ پر یہی روایت عقیل عن الزہری کی سند سے ہے جس میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔
ص ۲۶۹ پر مالک عن الزہری کی سند کے ساتھ یہی روایت انتہائی مختصراً مروی ہے جس میں کئی الفاظ مثلاً ''إن كانت هٰذه لصلاته حتٰى فارق الدنيا'' موجود نہیں ہیں۔ ان اسانید کو علیحدہ علیحدہ احادیث قرار دینا صحیح نہیں ہے لہٰذا صحیح ابن خزیمہ وسنن نسائی وغیرہ کی حدیث ایک ہے۔

حتیٰ فارق الدنیا

اس بحث کے بعد امام ابو سعید احمد بن محمد بن زیاد: ابن الاعرابی (متوفی ۳۴۱ھ) کی کتاب المعجم کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ امام ابن الاعرابی فرماتے ہیں:

'' نا محمد بن عصمة :نا سوار بن عمارة :نا رديح بن عطية عن أبي زرعة عن أبي عبد الجبار بن معج قال :رأيت أبا هريرة فقال :لأصلين بكم صلاة رسول الله ﷺ لا أزيد فيها ولا أنقص، فأقسم بالله وإن كانت لهي صلاته حتى فارق الدنيا قال :فقمت عن يمينه لأ نظر كيف يصنع فا بتدأ فكبر ورفع يديه ثم ركع فكبر ورفع يديه ، ثم سجد،ثم

كبر ثم سجد وكبر حتٰى فرغ من صلاته ـ قال: أقسم بالله إن كانت لهي صلاته حتى فارق الدنيا ـ"

(سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے) فرمایا: البتہ میں آپ کو ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاؤں گا۔ اس میں نہ زیادہ کروں گا اور نہ کم۔ پس انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ راوی نے کہا: پس میں آپ کی دائیں طرف کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ پس انھوں نے نماز کی ابتدا کی۔ اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر رکوع کیا پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر سجدہ کیا اور اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ آپ اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ [۲۲۶/۱ ح ۱۴۲]

اس روایت کی سند کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

۱: ابو عبدالجبار عبداللہ بن معج الفلسطینی کا ذکر امام بخاری کی التاریخ الکبیر (۲۰۹/۵) اور امام ابن ابی حاتم کی الجرح والتعدیل (۱۷۶/۵) میں موجود ہے۔ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات (۳۰/۵) میں ذکر کیا ہے۔

یاد رہے کہ معجم ابن الاعرابی میں غلطی سے "عن أبي زرعة بن (عمرو بن جرير) قال رأيت" إلخ چھپ گیا ہے۔ جب کہ صحیح وہی ہے جو قلمی نسخہ میں ہے اور جیسا کہ میں نے اوپر لکھا ہے۔ نیز دیکھئے المعجم لابن الاعرابی، دوسرا نسخہ (۱۳۱/۱ ح ۱۴۴) وہاں "عن أبي زرعة بن عبد الجبار بن معج" لکھا ہوا ہے۔

۲: ابو زرعۃ یحییٰ بن ابی عمرو السیبانی ثقہ تھے۔ [التقریب: ۷۶۱۶]

۳: ردیح بن عطیہ کو ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ مروان بن محمد اور دحیم نے کہا: ثقہ۔

عباد بن عباد الخواص (وثقه ابن معین والعجلي والجمهور) نے بعض حدیث میں اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ [دیکھئے مسند الشامیین للطبرانی ۲/۳۵ ح ۸۶۸]

۴: سوار بن عمارۃ کو امام ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا۔ ابوحاتم نے کہا: صدوق، نسائی نے کہا: ليس به بأس، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ذکر کر کے کہا: "ربما خالف" چونکہ سوار مذکور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے لہٰذا اس پر حافظ ابن حبان کی جرح مردود ہے۔

۵: ابوعبیداللہ محمد بن احمد بن عصمۃ الرملی القاضی الاطروش کا ذکر حافظ مزی نے سوار بن عمارۃ کے شاگردوں میں (تہذیب الکمال، قلمی ج ۱ ص ۵۵۹) اور حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ابن الاعرابی کے استادوں میں کیا ہے۔ مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔ اس قسم کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن احمد الاعرج ہے، جس کی توثیق کسی کتاب میں بھی نہیں ملتی، اس کے باوجود دیوبندی صاحب کے استاد سرفراز خان صفدر صاحب نے اس کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے تسکین الصدور ص ۳۲۶) ابوعبیداللہ القاضی کی متابعت مسند الشامیین میں مروی ہے۔

امام طبرانی فرماتے ہیں:

"حدثنا حصين بن وهب الأرسوفي: ثنا زكريا بن نافع الأرسوفي: ثنا عباد بن عباد الخواص: ثنا أبو زرعة يحيى بن أبي عمرو السيباني عن أبي عبد الجبار، واسمه عبدالله بن معج عن أبي هريرة قال: لأ صلين بكم صلاة رسول الله ﷺ إن استطعت لم أزدولم أنقص. فكبر فشهر بيديه فركع فلم يطل ولم يقصر - ثم رفع رأسه فشهر بيديه، ثم كبر فسجد.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کو ضرور بالضرور رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاؤں گا۔ حتی الوسع اس میں نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور رفع الیدین کیا۔ پس آپ نے رکوع کیا نہ یہ رکوع لمبا تھا نہ مختصر۔ پھر آپ نے اپنا سر

اٹھایا اور رفع یدین کیا، پھر اللہ اکبر کہا (پھر اس کے بعد) سجدہ کیا۔ [مسند الشامیین ۲/۳۵]

عباد بن عباد کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے زکریا بن نافع سے یعقوب بن سفیان الفارسی روایت کرتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ یعقوب نے کہا: میں نے تقریباً ایک ہزار استادوں سے حدیث لکھی ہے، وہ سب ثقہ تھے۔ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا: ''یغرب'' لہٰذا ایسے راوی کو شواہد میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

حصین بن وہب کے حالات مجھے نہیں ملے۔

خلاصہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین اور تکبیرات کی بعض روایات کی مختصر تخریج درج ذیل ہے:

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح رفع الیدین کا کرنا ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نماز روایت کی ہے وہ آپ کی آخری نماز ہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

اختتام: اس کتاب میں جن علمائے حق اور ائمۂ مسلمین کا ذکر آیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں ہوں، آمین۔

حافظ زبیر علی زئی

(تمت الرابعۃ ۲۳ رجب ۱۴۲۷ھ)

الطبعة الأولیٰ

نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین

(طبعہ جدیدہ مع مراجعت)

حافظ زبیر علی زئی

(۱۵ شعبان ۱۴۲۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم تین چار ساتھیوں نے اپنے گاؤں کے ایک نوجوان مقصود کے ذریعے مولوی صاحب سے ”حدیث اور اہلحدیث“ کتاب منگوائی تا کہ اپنے مذہب کے دلائل اہلحدیث حضرات کو دکھائیں۔

لیکن جب ہم اپنے گاؤں کی مسجد اہلحدیث کے خطیب رحمت الٰہی محمدی صاحب کے پاس پہنچے تو معاملہ کچھ اور بن گیا۔ محمدی صاحب نے اصل کتابیں حدیث کی جب ہمارے سامنے رکھیں تو ہم حیران ہو گئے کہ اتنی خیانتیں؟ اور اس کتاب کے مصنف کی یہ خیانتیں ہمارے لئے راہ راست کا سبب بن گئیں اور ہم اہلحدیث ہو گئے۔ 26 مئی 1996ء

دستخط افتخار احمد	دستخط خضر محمود	دستخط بخشیش الٰہی
افتخار احمد 26/5/96 مئی	خضر محمود 26/5/96	بخشش الٰہی 26-5-96

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم تین چار ساتھیوں نے اپنے گاؤں کے ایک نوجوان مقصود کے ذریعہ مولوی صاحب سے ”حدیث اور اہلحدیث“ کتاب منگوائی تا کہ اپنے مذہب کے دلائل اہلحدیث حضرات کو دکھائیں

لیکن جب ہم اپنے گاؤں کی مسجد اہلحدیث کے خطیب رحمت الٰہی محمدی صاحب کے پاس پہنچے تو معاملہ کچھ اور بن گیا۔ محمدی صاحب نے اصل کتابیں حدیث کی جب ہمارے سامنے رکھیں تو ہم حیران ہو گئے کہ اتنی خیانتیں اور اس کتاب کے مصنف کی یہ خیانتیں ہمارے لیے راہ راست کا سبب بن گئیں اور ہم اہلحدیث ہو گئے

افتخار احمد
26/5/96 مئی

بخشش الٰہی
26-5-96

خضر محمود
26/5/96

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Jamia Muhammadi
Masjid Ahl-e-Hadees &
Madarsa Darul-Quran
Wal Hadees Rehmania

Akhter Colony Abbasia Road,
Uch Sharif Bahawalpur

جامع محمدی مسجد اہلحدیث و
مدرسہ دار القرآن والحدیث رحمانیہ
اختر کالونی عباسیہ روڈ اوچ شریف (بہاولپور)

تاریخ 10/3/2000

محترم جناب فضیلۃ الشیخ ابو الطاہر حافظ زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ آپکے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین
گذارش یہ ہے کہ ہمارا تعلق ضلع بہاولپور شہر اوچ سے ہے جو کہ شرک و
بدعت کے گڑھ کے علاوہ مقلدین کا بھی بڑا گڑھ بالا ہے اور جماعت
اہلحدیث کی پہلی مسجد زیر تعمیر ہے اور جماعت اہلحدیث کے چند افراد
ہیں جنکی تعداد تقریباً 20 تک ہے بہرحال آپنی استطاعت
کے مطابق دین حقہ کی تبلیغ جاری ہے اور مقلدین کے طرف سے
دھوکہ بازی بھی شروع ہے بہرحال ہم نے ایک [illegible] رفع
الیدین کی احادیث لکھکر دیں ہیں اور مقلدین کی طرف سے
عدم رفع الیدین کا جواب انہوں نے لکھا ہے تو وہ تحریر آپکے پاس
روانہ خدمت ہے مہربانی کرکے مدلل جواب لکھکر پیارے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت رفع الیدین

264

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Jamia Muhammadi
Masjid Ahl-e-Hadees &
Madarsa Darul-Quran
Wal Hadees Rehmania

Akhter Colony Abbasia Road,
Uch Sharif Bahawalpur

جامع محمدی مسجد اہلحدیث و
مدرسہ دار القرآن والحدیث رحمانیہ
اختر کالونی عباسیہ روڈ اوچ شریف بہاولپور

محترم جناب فضیلۃ الشیخ ابو الطاہر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ اللہ تعالی آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

گزارش ہے کہ ہمارا تعلق ضلع بہاولپور کے شہر (اوچ) سے ہے جو کہ شرک وبدعت کے گھر کے علاوہ مقلدین کا بھی بڑا بول بالا ہے۔ اور جماعت اہلحدیث کی پہلی مسجد زیر تعمیر ہے اور جماعت اہلحدیث کے چند افراد نے جن کی تعداد تقریباً 20 تک ہے۔ بہر حال اپنی استطاعت کے مطابق دین حقہ کی تبلیغ جاری ہے اور مقلدین کی طرف سے فتویٰ بازی بھی شروع ہے بہر حال ہم نے ایک سائل کو رفع الیدین کی احادیث لکھ کر دیں ہیں۔ اور مقلدین کی طرف سے عدم رفع الیدین کا جواب انہوں نے لکھا ہے۔ وہ تحریر آپ کے پاس روانہ خدمت ہے مہربانی کر کے مدلل جواب لکھ کر پیارے رسول ﷺ کی سنت رفع الیدین کو واضح کر دیا جائے ہمارے علاقے میں علماء رہے ہیں لیکن آپ کی کتاب "نور العینین" نظر سے گزری ہے اور جس کو پڑھ کر میرے والد محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب جو کہ حنفی تھے اور اب الحمد للہ اسی مسجد میں خطیب ہیں اور انہوں نے مسلک اہلحدیث قبول کر لیا ہے مہربانی کر کے اس تحریر کا جواب جتنی جلدی ہو سکے روانہ کریں تقریباً بیس دن کی مہلت ہے اور جواب مقلدین کو دینا ہے۔ اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر دے گا مجھے امید ہے کہ آپ اس احسن کام میں تاخیر نہ کرتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کی اس سنت سے محبت کا ثبوت دیں گے۔ جواب تقریباً ان کے ڈبل صفحے کا لکھ دیں۔ (جزاک اللہ خیرا)

از طرف ذوالنون۔ حبیب الرحمن بن ... خطیب جامع مسجد
اہلحدیث اوچ شریف ضلع بہاولپور PP فون 51824
پنجاب پاکستان PP 51621
کوڈ ایریا 06702

سندھ کا مناظرہ اوراوکاڑوی صاحب کی شکست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہم آج 22/10/95 کو اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے مسلک اہلحدیث کے دلائل سن لیے ہیں۔ اور یہ دیکھ لیا ہے کہ دیوبندی حضرات جھوٹے ہیں اور انہوں نے مسئلہ طلب قبول کرنے کے بعد مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی ہے۔ لہذا ہم آج سے اپنے اہلحدیث ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

(۱) مختار علی بروڑو ولد نورالدین بروڑو تعلقہ قمبر گاؤں کھٹر — 22/10/95

(۲) سکندر ولد قیصر خان جاگیرانی۔ گاؤں گل محمد جاگیرانی۔ تعلقہ قمبر ضلع لاڑکانہ سندھ

(۳) حاجی محمد عظیم جاگیرانی گاؤں گل محمد جاگیرانی۔ تعلقہ قمبر۔ ضلع لاڑکانہ سندھ — حاجی محمد عظیم 22-10-95

(۴) حاجی محمد مرید ولد قیصر خان جاگیرانی۔ — محمد مرید 22/10/95

(۵) منیر احمد ولد حاجی محمد مرید بلوچ جاگیرانی۔ — منیر احمد جاگیرانی

امام سفیان ثوری اور طبقۂ ثالثہ کی تحقیق

سوال: سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس اور معنعن روایت کے بارے میں، آپ کے نزدیک راجح قول کیا ہے؟ (تنویر حسین شاہ، ہری پور)

جواب: سفیان ثوری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ ثقہ امام اور امیر المومنین فی الحدیث ہونے کے ساتھ مدلس بھی ہیں اور آپ ضعفاء وغیرہم سے تدلیس کرتے تھے لہٰذا آپ کی غیر صحیحین میں معنعن روایت، عدمِ متابعت وعدمِ تصریحِ سماع کی صورت میں ضعیف ومردود ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا انھیں طبقۂ ثانیہ میں شمار کرنا صحیح نہیں بلکہ وہ طبقۂ ثالثہ کے فرد ہیں، جیسا کہ حاکم نیشاپوری نے انھیں طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶، جامع التحصیل ص ۹۹ ونور العینین طبع جدید ص ۱۳۸)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا:

"وأما المدلسون الذين هم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبار هم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري والأعمش و أبي إسحاق وأضرابهم ...."

اور ایسے مدلس راوی جو ثقہ وعادل تھے تو ہم ان کی احادیث سے حجت نہیں پکڑتے سوائے اس کے کہ وہ تصریحِ سماع کریں جو انھوں نے روایت کیا ہے، مثلاً ثوری، اعمش، ابو اسحاق اور ان جیسے دوسرے.......... (الاحسان ج ۱ ص ۹۰، دوسرا نسخہ ص ۱۶۱، واللفظ لہ)

یہی تحقیق راجح اور صحیح ہے اور راقم الحروف نے اسے ہی نور العینین اور التاسیس فی مسئلۃ التدلیس (مطبوعہ ماہنامہ الحدیث: ۳۳) میں اختیار کیا ہے۔

یاد رہے کہ عبدالرشید انصاری صاحب کے نام میرے ایک خط (۱۴۰۸/۸/۱۹ھ) میں سفیان ثوری کے بارے میں یہ لکھا گیا تھا کہ

"طبقۂ ثانیہ کا مدلس ہے جس کی تدلیس مضر نہیں ہے۔" (جرابوں پر مسح ص ۴۰)

میری یہ بات غلط ہے، میں اس سے رجوع کرتا ہوں لہٰذا اسے منسوخ وکالعدم سمجھا جائے،
عینی حنفی لکھتے ہیں کہ " وسفیان من المدلسین والمدلس لا یحتج بعنعنته إلا أن یثبت سماعه من طریق آخر " اور سفیان (ثوری) مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ۱۱۲/۲)

[۱۱/محرم ۱۴۲۴ھ ، ۱۵/مارچ ۲۰۰۳ء]

تنبیہ: یہ سوال وجواب ماہنامہ شہادت اسلام آباد (اپریل ۲۰۰۳ء ص ۳۹) میں بھی شائع ہوا تھا۔
اب کچھ اصلاح کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔ (۲/اگست ۲۰۰۷ء)

[ماہنامہ الحدیث حضرو: ۴۲ ص ۲۷ تا ۲۹]

حبیب اللہ ڈیروی صاحب اور ان کا طریقۂ استدلال

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین ،أما بعد:

اس مضمون میں حافظ حبیب اللہ ڈیروی حیاتی دیوبندی صاحب کی بعض مطبوعہ کتابوں سے بعض ایسی موضوع ومردود روایات با حوالہ پیشِ خدمت ہیں جن سے انھوں نے استدلال کیا یا بطور حجت پیش کیا ہے۔اس کے بعد ڈیروی صاحب کے اکاذیب اور اخلاقی کردار کے دس دس نمونے درج کئے گئے ہیں تا کہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب اور ان کا طریقۂ استدلال عام لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے۔

① ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''اور حضرت امام شافعیؒ جب حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کے لئے پہنچے تو وہاں نمازوں میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا کسی نے امام شافعیؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا:

استحیاءً من صاحب ھٰذا القبر اس قبر والے سے حیاء آتی ہے۔

حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ تکمیل الاذھان ص ۱۵۷ میں اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں **مُشْعِرٌ لعدم التاکید** کہ یہ واقعہ اس بات کا مشعر ہے کہ رفع الیدین عند الرکوع وغیرہ امام شافعی کے ہاں مؤکد نہ تھا۔''

(نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح طبع دوم ۱۴۰۶ھ ص ۲۹، ۳۰)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے راقم الحروف نے لکھا تھا:

''یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔ ڈیروی صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس واقعہ کی مکمل اور مفصل سند پیش کریں

تا کہ راویوں کا صدق و کذب معلوم ہو جائے۔ اسناد دین میں سے ہیں اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر حیثیت نہیں ہے۔"

(نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین، طبع اول ۱۴۱۳ھ ص ۲۱)

ابھی تک ڈیروی صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے اس موضوع و مردود قصے کی کوئی سند پیش نہیں کی ہے۔ (۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس من گھڑت قصے کی ان لوگوں کے پاس کوئی سند موجود نہیں ہے۔

④ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت امام ابو حنیفہؒ ترک رفع الیدین پر عمل کرتے تھے اور اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دیتے تھے اور رفع الیدین کرنے والے کو منع فرماتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان ج ۲ ص ۳۲۲ میں لکھتے ہیں:

قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مقاتل سے کہتے ہوئے سنا کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں رفع یدین کرتا رہا جب امام ابو حنیفہ نے سلام پھیرا تو کہا اے ابو مقاتل شاید کہ تُو بھی پنکھوں والوں سے ہے۔"

(نور الصباح ص ۳۱)

ابو مقاتل حفص بن سلم السمرقندی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ ابن عدی، ابن حبان اور جوزجانی وغیرہم نے اس پر جرح کی۔

(دیکھئے الکامل ۲/۸۰۱، المجروحین ۱/۲۵۶، احوال الرجال: ۳۷۴)

ابونعیم الاصبہانی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (۵۲م)

حاکم نیشاپوری نے کہا:

"حدث عن عبيد الله بن عمر وأيوب السختياني ومسعر وغيره بأحاديث موضوعة.."

اس (ابو مقاتل) نے عبید اللہ بن عمر، ایوب السختیانی اور مسعر وغیرہم سے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔ (المدخل الی الصحیح ص ۱۳۰، ۱۳۱ رقم: ۴۲)

حافظ ذہبی نے کہا: "واہٍ" وہ (سخت) کمزور (راوی) ہے۔ (دیوان الضعفاء: 1050)

جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں محدّث خلیلی کی توثیق مردود ہے۔

صالح بن عبداللہ (الترمذی) فرماتے ہیں کہ ہم ابو مقاتل السمرقندی کے پاس تھے تو وہ وصیتِ لقمان، قتلِ سعید بن جبیر اور اس جیسی لمبی حدیثیں عون بن ابی شداد سے بیان کرنے لگا۔ ابو مقاتل کے بھتیجے نے اُس سے کہا: اے چچا! آپ یہ نہ کہیں کہ ہمیں عون نے حدیث بیان کی کیونکہ آپ نے یہ چیزیں نہیں سنیں۔ اس نے کہا: اے بیٹے! یہ اچھا کلام ہے۔ (کتاب العلل للترمذی مع السنن ص ۸۹۲ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ بزعمِ خود اچھے کلام کے لئے ابو مقاتل سندیں گھڑنے سے بھی باز نہیں آتا تھا۔ ایسے کذاب کی روایت ڈیروی صاحب بطورِ استدلال پیش کر رہے ہیں۔!!

④ ڈیروی صاحب بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ (ج۱ ص۱۶۰) لکھتے ہیں:

"عن جابر عن الأسود وعلقمة أنهما كان يرفعان أيديهما إذا افتتحا ثم لا يعودان"

حضرت اسودؒ اور حضرت علقمہؒ افتتاح صلوٰۃ کے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع الیدین کے لئے نہ لوٹتے تھے۔" (نور الصباح ص ۴۷)

اس کا راوی جابر الجعفی جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا:

"ضعيف رافضي" وہ ضعیف رافضی ہے۔ (تقریب التہذیب: ۸۷۸)

امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

"ما رأيت أحدًا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح"

میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (العلل للترمذی ص ۸۹۱ وسندہ حسن)

بذات خود حبیب اللہ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"جابر بن یزید جعفی بہت جھوٹا اور شیعہ خبیث ہے۔ مگر انصاری صاحب نے اس بہت بڑے جھوٹے سے بھی رفع یدین کی روایت الرسائل ص ۳۶۲، ۳۶۴ وغیرہ میں درج کر دی ہے کیونکہ مسلمانوں کو دھوکا دینا مقصود ہے۔"

(مقدمہ نور الصباح بترقیمی ص ۱۹، یہ عبارت مقدمۃ الکتاب سے پہلے ہے)

معلوم ہوا کہ بقلم خود جھوٹے کی روایت پیش کر کے ڈیروی صاحب نے عام مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے۔

④ ڈیروی صاحب اپنے ممدوح انور شاہ کشمیری دیوبندی (العرف الشذی ص ۴۸۷) سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے تھے کہ جس مسئلہ پر امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ متفق ہو جائیں تو اس کے خلاف کوئی بات نہ سنی جائے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ قیاس کے زیادہ ماہر ہیں..." (نور الصباح ص ۳۲)

کاشمیری صاحب اور ڈیروی صاحب کی پیش کردہ یہ روایت محض بے سند، بے اصل اور من گھڑت ہے۔

اس کے مقابلے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حديث أبي حنيفة ضعيف ورأيه ضعيف"

ابوحنیفہ کی حدیث ضعیف ہے اور اس کی رائے (بھی) ضعیف ہے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/ ۲۸۵ وسندہ صحیح)

امام احمد اپنی مشہور کتاب المسند میں امام ابوحنیفہ کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

(دیکھئے مسند احمد ۵/ ۳۵۷ ح ۲۳۴۱۵)

امام احمد سے امام ابوحنیفہ کی توثیق و تعریف قطعاً ثابت نہیں بلکہ جرح ہی جرح ثابت ہے جس کی تفصیل میری کتاب "الأسانيد الصحيحة في أخبار الإمام أبي حنيفة"

میں درج ہے۔

قاضی ابو یوسف کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں:

"وأنا لا أحدّث عنه" اور میں اس سے حدیث بیان نہیں کرتا۔

(تاریخ بغداد ۱۴/ ۲۵۹ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ماہنامہ "الحدیث" شمارہ: ۱۹ ص: ۵۱)

محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں:

"لاأروي عنه شيئاً" میں اس سے کوئی چیز (بھی) روایت نہیں کرتا۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۲/ ۲۵۸ ت ۱۸۶۲، دوسرا نسخہ: ۵۳۲۹)

امام احمد سے کسی نے پوچھا کہ ایک علاقے میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک اصحاب الحدیث جو روایتیں تو بیان کرتے ہیں مگر صحیح ضعیف کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ دوسرے اصحاب الرائے ہیں جن کی معرفتِ حدیث (بہت) تھوڑی ہے۔ کس سے مسئلہ پوچھنا چاہئے؟

امام احمد نے جواب دیا:

"يسأل أصحاب الحديث ولا يسأل أصحاب الرأي، ضعيف الحديث خير من رأي أبي حنيفة"

اصحاب الحدیث سے مسئلہ پوچھنا چاہئے اور اصحاب الرائے سے نہیں پوچھنا چاہئے۔ ابوحنیفہ کی رائے سے ضعیف الحدیث (راوی) بہتر ہے۔

(تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۴۹ وسندہ صحیح، المحلیٰ لابن حزم ۱/ ۶۸، السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۲۲۹)

ڈیروی صاحب اور تمام آلِ دیوبند سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ وہ کاشمیری صاحب کی بیان کردہ اس روایت کی صحیح و متصل سند پیش کریں۔

⑤ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"امام بخاریؒ کے استاد حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ اپنے مصنف ج ۱ ص ۱۵۹ میں لکھتے ہیں: عن أشعث عن الشعبي أنه كان يرفع يديه في أول التكبيرة ثم لا يرفعهما حضرت امام شعبیؒ پہلی تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر اس کے بعد نہ کرتے تھے۔" (نور الصباح ص ۴۵)

اس اثر کا راوی اشعث بن سوار جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

ڈیروی صاحب ایک روایت کے بارے میں بقلمِ خود لکھتے ہیں: ''پھر اس کی سند میں اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے جو عند الجمہور ضعیف ہے۔[تہذیب التہذیب ص ۳۵۲ ج ۱ تا ص ۳۵۴]'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۷۴، ۲۷۵)

⑥ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔[تذکرۃ الحفاظ للذہبی وغیرہ]'' (نور الصباح ص ۱۸ مقدمہ بترقیمی)

ابن جریج سے باسند صحیح نوے عورتوں (یا صرف ایک عورت سے بھی) متعہ کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۱۷۰، ۱۷۱ ت ۱۶۴) کے سارے حوالے بے سند و مردود ہیں۔ زنا کا لفظ ڈیروی صاحب نے خود گھڑ لیا ہے جب کہ اس کے برخلاف تذکرۃ الحفاظ کی بے سند و مردود روایت میں ''تزوّج'' کا لفظ ہے۔ (ص ۱۷۰)

ڈیروی صاحب نے بقلمِ خود ''متعہ و زنا'' کرنے والے ابن جریج کو ''ثقہ'' لکھا ہے۔ (نور الصباح ص ۲۲۲)

انھوں نے اسی کتاب میں ابن جریج کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے نور الصباح ص ۲۲)

⑦ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''چنانچہ امام بخاریؒ کے استاد حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ مصنف ج ۱ ص ۱۶۰ میں لکھتے ہیں:

عن سفيان بن مسلم الجهني قال كان ابن أبي ليلى يرفع يديه أول شيء إذا كبر

حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ صرف ابتدا میں رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کرتے تھے۔'' (نور الصباح ص ۴۳)

عرض ہے کہ سفیان بن مسلم الجہنی بالکل نامعلوم و مجہول راوی ہے، اس کی توثیق کہیں

نہیں ملی۔ عین ممکن ہے کہ یہ کتابت یا طباعت کی غلطی ہو اور صحیح لفظ "سفیان عن مسلم الجهني" ہو۔ واللہ اعلم

مسلم بن سالم ابو فروۃ الجہنی صدوق راوی ہے لیکن سفیان (ثوری) مشہور مدلس ہیں لہٰذا اس صورت میں بھی سفیان کی تدلیس کی وجہ سے یہ سند ضعیف و مردود ہے۔

⑧ مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۱۶۰ ہمارا نسخہ ۱/۲۳۶ ح ۲۴۴۷) کی ایک روایت "عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة" نقل کرنے سے پہلے ڈیروی صاحب جلی خط سے لکھتے ہیں: "حضرت خیثمہؒ التابعی بھی رفع الیدین نہ کرتے تھے" (نور الصباح ص ۴۸)

عرض ہے کہ اس سند میں حجاج غیر متعین ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔ اگر اس سے مراد ابو بکر (بن عیاش) کا استاد حجاج بن ارطاۃ لیا جائے تو اس کے بارے میں ڈیروی صاحب خود لکھتے ہیں: "کیونکہ حجاج بن ارطاۃ ضعیف اور مدلّس اور کثیر الخطاء اور متروک الحدیث ہے"

(نور الصباح ص ۲۲۴)

اس بقلمِ خود "ضعیف" اور "متروک الحدیث" کی روایت کو ڈیروی صاحب نے بحوالہ مسند احمد ج ۴ ص ۳ بطورِ دلیل نمبر ۱۹ پیش کر کے استدلال کیا ہے۔ (نور الصباح ص ۱۶۷، ۱۶۸)

اس طرح کی بے شمار مثالیں اس بات کی دلیل ہے کہ جو روایت ڈیروی صاحب کی من پسند ہوتی ہے تو وہ اس سے استدلال کرتے ہیں اور جو روایت اُن کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے تو اس پر جرح کر دیتے ہیں۔

⑨ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"اور جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعود کی تعلیم اور متعلمین کو دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھے: أصحاب عبدالله سُرج هذه القرية

حضرت عبداللہ کے شاگرد تو اس بستی کے چراغ ہیں۔ [طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۴]"

(نور الصباح ص ۵۰، ۵۱)

یہ روایت طبقات ابن سعد (ہمارا نسخہ ج ۶ ص ۱۰) اور حلیۃ الاولیاء (۴/۱۷۰) میں مالک بن

مِغْوَل عن القاسم (بن عبدالرحمٰن) عن علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے۔
قاسم غیر متعین ہے۔ اگر اس سے قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود المسعودی یا قاسم بن عبدالرحمٰن الدمشقی مراد لیا جائے تو یہ روایت منقطع ہے لہٰذا مردود ہے۔

⑩ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک تفسیر منسوب ہے۔ یہ ساری کی ساری تفسیر موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس کی سند میں محمد بن مروان السدی اور محمد بن السائب الکلبی دونوں کذاب راوی ہیں۔ (دیکھئے ماہنامہ "الحدیث" شمارہ:۲۴ ص ۵۰ تا ۵۴)

اس موضوع تفسیر سے ڈیروی صاحب نقل کرتے ہیں:
"مخبتون متواضعون لا یلتفتون یمیناً ولا شمالاً ولا یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ"
عاجزی وانکساری کرنے والے جو دائیں اور بائیں نہیں دیکھتے اور نہ وہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔
قارئین کرام حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ ان کی مرفوع روایت کے عین موافق ہے جس میں رفع الیدین سے منع کیا گیا ہے۔" (نور الصباح ص ۷۲)

یہ عبارت ہمارے نسخہ میں صفحہ ۲۱۲ پر ہے۔

اس تفسیر کے راوی سُدی کے بارے میں ڈیروی صاحب کے ممدوح سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: "سدی کذاب اور وضاع ہے۔" (اتمام البرہان ص ۴۵۵)

سرفراز خان صاحب مزید لکھتے ہیں:
"آپ لوگ سُدی کی "دم" تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔" (اتمام البرہان ص ۴۵۷)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب سُدی کی یہ تفسیر پیش کر کے ڈیروی صاحب نے سُدی کذاب کی "دم" تھام لی ہے۔!

[تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن) لہٰذا یہ موضوع تفسیری روایت صحابی کے عمل کے مقابلے میں بھی مردود ہے۔]

یہ دس روایات بطورِ نمونہ پیش کی گئی ہیں تاکہ عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ حافظ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے موضوع و مردود روایات سے استدلال کیا ہے اور من گھڑت روایات کو بطورِ حجت پیش کیا ہے۔

ڈیروی صاحب کے دس جھوٹ

اب حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب کے دس صریح جھوٹ پیشِ خدمت ہیں:

① محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"تاہم پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے۔" (نور الصباح ص ۱۶۴)

ڈیروی صاحب کا یہ بیان سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ اس کے برعکس بوصیری فرماتے ہیں:

"ضعفه الجمهور" (زوائد سنن ابن ماجہ: ۸۵۴)

طحاوی فرماتے ہیں: "مضطرب الحفظ جدًا"

اس کے حافظے میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔ (مشکل الآثار ج ۳ ص ۲۲۶)

بلکہ ڈیروی صاحب کے اکابر علماء میں سے انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

"فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور" (وہ [ابن ابی لیلیٰ] میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے) دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸

② امام یحییٰ بن معین امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لايكتب حديثه" ان کی حدیث نہ لکھی جائے۔

(الکامل لابن عدی ج ۷ ص ۲۴۷۳ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۸ ص ۲۳۶)

یہ قول مولانا ارشاد الحق اثری نے تاریخ بغداد (۱۳/۴۵۰) سے نقل کرنے کے بعد الکامل لابن عدی (۷/۲۴۷۳) کا حوالہ دیا ہے۔ (توضیح الکلام ۲/۶۳۳، وطبعة جديدة ص ۹۳۹)

اس کا جواب دیتے ہوئے ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"الکامل لابن عدی میں امام ابن معینؒ کی یہ جرح منقول ہی نہیں بلکہ امام اعظمؒ کا ترجمہ ص ۲۴۷۴ ج ۷ سے شروع ہوتا ہے یہ اثری صاحب کا خالص جھوٹ و بے ایمانی ہے۔"

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۹)

حالانکہ امام ابوحنیفہ کا ترجمہ کامل ابن عدی میں صفحہ ۲۴۷۲ (ج ۷) سے شروع ہوتا ہے جو شخص اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہو تو وہ ہمارے ہاں آکر اصل کتاب دیکھ سکتا ہے۔

کامل ابن عدی کے محولہ صفحے پر امام ابوحنیفہ پر امام ابن معین کی جرح بعینہٖ منقول ہے لہٰذا ڈیروی صاحب بذاتِ خود جھوٹ اور...... کے مرتکب ہیں۔

③ ضعیف ومردود سند کے ساتھ کامل ابن عدی میں امام نضر بن شمیل سے مروی ہے:

"كان أبو حنيفة متروك الحديث ليس بثقة"

ابوحنیفہ متروک الحدیث تھے، ثقہ نہیں تھے۔ (ج ۷ ص ۲۴۷۴ نسخۂ جدیدہ ج ۸ ص ۲۳۸)

یہ ضعیف ومردود قول مولانا اثری صاحب نے بحوالہ کامل ابن عدی نقل کیا ہے۔

(توضیح الکلام ۲/ ۶۲۸، طبعۂ جدیدہ ص ۹۳۷)

اور اس کے راوی احمد بن حفص پر جرح کی ہے۔ (توضیح الکلام طبع اول ج ۲ ص ۶۲۸)

اس حوالے کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"امام نضر کا یہ قول الکامل ابن عدی میں نہیں ہے۔ یہ مولانا اثری صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔" (توضیح الکلام پر ایک نظر، طبع اول ۱۴۲۳ھ ص ۳۱۰)

حالانکہ یہ قول الکامل لابن عدی کے دونوں نسخوں میں موجود ہے اور اس کا راوی احمد بن حفص مجروح ہے۔

④ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک ضعیف روایت میں آیا ہے کہ انھوں نے صرف تکبیر اُولیٰ کے ساتھ ہی رفع یدین کیا۔ اس حدیث کے بارے میں ڈیروی صاحب مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

"قوله ثم لم يعد قد تكلم ناس في ثبوت هٰذا الحديث والقوي أنه ثابت من رواية عبداللّٰه بن مسعود ....." "ثم لم یعد جملہ کے ثبوت کے بارے میں لوگوں نے کلام کیا ہے اور قوی بات یہ ہے کہ یہ حدیث بے شک صحیح اور ثابت ہے عبداللہ بن مسعود کے

طریق سے....." (نور الصباح ص ۲۷ بحوالہ التعلیقات السّلفیہ ج ا ص ۱۲۳)

یہ روایت التعلیقات السّلفیہ (ج ا ص ۱۲۳ حاشیہ: ۴) میں بحوالہ "س" یعنی حاشیۃ السندھی علیٰ سنن النسائی منقول ہے اور یہی عبارت حاشیۃ السندھی میں اس طرح لکھی ہوئی ہے۔

(ج ا ص ۱۵۸)

ڈیروی صاحب نے سندھی کا قول بھوجیانی رحمہ اللہ کے ذمے لگا دیا ہے جو کہ صریح جھوٹ اور خیانت ہے۔

⑤ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"چنانچہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت ابو قتادہؓ کی نماز جنازہ حضرت علیؓ نے پڑھائی ہے دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۶، شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۳۹، سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۴ ص ۳۶ تاریخ بغداد ج ا ص ۱۶۱ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۹" (نور الصباح ص ۲۰۹)

عرض ہے کہ اس روایت کے راوی موسیٰ بن عبداللہ بن یزید کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

امام بیہقی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وهو غلط" اور یہ غلط ہے۔

(السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۳۶)

غلط روایت کو صحیح سند کہہ کر پیش کرنا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

⑥ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں: "چنانچہ امام ابو حاتمؒ۔ امام بخاریؒ کو متروک الحدیث قرار دیتے ہیں (مقدمہ نصب الرایہ ص ۵۸)" (نور الصباح ص ۱۵۷)

مقدمہ نصب الرایہ ہو یا کتاب الجرح والتعدیل، کسی کتاب میں بھی امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے امام بخاری کو "متروك الحديث" نہیں کہا۔ "ثم تركا حديثه" کو "متروك الحديث" بنا دینا ڈیروی صاحب کا سیاہ جھوٹ ہے۔

تنبیہ: چونکہ ابو حاتم الرازی اور ابو زرعہ الرازی دونوں نے امام بخاری سے روایت کی ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۱۶/۸۶، ۸۷) لہٰذا "ثم تركا حديثه" والی بات منسوخ ہے۔

⑦ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''دونوں سندوں میں الاوزاعی بھی مدلس ہے اور روایت عن سے ہے۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۱۳)

عرض ہے کہ کسی ایک محدث سے بھی صراحتاً امام اوزاعی کو مدلس کہنا ثابت نہیں ہے۔

⑧ ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن اس کی سند میں ابو عمرو الحرشی مجہول ہے اور'' (توضیحُ الکلام پر ایک نظر ص ۲۷۳)

عرض ہے کہ ابو عمرو احمد بن محمد بن احمد بن حفص بن مسلم النیسابوری الحمیر ی الحرشی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: ''**الحافظ الإمام الرحال**'' اور الذہلی سے نقل کیا کہ ''**أبو عمرو حجة**'' ابو عمرو حجت ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ۷۹۸/۳، ۷۹۹ ت ۷۸۸)

ایسے مشہور امام کو زمانۂ تدوین حدیث کے بعد ڈیروی صاحب کا مجہول کہنا باطل اور مردود ہے۔

⑨ سعید بن ایاس الجریری ایک راوی ہیں جو آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ ان کے شاگردوں میں ایک امام اسماعیل بن علیہ بھی ہیں جن کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں: ''جبکہ اس کا شاگرد یہاں ابن علیہ ہے اور وہ قدیم السماع نہیں۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۶۲)

عرض ہے کہ (ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب) الابناسی (متوفی ۸۰۲ھ) فرماتے ہیں:

''**وممن سمع منه قبل التغير شعبة وسفيان الثوري والحماد ان وإسماعيل بن علية...**'' اور اس (الجریری) کے اختلاط سے پہلے، شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، حماد بن سلمہ اور اسماعیل بن علیہ...... نے سُنا ہے۔

(الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات ص ۳۶، نسخہ محققہ ص ۱۸۳)

نیز دیکھئے حاشیہ نہایۃ الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط (ص ۱۲۹، ۱۳۰)

لہٰذا ڈیروی صاحب کا بیان جھوٹ پر مبنی ہے۔

⑩ سجدوں میں رفع یدین کی ایک ضعیف روایت سعید (بن ابی عروبہ) سے مروی ہے جو کہ ناسخ یا کاتب کی غلطی سے السنن الصغریٰ للنسائی کے نسخوں میں شعبہ بن گیا ہے۔

اس کے بارے میں انور شاہ کاشمیری دیوبندی فرماتے ہیں: ''شعبہ کا نسائی کے اندر موجود ہونا غلط ہے جیسا کہ فتح الباری کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔'' (نور الصباح ص ۲۳۰)

اس کے بعد جواب دیتے ہوئے ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''مگر علامہ کشمیریؒ کا حافظ ابن حجرؒ کے بارے میں یہ حسن ظن صحیح نہیں ہے کیونکہ جس طرح شعبہؒ نسائی میں موجود ہیں اس طرح صحیح ابو عوانہ میں بھی موجود ہیں معلوم ہوا کہ شعبہؒ کا ذکر نہ تو نسائی میں غلط اور نہ صحیح ابو عوانہ میں بلکہ یہ حافظ ابن حجرؒ کا وہم ہے اور علامہ سید کشمیریؒ کا نرا حسن ظن ہے۔'' (نور الصباح ص ۲۳۰)

عرض ہے کہ'' [شعبة] عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث'' (النسائی: ۱۰۸۶) والی روایت، جس میں سجدوں میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے، مسند ابی عوانہ میں اس متن کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ (مثلاً دیکھئے مسند ابی عوانہ ج ۲ ص ۹۴، ۹۵)

لہٰذا اس بیان میں ڈیروی صاحب نے مسند ابی عوانہ پر صریح جھوٹ بولا ہے۔

ڈیروی صاحب کے بہت سے اکاذیب وافتراءات میں سے یہ دس جھوٹ بطورِ نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔

ڈیروی صاحب کی چند بداخلاقیاں!

اب آخر میں ڈیروی صاحب کے اخلاقی کردار کے چند حوالے پیشِ خدمت ہیں جن سے ان کی باطنی شخصیت عیاں ہو جاتی ہے۔

① جمہور محدثین کے نزدیک صدوق وحسن الحدیث راوی اور امام ابو حنیفہ کے استاد تابعی صغیر محمد بن اسحاق بن یسار المدنی کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سند میں عن ابی اسحاق دراصل محمد بن اسحاق ہے جو کہ مشہور دلا ہے''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۱۷)

ہر کوئی جانتا ہے کہ پنجابی، پشتو اور اردو زبان میں "دلا" بہت بڑی گالی ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے لغات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ایسے گندے اور بازاری الفاظ کی تشریح کے لئے ماہنامہ "الحدیث" کے اوراق اجازت نہیں دیتے۔

② ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"امام ترمذیؒ نے ائمہ کرامؒ کے مسلک کو خلط ملط کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے علامہ عینیؒ جیسا شخص بھی پٹڑی سے اتر گیا ہے۔" (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۳)

③ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب مَوٹے قلم سے لکھتے ہیں: "حضرت امام بخاریؒ کی بے چینی" (نور الصباح ص ۱۵۴)

④ امام ابوبکر الخطیب البغدادی کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"خطیب بغدادی عجیب آدمی ہے۔" (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۵۳)

⑤ مشہور ثقہ امام بیہقی رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"قارئین کرام اس عبارت میں حضرت امام بیہقی نے زبردست خیانت کا ارتکاب کیا ہے..." (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۳۶)

⑥ مشہور ثقہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب نے لکھا ہے:

" جس سے دارقطنیؒ کی عصبیت و ناانصافی ظاہر ہوتی ہے۔" (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۶)

⑦ مشہور امام مہذب اور "الحافظ الإمام العلامة الثبت" ابوعلی النیسابوری رحمہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

" ابوعلی الحافظ ظالم ہے" (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۳۰۴)

⑧ عبدالحئی لکھنوی (حنفی) کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا عبدالحئی لکھنوی کا عبارات میں تحریف کرنا اور احناف کو نقصان پہنچانا عام عادۃ شریفہ ہے....." (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۴۶)

⑨ حبیب الرحمٰن اعظمی (دیوبندی) کے بارے میں ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی تو عجیب خبط میں پڑے کہ...'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۷۲)

⑩ مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے بارے میں ڈیروی صاحب اپنی مخصوص زبان میں لکھتے ہیں:

''جس سے ثابت ہوا کہ اثری صاحب جاننے کے باوجود گندگی کو چاٹنے کے عادی ہیں۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۰۵)

ڈیروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اثری صاحبِ معمّر کی دشمنی میں (اتنا) اندھا ہو گیا ہے۔ کہ ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے۔''

(توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۱۲۱)

اثری صاحب کے بارے میں ایک جگہ ڈیروی صاحب اپنی ''شرافت'' کا ان الفاظ میں مظاہرہ کرتے ہیں:

''کاش ظالم انسان تجھے ماں نے نہ جنا ہوتا۔'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۰۳)

آپ نے ڈیروی صاحب کی کذب نوازی، اکاذیب اور ''شریفانہ'' تحریر دیکھ لی ہے جس سے حافظ حبیب اللہ ڈیروی حیاتی دیوبندی کا مقام و مرتبہ واضح ہو جاتا ہے۔

وَمَا تُخۡفِيۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡبَرُ

(۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ)

حافظ ندیم ظہیر

سرور العینین پر ایک نظر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

حال ہی میں حافظ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کتاب ''نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین'' کا جواب دینے کی سعی لا حاصل کی ہے کیونکہ ڈیروی صاحب نے جن باتوں کو بنیاد بنایا ہے وہ مرجوع (رجوع شدہ) یا کتابت کی غلطیاں ہیں۔اس سے قبل کہ ہم ڈیروی دیوبندی کی تحریر کا جائزہ لیں چند باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں:

۱) فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے باقاعدہ اعلان کر رکھا ہے کہ ''میری صرف وہی کتاب معتبر ہے، جس کے ہر ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط مع تاریخ موجود ہوں، اس شرط کے بغیر کسی شائع شدہ کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔''

(القول المتین فی الجہر بالتامین ص۱۲ طبع اول جنوری ۲۰۰۴ء، طبع دوم ص۱۹، جون ۲۰۰۷ء، ماہنامہ الحدیث شمارہ ۲۷ ص ۶۰، نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری ص ۱۴ طبع اول اپریل ۲۰۰۵ء والثانی ستمبر ۲۰۰۶ء)

۲) استاذ محترم حفظہ اللہ نے نور العینین طبع جدید ص ۱۴ پر لکھا ہے: ''اس کا یہی جدید ایڈیشن معتبر ہے'' نیز راقم الحروف نے بھی مقدمۂ کتاب میں لکھا کہ ''اس ایڈیشن میں سابقہ تسامح وغیرہ کی تصحیح اور بعض کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے......اب یہی ایڈیشن معتبر ہے۔''

(دیکھئے نور العینین طبع جدید ص ۱۲، نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۳ ص ۵۸)

۳) تقریباً جولائی ۲۰۰۶ء کو ڈیروی صاحب اپنے بیٹے اور ساتھیوں کے ہمراہ مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک آئے اور استاذ محترم حفظہ اللہ سے ملاقات کی، دورانِ گفتگو میں فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے ڈیروی صاحب سے پوچھا: سنا ہے کہ آپ نور العینین کا جواب لکھ رہے ہیں؟ ڈیروی صاحب نے کہا: جی ہاں! تو استاذ محترم نے فرمایا: جواب لکھتے وقت اس کتاب کے جدید ایڈیشن کو پیشِ نظر رکھیں کیونکہ اب یہی ایڈیشن معتبر ہے۔

لیکن اس کے باوجود ڈیروی صاحب نے ان تمام باتوں کو بھی بنیاد بنایا جن سے باقاعدہ اعلان کے ذریعے سے رجوع کیا جا چکا ہے۔

اس عمل کے ارتکاب سے بیچارے ڈیروی اپنی ہی تحریر کی رُو سے خائن و ملبّس ٹھہرے۔

ڈیروی نے خود لکھا ہے کہ ''کتنی زبردست جسارت ہے اور خیانت و تلبیس ہے کہ جو رسالہ منسوخ ہے اس کا مصنف اس عمل سے رجوع کر چکا ہے اس کی تشہیر کی جارہی ہے

سنی حکایت ہستی تو درمیان سے سنی   نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہاء معلوم ''

(نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴)

معلوم ہوا کہ رجوع شدہ بات کی تشہیر ڈیروی کے نزدیک خیانت و تلبیس ہے۔ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب دیکھئے کہ ڈیروی صاحب کتنے بڑے خائن اور تلبیس سے کام لینے والے ہیں۔

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں: ''فلہذا زبیر علی زئی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا کہ حافظ صلاح الدین نے سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں شمار کیا ہے۔'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴۰)

تجزیہ: حالانکہ استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے نور العینین طبع سوم، مارچ ۲۰۰۴ء ص ۱۲۳ پر دوٹوک الفاظ میں وضاحت فرمائی کہ ''حافظ العلائی کا یہاں ذکر میرا وہم تھا۔ صحیح یہ ہے کہ امام حاکم کا قول ہے۔ الحمد للہ''

لیکن ڈیروی صاحب مُصر ہیں کہ یہ حافظ زبیر علی زئی کا جھوٹ ہے۔ ڈیروی صاحب آپ اپنی تحریر کی رُو سے خائن و ملبس ثابت ہو چکے ہیں۔

تنبیہ: حافظ العلائی کے قول سے امام حاکم کا قول بدرجہا بہتر ہے لہٰذا دلیل اور زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ یاد رہے کہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے امام حاکم کو بحوالہ حافظ ذہبی ''الامام الحافظ اور الحجۃ'' لکھا ہے۔ دیکھئے احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۳۲) لہٰذا امام حاکم پر ڈیروی کی نیش زنی مردود ہے۔ اب ڈیروی صاحب کی ایک دوسری تحریر کی طرف توجہ مبذول کراتا ہوں، شاید کہ اپنے کئے پر نادم ہو کر توبہ کر لیں!!

ڈیروی نے لکھا ہے: ''غلط بیانی اور تلبیس گناہ ہے، اس کو آپ گناہ سمجھیں گے تو یہ مرض زائل ہو سکتی ہے ورنہ زیادہ مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۴۴)

ڈیروی صاحب نے مزید لکھا کہ ''مولانا زبیر علی زئی فرماتے ہیں سفیان ثوریؒ احد الاعلام علماً وزہدًا (الکاشف ج ا ص ۳۰۰) صحیح بخاری وصحیح مسلم کا راوی ہے (تقریب) طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے جس کی تدلیس مضر نہیں الا اذا اثبت واللہ اعلم (طبقات المدلسین کا مطالعہ کریں) (جرابوں پر مسح ص ۴۰ جمع وترتیب عبدالرشید انصاری طبع اول)'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴۱)

تجزیہ: یہاں بھی ڈیروی نے اپنی سابقہ روش برقرار رکھی کیونکہ استاذ محترم حفظہ اللہ اس عبارت سے براءت کا اعلان فرما چکے ہیں جو کہ چھپ کر لوگوں کے ہاں عام ہو چکا ہے۔ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ لکھتے ہیں: ''سفیان ثوری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ مدلس ہیں اور ضعفاء وغیرہم سے تدلیس کرتے تھے، لہٰذا ان کی غیر صحیحین میں معنعن روایت، عدم متابعت وعدمِ تصریحِ سماع کی صورت میں ضعیف ومردود ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا انھیں طبقہ ثانیہ میں شمار کرنا صحیح نہیں بلکہ وہ طبقہ ثالثہ کے فرد ہیں'' نیز شیخ صاحب لکھتے ہیں ''یاد رہے کہ عبدالرشید انصاری صاحب کے نام میرے ایک خط (۱۴۰۸/۸/۱۹ھ) میں سفیان ثوری کے بارے میں یہ لکھا گیا تھا کہ: ''طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے جس کی تدلیس مضر نہیں ہے'' (جرابوں پر مسح ص ۴۰) میری یہ بات غلط ہے، میں اس سے رجوع کرتا ہوں، لہٰذا اسے منسوخ وکالعدم سمجھا جائے گا۔''

(ماہنامہ شہادت اسلام آباد، اپریل ۲۰۰۳ء، صفر ۱۴۲۴ھ ص ۳۹)

ڈیروی جی! آپ کو تو اپنی بات کا بھی پاس نہیں ''منسوخ وکالعدم'' کی تشہیر کو خیانت وتلبیس سمجھتے ہیں اور اسے خود کر بھی گزرتے ہیں۔ تلبیس کو گناہ جانتے ہیں لیکن خود اس گناہ کو بار بار کرتے ہیں۔ یہاں ڈیروی کا ہی انتخاب چسپاں کرنے کو مَن چاہ رہا ہے۔

''بے حیاء باش وہر آنچہ خواہی کن''

ع جس میں برہمن کا گھر ڈوبا اس ساون کو آگ لگا دو

ڈیروی نے تعارض نمبر ا: کے تحت لکھا ہے: ''مولانا زبیر علیزئی صاحب تحریر کرتے ہیں مولانا سرفراز دیوبندی وغیرہم نے بھی محمد بن اسحاق کی توثیق کی ہے۔'' نیز لکھا ہے: ''اس بات کی تردید بہتر ہے کہ مولانا زبیر علیزئی صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائی جائے۔ مولانا علیزئی صاحب لکھتے ہیں غرض جمہور علماء محمد بن اسحاق کو ثقہ کہتے ہیں مگر سرفراز اینڈ پارٹی برابر کذاب کی رٹ لگا رہے ہیں۔'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴۷)

تجزیہ: اس عبارت سے ڈیروی صاحب یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا تعارض ہے حالانکہ اس سے تو صاف سرفراز خان صفدر کا تعارض معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ محمد بن اسحاق کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ (دیکھئے تسکین الصدور ص ۳۴۰ وغیرہ) اور دوسرے مقام پر اسی محمد بن اسحاق کو کذاب و دجال قرار دیتے ہیں۔ (دیکھئے خزائن السنن حصہ اول ص ۶۱ و احسن الکلام ج ۲ ص ۸۴)

اب بتایئے تعارض کس کا ہے؟ ع دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ڈیروی نے لکھا ہے: ''مولانا زبیر علیزئی صاحب لکھتے ہیں۔ انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ و اولئك هم الکاذبون (سورۃ نمل آیۃ ۱۰۵) جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں جن کو یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (تعداد رکعات قیام رمضان ص ۳۶) اب مولانا حافظ زبیر نے یہ آیت سورۃ نمل ۱۰۵ سے پیش کی ہے جو بالکل جھوٹ ہے سورۃ نمل کی کل آیات ۹۳ ہیں تو اس سورۃ کی یہ آیت ۱۰۵ کیسے ہو سکتی ہے۔''

(نور الصباح حصہ دوم ص ۲۴۸)

تجزیہ: کمپوزنگ کی اس غلطی کو ڈیروی نے جھوٹ تصور کیا ہے۔ حالانکہ یہ صریحاً کمپوزنگ کی غلطی ہے جو النحل کے بجائے النمل لکھا گیا ہے، ہمارے پاس اس کی قلمی اصل موجود ہے، اس میں بھی النحل لکھا ہوا ہے۔ (ص ۱) دوسرے یہ کہ تعداد رکعات قیام رمضان کے اسی ایڈیشن میں صفحہ ۴۶ پر یہی آیت بحوالہ سورۃ النحل موجود ہے۔ تیسرے یہ کہ ترجمہ بحوالہ تفسیر عثمانی نقل کیا گیا ہے اور اسکا صفحہ بھی درج ہے جو کہ دلالت کرتا ہے کہ یہ سورۃ النحل ہی ہے،

جو کمپوزر کی غلطی سے سورۃ النمل لکھا گیا، چوتھے یہ کہ ڈیروی خود معترف ہے کہ ''لکھنے میں یا پڑھنے میں بھولے سے غلطی واقع ہو سکتی ہے۔ ایسی غلطی تو بڑے بڑے حضرات سے بھی ہو جاتی ہے۔'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۴۳) پانچویں یہ کہ اگر کمپوزنگ کی غلطی کو جھوٹ تصور کیا جائے تو شاید روئے زمین پر ڈیروی سے بڑا کذاب اور کوئی نہ ہو، اپنی اسی تازہ کتاب نور الصباح حصہ دوم کو ہی دیکھ لیں صفحہ ۳ پر لکھا ہوا ہے: ''رفع الیدین بن السجدتین'' صفحہ ۴ پر جابر بن سمرہ کے بجائے ''ثمرہ'' لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ کمپوزنگ ڈیروی نے (کمپوزر) کے ساتھ بیٹھ کر کرائی ہے۔ (دیکھئے نور الصباح حصہ دوم ص ۱۰) خود پاس بیٹھنے کے باوجود غلطیوں کا یہ عالم ہے اور دوسروں کو کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے جھوٹا قرار دے رہے ہیں!!

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ڈیروی کی جہالتیں

ڈیروی نے اپنی کتاب (نور الصباح حصہ دوم ص ۴۹، ۵۰) میں تقریباً چار مرتبہ ابو العرب کو ''ابو الغرب'' لکھا ہے اور اپنی جہالت کی مزید وضاحت ''امام مغربیؒ (ابو الغرب)'' لکھ کر کی ہے۔ یہ ابو الغرب کیا ہے؟ یہ ایسا پردہ ہے جو علم کے ذریعے سے ہٹے گا اور ڈیروی کے ہاں علم کا فقدان ہے۔

یہی ڈیروی صاحب اپنی جہالت کا ثبوت دوسرے مقام پر اس انداز سے دیتے ہیں:

''علامہ ذہبیؒ ترجمہ ھشام بن سعد میں فرماتے ہیں: **فالجمهور على انه لا يحتج بهما** (میزان ص ۲۹۶ ج ۴)'' (توضیح الکلام پر ایک نظر ص ۲۹۱)

حالانکہ صحیح ہشام بن حسان ہے جسے ڈیروی نے ہشام بن سعد بنا دیا ہے۔ یہاں بھی مجھے ڈیروی کا انتخاب یاد آ رہا ہے۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے اُڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

اسے ڈیروی صاحب کی جہالت کہیں یا ڈیروی قاعدے کے مطابق جھوٹ دونوں صورتوں میں ڈیروی صاحب کی شخصیت پہچاننے میں مشکل نہ ہو گی۔

محرف کون؟

ڈیروی نے لکھا ہے:

''حافظ زبیر علیزئی صاحب تحریر کرتے ہیں **عقبة بن عامر الجهني يقول انه يكتب في كل اشارة يشيرها الرجل بيده في الصلوة بكل حسنة او درجة** (نور العینین ص ۱۴۵) یعنی حضرت عقبہ بن عامر نے فرمایا نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے اسے ہر (مسنون) اشارہ کے بدلے ہر ایک انگلی پر ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔ یہ اثر طبرانی کبیر ج ۱۷ ص ۲۹۷ میں ہے۔ اس میں ایک لفظ علیزئی صاحب کھا گئے ہیں وہ تھا بکل کے بعد اصبعین'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۵۰، ۲۵۱)

تجزیہ: ڈیروی صاحب کی مذکورہ عبارت کا تجزیہ درج ذیل ہے:

۱) نور العینین کے پہلے تین ایڈیشنوں میں لفظ ''اصبع'' کمپوزنگ کی غلطی سے رہ گیا تھا۔ ہمارے پاس نور العینین کی قلمی اصل موجود ہے۔ اس میں اصبع کا لفظ موجود ہے۔ والحمد للہ نیز ترجمہ میں اصبع کا ترجمہ انگلی کیا گیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ جو شخص کمپوزنگ کی غلطی کو تحریف یا جھوٹ قرار دے وہ احمق ترین ہے۔ اس سلسلے میں سابقہ صفحات پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔

۲) علاوہ ازیں نور العینین کے جدید ایڈیشن (ص ۱۸۲) میں اس کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود ڈیروی کا اسے تحریف ظاہر کرنا، اس کے اپنے قول کے مطابق خیانت و تلبیس ہے۔ ڈیروی صاحب نے اس کمپوزنگ کی غلطی کو تحریف بنا دیا ہے۔ لیکن اپنے دیوبندیوں کی تحریفات سے صرف نظر کر جاتے ہیں! جنھوں نے نہ قرآن مجید کا لحاظ رکھا اور نہ احادیث ہی کا، ڈیروی صاحب! سورۂ نساء کی آیت: ۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن ابی داود میں تحریف کرنے والے کون ہیں؟

ع ہمیں یاد ہے سب ذرا ذرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ڈیروی کی تحریف

ڈیروی نے لکھا ہے: ''اس میں ایک لفظ علیزئی صاحب کھا گئے ہیں وہ تھا بکل کے بعد اصبعین یعنی ہر دو انگلیوں کے اشارے پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔ اب دو انگلیوں کا اشارہ کیسے ہوگا۔'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۵۱)

تجزیہ: حدیث میں ''اصبع'' کا لفظ ہے۔ دیکھئے المعجم الکبیر (۱۷/ ۲۹۷) وغیرہ، لیکن ڈیروی نے اپنے مفاد کی خاطر لفظ اصبع کو ''اصبعین'' بنا دیا جو سراسر تحریف ہے اور پھر بڑی ڈھٹائی سے اس کا ترجمہ بھی ''یعنی ہر دو انگلیوں کے اشارے'' کیا ہے۔

ع ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

جب دلائل ساتھ نہ دے رہے ہوں تو پھر ڈیروی جیسے شخص اسی طرح کی حرکات سے اپنے عوام کو طفل تسلیاں دیتے ہیں! بلکہ پوری ملتِ دیوبندیہ اسی طریقہ پر کاربند ہے۔

ڈیروی صاحب اور ابن لہیعہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں: ''اس کی سند میں عبداللہ بن لھیعہ ایک راوی ہے جو سخت ضعیف و مدلس و مختلط الحدیث ہے۔'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۵۲)

ڈیروی صاحب نے ابن لہیعہ کو ''سخت ضعیف'' لکھا ہے، جس بنا پر بیچارے اپنوں کے ہی عتاب کی زد میں آگئے چنانچہ سید مہدی حسن شاہجہانپوری دیوبندی ابن لہیعہ کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: ''پس طریق مذکور کو ضعیف کہنا ضعیفوں کا کام ہے۔''

(مجموعہ رسائل جلد اول ص ۳۲۳، نیز دیکھئے اعلاء السنن تصنیف ظفر احمد تھانوی دیوبندی ۱/ ۲۲۵، ۲۲۸)

یہ ہے ڈیروی دیوبندی پر شاہجہانپوری دیوبندی کا فتویٰ! یعنی شاہجہانپوری کے نزدیک ڈیروی صاحب ضعیف ہیں۔ ع گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خلطِ مبحث اور ہٹ دھرمی

استاذ محترم حفظہ اللہ نے حدیثِ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مفہوم کے تحت امام احمد بن حنبل اور

امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے اقوال نقل کئے تا کہ عوام پر واضح ہو جائے کہ ان ائمۂ کرام کے نزدیک بھی اس حدیث سے مراد رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین ہے لیکن ڈیروی نے خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے لکھا کہ ''امام احمد بن حنبلؒ و امام اسحاق بن راہویہؒ کی بے سند قول سے حضرت عقبہؓ کے اثر کو رفع الیدین عند الرکوع پر فٹ کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ ان دو اماموں و حضرت عقبہؓ کے درمیان سینکڑوں سالوں کا فاصلہ ہے۔''

(نور الصباح حصہ دوم ص ۲۵۴)

تجزیہ: حالانکہ یہ قول حدیث کی درایت (شرح) میں پیش کئے گئے ہیں نہ کہ روایت میں اور ان دونوں قولوں کی سندیں صحیح ہیں لیکن ڈیروی صاحب اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لئے اپنی عادت سے مجبور اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں۔

مذکورہ عبارت کا فیصلہ ڈیروی کی ہی تحریر سے با آسانی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ڈیروی نے لکھا ہے: ''حافظ ابن حجرؒ حضرت عقبہؓ کے اثر کو تکبیر احرام کے وقت مانتے ہیں جبکہ یہ حضرات رفع الیدین عند الرکوع پر فٹ کر رہے ہیں'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۵۱)

جی ڈیروی صاحب! کیا حافظ ابن حجر کی ملاقات سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے؟ کیا آپ یہ قول متصل سند کے ساتھ بیان کر رہے ہیں؟ کیا آپ کو اب ابن حجر اور سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کے درمیان سینکڑوں سالوں کا فاصلہ نظر نہیں آیا؟ ع بے حیاء باش وھر آنچہ خواہی کن

یاد رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حدیثِ عقبہ رضی اللہ عنہ کو مذکورہ باب کے تحت بیان کرنے سے فضیلتِ رفع الیدین مقصود ہے نہ کہ تکبیر احرام کے ساتھ تخصیص! کیونکہ خود حافظ ابن حجر نے اس روایت کو التلخیص الحبیر (۱/۲۲۰) میں رفع الیدین عند الرکوع و بعدہ کی بحث میں نقل کیا ہے۔

ڈیروی کی خیانت

ڈیروی نے لکھا ہے: ''علامہ ذھبیؒ کا رجوع: سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۶۷ میں ایک روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یعنی ان عارماً قال ھذا و قد زال عقلہ

کہ عارم نے یہ بات اس وقت کہی جب اس کا عقل زائل ہو گیا تھا۔" (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۶۰)

تجزیہ: مذکورہ عبارت میں ڈیروی نے بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ یہ عبارت علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی ہے ہی نہیں لیکن ڈیروی نے اسے علامہ ذہبی کے ساتھ جوڑ دیا جو کہ بہت بڑی خیانت ہے۔

ڈیروی صاحب جس عبارت کو علامہ ذہبی کی عبارت قرار دے رہے ہیں وہ ابوعبید الآجری کی یا ابوداود سے منسوب ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۱۷/۱۵۵) اور سؤالات ابی عبید الآجری (قلمی ۴/الورقۃ ۱۱) نیز دیکھئے الجامع فی الجرح والتعدیل (۳/۶۷)

قارئین کرام: جو شخص خائن، ملبس اور محرف ہو اس کا دین میں کیا مقام ہوگا؟ اور اس کی تحریر کی کیا حیثیت ہوگی؟ اس کا فیصلہ اب آپ بہترین طریقے سے کر سکتے ہیں۔

ڈیروی جیسے حضرات جو اتنے صفحات سیاہ کر ڈالتے ہیں صرف اس لئے کہ عوام میں اپنی "ڈانواڈول" ساکھ کو بحال رکھ سکیں یا پھر ع بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا کے اصول پر عمل پیرا ہیں۔ (اللھم اھد ھم)

ڈیروی کا صحیح بخاری پر حملہ

ڈیروی نے لکھا ہے: "ابوالنعمان محمد ابن فضل السدوسی کی منکر روایات خود بخاری شریف میں موجود ہیں۔" (نور الصباح حصہ دوم ص ۲۵۶)

ڈیروی صاحب قیل وقال کے ذریعے سے صحیح بخاری کی صحت کو مشکوک بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن ڈیروی کے اس عمل نے ڈیروی کو ہی مشکوک بنا دیا ہے۔

ع دونوں عالم سے دل مضطر نے تجھ کو کھو دیا ہو گئی اس کی بدولت آبرو پانی تیری

آلِ دیوبند کے تسلیم شدہ بزرگ شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں: "صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچتی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔"

(حجۃ اللہ البالغہ عربی ۱/۱۳۴، اردو ۱/۲۴۲، ترجمہ: عبدالحق حقانی)

معلوم ہوا کہ ڈیروی شاہ ولی اللہ کے نزدیک بدعتی ہے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔

اور تو اور ڈیروی نے تو اپنے استاد کا سر بھی شرم سے جھکا دیا ہے کیونکہ ان کے استاد سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: ''اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ کہ بخاری و مسلم دونوں کی تمام روائتیں صحیح ہیں۔'' (حاشیہ احسن الکلام ۱/۱۸۷، دوسرا نسخہ ۱/۲۳۴)

اِدھر ڈیروی صاحب ہیں جو کہ اپنے استاذ سے بغاوت کرتے ہوئے صحیح بخاری کی احادیث کو منکر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں مزید کچھ لکھنے کے بجائے صرف یہی کہوں گا کہ

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں   ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

حافظ حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کو بھی بطورِ دلیل پیش کیا ہے بلکہ کتاب کے ٹائٹل پر بھی اسے نقل کیا ہے۔ علمی بحث سے قطع نظر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس روایت کو بطورِ دلیل پیش کر کے ڈیروی صاحب نے اپنے آپ کو رسوا اور اپنے اکابر کی نظر میں مزید گرا دیا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہجہانپوری کے فتوے کی زد میں تو پہلے ہی آ چکے ہیں۔ اب مزید فتوے ملاحظہ کیجئے:

① محمود حسن دیوبندی فرماتے ہیں: ''باقی اَذْنابِ خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے۔'' (الورد الشذی علی جامع الترمذی ص ۶۳)

② محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں: ''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے۔'' (درس ترمذی ۲/۳۶)

ان تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ محمود حسن دیوبندی اور تقی عثمانی کے نزدیک ڈیروی صاحب انصاف کے قریب بھی نہیں پھٹکے بلکہ پرلے درجے کے بے انصاف شخص ہیں۔

لطیفہ: ڈیروی نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت کے سلسلے میں تقی عثمانی سے خط کتابت کی اور بہتیرے ڈورے ڈالنے کی کوشش کی کہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں لیکن

تقی عثمانی نے جاہل ڈیروی کی تحریر کو قابلِ التفات ہی نہیں جانا، اور اپنے سابقہ موقف پر ڈٹے رہے۔ جس کا ڈیروی صاحب ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں: ''مگر مولانا محمد تقی عثمانی نے حسب وعدہ نہ رجوع فرمایا اور نہ اس خط کا جواب عنایت کیا۔'' (نور الصباح حصہ دوم ص ۳۲۸)

بیچارہ ڈیروی اس کے سوا کیا کہہ سکتا ہے کہ

آنکھ پرنم ہے اور اس پہ جگر جلتا ہے　　کیا تماشا ہے کہ برسات میں گھر جلتا ہے

اکابر دیوبند کے بعد دیگر علمائے کرام کے فتوے بھی ملاحظہ کریں:

③ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**ولا یحتج بهذا من له حظ من العلم**'' جس کے پاس علم میں سے تھوڑا سا حصہ بھی ہے تو وہ اس روایت سے (ترک رفع یدین پر) حجت نہیں پکڑتا۔ (جزء رفع الیدین: ۳۷)

④ علامہ نووی شارح صحیح مسلم نے فرمایا: اس حدیث سے رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کے نہ کرنے پر استدلال کرنے والا جہالتِ قبیحہ کا مرتکب ہے اور بات یہ ہے کہ عندالرکوع رفع الیدین کرنا صحیح وثابت ہے جس کا رد نہیں ہوسکتا۔

(المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۳)

⑤ حافظ ابن الملقن نے فرمایا: اس حدیث سے (ترک رفع الیدین پر) استدلال انتہائی بُری جہالت ہے۔ (البدر المنیر ۳/۴۸۵)

معلوم ہوا کہ امام بخاری، علامہ نووی اور حافظ ابن الملقن تینوں کے نزدیک ڈیروی صاحب بے علم اور پرلے درجے کے جاہل ہیں۔

تنبیہ: ماہنامہ الحدیث: ۲۷ ص ۲۰ تا ۳۱ میں حبیب اللہ ڈیروی صاحب کے دس (۱۰) جھوٹ باحوالہ نقل کر کے قارئین کی عدالت میں پیش کئے جا چکے ہیں جن کا جواب ابھی تک ڈیروی پر قرض ہے۔ آخر میں عرض ہے کہ راقم الحروف نے ڈیروی صاحب کی اس تحریر پر سرسری نظر ڈالی ہے جس سے عوام کافی حد تک ڈیروی کو پہچان گئے ہوں گے۔

(إن شاء الله)　　[ماہنامہ الحدیث حضرو: ۴۱ ص ۴۸ تا ۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور رفع یدین

امام ابو طاہر محمد بن عبدالرحمٰن المخلّص نے فرمایا:

" حدثنا يحيى قال : حدثنا عمرو بن علي قال: حدثنا ابن أبي عدي عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه في كل خفض و رفع و يقول :أنا أشبهكم صلاة برسول الله ﷺ ."

ابو سلمہ (بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر (رکوع کے لئے) جھکتے وقت اور ہر (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔

(المخلصیات ۲/ ۱۳۹ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن)

یحییٰ سے مراد امام یحییٰ بن محمد بن صاعد ہیں اور ان سے یہ روایت امام دارقطنی نے بھی کتاب العلل (۹/ ۲۸۳) میں بیان کی ہے۔

تنبیہ: بریکٹوں میں رکوع کا اضافہ جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۲) اور صحیح بخاری (۷۳۶) وغیرہما کی احادیث صحیحہ کو مدِنظر رکھ کر کیا گیا ہے، نیز یاد رہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہی نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز تھی۔

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ رفع یدین کرتے تھے جب تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے [اور جب رکوع سے اٹھتے] (دیکھئے جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور بریکٹ کے الفاظ دوسرے قلمی نسخے سے لئے گئے ہیں۔ (رفع یدین کے مسئلے پر تفصیل کے لئے دیکھئے: نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین)

زوائد

(۲)

اس باب کے تحت رفع یدین اور اصولِ حدیث (مسئلۂ تدلیس) کے ساتھ متعلقہ بعض مفید مضامین کا اضافہ کردیا گیا ہے۔

امام سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقۂ ثانیہ؟

[یہ مضمون اصل میں فیصل خان بریلوی کی کتاب: ''رفع یدین کے موضوع پر....نور العینین کا محققانہ تجزیہ'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔]

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ کو مدلسین کے طبقۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے طبقات المدلسین: ۲/۵۱، الفتح المبین ص ۳۹)

حافظ ابن حجر کی یہ تحقیق کئی لحاظ سے غلط ہے، جس کی فی الحال تیس (۳۰) دلیلیں اور حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام ابوحنیفہ نے عاصم عن ابی رزین عن ابن عباس کی سند سے ایک حدیث بیان کی کہ مرتدہ کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ دیکھئے سنن دارقطنی (۳/۲۰۱ ح ۳۴۲۲) الکامل لابن عدی (۷/۲۴۷۲) السنن الکبریٰ للبیہقی (۸/۲۰۳) کتاب الام للشافعی (۶/۱۶۷) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰/۱۴۰ ح ۲۸۹۸۵) وغیرہ

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ابوحنیفہ پر اس کی بیان کردہ ایک حدیث کی وجہ سے (سفیان) ثوری نکتہ چینی کرتے تھے جسے ابوحنیفہ کے علاوہ کسی نے بھی عاصم عن ابی رزین (کی سند) سے بیان نہیں کیا۔ (سنن دارقطنی ۳/۲۰۰ ح ۳۴۲۰ وسندہ صحیح)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا: میں نے سفیان (ثوری) سے مرتدہ کے بارے میں عاصم کی حدیث کا پوچھا تو انھوں نے فرمایا: یہ روایت ثقہ سے نہیں ہے۔

(الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۴۸، وسندہ صحیح)

یہ وہی حدیث ہے جسے خود سفیان ثوری نے ''عن عاصم عن أبي رزین عن ابن عباس'' کی سند سے بیان کیا تو اُن کے شاگرد امام ابو عاصم (الضحاک بن مخلد النبیل) نے کہا: ہم یہ

سمجھتے ہیں کہ سفیان ثوری نے اس حدیث میں ابو حنیفہ سے تدلیس کی ہے لہٰذا میں نے دونوں سندیں لکھ دی ہیں۔ (سنن دارقطنی ۲۰۱/۳ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ امام سفیان ثوری اپنے نزدیک غیر ثقہ (ضعیف) راوی سے بھی تدلیس کرتے تھے۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے: وہ (سفیان ثوری) ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔ الخ (میزان الاعتدال ۱۶۹/۲، نیز دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۲۴۲/۷، ۲۷۴)

اصولِ حدیث کا ایک مشہور قاعدہ ہے کہ جو راوی ضعیف راویوں سے تدلیس کرے تو اُس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ حافظ ذہبی نے لکھا ہے:

"**ثم إن کان المدلّس عن شیخه ذا تدلیس عن الثقات فلا بأس، و إن کان ذا تدلیس عن الضعفاء فمردود**" پھر اپنے استاذ سے تدلیس کرنے والا اگر ثقہ راویوں سے تدلیس کرے تو (اس کی روایت میں) کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ضعیف راویوں سے تدلیس کرے تو (اُس کی روایت) مردود ہے۔

(الموقظہ فی علم مصطلح الحدیث للذہبی ص ۴۵، مع شرحہ کفایۃ الحفظہ ص ۱۹۹)

ابو بکر الصیرفی (محمد بن عبداللہ البغدادی الشافعی/ متوفی ۳۳۰ھ) نے اپنی کتاب الدلائل میں کہا: "**کل من ظهر تدلیسه عن غیر الثقات لم یقبل خبره حتی یقول: حدثني أو سمعت**" ہر وہ شخص جس کی، غیر ثقہ راویوں سے تدلیس ظاہر ہو جائے تو اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی اِلا یہ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے/ یعنی سماع کی تصریح کرے۔ (النکت للزرکشی ص ۱۸۴، نیز دیکھئے التبصرہ والتذکرہ شرح الفیۃ العراقی ۱۸۳/۱، ۱۸۴)

اُصولِ حدیث کے اس قاعدے سے صاف ثابت ہے کہ امام سفیان ثوری (اپنے طرزِ عمل کی وجہ سے) طبقۂ ثانیہ کے نہیں بلکہ طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے۔

۲) امام علی بن عبداللہ المدینی نے فرمایا: لوگ سفیان (ثوری) کی حدیث میں یحییٰ القطان کے محتاج ہیں، کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایات بیان کرتے تھے۔

(الکفایہ للخطیب ص ۳۶۲ وسندہ صحیح، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۶۴)

اس قول سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

اول: سفیان ثوری سے یحییٰ بن سعید القطان کی روایت سفیان کے سماع پر محمول ہوتی ہے۔

دوم: امام ابن المدینی امام سفیان ثوری کو طبقۂ اولیٰ یا ثانیہ میں سے نہیں سمجھتے تھے، ورنہ یحییٰ القطان کی روایت کا محتاج ہونا کیا ہے؟!

۳) امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا: میں نے سفیان (ثوری) سے صرف وہی کچھ لکھا ہے، جس میں انھوں نے حدثنی اور حدثنا کہا، سوائے دو حدیثوں کے۔

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۱/۲۰۷ ت ۱۱۳۰، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۳۱۸)

اور وہ دو حدیثیں درج ذیل ہیں:

"سفیان عن سماك عن عكرمة و مغيرة عن إبراهيم ﴿و ان كان من قوم عدولكم﴾ قالا: هو الرجل يسلم في دار الحرب فيقتل فليس فيه دية فيه كفارة" (کتاب العلل ج ۱ ص ۲۴۲)

یعنی عکرمہ اور ابراہیم نخعی کے دو آثار جنھیں اوپر ذکر کر دیا گیا ہے، ان کے علاوہ یحییٰ القطان کی سفیان ثوری سے ہر روایت سماع پر محمول ہے۔ یحییٰ القطان کے قول سے ثابت ہوا کہ وہ سفیان ثوری کو طبقۂ ثانیہ سے نہیں سمجھتے تھے ورنہ حدیثیں نہ لکھنے کا کیا فائدہ؟

٤) حافظ ابن حبان البستی نے فرمایا: وہ مدلس راوی جو ثقہ عادل ہیں، ہم اُن کی صرف ان مرویات سے ہی حجت پکڑتے ہیں جن میں وہ سماع کی تصریح کریں۔ مثلاً سفیان ثوری، اعمش اور ابو اسحاق وغیرہم جو کہ زبردست ثقہ امام تھے...الخ

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۱/۹۰، دوسرا نسخہ ۱/۱۶۱، تیسرا نسخہ: ایک جلد والا ص ۳۶، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۶۶)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حبان سفیان ثوری اور اعمش کو طبقۂ ثانیہ میں سے نہیں بلکہ طبقۂ ثالثہ میں سے سمجھتے تھے۔

حافظ ابن حبان نے مزید فرمایا: وہ ثقہ راوی جو اپنی احادیث میں تدلیس کرتے تھے مثلاً قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، اعمش، ابو اسحاق، ابن جریج، ابن اسحاق، ثوری اور ہشیم بعض اوقات اپنے

جس شیخ سے احادیث سُنی تھیں، وہ روایت بطورِ تدلیس بیان کردیتے جسے انھوں نے ضعیف وناقابلِ حجت لوگوں سے سُنا تھا، لہٰذا جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہی ہو، یہ نہ کہے: حدثني یا سمعت (یعنی جب تک سماع کی تصریح نہ کرے) اس کی خبر (حدیث) سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ (المجروحین ج ۱ ص ۹۲، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۶۷)

اس گواہی سے دو باتیں ظاہر ہیں:

اول: حافظ ابن حبان سفیان ثوری وغیرہ مذکورین کی وہ روایات حجت نہیں سمجھتے تھے، جن میں سماع کی تصریح نہ ہو۔

دوم: حافظ ابن حبان کے نزدیک سفیان ثوری وغیرہ مذکورین بالا ضعیف راویوں سے بھی بعض اوقات تدلیس کرتے تھے۔

۵) حاکم نیشاپوری نے مدلسین کے پہلے طبقے کا ذکر کیا، جو ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے، پھر انھوں نے دوسری جنس (طبقۂ ثانیہ) کا ذکر کیا، پھر انھوں نے تیسری جنس (طبقۂ ثالثہ) کا ذکر کیا جو مجہول راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔ (دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵)

حاکم نیشاپوری نے امام سفیان بن سعید الثوری کو مدلسین کی تیسری قسم میں ذکر کرکے بتایا کہ وہ مجہول راویوں سے روایت کرتے تھے۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۶ فقرہ: ۲۵۳)

اس عبارت کو حافظ العلائی نے درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

''والثالث : من یدلس عن أقوام مجهولین لا یدری من هم کسفیان الثوري...'' اور تیسرے وہ جو مجہول نامعلوم لوگوں سے تدلیس کرتے تھے، جیسے سفیان ثوری... (جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۹)

یہ عرض کردیا گیا ہے کہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے والے کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے۔

تنبیہ: صحیحین میں مدلسین کی تمام روایات سماع یا متابعات وشواہد پر محمول ہونے کی وجہ سے صحیح ہیں۔ والحمد للہ

۶) فقرہ نمبر ا میں امام ابو عاصم النبیل کا قول گزر چکا ہے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے استاذ امام سفیان ثوری کو طبقۂ اولیٰ یا ثانیہ میں سے نہیں سمجھتے تھے، ورنہ اُن کی معنعن روایت کو سماع پر محمول کرتے۔

۷) امام سفیان ثوری نے اپنے استاذ قیس بن مسلم الجدلی الکوفی سے ایک حدیث بیان کی، جس کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: **"ولا أظن الثوري سمعه من قيس، أراه مدلَّسا"** "میں نہیں سمجھتا کہ ثوری نے اسے قیس سے سُنا ہے، میں اسے مدلّس (یعنی تدلیس شدہ) سمجھتا ہوں۔ (علل الحدیث ۲/۲۵۴ ح ۲۲۵۵)

معلوم ہوا کہ امام ابو حاتم الرازی امام سفیان ثوری کو طبقۂ ثانیہ میں سے نہیں بلکہ طبقۂ ثالثہ میں سے سمجھتے تھے۔

۸) طبقۂ ثالثہ کے مشہور مدلس امام ہشیم بن بشیر الواسطی سے امام عبداللہ بن المبارک نے کہا: آپ کیوں تدلیس کرتے ہیں، حالانکہ آپ نے (بہت کچھ) سنا بھی ہے؟ تو انھوں نے کہا: دو بڑے (بھی) تدلیس کرتے تھے یعنی اعمش اور (سفیان) ثوری۔

(العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶ وسندہ صحیح، التمہید ۱/۳۵، علمی مقالات ۱/۲۷۵)

امام ابن المبارک نے ہشیم پر کوئی رد نہیں کیا کہ یہ دونوں تو طبقۂ ثانیہ کے مدلس ہیں اور آپ طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں بلکہ اُن کا خاموش رہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے ہشیم کی طرح سفیان ثوری اور اعمش کا مدلس ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ دوسرے الفاظ میں وہ سفیان ثوری اور اعمش کو بھی طبقۂ ثالثہ میں سے سمجھتے تھے ورنہ ہشیم کا رد ضرور کرتے۔

۹) یہ حقیقت ہے کہ امام ہشیم بن بشیر طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے اور یہ بھی ثابت ہے کہ وہ سفیان ثوری اور اعمش کو اپنی طرح مدلس سمجھتے تھے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ سفیان ثوری اور اعمش دونوں ہشیم کے نزدیک طبقۂ اولیٰ یا طبقۂ ثانیہ کے مدلس نہیں تھے۔

۱۰) امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: **"فأما من دلّس عن غير ثقة و عمن لم يسمع هو منه فقد جاوز حد التدليس الذي رخص فيه من رخص من**

العلماء . ''پس اگر غیر ثقہ سے تدلیس کرے یا اُس سے جس سے اُس نے نہیں سُنا تو اُس نے تدلیس کی حد کو پار (عبور) کر لیا جس کے بارے میں (بعض) علماء نے رخصت دی ہے۔ (الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۱، ۳۶۲ وسندہ صحیح، النکت للزرکشی ص ۱۸۸)

امام یعقوب بن شیبہ کے اس قول سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

اول: ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے والے کی غیر مصرح بالسماع روایت مردود ہے۔

دوم: مرسل اور منقطع روایت مردود ہے۔

چونکہ سفیان ثوری کا ضعیف راویوں سے تدلیس کرنا ثابت ہے لہٰذا اس قول کی روشنی میں بھی اُن کی معنعن روایت مردود ہے۔

۱۱) علامہ نووی شافعی نے سفیان ثوری کے بارے میں کہا:

'' منها ان سفيان رحمه الله تعالىٰ من المدلسين وقال في الرواية الأولىٰ عن علقمة والمدلس لا يحتج بعنعنته بالإتفاق إلا ان ثبت سماعه من طريق آخر ... ''اور ان میں سے یہ فائدہ بھی ہے کہ سفیان (ثوری) رحمہ اللہ مدلسین میں سے تھے اور انھوں نے پہلی روایت میں عن علقمة کہا اور مدلس کی عن والی روایت بالاتفاق حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ دوسری سند میں سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔ (شرح صحیح مسلم درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۳۶ تحت ح ۲۷۷، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۱۷۸، باب جواز الصلوات کلھا بوضوء واحد)

معلوم ہوا کہ علامہ نووی حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم کو تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ سفیان ثوری کو طبقۂ ثالثہ کا مدلس سمجھتے تھے جن کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے اِلا یہ کہ سماع کی تصریح یا معتبر متابعت ثابت ہو۔

۱۲) عینی حنفی نے کہا: اور سفیان (ثوری) مدلسین میں سے تھے اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ اُس کی تصریحِ سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ۱۱۲/۳، نور العینین طبع جدید ص ۱۳۶، ماہنامہ الحدیث حضرو: ۶۶ ص ۲۷)

۱۳) ابن الترکمانی حنفی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا:

" فيه ثلاث علل :الثوري مدلس و قد عنعن ... "اس میں تین علتیں (وجہ ضعف) ہیں: ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے...(الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲)

معلوم ہوا کہ ابن الترکمانی کے نزدیک سفیان ثوری طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے اور اُن کا عنعنہ علتِ قادحہ ہے۔

۱۴) کرمانی حنفی نے شرح صحیح بخاری میں کہا:

بے شک سفیان (ثوری) مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے....(شرح الکرمانی ج ۳ ص ۶۲ تحت ح ۲۱۴)

۱۵) قسطلانی شافعی نے کہا: سفیان (ثوری) مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قابلِ حجت نہیں ہوتا اِلا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۸۶، نور العینین طبع جدید ص ۱۳۶)

۱۶) حافظ ذہبی کا یہ اصول فقرہ نمبر ۱ میں گزر چکا ہے کہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے والے کی معنعن روایت مردود ہوتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک سفیان ثوری کی عن والی روایت مردود ہوتی ہے اور یہ کہ وہ طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے۔

۱۷) امام یحییٰ بن معین نے سفیان ثوری کو تدلیس کرنے والے (مدلس) قرار دیا۔

دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل (۴/ ۲۲۵ وسندہ صحیح) اور الکفایۃ (ص ۳۶۱ وسندہ صحیح)

امام یحییٰ بن معین سے مدلس کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کی روایت حجت ہوتی ہے یا جب وہ حدثنا و اخبرنا کہے تو؟ انھوں نے جواب دیا: " لا يكون حجة فيما دلس " وہ جس (روایت) میں تدلیس کرے (یعنی عن سے روایت کرے تو) وہ حجت نہیں ہوتی۔ الخ (الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

۱۸) حافظ ابن الصلاح الشہرزوری الشافعی نے سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اعمش، قتادہ اور ہشیم بن بشیر کو مدلسین میں ذکر کیا پھر یہ فیصلہ کیا کہ مدلس کی غیر مصرح بالسماع روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح (علوم الحدیث ص ۹۹ مع التقیید والایضاح للعراقی، نوع:۱۲)

۱۹) حافظ ابن کثیر نے ابن الصلاح کے قاعدۂ مذکورہ کو برقرار رکھا اور عبارتِ مذکورہ کو اختصار کے ساتھ نقل کیا۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث (مع تعلیق الالبانی ج ۱ ص ۱۷۴)

۲۰) حافظ ابن الملقن نے بھی ابن الصلاح کی عبارتِ مذکورہ کو نقل کیا اور کوئی جرح نہیں کی۔ دیکھئے المقنع فی علوم الحدیث (۱/۱۵۷، ۱۵۸)

۲۱) موجودہ دور کے مشہور عالم اور ذہبیٔ عصر علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی المکی رحمہ اللہ نے ترکِ رفع یدین والی روایت (**عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبداللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه**) کو معلول قرار دیتے ہوئے پہلی علت یہ بیان کی کہ سفیان (ثوری) تدلیس کرتے تھے اور کسی سند میں اُن کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

دیکھئے التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل (ج ۲ ص ۲۰)

تنبیہ: علامہ یمانی رحمہ اللہ کی اس بات کا جواب آج تک کوئی نہیں دے سکا۔ نہ کسی نے اس حدیث میں سفیان ثوری کے سماع کی تصریح ثابت کی اور نہ معتبر متابعت پیش کی ہے۔ یہ لوگ جتنا بھی زور لگالیں ترکِ رفع یدین والی روایت عن سے ہی ہے۔

یاد رہے کہ اس سلسلے میں کتاب العلل للدارقطنی کا حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۲۲) موجودہ دور کے ایک مشہور عالم شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو مدلس قرار دیا اور غیر صحیحین میں اُن کی معنعن روایت کو معلول قرار دیا۔

دیکھئے کتاب: احکام ومسائل (تصنیف حافظ عبدالمنان نور پوری ج ۱ ص ۲۴۵)

ان دلائل وعبارات کے بعد آلِ تقلید (آلِ دیوبند وآلِ بریلوی) کے بعض حوالے پیش خدمت ہیں:

۲۳) سرفراز خان صفدر دیوبندی کڑمنگی نے ایک روایت پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ

سے جرح کی ہے۔ دیکھئے خزائن السنن (۲/۷۷)

۲۴) محمد شریف کوٹلوی بریلوی نے سفیان ثوری کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا:

''اور سفیان کی روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔'' (فقہ الفقیہ ص ۱۳۴)

۲۵) ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے ایک روایت پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے جرح کی۔ دیکھئے مجموعہ رسائل (طبع قدیم ۳/۳۳۱) اور تجلیاتِ صفدر (۵/۴۷۰)

۲۶) محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے: ''یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

معلوم ہوا کہ رضوی وغیرہ کے نزدیک سفیان ثوری طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے۔

۲۷) شیر محمد مماتی دیوبندی نے سفیان ثوری کی ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''اور یہاں بھی سفیان ثوری مدلس عنعنہ سے روایت کرتا ہے'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۲)

سرفراز صفدر پر رد کرتے ہوئے شیر محمد مذکور نے کہا:

'' مولنا صاحب خود ہی ازراہِ کرم انصاف فرمائیں کہ جب زہری ایسے مدلس کی معنعن روایت صحیح تک نہیں ہوسکتی تو سفیان بن سعید ثوری ایسے مدلس کی روایت کیونکر صحیح ہوسکتی ہے جب کہ سفیان ثوری بھی یہاں عنعنہ سے روایت کر رہے ہیں۔'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۹۰)

معلوم ہوا کہ شیر محمد مماتی کے نزدیک سفیان ثوری اور امام زہری دونوں طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے۔

۲۸) نیموی تقلیدی نے سفیان ثوری کی بیان کردہ آمین والی حدیث پر یہ جرح کی کہ ثوری بعض اوقات تدلیس کرتے تھے اور انھوں نے اسے عن سے بیان کیا ہے۔

دیکھئے آثار السنن کا حاشیہ (ص ۱۹۴ تحت ح ۳۸۴)

۲۹) محمد تقی عثمانی دیوبندی نے سفیان ثوری پر شعبہ کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہا:

''سفیان ثوریؒ اپنی جلالتِ قدر کے باوجود کبھی کبھی تدلیس بھی کرتے ہیں...''

(درس ترمذی ج۱ص۵۲۱)

۳۰) حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی کانگریسی نے آمین والی روایت کے بارے میں کہا: ''اورسفیان تدلیس کرتا ہے۔'' الخ (تقریر ترمذی اردو ص۳۹۱ ترتیب: محمد عبدالقادر قاسمی دیوبندی)

اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً:

احمد رضا خان بریلوی نے شریک بن عبداللہ القاضی (طبقۂ ثانیہ ۲/۵۶) کے بارے میں (بطورِ رضامندی) لکھا کہ

''تہذیب التہذیب میں کہا کہ عبدالحق اشبیلی نے فرمایا: وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اور ابن القطان نے فرمایا: وہ تدلیس میں مشہور تھا'' (فتاویٰ رضویہ ج۲۴ص۲۳۹)

معلوم ہوا کہ احمد رضا خان کے نزدیک طبقات کی تقسیم صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ: محدثینِ کرام کا مشہور قاعدہ ہے کہ صحیحین میں مدلسین کا عنعنہ (عن عن کہنا) سماع پر محمول ہے۔

اس پر رد کرتے ہوئے احمد رضا خان نے کہا: ''یہ محض اندھی تقلید ہے اگرچہ ہم حسنِ ظن کے منکر نہیں تاہم تخمین (اٹکل پچّو سے کچھ کہنا) بالکل صاف بیان کرنے کی طرح نہیں ہوسکتا۔'' (فتاویٰ رضویہ ج۲۴ص۲۳۹)

عرض ہے کہ یہ اندھی تقلید اور تخمین نہیں بلکہ اُمت کے صحیحین کو تلقی بالقبول کی وجہ سے جلیل القدر علماء نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ صحیحین میں مدلسین کا عنعنہ سماع (یا متابعات) پر محمول ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے روایات المدلسین فی صحیح البخاری (تصنیف: ڈاکٹر عواد حسین الخلف) اور روایات المدلسین فی صحیح مسلم (تصنیف: عواد حسین الخلف)

یہ دونوں ضخیم کتابیں دار البشائر الاسلامیہ بیروت لبنان سے شائع ہوئی ہیں۔

ان دلائل مذکورہ اور آلِ تقلید کے حوالوں سے ثابت ہوا کہ حافظ ابن حجر العسقلانی کا امام سفیان ثوری کو مدلسین کے طبقۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے اور صحیح صرف یہ ہے کہ وہ

(سفیان ثوری رحمہ اللہ) طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے، جن کی عن والی روایت، غیر صحیحین میں عدمِ سماع اور معتبر متابعت کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔

تنبیہ: ہماری اس بحث سے قطعاً یہ کشید نہ کیا جائے کہ ہم طبقۂ ثالثہ کے علاوہ مدلسین کے عن والی روایات کو حجت سمجھتے ہیں بلکہ مذکورہ دلائل سے ان لوگوں کی غلط فہمی دور کرنا مقصود ہے جو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو طبقۂ ثانیہ کا مدلس کہہ کر اُن کی عن والی روایات کو صحیح قرار دینے پر مصر ہیں۔ مزید دلائل اور توضیح آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم

بعض لوگ حافظ ابن حجر العسقلانی کی طبقات المدلسین کی طبقاتی تقسیم پر بضد ہیں۔ اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ حافظ ابن حجر نے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ دونوں کو ایک ہی طبقے (طبقۂ ثانیہ) میں اوپر نیچے ذکر کیا ہے۔

سفیان بن عیینہ نے ایک حدیث "**عن جامع بن أبي راشد عن أبي وائل قال حذيفة ... أن رسول الله ﷺ قال: لا اعتكاف إلا في المساجد الثلاثة: المسجد الحرام و مسجد النبي ﷺ و مسجد بيت المقدس ...**" بیان کی ہے، جس کا مفہوم درج ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ اعتکاف نہیں ہوتا: مسجدِ حرام، مسجد النبی ﷺ اور مسجد اقصیٰ: بیت المقدس۔ (دیکھئے شرح مشکل الآثار للطحاوی ۷/۲۰۱ ح ۲۷۷۱، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/۳۱۶، سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۵/۸۱ وقال الذہبی: "صحیح غریب عال" المعجم الاسماعیلی: ۳۲۶)

سفیان بن عیینہ سے اسے تین راویوں: محمود بن آدم المروزی، ہشام بن عمار اور محمد بن الفرج نے روایت کیا ہے اور یہ سب صدوق (سچے راوی) تھے۔

جامع بن ابی راشد ثقہ فاضل تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۸۷ وھو من رجال الستۃ)

ابو وائل شقیق بن سلمہ ثقہ تھے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۸۱۶ وھو من رجال الستۃ و من المخضرمین)

یہ روایت سفیان بن عیینہ کی تدلیس (عن) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جو لوگ سفیان

بن عیینہ کے عنعنہ کو صحیح سمجھتے ہیں یا حافظ ابن حجر کے طبقۂ ثانیہ میں مذکورین کی معنعن روایات کی حجیت کے قائل ہیں، انھیں چاہئے کہ وہ تین مساجد مذکورہ کے علاوہ ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہونے کا انکار کردیں۔ دیدہ باید!

شیخ البانی اور طبقاتی تقسیم

شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا تدلیس کے بارے میں عجیب وغریب موقف تھا۔ وہ سفیان ثوری اور اعمش وغیرہما کی معنعن روایات کو صحیح سمجھتے تھے، جبکہ حسن بصری (طبقۂ ثانیہ عند ابن حجر ۲/۴۰) کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

مثلاً دیکھئے ارواء الغلیل (۲/۲۸۸ ح ۵۰۵)

بلکہ شیخ البانی نے ابو قلابہ (عبداللہ بن زید الجرمی/ طبقۂ اولیٰ عند ابن حجر ۱/۱۵) کی معنعن حدیث پر ہاتھ صاف کرلیا۔ البانی نے کہا:

''إسناده ضعيف لعنعنة أبي قلابة وهو مذكور بالتدليس ...''

اس کی سند ابو قلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور وہ (ابو قلابہ) تدلیس کے ساتھ مذکور ہے... (حاشیہ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳)

حافظ ابن حجر نے حسن بن ذکوان (۳/۷۰) قتادہ (۳/۹۲) اور محمد بن عجلان (۳/۸۹) وغیرہم کو طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے جبکہ شیخ البانی ان لوگوں کی احادیث معنعنہ کو حسن یا صحیح کہنے سے ذرا بھی نہیں تھکتے تھے۔ دیکھئے صحیح ابی داود (۱/۳۳۱ ح ۸، سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۱۱، روایۃ الحسن بن ذکوان) الصحیحۃ (۴/۲۰۲ ح ۱۶۴۷، روایۃ قتادہ) اور الصحیحہ (۳/۱۰۱ ح ۱۱۱۰، روایۃ ابن عجلان)

معلوم ہوا کہ البانی صاحب کسی طبقاتی تقسیمِ مدلسین کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ اپنی مرضی کے بعض مدلسین کی معنعن روایات کو صحیح اور مرضی کے خلاف بعض مدلسین (یا ابریاء من التدلیس) کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ اس سلسلے میں اُن کا کوئی اصول یا قاعدہ نہیں تھا لہٰذا تدلیس کے مسئلے میں اُن کی تحقیقات سے استدلال غلط ومردود ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ (اہل حدیث) نے ابراہیم نخعی (طبقۂ ثانیہ

۲/۳۵) کی عن والی روایت پر جرح کی اور کہا: اس کی سند میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں، حافظ (ابن حجر) نے انھیں طبقات المدلسین میں سفیان ثوری کے طبقے میں ذکر کیا ہے اور انھوں نے اسے اسود سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے لہٰذا نیموی کے نزدیک یہ اثر کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ (ابکار المنن ص ۲۱۴ مترجماً، دوسرا نسخہ بتحقیق ابن عبدالعظیم ص ۴۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث علماء کے نزدیک بھی یہ طبقاتی تقسیم قطعی اور ضروری نہیں ہے بلکہ دلائل کے ساتھ اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔

آلِ تقلید اور طبقاتی تقسیم

عینی، کرمانی، قسطلانی اور نووی وغیرہم کے حوالے گزر چکے ہیں کہ وہ حافظ ابن حجر کے طبقۂ ثانیہ کے مدلسین کی معنعن روایات پر بھی جرح کرتے تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ لوگ حافظ ابن حجر العسقلانی کی طبقاتی تقسیم کے قائل نہیں تھے، ورنہ ایسا کبھی نہ کرتے۔

نیموی تقلیدی نے سعید بن ابی عروبہ (طبقہ ثانیہ ۲/۵۰) کو کثیر التدلیس قرار دے کر کہا کہ اس نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔ (دیکھئے آثار السنن کا حاشیہ ص ۱۸۶ تحت ح ۵۵۰)

سرفراز خان صفدر تقلیدی دیوبندی کڑمنگی نے ابو قلابہ (طبقہ اولیٰ ۱/۱۵) کو غضب کا مدلس قرار دے کر اُن کی معنعن روایت پر جرح کی ہے۔

دیکھئے احسن الکلام (طبع دوم ج ۲ ص ۱۱۱، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۷)

محمد شریف کوٹلوی بریلوی، عباس رضوی بریلوی اور امین اوکاڑوی دیوبندی وغیرہم کے حوالے اس مضمون میں گزر چکے ہیں۔

ثابت ہوا کہ آلِ تقلید بھی یہ طبقاتی تقسیم صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جب فائدہ اور مرضی ہو تو بعض لوگ طبقات المدلسین کے طبقات سے استدلال بھی کر لیتے ہیں اور اگر مرضی کے خلاف ہو تو ان طبقات کو پسِ پشت پھینک دیتے ہیں۔

فائدہ: امام شافعی نے یہ اصول سمجھایا ہے کہ جو شخص صرف ایک دفعہ بھی تدلیس کرے تو اس کی وہ روایت مقبول نہیں ہوتی جس میں سماع کی تصریح نہ ہو۔ (دیکھئے الرسالہ ص ۳۷۹، ۳۸۰)

باقی ائمۂ ثلاثہ (مالک، احمد اور ابو حنیفہ) سے اس اصول کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے لہٰذا جو لوگ ائمۂ اربعہ اور چار مذاہب کے ہی برحق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، غور کریں کہ تدلیس کے مسئلے میں ائمۂ اربعہ کو چھوڑ کر وہ کس راستے پر جا رہے ہیں؟!

بعض شبہات کے جوابات

امام سفیان ثوری کی تدلیس کے سلسلے میں بعض الناس بعض اعتراضات اور شبہات بھی پیش کرتے رہتے ہیں، ان کے مسکت اور دندان شکن جوابات درج ذیل ہیں:

۱: اگر کوئی کہے کہ ''آپ حافظ ابن حجر وغیرہ کی طبقات المدلسین کی طبقاتی تقسیم سے متفق نہیں ہیں، جیسا کہ آپ نے ماہنامہ الحدیث: ۳۳ (ص ۵۵) وغیرہ میں لکھا ہے اور دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ سفیان ثوری اور اعمش کو طبقۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ دونوں طبقۂ ثالثہ کے مدلسین میں سے تھے۔ کیا یہ اضطراب نہیں ہے''؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک، جن راویوں پر تدلیس کا الزام ہے، اُن کے صرف دو طبقے ہیں:

طبقۂ اولیٰ: وہ جن پر تدلیس کا الزام باطل ہے اور تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مدلس نہیں تھے مثلاً امام ابو قلابہ اور امام بخاری وغیرہما۔ [ایسے راویوں کی معنعن روایت صحیح ہوتی ہے۔]

طبقۂ ثانیہ: وہ جن پر تدلیس کا الزام صحیح ہے اور اُن کا تدلیس کرنا ثابت ہے مثلاً قتادہ، سفیان ثوری، اعمش اور ابن جریج وغیرہم۔

ایسے راویوں کی ہر معنعن روایت (صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں) عدمِ متابعت اور عدمِ شواہد کی صورت میں ضعیف ہوتی ہے، چاہے انھیں حافظ ابن حجر وغیرہ کے طبقۂ اولیٰ میں ذکر کیا گیا ہو یا طبقۂ ثانیہ میں۔

یہ تو ہوئی ہماری اصل تحقیق اور دوسری طرف جب میں نے کسی راوی مثلاً امام سفیان ثوری اور اعمش وغیرہما کو طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے تو یہ صراحت اُن لوگوں کے لئے بطورِ

الزام کی گئی ہے جو مروّجہ طبقاتی تقسیم پر کلیتاً یقین رکھتے ہیں، بلکہ اس تقسیم کا اندھادھند دفاع بھی کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اس صراحت کا یہ مقصد ہے کہ اگر آپ مروّجہ طبقاتی تقسیم کو قطعی اور یقینی سمجھتے ہیں تو پھر سُن لیں! کہ یہ راوی طبقہ اُولیٰ یا ثانیہ میں سے نہیں بلکہ طبقہ ثالثہ میں سے ہیں اور یہی راجح ہے لہٰذا یہ اضطراب نہیں بلکہ ایک ہی بات ہے جسے دو عبارتوں میں بیان کردیا گیا ہے۔

۲: اگر کوئی کہے کہ آپ نے کئی سال پہلے خود ایک دفعہ سفیان ثوری کو طبقہ ثانیہ میں لکھ دیا تھا۔ (دیکھئے کتاب: جرابوں پر مسح ص ۴۰ میں آپ کا خط نوشتہ ۱۹/۸/۱۴۰۸ھ)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کافی عرصہ پہلے میں یہ اعلان بھی شائع کراچکا ہوں کہ

"میری یہ بات غلط ہے، میں اس سے رجوع کرتا ہوں لہٰذا اسے منسوخ و کالعدم سمجھا جائے...." (ماہنامہ شہادت اسلام آباد مطبوعہ اپریل ۲۰۰۳ء، جزر فع الیدین ص ۲۶)

لہٰذا منسوخ اور رجوع شدہ بات کا اعتراض باطل ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۴۲ ص ۲۸ (واللفظ لہ)

۳: اگر کوئی کہے کہ "آپ نے صرف حاکم نیشاپوری پر اعتماد کر کے سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔"

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے، بلکہ میں نے متعدد دلائل (مثلاً ضعیف راویوں سے تدلیس کرنے) کی رُو سے سفیان ثوری کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور ان میں سے بیس سے زیادہ دلائل تو اسی مضمون میں موجود ہیں، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اسی طرح حافظ ابن حبان، عینی حنفی اور ابن الترکمانی حنفی وغیرہم کے نزدیک سفیان ثوری طبقہ ثالثہ میں سے تھے، جیسا کہ اس مضمون میں باحوالہ ثابت کردیا گیا ہے۔

تنبیہ: اگر کسی محدث کا کوئی قول بطورِ تائید پیش کیا جائے تو بعض چالاک قسم کے لوگ اُس محدث کے دوسرے اقوال پیش کر کے یہ پروپیگنڈا شروع کردیتے ہیں کہ آپ ان اقوال کو کیوں نہیں مانتے؟

عرض ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر بات ہمیشہ واجب التسلیم اور حق ہے لیکن آپ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ اُس کی ہر بات ہمیشہ واجب التسلیم اور حق ہو بلکہ دلائل کے ساتھ اُس اُمتی شخص سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور ایسا کرنا جرم نہیں ہے لہٰذا حاکم نیشاپوری وغیرہ کو دوسرے مقامات پر اگر غلطیاں لگی ہوں تو ان سے اختلاف کرنا ہر صاحبِ فہم مسلمان کا حق ہے۔

۴: اگر کوئی کہے کہ حاکم وغیرہ نے سفیان ثوری کی بہت سی روایتوں کو صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے ایک شخص کی کتاب: رفع یدین کے موضوع پر...نور العینین کا محققانہ تجزیہ"

(ص ۴۱، ۴۲)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تصحیح مقرر شدہ قاعدے سے اور اُصولِ حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط یا تساہل ہے۔

یاد رہے کہ حاکم وغیرہ پر متساہل ہونے کا بھی الزام ہے۔ مثلاً دیکھئے حافظ ذہبی کا رسالہ: **ذکر من یعتمد قوله فی الجرح والتعدیل** اور دیگر کتب

۵: اگر کوئی کہے کہ آپ نے امام شافعی رحمہ اللہ پر تدلیس کے مسئلے میں اعتماد کیا ہے، حالانکہ ان کا قول جمہور کے خلاف ہے۔!

تو جواباً عرض ہے کہ امام شافعی کا یہ فیصلہ کہ مدلس کی معنعن روایت ضعیف اور غیر مقبول ہوتی ہے، جمہور کے خلاف نہیں بلکہ جمہور محدثین کے موافق ہے جس پر ہمارا یہ مضمون بھی گواہ ہے جس میں بیس سے زیادہ حوالے صرف سفیان ثوری کے بارے میں پیش کر دیئے گئے ہیں اور اُصولِ حدیث کی کتابیں بھی اس کی مؤید ہیں، علمائے تحقیق و تخریج اور اختلافی مسائل پر لکھنے والوں کی تحریروں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

۶: اگر کوئی کہے کہ امام شافعی نے خود اپنی کتابوں میں مدلسین مثلاً سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری سے معنعن روایتیں لی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مجرد روایت لینا یا بیان کرنا تصحیح نہیں ہوتی لہٰذا جو شخص اسے تصحیح

سمجھ بیٹھا ہے تو وہ اپنی اصلاح کر لے۔

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ سفیان بن عیینہ سے امام شافعی کی تمام روایات سماع پر محمول ہیں۔ دیکھئے النکت للزرکشی (ص ۱۸۹) اور الفتح المبین (ص ۴۲)

سفیان ثوری سے امام شافعی کی معنعن روایات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امام شافعی ان روایات کو صحیح سمجھتے تھے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ کتاب الام وغیرہ سے امام شافعی کہ وہ روایت مع مکمل سند و متن پیش کریں، جس میں سفیان ثوری کا تفرد ہے، روایت معنعن ہے اور امام شافعی نے اسے سندہ صحیح یا سندہ حسن فرمایا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر یہ اعتراض باطل ہے۔

۷: اگر کوئی کہے کہ سفیان ثوری کی بہت سی روایات کتبِ حدیث میں عن کے ساتھ موجود ہیں مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، سنن ابی داود، سنن ترمذی، مسند احمد اور مسند ابی یعلیٰ وغیرہ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتبِ حدیث کے تین طبقات ہیں:

اول: صحیح بخاری اور صحیح مسلم

ان دونوں کتابوں کو اُمت کی تلقی بالقبول حاصل ہے لہٰذا ان دو کتابوں میں مدلسین کی روایات سماع، متابعات اور شواہد معتبرہ کی وجہ سے صحیح ہیں۔

دوم: صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہما

ان کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل نہیں لہٰذا ان کے ساتھ اختلاف کیا جا سکتا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ میں سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت صرف سفیان ثوری کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے اور مؤمل بن اسماعیل پر جمہور محدثین بشمول امام یحییٰ بن معین کی توثیق کے بعد اعتراض مردود ہے۔ دیکھئے میرا مضمون: اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل (علمی مقالات ج ۱ ص ۴۱۷۔۴۲۷)

سوم: سنن ابی داود، سنن ترمذی، مسند ابی یعلیٰ اور مسند احمد وغیرہ

ان کتابوں کے مصنفین نے اپنی کتابوں کے بارے میں صحیح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا

لہٰذا ان کتابوں میں مجرد روایت کی بنا پر یہ کہنا غلط ہے کہ صاحبِ کتاب نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

ایک شخص نے ان کتابوں میں سے بعض روایات کی تخریج کر کے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ یہ روایتیں ان کے نزدیک صحیح ہیں، حالانکہ یہ دعویٰ بالکل جھوٹ ہے۔

انھی کتابوں میں اہلِ حدیث کی مستدل بہت سی روایات موجود ہیں، تو کیا وہ شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ تمام روایتیں ان کتابوں کے مصنفین کے نزدیک صحیح ہیں؟

۸: بعض الناس نے امام شافعی اور جمہور محدثین کے خلاف یہ قاعدہ بنایا ہے کہ اگر راوی کثیر التدلیس ہو تو اس کی معنعن روایت ضعیف ہوگی اور اگر قلیل التدلیس ہو تو اس کی روایت صحیح ہوگی۔

عرض ہے کہ یہ قاعدہ غلط ہے، جیسا کہ اس مضمون کے بیس سے زیادہ حوالوں سے ثابت ہے۔

امام ابن المدینی کا قول کہ لوگ سفیان ثوری کی روایتوں میں یحییٰ بن سعید القطان کے محتاج ہیں، اس کی واضح دلیل ہے کہ سفیان ثوری کثیر التدلیس تھے، ورنہ لوگوں کا محتاج ہونا کیسا ہے؟ غالباً یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب کے عالم مسفر بن غرم اللہ الدمینی نے لکھا ہے:

''و تدلیسه کثیر'' اور سفیان ثوری کی تدلیس بہت زیادہ ہے۔

(التدلیس فی الحدیث ص ۲۶۶)

تنبیہ: مسفر مذکور کا اہلِ حدیث یا غیر مقلد ہونا صراحتاً ثابت نہیں ہے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اُن کا کیا مسلک ہے؟

ابوزرعہ ابن العراقی نے کہا: ''مشهور بالتدلیس'' یعنی سفیان ثوری تدلیس کے ساتھ مشہور ہیں۔ (کتاب المدلسین: ۲۱)

۹: اگر کوئی کہے کہ حافظ العلائی وغیرہ نے سفیان ثوری کو طبقۂ ثانیہ میں لکھا ہے، جن کی تدلیس کو اماموں نے محتمل (قابلِ برداشت) قرار دیا ہے۔ (دیکھئے جامع التحصیل ص ۱۱۳)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ العلائی نے زہری (۳/۱۰۲) حمید الطّویل (۳/۷۱) ابن جریج (۳/۸۳) اور ہشیم بن بشیر (۳/۱۱۱) کو بھی اسی طبقۂ ثانیہ میں ثوری کے ساتھ ذکر کیا ہے، حالانکہ ان سب کو حافظ ابن حجر نے طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ سے ابن جریج کی تدلیس (معنعن روایت) کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا:

"**یتجنب تدلیسه فإنه و حش التدلیس، لا یدلّس إلا فیما سمعه من مجروح ...**" ان کی تدلیس (عن والی روایت) سے اجتناب کرنا (یعنی بختی سے بچنا) چاہئے کیونکہ اُن کی تدلیس وحشت ناک ہے، وہ صرف مجروح سے ہی تدلیس کرتے تھے... (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۶۵)

امام احمد بن صالح المصری نے فرمایا کہ اگر ابن جریج سماع کی تصریح نہ کریں تو اُس (روایت) کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۱۰)

ہشیم بن بشیر کے بارے میں ابن سعد نے کہا: "**.... وما لم یقل فیه أخبرنا فلیس بشيء**" جس میں وہ سماع کی تصریح نہ کریں تو وہ کچھ چیز نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد ۷/۳۱۳)

معلوم ہوا کہ جس طرح ابن جریج اور ہشیم کو طبقۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے، اُسی طرح سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور اعمش کو بھی طبقۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے۔

۱۰: اگر کوئی کہے کہ ایک شخص نے آپ کی کتاب: نور العینین کے رد میں ایک کتاب: محققانہ تجزیہ لکھی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کتاب میں صاحبِ کتاب نے ترکِ رفع یدین والی روایت میں سفیان ثوری کے سماع کی تصریح پیش نہیں کی اور نہ معتبر متابعت ثابت کی ہے۔ اس کتاب میں سفیان ثوری کی تدلیس (معنعن روایت) کا دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے، جو کہ ہمارے اس تحقیقی مضمون کی رُو سے باطل ہے۔

اس شخص نے حدیث کی کتابوں میں سے سفیان ثوری کی بہت سی معنعن مرویات پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ محدثین کرام سفیان ثوری کی معنعن روایات کو حجت

سمجھتے تھے، حالانکہ یہ تاثر باطل ہے اور اس طرح کی مرویات کتبِ احادیث سے ہر مدلس راوی کی پیش کی جا سکتی ہیں، جنھیں نہ بریلوی حضرات تسلیم کرتے، نہ دیوبندی اور نہ حنفی حضرات تسلیم کرتے ہیں۔ ایسا طریقۂ کار کبھی اختیار نہیں کرنا چاہئے، جس کی وجہ سے تمام مدلسین کی تمام معنعن روایات صحیح قرار دی جائیں اور علمِ تدلیس فضول ہو جائے۔

ایک شخص نے امام دارقطنی کی کتاب العلل (۱۷۱/۵، ۱۷۳ ارقم ۸۰۴) سے ابو بکر النہشلی اور عبداللہ بن ادریس کی متابعات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ یہ حوالہ بالکل بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور دنیا کی کسی کتاب میں صحیح یا حسن لذاتہ سند کے ساتھ ابو بکر النہشلی یا عبداللہ بن ادریس کی روایتِ مذکورہ میں لفظی یا معنوی (مفہوماً) متابعت ثابت نہیں ہے۔

بعض الناس نے لکھا ہے:

''امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حدث بہ الثوری عنہ'' کے لفظ لکھے۔ جس سے امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے صیغہ تحدیث ثابت ہوتے ہیں...'' (محققانہ تجزیہ ص ۹۲)

یہ استدلال دو وجہ سے مردود ہے:

۱: امام دارقطنی کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے امام سفیان ثوری فوت ہو گئے تھے لہٰذا یہ قول بے سند ہے۔

۲: حدث بہ الثوري عنہ کا مطلب یہ ہے کہ ثوری نے اس سے حدیث بیان کی ہے لہٰذا اس سے سماع کہاں سے ثابت ہو گیا؟ اس میں سماع کی تصریح ہی نہیں لیکن بعض الناس ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ!

ایک شخص نے امام سفیان ثوری کی معنعن حدیث کے دس (۱۰) شواہد بنانے کی کوشش کی ہے جن میں نمبر ۱ سے نمبر ۹ تک سب موقوف و مقطوع روایات اور ضعیف و مردود ہیں۔ ابراہیم نخعی مدلس تھے لہٰذا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے (جو اُن کی پیدائش سے پہلے وفات پا گئے تھے) اُن کی ہر روایت مردود ہے، چاہے انھوں نے ایک جماعت (مجہولین) سے ہی سنا ہو۔

عبدالرزاق، حماد بن ابی سلیمان، ابن عیینہ، سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی سب مدلس تھے لہٰذا اُن کی معنعن روایات مردود کے حکم میں ہیں۔ آخری روایت میں محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ حماد اور ابراہیم دونوں مدلس تھے اور روایت معنعن ہے۔

مختصر یہ کہ یہ سب شواہد مردود ہیں اور بات سفیان ثوری کی تدلیس میں ہی پھنسی ہوئی ہے۔

اب آخر میں صاحبِ محققانہ تجزیہ (فیصل خان بریلوی) کے پانچ جھوٹ باحوالہ اور ردپیشِ خدمت ہیں:

۱: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتِ مذکورہ کے بارے میں اس شخص نے طحاوی حنفی کی کتاب شرح معانی الآثار (۱/۱۵۴، ۱/۲۲۴) سے تصحیح نقل کی (محققانہ تجزیہ ص۱۲۲)، حالانکہ طحاوی نے اس روایت کو صراحتاً صحیح نہیں کہا لہٰذا یہ طحاوی پر جھوٹ ہے۔

۲: روایتِ مذکورہ کے بارے میں اس شخص نے حافظ ابن حجر کی کتاب الدرایہ (۱/۱۵۰) سے نقل کیا: ''صحیح'' (محققانہ تجزیہ ص۱۲۳)

یہ کالا جھوٹ ہے۔

۳: روایتِ مذکورہ کے بارے میں اس شخص نے مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی تعلیقاتِ سلفیہ (۱۲۳) سے نقل کیا: ''صحیح'' (محققانہ تجزیہ ص۱۲۵)

مولانا عطاء اللہ نے اس حدیث کو قطعاً صحیح نہیں کہا بلکہ ابوالحسن سندھی کا حاشیہ نقل کر کے س کا حرف لکھ دیا ہے (دیکھئے تعلیقاتِ سلفیہ ص۱۲۳، حاشیہ۴) لہٰذا عبارتِ مذکورہ میں صاحبِ تجزیہ نے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔

۴: صاحبِ محققانہ تجزیہ نے کہا:

''کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بعد والا قول بھی یہی ہے کہ ان دونوں حضرات سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ترک رفع یدین ثابت ہے۔'' (محققانہ تجزیہ ص۱۰۷)

یہ بالکل کالا جھوٹ ہے۔

۵: صاحبِ تجزیہ نے کہا: ''زبیر علیزئی صاحب امام بزار رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کرتے ہیں اور ان

کی توثیق کے قائل نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا قول کیسے پیش کر سکتے ہیں۔" (محققانہ تجزیہ ص ۱۱۵)

یہ جھوٹ ہے کیونکہ میرے نزدیک امام بزار ثقہ یخطئی اور صدوق حسن الحدیث ہیں اور متعدد مقامات پر میں نے ان کی بیان کردہ احادیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مثلاً دیکھئے علمی مقالات (ج ۱ ص ۱۱۲)

ماہنامہ الحدیث: ۲۳ میں بھی آخر میں خطیب بغدادی اور ابو عوانہ وغیرہما سے محدث بزار کا ثقہ و صدوق ہونا نقل کیا گیا ہے۔ (دیکھئے ص ۳۰)

ان کے علاوہ اس شخص کے اور بھی بہت سے جھوٹ ہیں مثلاً مسند احمد میں مجرد روایت کی وجہ سے امام احمد بن حنبل سے "احتج بہ" نقل کرنا، وغیرہ۔

دیکھئے محققانہ تجزیہ (ص ۱۲۲)

اس شخص کی جہالتیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ مثلاً:

"حدث به الثوری عنه" کو سماع پر محمول کرنا۔ (تجزیہ ص ۹۲)

اور یہ کہنا کہ "ویسے بھی ثم لا یعود کے بغیر بھی احناف کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔" (تجزیہ ص ۱۱۹)

حالانکہ اس ضعیف روایت میں "ثم لا یعود" اور اس کے مفہوم کی زیادت باطل ثابت ہو جائے تو بریلویوں دیوبندیوں کا دعویٰ اور اس کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے، ساری عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے اور "بھٹہ" بیٹھ جاتا ہے۔

خلاصۃ التحقیق: ہمارے اس مدلل اور تحقیقی مضمون میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ترک رفع یدین والی روایت میں سفیان ثوری مدلس ہیں جو طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف و مردود ہے۔

دنیا کی کسی کتاب میں روایتِ مذکورہ میں امام سفیان ثوری کے سماع کی تصریح موجود نہیں اور نہ کوئی معتبر متابعت کہیں موجود ہے۔

اہلِ ایمان کو چاہئے کہ ضد و عناد کو چھوڑ کر حق کو تسلیم کریں اور اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۲/ستمبر ۲۰۰۹ء، ۲۱/ رمضان ۱۴۳۰ھ)

ترکِ رفع یدین کی سب روایات ضعیف ومردود ہیں

اس مضمون میں وہ ضعیف، مردود، موضوع اور بے اصل روایات مع رد اور تارکین کے شبہات کے جوابات پیشِ خدمت ہیں، جنھیں بعض لوگ ترکِ رفع یدین یا منسوخیتِ رفع یدین وغیرہ کے لئے پیش کرتے رہتے ہیں:

۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت:

علقمہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انھوں نے نماز پڑھی اور دونوں ہاتھ نہیں اُٹھائے سوائے پہلی دفعہ کے۔ (سنن ترمذی وقال: ''حدیث حسن'' المحلی لابن حزم وقال: ''إن هذا الخبر صحيح'' سنن ابی داود)

دیکھئے میری کتاب: نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین (ص ۱۲۹، ۱۳۰)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: امام شافعی وغیرہ جمہور محدثین نے اسے غیر ثابت وضعیف وغیرہ قرار دیا ہے۔

دیکھئے کتاب الام (۷/۲۰۱) علل الحدیث لابن ابی حاتم (ح ۲۵۸) سنن الترمذی (۲۵۶) اور التمہید لابن عبدالبر (۳/۲۲۰) وغیرہ

دوم: اس کے راوی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔

دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل (ج ۴ ص ۲۲۵) اور کتب المدلسین

یہ روایت عن سے ہے اور کسی سند میں سماع کی تصریح نہیں ہے۔

اُصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس راوی کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

دیکھئے کتاب الرسالہ للامام الشافعی (ص ۳۸۰) اور مقدمہ ابن الصلاح (ص ۹۹)

اگر کوئی کہے کہ حافظ ابن حجر نے سفیان ثوری کو طبقۂ ثانیہ (مدلسین کے دوسرے طبقے) میں ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے: صحیح یہ ہے کہ امام سفیان ثوری طبقۂ ثالثہ (مدلسین کے

تیسرے طبقے) کے مدلس تھے۔اس کے ثبوت کے لئے گیارہ حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: حاکم نیشاپوری نے حافظ ابن حجر سے پہلے انھیں (امام سفیان ثوری کو) الجنس الثالث یعنی طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث (ص ۱۰۶)

۲: عینی حنفی نے کہا: اور سفیان مدلسین میں سے تھے اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ اُس کی تصریحِ سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔دیکھئے عمدۃ القاری (۱۱۲/۳)

معلوم ہوا کہ عینی حنفی کے نزدیک سفیان ثوری طبقۂ ثالثہ میں سے تھے۔

۳: ابن الترکمانی حنفی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا: ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے عن سے روایت بیان کی ہے۔ (الجوہر النقی ۲۶۲/۸)

ابن الترکمانی کے نزدیک سفیان ثوری کی عن والی روایت (علتِ قادحہ سے) معلول ہے۔

۴: کرمانی نے کہا: سفیان مدلسین میں سے تھے اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

دیکھئے کرمانی کی شرح صحیح البخاری (۶۲/۳)

۵: قسطلانی نے کہا: سفیان مدلس ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔دیکھئے ارشاد الساری (۲۸۶/۱)

۶: صلاح الدین العلائی نے کہا: سفیان ثوری مجہول لوگوں سے تدلیس کرتے تھے۔

دیکھئے جامع التحصیل فی احکام المراسیل (ص ۹۹)

۷: حافظ ذہبی نے کہا: وہ (سفیان ثوری) ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔الخ

دیکھئے میزان الاعتدال (۱۶۹/۲)

جو مدلس راوی غیر ثقہ راویوں سے تدلیس کرے تو اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں سماع کی تصریح کرے۔دیکھئے النکت للزرکشی (ص ۱۸۴) اور شرح الفیۃ العراقی: التبصرہ والتذکرہ (۱۸۳/۱، ۱۸۴)

۸: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے ایک روایت پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے جرح

کی ہے۔ دیکھئے خزائن السنن (۲/۷۷)

۹: ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے ایک روایت پر سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے جرح کی۔ دیکھئے مجموعہ رسائل (طبع قدیم ۳/۳۳۱) اور تجلیاتِ صفدر (۵/۴۷۰)

۱۰: محمد شریف کوٹلوی بریلوی نے سفیان ثوری کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا:

''اور سفیان کی روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔'' (فقہ الفقیہ ص ۱۳۴)

۱۱: محمد عباس رضوی بریلوی نے لکھا ہے: ''یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (طبقۂ ثالثہ کے) مدلس تھے لہٰذا غیر صحیحین میں اُن کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، اِلا یہ کہ سماع کی تصریح ثابت ہو یا معتبر متابعت مل جائے۔ یاد رہے کہ روایتِ مذکورہ میں سفیان ثوری کی متابعت باسند صحیح متصل ثابت نہیں ہے۔ نیز دیکھئے میرا مضمون: امام سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقۂ ثانیہ؟

تنبیہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے، وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔ (سنن الدارقطنی ۱/۲۹۵ وقال: تفرد بہ محمد بن جابر وکان ضعیفاً)

اس روایت کا راوی محمد بن جابر الیمامی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

دیکھئے مجمع الزوائد (۵/۱۹۱)

اور امام دارقطنی نے بھی اس راوی کو ضعیف کہا ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

سیدنا ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی طرف منسوب ایک اور روایت (جامع المسانید ۱/۳۵۵) کئی وجہ سے باطل و مردود ہے:

۱: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری کذاب ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۴۹۶) اور لسان المیزان (۳/۳۴۸، ۳۴۹)

اس کا استاذ رجاء بن عبداللہ النہشلی مجہول ہے اور باقی سند بھی مردود ہے۔

دیکھئے نور العینین (ص ۴۲۔۴۳)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین موقوفاً بھی ثابت نہیں ہے۔

۲) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں کانوں کی لوؤں تک رفع یدین کرتے تھے، پھر آپ دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی وسنن ابی داود وغیرہما)

اس روایت کا بنیادی راوی یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی ہے، جو کہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:

''والجمھور علٰی تضعیف حدیثه ...''

اور جمہور اُس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں... (ہدی الساری ص ۴۵۹)

بوصیری نے کہا: '' وضعفه الجمھور '' اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔

(زوائد ابن ماجہ: ۲۱۱۶)

اس روایت کی دوسری سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی ہے، جو کہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف تھا۔ انور شاہ کشمیری دیوبندی نے کہا:

پس وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔ (فیض الباری ۱۶۸/۳)

بوصیری نے کہا: '' ضعفه الجمھور '' اسے جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ: ۸۵۴)

ترکِ رفع یدین والی ایک روایت: '' أبو حنیفة عن الشعبي قال : سمعت البراء بن عازب '' کی سند سے مروی ہے۔ (دیکھئے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی ص ۱۵۶)

اس روایت کے سارے راوی: ابوالقاسم بن بالویہ النیسابوری، بکر بن محمد بن عبداللہ الجبال الرازی، علی، علی بن محمد بن روح بن ابی الحرش المصیصی، محمد بن روح اور روح بن ابی الحرش سب مجہول ہیں لہٰذا یہ سند مردود ہے۔ (نیز دیکھئے ارشیف ملتقی اھل الحدیث عدد: ۴ ج ۱ ص ۹۲۶)

۳) عباد بن الزبیر (؟) کی طرف منسوب روایت:

عباد بن الزبیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تھے تو ابتداءِ نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ (خلافیات للبیہقی بحوالہ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)

یہ روایت کئی وجہ سے مردود ہے:

۱: محمد بن اسحاق (راوی) نامعلوم ہے۔

۲: حفص بن غیاث مدلس تھے۔ دیکھئے طبقات ابن سعد (ج ۶ ص ۳۹۰)
انھیں طبقۂ اولیٰ میں ذکر کرنا غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ طبقۂ ثالثہ کے مدلس تھے۔
یہ روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

۳: عباد بن الزبیر نامعلوم ہے اور اس سے عباد بن عبداللہ بن الزبیر مراد لینا بے دلیل ہے۔

۴: اگر بفرضِ محال عباد سے مراد ابن عبداللہ بن الزبیر ہوتے اور بفرضِ محال اُن تک سند صحیح ہوتی تو بھی یہ روایت منقطع و مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے، نبی ﷺ کی وفات کے بعد رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/ ۷۳ وسندہ صحیح ورجالہ ثقات)

٤) سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب روایتیں:

ان دونوں صحابیوں سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: نماز کے شروع میں، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور جمرات کو کنکریاں مارتے وقت۔ (شرح معانی الآثار وکشف الاستار)

اس کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

دیکھئے حدیث نمبر: ۲

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور روایت المعجم الکبیر للطبرانی (۱۱/ ۴۵۲) میں

ہے جو عطاء بن السائب راوی کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔
دیکھئے الکواکب النیرات (ص ۶۱) اور مجمع الزوائد (۲۹۷/۳)
اور یہ ثابت نہیں ہے کہ یہ روایت انھوں نے اختلاط سے پہلے بیان کی تھی لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔
المعجم الکبیر للطبرانی (۳۸۵/۱۱) کی ایک روایت میں "لا ترفع الأیدي إلا في سبع مواطن ..." کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ روایت بھی محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ضعیف عند الجمہور) کی وجہ سے ضعیف ہے۔
سیدنا ابن عباس کی طرف منسوب ایک بے سند اور موضوع روایت بدائع الصنائع للکاسانی (۲۰۷/۱) میں ہے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر صرف شروع نماز میں۔
یہ بھی مردود روایت ہے۔
بعض لوگ تفسیر ابن عباس نامی کتاب سے ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ "اور نماز میں اپنے ہاتھ نہیں اُٹھاتے۔" (تنویر المقیاس ص ۲۱۲)
اس کتاب کی سند میں محمد بن مروان السدی کذاب، محمد بن السائب الکلبی کذاب اور ابوصالح باذام ضعیف ہیں۔ دیکھئے نور العینین (ص ۲۳۸۔۲۴۶)
لہٰذا یہ ساری تفسیر موضوع اور من گھڑت ہے۔
تنبیہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۲۳۵ وسندہ حسن)
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین قطعاً ثابت نہیں ہے۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔
(صحیح بخاری: ۷۳۹، وسندہ صحیح)
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں ہے۔
مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی، پس آپ نماز میں صرف

پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، شرح معانی الآثار للطحاوی)

یہ روایت ابو بکر بن عیاش (صدوق حسن الحدیث یخطی) کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: **یہ باطل ہے۔** (مسائل احمد، روایۃ ابن ہانی ج ۱ ص ۵۰)

امام ابن معین نے فرمایا: ابو بکر (بن عیاش) کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۱۶، نصب الرایہ ۱/ ۳۹۲)

محدثین کی اس جرح کے مقابلے میں کسی مستند محدث یا امام (من المتقدمین) سے روایتِ مذکورہ کو صحیح قرار دینا ثابت نہیں ہے۔

عبدالعزیز بن حکیم سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا: ابن عمر اپنے ہاتھوں کو کانوں کے مقابل تک تکبیرِ اولیٰ کے وقت اُٹھاتے اور اس کے سوا کسی موقعہ میں ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے۔

(موطأ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: ابن فرقد جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے اور اس کی توثیق مردود ہے۔

۲: محمد بن ابان بن صالح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح راوی ہے۔

۵) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔ (العلل للامام الدارقطنی ج ۴ ص ۱۰۷)

یہ روایت العلل الواردہ للدارقطنی میں بے سند ہے، عبدالرحیم بن سلیمان تک کوئی سند مذکور نہیں ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ''اور امام بخاریؒ نے اپنے استدلال میں ان کے اثر کی کوئی سند نقل نہیں کی اور بے سند بات حجت نہیں ہو سکتی۔''

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷، دوسرا نسخہ ص ۴۰۳)

۶) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت:

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں شروع نماز اور رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ نے نماز میں رکوع والا رفع یدین ترک کر دیا اور ابتدا والے رفع یدین پر ثابت قدم رہے۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ ت ۳۷۸)

یہ روایت کئی وجہ سے موضوع اور باطل ہے؟

اول: اس کے راوی عثمان بن محمد بن خشیش القیروانی کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا:

''کان کذابًا'' وہ کذاب (بہت جھوٹا) تھا۔ (المغنی فی الضعفاء ج ۲ ص ۵۰ ت ۴۰۵۹)

دوم: اخبار الفقہاء نامی کتاب کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ کتاب مکمل ہوگئی...اور یہ (تکمیل) شعبان ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے۔ (ص ۲۹۳)

اخبار الفقہاء کے مصنف محمد بن حارث القیروانی ۳۶۱ھ میں فوت ہوئے تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ کتاب کا ناسخ مجہول ہے جو مصنف کی وفات کے ۱۲۲ سال بعد گزرا ہے۔ مجہول کی روایت مردود ہوتی ہے۔

سوم: عثمان بن سوادہ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات یا معاصرت ثابت نہیں ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۲۰۵۔۲۱۱)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک بے سند روایت نصب الرایہ (۱/۴۰۴) میں بحوالہ خلافیات للبیہقی مذکور ہے۔ اس کی مکمل متصل سند نامعلوم ہے اور حاکم نیشاپوری نے فرمایا: یہ روایت باطل موضوع ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۴)

۷) ایک بے سند روایت:

ملا کاسانی وغیرہ بعض حنفی فقہاء نے بغیر کسی سند کے ایک روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں دیکھتا ہوں، تم نے اس طرح ہاتھ اُٹھائے ہوئے ہیں

جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں؟ نماز میں سکون کرو۔ (دیکھئے بدائع الصنائع ۱/۲۰۷)

یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے موضوع ومردود ہے۔

۸) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت:

کثیر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: بیٹا جب تو نماز کے لئے آئے تو قبلہ رُخ ہو جا، رفع یدین کر اور تکبیر تحریمہ کہہ اور قراءت کر جہاں سے کرنا چاہئے پھر جب تو رکوع میں جائے تو دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ...الخ (الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج۶ ص۲۰۸۶)

اس روایت کا راوی کثیر بن عبداللہ ابو ہاشم الابلی سخت ضعیف ومتروک تھا۔ امام بخاری نے فرمایا: ''منکر الحدیث عن أنس'' وہ انس سے منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔

(الکامل لابن عدی ص۲۰۸۵، کتاب الضعفاء للبخاری: ۳۱۶)

امام نسائی نے کہا: متروك الحديث (الکامل لابن عدی ص۲۰۸۵، الضعفاء والمتروکون للنسائی: ۵۰۶)

حاکم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس کی بیان کردہ روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔

دیکھئے تہذیب التہذیب (۸/۴۱۸، دوسرا نسخہ ص۳۷۴)

دوسرے یہ کہ اس موضوع روایت میں ترکِ رفع یدین کی صراحت نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے اور عدمِ ذکر ہر جگہ نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ دیکھئے الجوہر النقی (۴/۳۱۷)

بعض الناس المدونہ الکبریٰ (۱/۶۹) حدیث ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۵/ ۳۴۳) اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (سنن ابی داود، التمہید ج۹ ص ۲۱۵) وغیرہ پیش کرتے ہیں، جن میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں ہوتا لہٰذا غیر متعلقہ اور عدمِ ذکر والی روایات پیش کرنا غلط ہے۔

۹) تحریفات:

بعض لوگ مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرکے دو حدیثیں پیش کرتے ہیں اور ترکِ رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

حالانکہ ان دونوں کتابوں کے پرانے قلمی نسخوں میں یہ حدیثیں ترکِ رفع یدین کے ساتھ نہیں بلکہ اثبات رفع یدین کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں۔ لہٰذا بعض الناس کی ان تحریفات سے باخبر رہیں اور تفصیل کے لئے دیکھیں نور العینین (ص ۶۸۔۸۱)

۱۰) ضعیف آثار اور بعض فوائد:

بعض لوگ مرفوع احادیث کے مقابلے میں ضعیف وغیر ثابت آثار پیش کرتے ہیں مثلاً:

۱: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
ابراہیم نخعی کی پیدائش سے پہلے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے۔

۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر ابراہیم نخعی (ثقہ مدلس) کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، جو شخص اسے صحیح سمجھتا ہے وہ اثر مذکور میں ابراہیم نخعی کے سماع کی تصریح پیش کرے۔

۳: خلفائے راشدین کی طرف منسوب اثر محمد بن جابر (ضعیف) کی وجہ سے ضعیف ہے۔
دیکھئے یہی مضمون حدیث نمبر ۱
بدائع الصنائع للکاسانی (ج ۱ ص ۲۰۷ عن علقمہ الخ) والا اثر بے سند ہونے کی وجہ سے موضوع ہے۔

۴: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر باتفاقِ محدثین ضعیف وغیر ثابت ہے۔
کسی محدث نے اسے صحیح نہیں کہا۔ اس پر محدثین کا اتفاق ہے اور اجماع شرعی حجت ہے۔

۵: بعض لوگ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کی طرف منسوب الموطأ اور الآثار سے بعض آثار پیش کرتے ہیں، جن کی سندیں صحیح نہیں اور خود ابن فرقد بھی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔ یہ کتابیں بھی اس سے باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔

۶: بعض لوگ سجدوں میں رفع یدین والی روایات پیش کرتے ہیں حالانکہ سجدوں میں رفع یدین کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے:
اور آپ سجدہ کرتے اور سجدے سے اُٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (ح ۷۳۸)
تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۸۹۔۱۹۴)

۷: بعض لوگ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث (صحیح مسلم سے) پیش کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث کا تعلق رکوع والے رفع یدین سے نہیں بلکہ تشہد میں سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارہ کرنے سے ہے۔ دیکھئے درس ترمذی (۳۶/۲) الورد الشذی (ص ۶۳) اور التلخیص الحبیر (۲۲۱/۱)

۸: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام بغلوں میں بُت لے کر آتے تھے تو اس وجہ سے رفع یدین کیا جاتا تھا۔

یہ بالکل جھوٹ اور من گھڑت بات ہے جس کا کوئی ثبوت حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

۹: بعض الناس یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رفع یدین کرتے تھے اور بعد میں اسے متروک یا منسوخ قرار دیا تھا۔

مگر اس کی کوئی سند یا دلیل حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

۱۰: بعض لوگ جمہور محدثین کے نزدیک مجروح راویوں کی توثیق پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ جمہور کی جرح کے مقابلے میں توثیق مردود ہے اِلا یہ کہ خاص اور عام کا مسئلہ ہو تو پھر خاص مقدم ہوتا ہے۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''بایں ہمہ ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور آئمہ جرح وتعدیل اور اکثر آئمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ

ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ '' (احسن الکلام ج۱ ص۴۰)

۱۱: بعض لوگ شیعوں کی کتاب: ''مسند زید'' اور خارجیوں کی کتاب: ''مسند الربیع بن حبیب'' کے حوالے پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں غیر ثابت اور باطل کتابیں ہیں۔

غیر ثابت کتابوں کا حوالہ پیش کرنا مردود ہوتا ہے۔

اثبات رفع یدین قبل از رکوع و بعد از رکوع کے دلائل کے لئے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما کا مطالعہ کریں۔ و ما علینا إلا البلاغ (۱۱/ جولائی ۲۰۰۹ء)

ترکِ رفع یدین کی حدیث اور محدثین کرام کی جرح

[یہ مضمون فیصل خان بریلوی کی کتاب: ''رفع یدین کے موضوع پر... محققانہ تجزیہ'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب، امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (مدلس) کی معنعن (ترکِ رفع یدین والی) روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف و معلول قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین (طبع جدید ص ۱۳۰۔۱۳۴)

بعض لوگوں نے آج کل کے دور میں ان تضعیفی اقوال میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، لہٰذا ان مشککین کے شکوک و شبہات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱) امام عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے کہا: ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) کی (طرف منسوب یہ) حدیث ثابت نہیں ہے۔ (سنن ترمذی: ۲۵۶) نیز دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۰)

بعض الناس نے اس جرح کو سفیان ثوری والی حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے، حالانکہ محدثین کرام نے اسے سفیان ثوری کی حدیث سے متعلق ہی قرار دیا ہے۔

دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۰)

ایک شخص نے یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے کہ امام ابن المبارک سے اس جرح کا راوی سفیان بن عبدالملک، اُن کا قدیم شاگرد ہے اور خود متاخر شاگرد سوید بن نصر کی روایت میں ابن المبارک نے یہ حدیث بیان کی تھی لہٰذا یہ جرح قدیم اور مرجوح ہے۔

عرض ہے کہ (صحیحین کے علاوہ) عام غیر مشترط بالصحۃ کتابوں میں مجرد روایت کرنا کسی حدیث کی تصحیح نہیں ہوتا۔ مثلاً:

ا: مسند احمد (۲۵۳/۴) میں ایک روایت ہے: ''من باع الخمر فلیشقص الخنازیر''

اس کے راوی عمر بن بیان کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا تو انھوں نے

فرمایا: ''لا أعرفه ''میں اُسے نہیں جانتا۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/۷رقم ۱۳۶۶)

۲: مسند احمد (۶/۷۱) میں دويد عن أبي سهل عن سليمان بن رومان إلخ ایک روایت ہے، جس کے بارے میں امام احمد نے فرمایا: ''هذا حديث منكر '' یہ منکر حدیث ہے۔ (المنتخب من العلل للخلال ص ۴۴ ح ۵)

۳: سالم عن ثوبان کی روایت میں آیا ہے کہ'' استقيموا لقريش ما استقاموا لكم ''

(مسند احمد ۵/۲۷۷)

اس کے بارے میں امام احمد نے فرمایا: '' ليس بصحيح ، سالم بن أبي الجعد لم يلق ثوبان '' صحیح نہیں ہے، سالم بن ابی الجعد نے ثوبان سے ملاقات نہیں کی۔

(السنۃ للخلال: ۸۲ وسندہ حسن، المنتخب من العلل للخلال ص ۱۶۲ ح ۸۲)

اس طرح کی دوسری مثالوں کے لئے دیکھئے حافظ ابن القیم کی کتاب: الفروسیہ .

لہٰذا امام ابن المبارک کا سوید بن نصر کی روایت میں اس حدیث کو بیان کرنا اس حدیث کی تصحیح نہیں ہے اور نہ کسی خیالی موہوم رجوع کی دلیل ہے۔

زیلعی حنفی نے ابن القطان (الفاسی) کی کتاب الوہم والایہام سے نقل کیا ہے کہ

'' ذكر الترمذي عن ابن المبارك أنه قال: حديث وكيع لا يصح... ''إلخ

ترمذی نے ابن المبارک سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا: وکیع کی حدیث صحیح نہیں ہے...

(نصب الرایہ ج ۱ص ۳۹۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن المبارک کی جرح اُسی روایت پر ہے، جسے امام وکیع نے سفیان ثوری سے بیان کیا تھا لہٰذا بعض الناس کا اس جرح کو طحاوی والی روایت پر فٹ کردینا غلط ہے۔

اگر کوئی کہے کہ مغلطائی حنفی، ابن دقیق العید مالکی شافعی، عینی حنفی، ابن الترکمانی حنفی اور ابن القطان الفاسی المغربی وغیرہم نے امام ابن المبارک کی اس جرح کے جوابات دیئے ہیں۔تو عرض ہے کہ یہ سارے جوابات مردود اور باطل ہیں۔

۲) امام شافعی رحمہ اللہ نے ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔
دیکھئے کتاب الام (۲۰۱/۷) اور نور العینین (ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے کہ یہ مبہم الفاظ کی جرح ہے، جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

تو عرض ہے کہ یہ بعض الناس کے نزدیک مبہم ہو کر رد ہو گی، ہمارے نزدیک دو وجہ سے یہ جرح مقبول ہے:

اول: یہ اصولِ حدیث کے مطابق ہے، کیونکہ مدلس کی معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہوتی ہے۔

دوم: یہ جمہور محدثین کے مطابق ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابن الترکمانی نے حدیث مذکور کے بارے میں طحاوی کی تصحیح نقل کی ہے تو عرض ہے کہ طحاوی نے (بقولِ ابن الترکمانی) الرد علی الکرابیسی (نامی کتاب) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب موقوف روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۹)

لہٰذا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس روایت کے بارے میں اُن کی تصحیح ثابت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت کو طحاوی کا صحیح کہنا جمہور محدثین کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔

ایک شخص (فیصل خان بریلوی) نے لکھا ہے:

''کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بعد والا قول بھی یہی ہے کہ ان دونوں حضرات سے (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) ترک رفع یدین ثابت ہے۔''

(رفع یدین کے موضوع پر.....محققانہ تجزیہ ص ۱۰۷)

عرض ہے کہ یہ اس شخص کا کالا جھوٹ ہے۔

فائدہ: محمد بن عبدالباقی الزرقانی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث کے بارے میں موطأ امام مالک کی شرح میں کہا: '' و رده الشافعي بأنه لم يثبت ''
اور شافعی نے اسے رد کر دیا کہ بے شک یہ ثابت نہیں ہے۔ (ج ۱ ص ۱۵۸)

جو لوگ چار اماموں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ چار مذہب برحق ہیں۔ اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ جس حدیث کو امام شافعی اور امام احمد (دواماموں) نے ضعیف وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا ہو اور باقی دو اماموں میں سے کسی ایک سے بھی اس حدیث کو صحیح کہنا ثابت نہ ہو تو آپ لوگ کس طرح اس روایت کو پیش کرتے ہیں؟

اگر ہمت ہے تو امام ابوحنیفہ سے ترکِ رفع یدین والی اس حدیث کا صحیح ہونا باسند صحیح ثابت کر دیں۔!!

۳) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سفیان ثوری کی روایتِ مذکورہ پر کلام کیا ہے۔

دیکھئے مسائل احمد (روایت عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۰ فقرہ: ۳۲۶) اور نور العینین (ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے امام احمد نے راویوں پر کوئی کلام نہیں کیا تو عرض ہے کہ انھوں نے روایت پر کلام کر کے اسے رد کر دیا اور رفع یدین کے عمل کو اختیار کیا ہے۔ امام ابوداود نے فرمایا:
میں نے (امام) احمد کو دیکھا ہے۔ وہ رکوع سے پہلے اور بعد میں شروع نماز کی طرح کانوں تک رفع یدین کرتے تھے اور بعض اوقات شروع نماز والے رفع یدین سے ذرا نیچے (یعنی کندھوں تک)

احمد سے کہا گیا: ایک شخص رفع یدین کے بارے میں نبی ﷺ کی یہ احادیث سنتا ہے اور پھر بھی رفع یدین نہیں کرتا تو کیا اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: پوری نماز ہونے کا تو مجھے علم نہیں ہے، ہاں وہ فی نفسہ ناقص نماز والا ہے۔

(مسائل ابی داود ص ۳۳، نور العینین ص ۱۷۹، ۱۸۰)

اگر امام احمد ترکِ رفع یدین والی روایت کو ضعیف و مردود نہ سمجھتے تو ترکِ رفع یدین والی نماز کو ناقص کبھی نہ کہتے۔

دوسرے یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے علم میں ترکِ رفع الیدین والی نماز کا پورا ہونا نہیں تھا، گویا آپ ایسی نماز کو مشکوک اور خلافِ سنت سمجھتے تھے۔

اگر کوئی کہے کہ (متاخرین میں سے) قاضی شوکانی نے کہا ہے: مسند احمد کی ہر حدیث

مقبول ہے۔ (نیل الاوطار ۱/۲۰)

تو عرض ہے کہ قاضی شوکانی کی یہ بات باطل ہے اور یہ حنفیہ وآلِ تقلید کو بھی تسلیم نہیں ہے۔

مسند احمد (۵/۳۲۲، ۳۱۶) کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ صبح کی نماز کے بعد نبی ﷺ نے اپنے مقتدیوں سے فرمایا: سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اُس کی نماز نہیں ہوتی۔ دیکھئے الکواکب الدریہ (ص ۵۸)

یہ روایت وہی ہے جو فاتحہ خلف الامام میں حنفیہ اور آلِ تقلید کے تمام ''دلائل'' وشبہات کو ختم کر دیتی ہے اور اس روایت سے تقلیدیوں کو بہت چڑ ہے لہٰذا کبھی محمد بن اسحاق بن یسار پر جرح کرتے ہیں اور کبھی مکحول کی تدلیس کا رجسٹر کھول بیٹھتے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مسند احمد کی ہر حدیث مقبول ہے تو یہ حدیث کیوں غیر مقبول ہے؟

اگر کوئی کہے کہ نور العینین میں امام احمد کے سلسلے میں جزء رفع الیدین کا حوالہ پیش کرنا علمی زیادتی اور تحریف ہے تو عرض ہے کہ یہ معترض بذاتِ خود محرّف اور علمی زیادتی کا مرتکب ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ''امام احمد کو اس حدیث کے جارحین میں شمار کرنا غلط اور مردود ہے۔''

تو عرض ہے کہ کیوں؟ کیا وہ ترکِ رفع یدین والی اس روایت کو صحیح کہتے تھے؟ سبحان اللہ!

۴) روایتِ مذکورہ کے بارے میں امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: یہ خطا (غلط) ہے...الخ

(علل الحدیث ۱/۹۶ ح ۲۵۸، نور العینین ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے کہ ابو حاتم متشدد متعنت تھے اور جرح چند وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔!

تو عرض ہے کہ یہ جرح کئی لحاظ سے صحیح ہے مثلاً:

اول: جمہور محدثین کے مطابق ہے لہٰذا تشدد کا یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

دوم: سفیان ثوری مدلس تھے اور اس روایت کی کسی سند میں اُن کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابو حاتم الرازی نے سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع یدین

والی روایت پر جرح کی ہے تو یہ جرح کیوں قبول نہیں ہے؟

عرض ہے کہ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ کی روایت کو جمہور محدثین نے صحیح قرار دیا ہے اور اصولِ حدیث کی رُو سے بھی صحیح ہے لہٰذا اس پر اگر ابوحاتم رحمہ اللہ نے کوئی جرح کی ہے تو جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ قبول نہیں ہے۔ رہی سفیان ثوری والی معنعن روایت تو اُس پر جرح اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کی موافقت کی وجہ سے مقبول ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ابوحاتم الرازی نے سفیان کی تدلیس کا اعتراض نہیں اُٹھایا تو عرض ہے کہ انھوں نے روایتِ مذکورہ کو خطا قرار دیا ہے اور روایت پر محدثین کی جرح نقل کرنے میں یہی حوالہ کافی وشافی ہے۔

۵) امام دارقطنی نے ترکِ رفع یدین والی روایت مذکورہ کو غیر محفوظ قرار دیا۔

(کتاب العلل ۱۷۳/۵، نور العینین ص ۱۳۱)

اگر کوئی کہے کہ امام دارقطنی نے اس حدیث کے بارے میں ''و إسناده صحیح'' إلخ کہا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلل ۱۷۲/۵)

تو عرض ہے کہ امام دارقطنی نے عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب والی روایت کو ''و إسناده صحیح'' کہا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلل ج ۵ ص ۱۷۲) اور اس روایت میں دوبارہ رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

انھوں نے اس کے بعد ثوری والی روایت کو ''لیست بمحفوظة'' یعنی غیر محفوظ (ضعیف) قرار دیا ہے۔ (ایضاً ص ۱۷۲، ۱۷۳)

لہٰذا یہ کہنا کہ امام دارقطنی ترکِ رفع یدین والی حدیث کو صحیح کہتے تھے، غلط ہے۔

اگر کوئی کہے کہ احناف کا دعویٰ ''ثم لا یعود'' کے بغیر بھی ثابت اور محفوظ ہے تو عرض ہے کہ ان الفاظ یا اس مفہوم کی نفی کے بغیر یہ دعویٰ سرے سے ہی ختم ہے لہٰذا نہ ثابت ہے اور نہ محفوظ ہے۔

٦) امام ابن حبان نے ترکِ رفع یدین والی روایتِ مذکورہ کو ضعیف اور باطل قرار دیا۔

دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۱)

اس کے جواب میں بعض الناس نے تین اعتراض کئے ہیں:

اول: جرح مبہم ہے۔

عرض ہے کہ یہ جرح اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کے مطابق ہے لہٰذا مقبول ہے۔

دوم: حافظ ابن حجر اور حافظ ابن حبان کے درمیان سند موجود نہیں ہے۔

عرض ہے کہ یہ کتاب سے روایت ہے اور کتاب سے روایت اصولِ حدیث کی رُو سے جائز ہے۔

سوم: حافظ ابن حبان سے کتاب الصلوٰۃ منقول نہیں ہے۔

عرض ہے کہ حافظ ابن حبان کی کتاب الصلوٰۃ (صفة الصلوٰة ، وصف الصلوٰة بالسنة) کا ذکر درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

البدر المنير لابن الملقن (۱/۲۸۳، ۲/۴۷۲، ۳/۴۹۴ وغیرہ)

طرح التثريب في شرح التقريب لأبي زرعة ابن العراقي (۱/۱۰۲)

تهذيب السنن لابن القيم (۱/۳۶۸ ح ۱۹۷)

اتحاف المهرة لابن حجر العسقلاني (۱/۲۳۵ ح ۸۳، وغیرہ)

التلخيص الحبير (۱/۲۱۶، ۲۱۷ ح ۳۲۳، ۳۲۴)

معجم البلدان لياقوت الحموي (۱/۴۱۸)

مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج للخطيب الشربيني (۱/۲۶۱، بحوالہ المكتبة الشاملة) وغیرہ

بلکہ حافظ ابن حبان نے اپنی صحیح ابن حبان میں اپنی کتاب: صفة الصلوة کا علیحدہ ذکر کیا ہے۔ دیکھئے الاحسان (ج ۵ ص ۱۸۴ ح ۱۸۶۷، دوسرا نسخہ ح ۱۸۶۴)

ان حوالوں کے باوجود کسی لاعلم شخص کا یہ قول: ''میری تحقیق میں حافظ ابن حبان رحمہ اللہ سے کتاب صلوٰۃ منقول نہیں ہے۔'' کیا حیثیت رکھتا ہے؟!

۷) امام ابوداود نے سفیان ثوری کی ترکِ رفع یدین والی حدیث کے بارے میں فرمایا:
یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ (سنن ابی داود: ۷۴۸ ملخصاً، نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)

بعض دیوبندیوں اور بریلویوں نے اس جرح کے ثبوت میں شک وشبہ ڈالنے کی کوشش کی تھی، جس کا مسکت جواب نور العینین میں دے دیا گیا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التنقیح کتاب التحقیق فی احادیث تعلیق'' پر امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کے الفاظ نقل نہیں کئے...'' (دیکھئے محققانہ تجزیہ ص ۲۱)
تو عرض ہے کہ حافظ ذہبی کا التنقیح (۱/۲۱۸) میں یہ جرح نقل نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ امام ابوداود سے یہ الفاظ ثابت ہی نہیں ہیں۔

یاد رہے کہ حافظ ابن عبدالہادی نے امام ابوداود کی اس جرح کو اپنی کتاب التنقیح (ج ۱ ص ۲۷۸) میں نقل کر رکھا ہے اور عدمِ ذکر پر اثبات مقدم ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص مغلطائی کے حوالے سے یہ کہے کہ ابوداود کی اس جرح کو ابن العبد (قدیم شاگرد) نے نقل کیا ہے۔

تو عرض ہے کہ مغلطائی کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے، بلکہ جلیل القدر حفاظِ حدیث نے اس پر جرح کی ہے۔ دیکھئے نور العینین (طبع جدید ص ۸۷)

دوسرے یہ کہ اس جرح کو حافظ ابن عبدالبر نے کتاب التمہید میں نقل کیا ہے، اور المکتبۃ الشاملہ کے مطابق انھوں نے امام ابوداود کی مرویات کو درج ذیل راویوں سے بیان کیا ہے:

۱: محمد بن بکر التمار (ابن داسہ) عام روایات اسی راوی سے ہیں، گویا کہ ابن عبدالبر نے سنن ابی داود انھی سے روایت کی ہے۔ واللہ اعلم

۲: ابن الاعرابی

۳: اسماعیل بن محمد الصفار

بعض اقوال مقطوعہ کے دوسرے راوی بھی ہیں، جن کا ہماری اس تحقیق سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ مجھے ابن العبد (راوی) کی ایک روایت بھی التمہید میں نہیں ملی، جسے انھوں نے ابوداود سے بیان کیا ہو۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن عبدالبر نے امام ابوداود سے جو جرح نقل کی ہے، وہ ابن العبد کی سند سے نہیں ہے لہٰذا بعض الناس کا یہ کہنا کہ امام ابوداود نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جرح سے رجوع کر لیا تھا، باطل اور مردود ہے۔

اگر ایک روایت یا قول بعض نسخوں میں موجود نہ ہو اور بعض یا ایک نسخے میں موجود ہو تو پھر یہ تحقیق کی جاتی ہے کہ یہ نسخہ قابلِ اعتماد ہے یا نہیں؟ اگر قابلِ اعتماد ہونا ثابت ہو جائے تو پھر ثقہ کی زیادت کے اصول سے اس روایت یا قول کو موجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ امام ابوداود کی جرح کو ابن الجوزی، ابن عبدالبر، ابن عبدالہادی اور ابن حجر العسقلانی وغیرہم متعدد علماء نے نقل کیا ہے لہٰذا اس جرح کے ثبوت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

۸) حافظ ابن حجر نے سفیان ثوری والی حدیثِ ترک رفع الیدین کے بارے میں لکھا ہے کہ "وقال أحمد بن حنبل و شيخه يحي بن آدم : هو ضعيف" احمد بن حنبل اور ان کے استاذ یحییٰ بن آدم نے کہا: وہ (حدیث) ضعیف ہے۔ (التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲ ح ۳۲۸)

اگر کوئی کہے کہ جرح کے الفاظ نقل کریں، تو عرض ہے کہ ہم نے الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ نیز دیکھئے البدر المنیر (۳/۴۹۲)

۹) مشہور ثقہ وصدوق حسن الحدیث تخطی محدث البزار نے حدیثِ ترک پر جرح کی۔ دیکھئے التمہید (۹/۲۲۰، ۲۲۱) اور نور العینین (ص ۱۳۳)

یہ ضروری نہیں ہے کہ جس وجہ سے محدث بزار نے جرح کی تھی، ہم بھی اس وجہ سے سو فیصد متفق ہوں، لیکن یہ بات تو ثابت ہے کہ انھوں نے روایتِ مذکورہ پر جرح کی ہے لہٰذا وہ اس روایت کے جارحین میں سے ہیں۔

بعض الناس نے میرے بارے میں یہ جھوٹ بولا ہے کہ میں محدث بزار کی توثیق کا قائل نہیں ہوں۔ یقیناً انھیں ایک دن اس جھوٹ کا حساب دینا پڑے گا۔ ان شاء اللہ

۱۰) ترکِ رفع یدین کی ضعیف ومردود روایات "**ثم لا یعود**" وغیرہ یا اس مفہوم کے الفاظ سے مروی ہیں، جنھیں محمد بن وضاح نے ضعیف کہا۔ (دیکھئے التمہید ۹/۲۲۱، نور العینین ص ۱۳۳)

اگر کوئی کہے کہ محمد بن وضاح نے صرف "**ثم لا یعود**" کے الفاظ والی روایات کو ضعیف کہا تھا، دوسری روایات کو نہیں تو عرض ہے کہ ابن وضاح سے کسی ایک ایسی روایت کی تصحیح یا تحسین نقل کر دیں جس سے ترکِ رفع یدین ثابت ہوتا ہو۔!

اگر نہ کر سکیں تو عرض ہے کہ الفاظ جو بھی ہوں، اُن کے نزدیک ترکِ رفع یدین کی تمام روایات ضعیف ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ فلاں شخص مارا گیا، دوسرا کہے: فلاں شخص قتل ہو گیا۔

تو کیا الفاظ کی تبدیلی سے مفہوم میں فرق ہے؟ کچھ تو غور کریں!

۱۱) امام بخاری نے اعلان کیا کہ علماء کے نزدیک ترک رفع یدین کا علم نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۴۰)

اور مزید فرمایا: اور نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ الخ (جزء رفع الیدین: ۷۶)

اسی طرح انھوں نے سفیان ثوری والی روایت پر کلام کیا اور ابن ادریس کی روایت کو محفوظ قرار دیا۔ دیکھئے جزء رفع الیدین (۳۲، ۳۳)

ایسی تصریحات وغیرہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علامہ نووی شافعی وغیرہ نے کہا کہ بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے المجموع شرح المہذب (۳/۴۰۳)

اگر کوئی کہے کہ آپ نے امام بخاری کی جرح نقل نہیں کی لہٰذا امام بخاری کا نام جارحین میں نقل کرنا غلط اور باطل ہے۔!

تو مؤدبانہ عرض ہے کہ کیا امام بخاری کو ترک رفع یدین کی روایت کے مصححین میں شامل کرنا چاہئے (!) اور یہ بھی بتائیں کہ انھوں نے جزء رفع الیدین کیوں لکھی تھی؟!

۱۲) ابن القطان الفاسی نے روایتِ مذکور کی زیادت (دوبارہ نہ کرنے کو) خطا قرار دیا۔

(نصب الرایہ ۱/۳۹۵، نور العینین ص ۱۳۳)

''ثم لا یعود'' وغیرہ الفاظِ ترک کے بغیر (امام عبداللہ بن ادریس کی) مطلق حدیث اگر صحیح ہوتو اس سے حنفیہ اور آلِ تقلید کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

معلوم ہوا کہ جارحین میں ابن القطان الفاسی کا نام صحیح ہے۔

۱۳) عبدالحق اشبیلی نے روایتِ مذکورہ کے بارے میں فرمایا: یہ صحیح نہیں ہے۔

(الاحکام الوسطیٰ ۱/۳۶۷، نور العینین ص ۱۳۳)

اگر کوئی کہے کہ یہ جرح مبہم ہے تو عرض ہے کہ یہ جرح دو وجہ سے بالکل صحیح ہے:

اول: روایتِ مذکورہ سفیان ثوری کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دوم: یہ جرح جمہور محدثین کے مطابق ہے لہٰذا اسے جرح مبہم کہہ کر رد کر دینا غلط اور باطل ہے۔

۱۴) ترکِ رفع الیدین والی روایتِ مذکورہ کو حافظ ابن حجر کے استاذ ابن الملقن نے ضعیف کہا۔ (البدر المنیر ۳/۴۹۲، نور العینین ص ۱۳۳)

جمہور محدثین کے مطابق اس جرح کو بعض الناس کا جرح مبہم کہہ کر رد کر دینا غلط ہے۔

۱۵) حاکم نیشاپوری نے ''ثم لم یعد'' کے الفاظ کو غیر محفوظ (یعنی ضعیف) قرار دیا۔

(الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۳/۴۹۳، نیز دیکھئے مختصر الخلافیات للبیہقی تالیف ابن فرح الاشبیلی ج ۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹)

بعض الناس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: ''حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر علمائے کرام اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اعتراضات نقل کر کے اسکا تفصیلی رد لکھا ہے۔''

(دیکھئے محققانہ تجزیہ ص ۱۲۰)

حالانکہ حافظ ابن القیم نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین سے منع والی ساری احادیث باطل ہیں، ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے مثلاً حدیث ابن مسعود... فصلّی فلم یرفع یدیه إلا فی أول مرة ... إلخ

(المنار المنیف ص ۱۳۷، فقرہ: ۳۰۹، ۳۱۰)

۱۶) علامہ نووی (شافعی) نے روایتِ مذکورہ کے بارے میں کہا:

اس حدیث کے ضعیف ہونے پر (ترمذی کے علاوہ تمام متقدمین کا) اتفاق ہے۔

دیکھئے خلاصۃ الاحکام (۱/۳۵۴ ح ۱۸۰۱، نور العینین ص ۱۳۳)

بعض الناس نے لکھا ہے کہ ''امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دعویٰ اجماع صحیح نہیں جب کہ جمہور محدثین کرام اس حدیث کی تصحیح کے قائل ہیں۔''

عرض ہے کہ یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔ متقدمین میں سے امام ترمذی کے علاوہ کسی ایک محدث سے روایتِ مذکورہ کی تصحیح صراحتاً ثابت نہیں ہے۔

۱۷) حافظ ابن القیم نے دارمی سے نقل کیا کہ انھوں نے روایتِ مذکورہ کو ضعیف قرار دیا۔

(تہذیب السنن ۲/۴۴۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۶۸)

مجھے یہ حوالہ باسند صحیح نہیں ملا۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۳۳)

جو لوگ کتابوں سے بے سند حوالے پیش کرتے رہتے ہیں مثلاً کتبِ فقہ سے امام ابو حنیفہ کے حوالے تو اُن کی شرط پر درج بالا حوالہ پیش کرنا صحیح ہے۔

۱۸) حافظ ابن القیم اور نووی نے محدث بیہقی سے نقل کیا کہ انھوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔ (دیکھئے تہذیب السنن ۲/۴۴۹، اور شرح المہذب ۳/۴۰۳)

مجھے یہ حوالہ بھی باسند صحیح نہیں ملا۔ دیکھئے نور العینین (ص ۱۳۳)

ویسے اصل کتاب الخلافیات دیکھنے کے بعد ہی اس حوالے کو چیک کیا جا سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ کتاب ابھی تک کامل حالت میں شائع نہیں ہوئی۔ نیز دیکھئے فقرہ نمبر ۱۷

۱۹) ثم لا یعود (وغیرہ) الفاظ کے ساتھ ترکِ رفع یدین کی جو حدیث مروی ہے، امام محمد بن نصر المروزی نے ان الفاظ کی تضعیف پر خاص توجہ دی۔

دیکھئے بیان الوہم والایہام (۳/۳۶۵، ۳۶۶)

اور ظاہر ہے کہ چارپائی پر جس طرف سے بھی لیٹا جائے، کمر درمیان میں ہی رہتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ امام محمد بن نصر المروزی کا نام جارحین میں صحیح نہیں ہے۔ تو عرض ہے کہ

کیوں؟ کیا وہ ترکِ رفع الیدین کی روایتِ مذکورہ کو صحیح کہتے تھے؟ حوالہ پیش کریں!!

۲۰) ابن قدامہ المقدسی نے ترکِ رفع یدین والی روایتِ مذکورہ کو ضعیف کہا۔

(المغنی ۱/۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰، نور العینین ص ۱۳۴)

ان کے علاوہ دوسرے حوالے بھی تلاش کئے جا سکتے ہیں مثلاً جو لوگ سکوت کو رضامندی کی دلیل سمجھتے ہیں، اُن کے نزدیک وہ علماء بھی اس روایت کے جارحین میں شامل ہیں جنھوں نے روایتِ مذکورہ پر جرح نقل کر کے سکوت کیا ہے۔ مثلاً صاحبِ مشکوٰۃ وغیرہ

ان جارحین میں سے اگر بعض کے نام خارج کر دیئے جائیں، تب بھی یہ جمہور محدثین وعلماء تھے جو روایتِ مذکورہ کو الفاظِ ترک کے ساتھ ضعیف وغیر محفوظ وغیرہ سمجھتے تھے۔

ان کے مقابلے میں صرف امام ترمذی کا حسن کہنا اور پانچویں صدی کے حافظ ابن حزم کا صحیح کہنا دو وجہ سے غلط ہے:

اول: جمہور کے خلاف ہے۔ دوم: اصولِ حدیث کے خلاف ہے۔

اصولِ حدیث کا یہ مسئلہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔ بہت سے علماء نے امام ترمذی اور حافظ ابن حزم دونوں کو متساہل بھی کہا ہے۔

مثلاً دیکھئے ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل للذہبی (ص ۱۵۹، یا ص ۲) المتکلمون فی الرجال للسخاوی (ص ۱۳۷) اور میری کتاب: توضیح الاحکام (۱/۵۷۲-۵۸۲)

متعدد بریلوی و دیوبندی "علماء" نے بھی امام ترمذی کو متساہل قرار دیا ہے اور حافظ ابن حزم سے تو انھیں خاص دشمنی ہے۔

تعجب ہے کہ اصولِ حدیث اور جمہور محدثین کے خلاف صرف ترمذی کی تحسین اور ابن حزم کی تصحیح کو یہاں قبول کیا جاتا ہے۔! کیا کوئی ہے جو انصاف کرے؟!

رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کے مسئلے پر تفصیل کے لئے امام بخاری کی کتاب: جزء رفع الیدین اور میری کتاب نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین کا مطالعہ کریں۔

ان شاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۷/ستمبر ۲۰۰۹ء)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور نماز میں رفع یدین

الحمد للّٰه ربّ العالمین والصّلٰوۃ والسّلام علٰی رسوله الأمین و رضي اللّٰه عن أصحابه أجمعین و رحمة اللّٰه علٰی التابعین و من تبعهم بإحسان إلٰی یوم الدین . أما بعد:

اہلِ سنت یعنی اہلِ حدیث کا نماز میں رفع یدین کے بارے میں دعویٰ درج ذیل ہے:

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور اس رفع یدین کا منسوخ یا ممنوع ہونا یا آخری عمر میں متروک ہونا کسی صحیح و مقبول حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

اس دعویٰ کی تائید میں بہت سے دلائل ہیں، جن میں سے بعض کا میری کتاب ''نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین'' میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال ((فعلیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین .)) کو مدِنظر رکھتے ہوئے سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک عظیم الشان حدیث کا ترجمہ، تحقیق اور مفہوم پیشِ خدمت ہے، جس سے رفع یدین کا مسلسل اور غیر منقطع عمل ہونا ثابت ہے:

مشہور عالم امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے فرمایا: ''أخبرنا أبو عبد اللّٰه الحافظ: ثنا أبو عبد اللّٰه محمد بن عبد اللّٰه الصفار الزاهد إملاءً من أصل كتابه . قال قال أبو إسماعیل محمد بن إسماعیل السُّلَمي : صلیت خلف أبی النعمان محمد بن الفضل فرفع یدیه حین افتتح الصلٰوة و حین رکع و حین رفع رأسه من الرکوع . فسألته عن ذلك فقال: صلّیت خلف حماد بن زید فرفع یدیه حین افتتح الصلٰوة و حین رکع و حین رفع رأسه من الرکوع . فسألته عن ذلك فقال: صلّیت خلف أیوب السختیاني فكان یرفع یدیه إذا افتتح

الصلوٰة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع . فسألته فقال : رأيت عطاء بن أبي رباح يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع. فسألته فقال: صلّيت خلف عبد اللّٰه بن الزبير فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع. فسألته فقال عبد اللّٰه بن الزبير: صلّيت خلف أبي بكر الصديق رضي اللّٰه عنه فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع . وقال أبو بكر : صلّيت خلف رسول اللّٰه ﷺ فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع. رواته ثقات"

ہمیں ابوعبداللہ الحافظ نے خبر (حدیث) بیان کی۔ (کہا:) ہمیں ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاہد نے اپنی اصل کتاب سے املاء کراتے ہوئے حدیث بیان کی، انھوں نے کہا: ابواسماعیل محمد بن اسماعیل السلمی نے فرمایا: میں نے ابوالنعمان محمد بن الفضل کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے رفع یدین کیا جب نماز شروع کی اور جب رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اُٹھایا، پھر میں نے اُن سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے حماد بن زید کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے رفع یدین کیا جب نماز شروع کی اور جب رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اُٹھایا، پھر میں نے اُن سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے ایوب السختیانی کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے۔ پھر میں نے اُن سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے عطاء بن ابی رباح کو دیکھا، وہ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے، پھر میں نے اُن سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے۔ میں نے اُن سے اس کے بارے میں پوچھا تو عبداللہ بن زبیر

(رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے۔

اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے۔

اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳)

حافظ ذہبی نے فرمایا: "رواته ثقات" اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(المہذب فی اختصار السنن الکبیر ۲/۴۹ ح ۱۹۴۳، دوسرا نسخہ ۱/۵۲۲ ح ۲۲۵۷)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: "و رجاله ثقات" اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹ ح ۳۲۸)

عرض ہے کہ اس حدیث کی سند اُصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی رُو سے بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث کے تمام راویوں کے مختصر اور جامع حالات درج ذیل ہیں:

۱) امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ)

اُن کے ثقہ وصدوق ہونے پر اجماع ہے اور ان کے بارے میں محدثین کرام کی دس گواہیاں پیشِ خدمت ہیں:

۱: حافظ ابو الحسن عبد الغافر بن اسماعیل الفارسی (متوفی ۵۲۹ھ) نے فرمایا:

"الإمام الحافظ الفقيه الأصولي الديّن الورع، واحد زمانه في الحفظ و فرد أقرانه في الإتقان و الضبط." امام حافظ فقیہ اُصولی دیندار پرہیزگار، حفظ میں یکتائے رُوزگار اور اپنے زمانے میں ضبط واتقان (ثقاہت) میں یکہ وتنہا تھے۔

(الحلقۃ الاولیٰ من تاریخ نیسابور، المنتخب من السیاق ص ۱۲۷ ت ۲۳۱)

۲: ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے کہا: "و كان واحد زمانه في الحفظ والإتقان، حسن التصنيف" وہ اپنے زمانے میں حافظے اور اتقان (ثقہ ومتقن ہونے) میں اکیلے تھے، اچھی کتابیں لکھنے والے تھے۔ (المنتظم ج ۱۶ ص ۹۷ وفیات ۴۵۸ھ)

۳: ابوالقاسم زاہر بن طاہر بن محمد الشحامی (متوفی ۵۳۳ھ) نے فرمایا:
"الشیخ الإمام الحافظ أبو بکر أحمد بن الحسین بن علي البیهقي رحمه الله"
(السنن الکبریٰ کا مقدمہ ج ۱ ص ۲)

۴: ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی (متوفی ۵۶۲ھ) نے کہا:
"کان إمامًا فقیهًا حافظًا جمع بین معرفة الحدیث و فقهه و کان تتبع نصوص الشافعي و جمع کتابًا فیها ..."
وہ امام فقیہ حافظ تھے، انھوں نے معرفتِ حدیث اور فقہ الحدیث جمع کر لی اور شافعی کے اقوال اکٹھے کر کے ان میں ایک کتاب لکھی تھی... (الانساب ۱/۴۳۸ بیہق)

۵: ابن نقطہ بغدادی (متوفی ۶۲۹ھ) نے کہا: "الحافظ الإمام" حافظ امام۔
(التقیید ج ۱ ص ۱۴۷، ترجمہ ۱۵۷)

۶: یاقوت الحموی (متوفی ۶۲۶ھ) نے کہا:
"و هو الإمام الحافظ الفقیه في أصول الدین، الورع، أوحد الدهر فی الحفظ و الإتقان مع الدین المتین ..." اور وہ امام حافظ، اصولِ دین میں فقیہ، پرہیز گار، مضبوط دینداری کے ساتھ اپنے زمانے میں حافظ اور ثقہ ہونے میں اکیلے (یعنی بے مثال) تھے۔ (معجم البلدان ج ۱ ص ۵۳۸ بیہق)

۷: مورخ ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) نے کہا: "الفقیه الشافعي الحافظ الکبیر المشهور، واحد زمانه و فرد أقرانه فی الفنون" فقیہ شافعی حافظ کبیر مشہور، اپنے زمانے میں اکیلے اور فنون میں اپنے ساتھیوں پر مقدم تھے۔ (وفیات الاعیان ۱/۷۵)

تنبیہ: شافعی کا مطلب مقلد ہونا نہیں ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

۸: حافظ ذہبی نے فرمایا: "هو الحافظ العلامة الثبت الفقیه، شیخ الإسلام"
وہ حافظ علامہ ثقہ فقیہ، شیخ الاسلام ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۳)

۹: حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) نے فرمایا:

"وكان واحد زمانه في الإتقان والحفظ و التصنيف ، فقيهًا محدّثًا أصوليًا" وہ ثقاہت، حفظ اور تصنیف میں اپنے زمانے میں یکہ وتنہا تھے، فقیہ محدث (اور) اُصولی تھے۔ (البدایہ والنہایہ نسخہ محققہ ۱۶۵/۱۳، وفیات ۴۵۸ھ)

۱۰: حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی رحمہ اللہ نے فرمایا: "كان واحد زمانه و فرد أقرانه حفظًا و اتقانًا و ثقة و عمدة وهو شيخ خراسان ... "وہ اپنے زمانے میں یکہ وتنہا اور حفظ، اتقان، ثقہ اور قابلِ اعتماد ہونے میں اپنے ساتھیوں میں اکیلے (بے مثال) تھے اور وہ خراسان کے شیخ ہیں۔ (شذرات الذہب ج ۳ ص ۳۰۴۔۳۰۵)

امام بیہقی پر روایتِ حدیث میں کسی قسم کی کوئی جرح نہیں، لہٰذا اُن کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔

اگر کوئی کہے کہ "امام بیہقی تو امام شافعی کے مقلد تھے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام بیہقی امام شافعی کے مقلد نہیں تھے اور اس کی دس (۱۰) دلیلیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: امام بیہقی نے قاضی کے بارے میں لکھا ہے: "فإنه غير جائز له أن يقلّد أحدًا من أهل دهره" إلخ پس بے شک اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانے والوں میں سے کسی ایک کی تقلید کرے... (السنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۳)

جب قاضی کے لئے اپنے زمانے کے علماء کی تقلید ناجائز ہے تو سابقہ زمانے والے علماء کی تقلید بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہے اور یہ معلوم ہے کہ امام بیہقی قاضی کے درجے سے افضل تھے۔

۲: امام بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ نقل کیا کہ "لا تقلّدوا دينكم الرجال ... "اور اپنے دین میں مَردوں کی تقلید نہ کرو...

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰، میری کتاب: دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۵)

اس فتوے کی مخالفت امام بیہقی سے اُن کی کسی کتاب میں ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس حکماً مرفوع حدیث کے مقابلے میں وہ تقلید کرتے ہوں گے۔

۳: امام بیہقی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حکم حسن لذاتہ سند کے ساتھ نقل کیا کہ کتاب اللہ کے

مقابلے میں لوگوں کی طرف التفات نہ کرو۔ (السنن الکبریٰ ۱۰/۱۱۵)

بیہقی سے اس فاروقی فتوے کی مخالفت ثابت نہیں ہے۔

۴: امام بیہقی بہت بڑے عالم تھے اور عالم کا مقلّد ہونا محال ہے، کیونکہ مقلّد تو جاہل ہوتا ہے۔ سرفراز خان دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور تقلید جاہل ہی کیلئے ہے'' (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۲۳۴)

۵: امام بیہقی سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ انھوں نے فرمایا ہو: ''میں مقلّد ہوں''

۶: امام بیہقی کے کسی شاگرد سے ان کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ ''میرے استاذ مقلّد تھے۔''

۷: کسی عالم کو شافعی قرار دینا اُس کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں ہے، مثلاً ابوبکر القفال الشافعی، ابوعلی الشافعی اور قاضی حسین الشافعی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''لسنا مقلّدين للشافعي، بل وافق رأينا رأيه'' ''ہم شافعی کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ہماری رائے اُن کی رائے کے موافق ہوگئی ہے۔

(تقریرات الرافعی ۱/۱۱، التقریر والتحبیر ۳/۴۵۳، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۶)

۸: امام بیہقی نے فرمایا کہ میں نے ہر ایک کے اقوال کو کتاب وسنت اور آثار پر پیش کیا ہے پھر (امام) شافعی کو اتباع (یعنی اتباع کتاب وسنت) میں سب سے زیادہ پایا ہے...

(معرفۃ السنن والآثار ج۱ ص ۱۲۵۔۱۲۶، مخطوط ۲۸۔۲۹)

معلوم ہوا کہ بیہقی نے شافعی کے اقوال کو اپنے اجتہاد کے ساتھ ترجیح دی۔

۹: امام بیہقی نے امام ابن ابی حاتم کی کتاب آداب الشافعی ومناقبہ سے امام شافعی کا قول نقل کیا: ''و لا تقلدوني'' اور میری تقلید نہ کرو۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ج۱ ص ۴۷۳)

یہ کس طرح ہوسکتا تھا کہ اس قول کے باوجود امام بیہقی تقلید کرتے؟!

۱۰: تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ دیکھئے اعلام الموقعین لابن القیم (۲/۲۰۸) الرد علیٰ من اخلد الی الارض (ص ۱۳۳) اور دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۳۲)

امام بیہقی کا بدعتِ تقلید میں مبتلا ہونا ثابت نہیں بلکہ انھوں نے اپنی کتاب میں (اگر نماز چار یا تین رکعتوں والی ہو تو) دو رکعتوں سے قیام پر رفع یدین کا باب لکھ کر امام شافعی کی تقلید کے پرخچے اُڑا دیئے ہیں: باب رفع الیدین عندا لقیام من الر کعتین

(السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۳۶)

۲) ابوعبداللہ الحافظ (الحاکم النیسابوری صاحب المستدرک)

درج ذیل محدثین وعلماء سے آپ کی توثیق وتعریف ثابت ہے:

۱: خطیب بغدادی

۲: ابن الجوزی

۳: ذہبی

۴: ابن کثیر

۵: ابوسعد السمعانی

۶: حافظ ابن حجر

۷: عبدالغافر بن اسماعیل الفارسی

۸: عبدالوہاب بن علی السبکی

۹: ابوالخیر محمد بن محمد الجزری

۱۰: بیہقی

ان کے مقابلے میں حافظ محمد بن طاہر المقدسی کی جرح مردود ہے۔

تنبیہ: امام حاکم پر ابن الفلکی کی طرف منسوب جرح: "یمیل إلی التشیع" اور شیخ الاسلام ابو اسماعیل الہروی کی طرف منسوب جرح: "حدیث میں امام اور رافضی خبیث" ان دونوں علماء سے باسند صحیح ثابت نہیں، لہٰذا یہ جرح تین وجہ سے مردود ہے:

① باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

② جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

③ حاکم کی کتابوں مثلاً مستدرک وغیرہ سے یہ ظاہر ہے کہ وہ شیعہ نہیں بلکہ سنی تھے۔
تفصیلی حوالوں کے لئے دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام (فتاویٰ علمیہ ج ۱ ص ۵۷۲۔ ۵۷۸) اور المستدرک (۳/ ۸۰ قبل ح ۴۴۷۷ ومن مناقب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ)

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے امام حاکم کے بارے میں لکھا ہے کہ ''جس کو تذکرۃ الحفاظ میں رافضی خبیث لکھا ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۵۹)

عرض ہے کہ اوکاڑوی کی یہ جرح چار وجہ سے مردود اور باطل ہے:

۱: تذکرۃ الحفاظ للذہبی میں محمد بن طاہر المقدسی سے منقول ہے کہ میں نے ابو اسماعیل الانصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ''ثقة في الحديث، رافضي خبيث'' وہ حدیث میں ثقہ تھے، رافضی خبیث تھے۔ (ج ۳ ص ۱۰۴۵ ت ۹۶۲)

یہ جرح محمد بن طاہر سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

۲: یہ جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۳: حاکم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب لکھے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شیعہ ان صحابہ کی فضیلت کا قائل ہو، بلکہ شیعہ تو ان صحابہ کو بُرا کہتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

۴: اوکاڑوی کے استاد اور حیاتی دیوبندیوں کے ''امام'' سرفراز خان صفدر دیوبندی نے امام حاکم کے بارے میں لکھا ہے کہ ''یہ وہی امام ہیں جن کو الحاکم کہتے ہیں۔ اور جن کی کتاب مستدرک شائع ہو چکی ہے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ وہ الحافظ الکبیر اور امام المحدثین تھے (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۲۷)'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۱۰۴، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۳۴۔ ۱۳۵)

اوکاڑوی پارٹی کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر جمہور محدثین کی تحقیق آپ لوگ نہیں مانتے تو اپنے خود ساختہ ''امامِ اہلِ سنت'' کی تحقیق ہی مان لیں۔!

۳) امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد الزاہد الصفار الاصفہانی رحمہ اللہ کی توثیق وتعریف دس محدثین وعلماء سے پیشِ خدمت ہے:

۱: بیہقی نے روایتِ مذکورہ میں انھیں ثقہ کہا۔

۲: حاکم نے اُن کی بیان کردہ ایک حدیث کو "صحیح علی شرط الشیخین" کہہ کر اُن کی توثیق کردی۔ (دیکھئے المستدرک ۱/۳۰ ح ۸۲)

حاکم نے تاریخ نیساپور میں انھیں اپنے زمانے میں خراسان کا محدث (اور) مجاب الدعوۃ قرار دیا یعنی آپ کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ (الانساب ۳/۵۴۴)

۳: ذہبی نے انھیں ثقہ کہا اور فرمایا: "الشیخ الإمام المحدث القدوۃ"

(سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۳۷)

۴: حافظ ابن حجر العسقلانی نے انھیں ثقہ کہا۔

۵: ابونعیم الاصبہانی نے کہا: "أحد العباد" وہ عبادت گزار لوگوں میں سے ایک تھے۔

(اخبار اصبہان ج ۲ ص ۲۷۱)

۶: ابوسعد السمعانی نے فرمایا: "و کان زاھدًا حسن السیرۃ ورعًا کثیر الخیر" اور وہ زاہد، اچھی سیرت والے، پرہیزگار (اور) بہت نیکی کرنے والے تھے۔

(الانساب ج ۳ ص ۵۴۴)

۷: ابن الجوزی نے انھیں خراسان کا محدّث اور مجاب الدعوۃ قرار دیا۔

(المنتظم ج ۱۴ ص ۸۳ ت ۲۵۲۷، وفیات ۳۳۹ھ)

۸: حافظ ابن کثیر نے انھیں خراسان کا محدّثِ عصر اور مجاب الدعوہ (یعنی مستجاب الدعوات) قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۱۸۴)

۹: ابن الاثیر الجزری (متوفی ۶۳۰ھ) نے فرمایا: "کان زاھدًا حسن السیرۃ ورعًا" وہ زاہد، اچھی سیرت والے پرہیزگار تھے۔ (اللباب فی تہذیب الانساب ۲/۵۱)

۱۰: صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی (متوفی ۷۶۴ھ) نے انھیں خراسان کا محدثِ عصر قرار دیا۔ (الوافی بالوفیات ج ۳ ص ۲۵۶ ت ۱۳۶۹)

آپ نے اپنے استاذ ابواسماعیل السلمی سے حدیث سُنی ہے۔

دیکھئے المستدرک (ج ۱ ص ۱۱۷ ح ۴۰۳)

اور آپ کا مدلس ہونا بھی ثابت نہیں، لہٰذا یہ حدیث متصل اور صحیح ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے استاذ محترم مولانا فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ کا حاشیہ بر: جلاء العینین بتخریج روایات جزء رفع الیدین (ص ۱۸)

فائدہ: محمد بن عبداللہ الصفار اگرچہ متابعت کے محتاج نہیں، لیکن عرض ہے کہ عبداللہ بن یحییٰ بن مہران بن خالد بن عثمان بن عبداللہ الحرشی: ابن ابی زکریا القاذی رحمہ اللہ نے بعینہ یہی حدیث: ''ثنا أبو إسماعيل محمد بن إسماعيل الترمذي'' کہہ کر اُن کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ دیکھئے منتقیٰ حدیث ابی الحسن احمد بن ابراہیم بن عبدویہ العبدوی النیسابوری یعنی جزء العبدوی (ح ۲۴) مجموعہ اجزاء حدیثیہ تحقیق مشہور بن حسن (ج ۲ ص ۳۱۶)

۴) ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل بن یوسف السلمی الترمذی رحمہ اللہ کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہے، جس میں سے دس حوالے درج ذیل ہیں:

۱: ان کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: ''ثقة صدوق''

(سوالات الحاکم النیسابوری للدارقطنی: ۵۲۶)

۲: حافظ ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ (ج ۹ ص ۱۲۲)

۳: خطیب بغدادی نے فرمایا: ''و كان فهمًا متقنًا مشهورًا بمذهب السنة''

اور آپ سمجھ دار، ثقہ (اور) اہلِ سنت کے مذہب کے ساتھ مشہور تھے۔ (تاریخ بغداد ۲/ ۴۲)

۴: حاکم نیشاپوری نے محمد بن اسماعیل السلمی کی بیان کردہ حدیث کو ''صحيح الإسناد'' کہا۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۷ ح ۲۴۴ ووافقہ الذہبی)

۵: حافظ ابو عوانہ نے اُن سے اپنی صحیح ابی عوانہ میں بہت سی روایتیں بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے صحیح ابی عوانہ (ج ۱ ص ۳۰۲ ح ۶۷۶، ج ۲ ص ۳۱۲ ح ۱۸۱۸)

۶: ابو سعد السمعانی نے کہا: ''فقيه عالم ثقه صدوق...'' فقیہ عالم ثقہ صدوق

(الانساب ج ۱ ص ۴۶۱ ترمذی)

۷: حافظ ذہبی نے فرمایا: ''الإمام الحافظ الثقة '' (سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۲۴۲)

اور ابن ابی حاتم کی جرح نقل کر کے فرمایا: ''انبرم الحال علٰی توثیقه و إمامته ''ان کی توثیق اور امامت پر حال مستحکم (یعنی قطعی فیصلہ) ہو چکا ہے۔ (النبلاء ۱۳/ ۲۴۳)

۸: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''ثقة حافظ لم يتضح قول أبي حاتم فيه . ''

ثقہ حافظ ہیں ابو حاتم (یعنی ابن ابی حاتم) کا قول اُن کے بارے میں واضح نہیں ہوا ہے۔

(تقریب التہذیب: ۵۷۳۸)

۹: ابن ناصر الدین الدمشقی نے فرمایا: ''ثقه متقن '' (شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۷۶)

۱۰: محمد بن علی بن احمد الداوودی (متوفی ۹۴۵ھ) نے کہا: ''ثقه حافظ '' إلخ

(طبقات المفسرین ص ۳۷۳ ت ۴۶۴)

اس عظیم الشان توثیق کے مقابلے میں امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی نے کہا:

''سمعت منه بمكة و تكلموا فيه ''میں نے اس سے مکہ میں سنا اور انھوں نے اس میں کلام کیا ہے۔ (الجرح والتعدیل ۷/ ۱۹۱)

یہ جرح چار وجہ سے مردود اور باطل ہے:

① ان میں کلام کرنے والے (جارحین) نامعلوم یعنی مجہول ہیں اور مجہول کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

② ان میں کیا کلام کیا گیا تھا؟ معلوم نہیں یعنی جرح نامعلوم ہے۔

③ یہ جرح جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔

④ علمائے کرام مثلاً حافظ ابن حجر وغیرہ نے اس جرح کو رد کر دیا اور حاکم نیشاپوری نے فرمایا: ''لم يتكلم فيه أبو حاتم ''ابو حاتم (الرازی) نے اُن پر کوئی کلام نہیں کیا۔

(سوالات الحاکم للدارقطنی: ۱۷۵)

جب امام ابن ابی حاتم کے والد امام ابو حاتم نے امام محمد بن اسماعیل السلمی پر کوئی جرح نہیں کی تو پھر مجہول جارحین کی مجہول جرح کا کیا اعتبار ہے؟

فائدہ: خطیب بغدادی نے محمد بن اسماعیل السلمی الترمذی کے بارے میں فرمایا:

''و روی عنه أیضًا أبو عیسی الترمذي و أبو عبدالرحمٰن النسائي في صحیحیهما '' اور اُن سے ابوعیسیٰ الترمذی اور ابوعبدالرحمٰن النسائی دونوں نے بھی اپنی اپنی صحیح کتابوں میں روایت کی ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۴۲ ت ۴۳۵)

معلوم ہوا کہ وہ امام ترمذی اور امام نسائی دونوں کے نزدیک صحیح الحدیث ثقہ تھے۔

۵) امام ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی البصری: عارم رحمہ اللہ کو کئی محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا، جن میں سے دس حوالے درج ذیل ہیں:

۱: ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ''ثقة '' اور فرمایا: جب عارم تجھے حدیث بیان کریں تو اُس پر مہر لگا دو۔

۲: محمد بن مسلم بن وارہ نے فرمایا: ''الصدوق المأمون '' (الجرح والتعدیل ۸/۵۸)

۳: امام عجلی نے فرمایا: ''بصري ثقة رجل صالح ... و کان ثقة یعد من أصحاب الحدیث '' بصری ثقہ نیک آدمی ... اور آپ ثقہ تھے، اصحاب الحدیث میں شمار کئے جاتے تھے۔ (معرفۃ الثقات/ التاریخ: ۱۶۰۸ ترجمہ عارم)

۴: امام محمد بن یحییٰ الذہلی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' و کان بعیدًا من العرامة ثقة صدوقًا مسلمًا '' وہ بداخلاقی سے دُور تھے، ثقہ صدوق مسلمان تھے۔

(منتقیٰ ابن الجارود: ۱۹۸)

۵: امام نسائی نے فرمایا: '' و کان أحد الثقات قبل أن یختلط '' اور وہ اختلاط سے پہلے ثقہ راویوں میں سے ایک تھے۔ (السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۵۹۳)

۶: حاکم نیشاپوری نے فرمایا: '' حافظ ثقة '' (المستدرک ۱/۱۰۰ ح ۳۴۱)

۷: محدّث خلیلی قزوینی نے فرمایا: '' ثم من بعدهم من المتقنین أبو النعمان عارم، معتمد في حدیثه '' پھر ان کے بعد ثقہ راویوں میں سے ابوالنعمان عارم، ان کی حدیث پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۲/۴۹۸ ت ۲۱۳)

۸: عقیلی نے کہا:" فمن سمع من عارم قبل الإختلاط فهو أحد ثقات المسلمين و إنما الكلام فيه بعد الإختلاط ." پس جس نے عارم سے (اُن کے) اختلاط سے پہلے سنا تو وہ مسلمانوں کے ثقہ راویوں میں سے ایک ہیں اور ان پر کلام تو اختلاط کے بعد پر ہی ہے۔ (کتاب الضعفاء ج ۴ ص ۱۳۴، دوسرا نسخہ ص ۱۲۷۸)

۹: امام بخاری نے صحیح بخاری میں ابو النعمان سے بہت سی روایتیں بیان کیں جو اس کی دلیل ہے کہ وہ امام بخاری کے نزدیک ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث تھے۔

۱۰: امام مسلم نے صحیح مسلم میں ابو النعمان السدوسی سے حدیثیں بیان کیں، جو اُن کی طرف سے ابو النعمان کی توثیق ہے۔

اگر کوئی کہے کہ" ابو النعمان آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے" تو عرض ہے کہ یہ اعتراض پانچ وجہ سے مردود ہے:

① حافظ ذہبی نے ابو النعمان کے بارے میں فرمایا:"ثقة شهير ، يقال :اختلط بآخره "مشہور ثقہ، کہا جاتا ہے کہ وہ آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

(معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم بما لا یوجب الرد ص ۱۶۹)

اور فرمایا:"تغير قبل موته فما حدّث "وہ اپنی وفات سے پہلے تغیر (اختلاط) کا شکار ہوئے تو کوئی حدیث بیان نہیں کی۔ (الکاشف ۳/ ۹۷ ت ۵۱۹۷)

جب اختلاط کے بعد امام ابو النعمان نے کوئی حدیث بیان ہی نہیں کی تو پھر اعتراض کیسا؟

② ابو النعمان کو اختلاط کیسا ہوا تھا؟ اس کی تشریح میں ابو حاتم الرازی کا قول پیشِ خدمت ہے:"و زال عقله "اور اُن کی عقل زائل ہو گئی تھی۔ (الجرح والتعدیل ج ۸ ص ۵۹)

جس کی عقل زائل ہو جائے وہ پاگل ہوتا ہے، لہٰذا اگر ایک ثقہ راوی آخری عمر میں پاگل ہو گئے تھے تو وہ مرفوع القلم ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ کسی قسم کے مجرم نہیں۔

جو شخص پاگل ہو جائے وہ حدیثیں بیان نہیں کرتا اور نہ کوئی ہوش مند شخص کسی پاگل سے حدیثیں سنتا ہے، لہٰذا حدیث مذکور پر اختلاط کا اعتراض غلط ہے۔

③ ثقہ حافظ امام ابو اسماعیل السلمی نے فرمایا کہ ''میں نے ابو النعمان کے پیچھے نماز پڑھی'' اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابو النعمان اس وقت اختلاط کا شکار نہیں ہوئے تھے اور نہ پاگل ہوئے تھے بلکہ لوگوں کو نمازیں پڑھاتے تھے۔ پاگل کے پیچھے وہی نماز پڑھتا ہے جو خود پاگل ہو۔

④ امام بیہقی نے ''رواۃ ثقات'' کہہ کر اور اس حدیث سے استدلال کر کے یہ گواہی دے دی ہے کہ اس حدیث کے راوی ایک دوسرے سے روایت کرنے میں ثقہ ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں اختلاط کا اعتراض مردود ہے۔

⑤ امام عبدالرزاق نے فرمایا: مکے والوں نے شروع نماز میں رفع یدین، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت (رفع یدین) ابن جریج سے لیا، انھوں نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے ابن الزبیر (رضی اللہ عنہ) سے اور ابن الزبیر نے ابوبکر الصدیق (رضی اللہ عنہ) سے، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے۔

(الاوسط لابن المنذر ۳/ ۱۴۷ ح ۱۳۸۸، وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۳/ ۳۰۴ ح ۱۳۸۳)

عقیلی کے نانا ابو خالد یزید بن محمد بن حماد العقیلی المکی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے بصرہ میں ابو النعمان عارم سے زیادہ اچھی نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا، اور لوگ کہتے تھے: انھوں نے حماد بن زید سے نماز سیکھی اور حماد نے ایوب سے سیکھی تھی۔ الخ

(کتاب الضعفاء ۴/ ۱۲۲، دوسرا نسخہ ۱۲۷۷۔۱۲۷۸)

فائدہ: طاہر القادری صاحب نے بھی ابو النعمان پر اختلاط کے الزام کا زبردست جواب دیا ہے۔ دیکھئے کتاب: عقیدۂ توسّل (مطبوعہ منہاج القرآن لاہور، ص ۲۳۲۔۲۳۴)

٦) حماد بن زید صحیحین کے بنیادی راوی، بہت بڑے امام، فقیہ اور بالاجماع ثقہ تھے۔ انھیں ابن سعد، عجلی اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ کہا بلکہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''لیس أحد في أیوب أثبت من حماد بن زید'' ایوب سے روایت میں حماد بن زید سے زیادہ ثقہ کوئی نہیں ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۳/ ۱۳۹، وسندہ صحیح)

یہ روایت بھی ایوب السختیانی سے ہی ہے۔

۷) ایوب بن ابی تمیمہ السختیانی رحمہ اللہ صحیحین کے بنیادی راوی، بہت بڑے امام، فقیہ اور بالاجماع ثقہ تھے۔ انھیں امام یحییٰ بن معین، ابن سعد، ابو حاتم الرازی اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔

۸) امام عطاء بن ابی رباح المکی جلیل القدر تابعی، صحیحین کے بنیادی راوی، بہت بڑے امام، فقیہ اور بالاجماع ثقہ تھے۔ انھیں ابن سعد، عجلی ابو زرعہ الرازی اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔

فائدہ: ایک اور روایت سے بھی ثابت ہے کہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن)

۹) سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور جلیل القدر امام تھے۔

فائدہ: ابو الزبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر اور عبداللہ بن الزبیر (رضی اللہ عنہما) دونوں کو دیکھا، وہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(کتاب الاثرم بحوالہ التمہید ۹/ ۲۱۷ وسند الاثرم صحیح)

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کسی روایت میں بھی ثابت نہیں ہے۔

۱۰) سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ خلیفۂ اول، امیر المومنین اور یقیناً جنتی ہیں۔

تنبیہ: سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کسی صحیح یا مقبول روایت سے ثابت نہیں ہے۔ محمد بن جابر الیمامی والی روایت ضعیف، مردود اور باطل ہے۔

محمد بن جابر کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا۔ دیکھئے مجمع الزوائد (۵/ ۱۹۱)

خلاصۃ التحقیق: اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مسلسل رفع یدین والی حدیث بلحاظِ اصول الحدیث و اسماء الرجال اور بلحاظِ سند و متن بالکل صحیح ہے۔

حدیث کی تشریح: اس حدیث اور اس کی تشریح سے درج ذیل باتیں ثابت ہیں:

۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے

تھے۔

۲: رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۳: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۴: سیدنا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے بعد امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۵: امام عطاء کے بعد امام ایوب السختیانی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۶: امام ایوب السختیانی کے بعد امام حماد بن زید رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۷: امام حماد بن زید کے بعد امام بخاری کے مشہور استاذ امام ابو النعمان السدوسی (متوفی ۲۲۴ھ) رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ خیر القرون کے بہترین دور میں رسول اللہ ﷺ سے لے کر تیسری صدی ہجری تک رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین پر اہلِ سنت کے جلیل القدر اماموں اور ثقہ راویانِ حدیث کا مسلسل اور غیر منقطع عمل رہا ہے، لہٰذا رفع یدین کو منسوخ، ممنوع یا متروک سمجھنا غلط اور باطل ہے۔ اگر رفع یدین منسوخ ہوتا تو سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری زمانے میں کبھی رفع یدین نہ کرتے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آخری نمازیں پڑھی تھیں بلکہ آپ کے مصلے پر آخری نماز پڑھائی بھی تھیں۔ کیا انھیں رفع یدین کے منسوخ یا متروک ہونے کا علم نہ ہو سکا تھا؟! اگر رفع یدین منسوخ یا متروک ہوتا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اُن کے نواسے سیدنا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کبھی رفع یدین نہ کرتے، انھوں نے نماز اپنے نانا سے سیکھی تھی اور نانا بھی

وہ جو نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل ہیں۔

۸: محدثینِ کرام میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا۔

۹: جو لوگ رفع یدین کے منسوخ یا متروک ہونے کے قائل ہیں، وہ قیامت تک ایسی کوئی حدیث مسلسل پیش نہیں کر سکتے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نبی ﷺ نے آخر میں رفع یدین ترک کر دیا تھا، پھر آپ کے صحابی نے رفع یدین ترک کر دیا، پھر صحابی کے شاگرد تابعی نے رفع یدین ترک کر دیا، پھر اس تابعی کے شاگرد تبع تابعی نے رفع یدین ترک کر دیا تھا۔ الخ

۱۰: یہ حدیث اس بات پر فیصلہ کن ہے کہ رفع یدین آخر میں نہ تو متروک ہوا تھا اور نہ منسوخ ہوا تھا۔

اس صحیح حدیث پر بعض الناس کے اعتراضات اور ان کے جوابات

۱) ایک شخص نے امام بیہقی کے بارے میں لکھا ہے کہ ''جو امام شافعیؒ کے مقلد ہیں اور احناف کے خلاف سخت تعصب رکھتے تھے اور تقلیدِ امام شافعیؒ میں اتنے سخت تھے کہ ابو محمد الجوینی جیسے عظیم محدث نے جب امام شافعیؒ کی تقلید چھوڑ کر خود اجتہاد کا ارادہ فرمایا تو امام بیہقی نے انہیں خط لکھ کر منع کیا کہ آپ کے لیے تقلیدِ امام شافعیؒ کو چھوڑنا ہرگز جائز نہیں (طبقات الشافعیہ)...'' (تجلیاتِ صفدر ج۲ ص۳۸۴)

ان جھوٹے اعتراضات کے علی الترتیب جوابات درج ذیل ہیں:

۱: امام بیہقی مقلد نہیں تھے بلکہ بہت بڑے عالم تھے۔ دیکھئے یہی مضمون (ترجمۂ حدیث کے بعد) فقرہ:۱

۲: امام بیہقی احناف کے خلاف کسی قسم کا تعصب نہیں رکھتے تھے۔

۳: امام بیہقی نے ابو محمد الجوینی کو تقلید چھوڑنے سے ہرگز منع نہیں کیا بلکہ انھوں نے بعض شافعیہ پر رد کیا جو کتب المتقدمین کو ''تقلیداً'' لے لیتے تھے۔

دیکھئے طبقات الشافعیہ للسبکی (ج۳ ص۱۰۴، ترجمہ عبداللہ بن یوسف الجوینی)

اور فرمایا: ''و اجتهادي في طلبه ''اور میں طلبِ حدیث میں اجتہاد (خوب محنت) کرتا ہوں۔ (ص ۱۰۴)

بیہقی نے یہ نہیں فرمایا کہ ''تقلید امام شافعی کو چھوڑنا ہرگز جائز نہیں'' لہٰذا تجلیاتِ صفدر والے نے صریح جھوٹ بولا ہے۔

بیہقی نے تو ابو محمد الجوینی کی بیان کردہ بعض ضعیف روایات پر رد کیا اور انھیں تحقیق کی ترغیب دی۔

۲) بعض الناس نے امام حاکم کو رافضی خبیث اور غالی شیعہ لکھا ہے۔

(دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۸۵)

یہ دونوں الزامات باطل ہیں، جیسا کہ تحقیق روایاتِ حدیث فقرہ نمبر ۲ کے تحت گزر چکا ہے۔

۳) بعض الناس نے لکھا ہے: ''دوسرے راوی الصفار کا سماع آپ اس کے استاد السلمی سے ثابت نہ کر سکتے تھے۔ اگر ہمت ہے تو کر کے دکھاؤ۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۲۵۹)

عرض ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار نے فرمایا:

''ثنا أبو إسماعیل محمد بن إسماعیل ...'' (المستدرک ج ۱ ص ۱۱۷ ح ۴۰۳)

سماع ثابت ہو گیا، لہٰذا اعتراض باطل ہے۔

٤) بعض الناس نے لکھا ہے: ''پھر یہ سلمی خود متکلم فیہ راوی ہے۔''

(تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۲۵۹)

عرض ہے کہ سلمی رحمہ اللہ کو دس سے زیادہ محدثین نے ثقہ وصدوق قرار دیا، لہٰذا ان پر مجہول جارحین کی مجہول جرح مردود ہے۔ دیکھئے یہی مضمون توثیق روایانِ حدیث فقرہ نمبر ۴

۵) ابو نعیم الفضل بن دکین الکوفی رحمہ اللہ ۲۱۸ھ یا ۲۱۹ھ میں فوت ہوئے۔

دیکھئے تہذیب الکمال (۳۵/۶)

امام ابو اسماعیل السلمی نے فرمایا: ''ثنا الفضل بن دکین'' ہمیں فضل بن دکین

نے حدیث بیان کی۔

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص ۱۸۰۔۱۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۳۵ باب ماجاء فی اثبات صفۃ البصر والرؤیۃ)

معلوم ہوا کہ ۲۱۸ ہجری میں ابو اسماعیل سمجھدار نوجوان تھے۔

محمد بن الفضل السدوسی ۲۲۳ھ یا ۲۲۴ھ میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۶۲۲۶)

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا:

''فمن کتب عنه قبل سنة عشرين و مأتين فسماعه جيد . '' جس نے اُن (ابو النعمان) سے ۲۲۰ھ سے پہلے لکھا ہے تو اس کا سماع اچھا ہے۔ (الجرح والتعدیل ۵۹/۸)

جو طالب علم ۲۱۸ھ میں حدیثیں پڑھ رہا تھا کیا وہ ۲۲۰ھ سے پہلے ابو النعمان کی مجلس میں نہیں پہنچ سکتا تھا؟ معلوم ہوا کہ سلمی کا ابو النعمان سے سماع اُن کے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

نیز دیکھئے توثیق راویانِ حدیث فقرہ: ۵

۶) بعض الناس نے کہا: ''گویا اسے بھی ساری زندگی میں ایک ہی آدمی رفع یدین کرنے والا ملا۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۲۶۰)

عرض ہے کہ یہ بات بلا دلیل ہے اور عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

دوسرے یہ کہ اگر حماد بن زید رحمہ اللہ کو ترکِ رفع یدین کی کوئی صحیح حدیث کسی راوی سے پہنچتی تو وہ اسے ضرور بیان کرتے اور کبھی حق نہ چھپاتے۔ ان کا ترکِ رفع یدین والی کوئی حدیث بیان نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ۱۷۹ھ تک بصرے میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں تھا۔

۷) بعض الناس نے لکھا ہے کہ ''اور میں نے اس سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی کے نصف اول میں ساری دنیا میں صرف بصرہ میں ہی ایک شخص رفع یدین کرنے والا تھا۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۶۰)

انھوں نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ یہ کیا ہے؟ بلکہ ''فسألته عن ذلك '' کا مطلب ہے:

میں نے اُن سے اس کے بارے میں پوچھا۔

اس کا مطلب ہے کہ حماد بن زید نے اپنے اطمینان اور روایتِ حدیث محفوظ کرنے کے لئے اپنے استاد سے اُن کے عمل کی دلیل پوچھی تھی، دلیل پوچھنا کوئی جرم نہیں ہے اور نہ اس کی دلیل ہے کہ باقی سارے لوگ اس کے بالکل الٹ چل رہے تھے۔

شاگرد کا اپنے اُستاد سے سوال کرنا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں کہ اُس زمانے میں تمام مسلمانوں کا اس مسئلے کے خلاف عمل تھا یا یہ کہ یہ مسئلہ عجیب اور نرالا ہے۔

اس بات کی فی الحال تین دلیلیں پیشِ خدمت ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے بارے میں سوال کیا تھا۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۲۰۲)

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے زمانے میں تمام صحابہ وتابعین یا عام علماء موزوں پر مسح کے قائل نہیں تھے؟ ہرگز یہ مطلب نہیں لہٰذا ''تجلیاتی'' منکرِ حدیث کا اعتراض باطل ہے۔

② چار رکعتوں والی نماز میں بائیس (۲۲) تکبیریں ہوتی ہیں، جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں بائیس تکبیریں کہیں تو عکرمہ تابعی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا تھا۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۸۸، اور الحدیث حضرو: ۶۶ ص ۲۱۔۲۲)

③ ابو جمرہ الضبعی رحمہ اللہ نے حجِ تمتع کیا تھا، پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا تھا۔ دیکھئے صحیح مسلم (۱۲۴۲، دار السلام: ۳۰۱۵)

کیا مسئلہ پوچھنے کی وجہ سے حجِ تمتع بھی ممنوع، متروک یا منسوخ ہو جائے گا؟

معلوم ہوا کہ یہ اصول ہی باطل ہے کہ پوچھنے یا دلیل مانگنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کا اس مسئلے پر عمل نہیں تھا۔!!

بعض الناس نے میمون مکی (مجہول) وغیرہ کی ضعیف و مردود روایتیں پیش کر کے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو کہ اصولاً باطل اور مردود ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۹/ مئی ۲۰۱۰ء)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور تشہد میں اشارے سے سلام

تمیم بن طرفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں جیسا کہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ نماز میں سکون اختیار کرو! پھر آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ ہم مختلف حلقوں میں بکھرے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں جدا جدا دیکھ رہا ہوں؟ پھر آپ دوبارہ تشریف لائے تو فرمایا: تم اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں بناتے ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: وہ (فرشتے) پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صفوں میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

عبید اللہ بن القبطیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (سیدنا) جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہتے، اور انھوں (سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ) نے دائیں اور بائیں طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہاتھوں سے کیا اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ تم میں سے ہر آدمی کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنی ران پر ہاتھ رکھے پھر دائیں اور بائیں طرف اپنے بھائی پر سلام کہہ دے۔

ابن القبطیہ رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یعنی آپ کے پیچھے) نماز پڑھی تو ہم سلام کے وقت اپنے ہاتھوں کے ساتھ السلام علیکم، السلام علیکم کہتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا تو فرمایا: تمھیں کیا ہوا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں؟ جب تم میں سے کوئی شخص سلام پھیرے تو اپنے ساتھی کی طرف چہرہ کرے اور ہاتھ

سے اشارہ نہ کرے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱ ح ۴۳۰۔۴۳۱، ترقیم دارالسلام: ۹۶۸۔۹۷۱)

تمیم بن طرفہ کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ (سیدنا) جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں جدا جدا دیکھ رہا ہوں؟ اور وہ (صحابہ) بیٹھے ہوئے تھے۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۹۳ ح ۲۰۸۷۴ وسندہ صحیح، الموسوعۃ الحدیثیہ ج ۳۴ ص ۴۴۶)

ایک ہی صحابی سے دونوں شاگردوں (تمیم بن طرفہ اور عبید اللہ بن القبطیہ) کی روایت ایک ہی حدیث ہے اور اس سے ترکِ رفع یدین کا مسئلہ کشید کرنا کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

۱) زمانۂ تدوینِ حدیث میں محدثین کرام میں سے کسی ایک محدث نے بھی اس حدیث کو ترکِ رفع یدین کے استدلال میں نقل نہیں کیا اور ان کے مقابلے میں بعض فقہائے اہل الرائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۲) محدثین کرام نے اس حدیث کو تشہد کے وقت سلام کے بارے میں ذکر کیا ہے۔

مثلاً:

۱: امام شافعی رحمہ اللہ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۲) باب السلام فی الصلوٰۃ

۲: ابوداود رحمہ اللہ (سنن ابی داود قبل ح ۹۹۸، ۹۹۹) باب فی السلام

۳: نسائی رحمہ اللہ (المجتبیٰ قبل ح ۱۱۸۵) باب السلام بالأيدي فی الصلوٰۃ

(المجتبیٰ قبل ح ۱۳۱۹) باب موضع الیدین عند السلام

(المجتبیٰ قبل ح ۱۳۲۷) باب السلام بالیدین

(السنن الکبریٰ للنسائی ۱/۳۵۳ قبل ح ۱۱۰۷) السلام بالأيدي فی الصلوٰۃ

(السنن الکبریٰ ۱/۳۹۴ قبل ح ۱۲۴۹) السلام بالیدین

۴: ابن خزیمہ رحمہ اللہ (صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۶۱ قبل ح ۷۳۳) باب الزجر عن الإشارۃ بالید یمیناً و شمالاً عند السلام من الصلوٰۃ

(صحیح ابن خزیمہ ۱۰۳/۳ قبل ح ۱۷۰۸) **باب نية المصلي بالسلام من عن يمينه إذا سلم عن يمينه و من عن شماله إذا سلم عن يساره .**

۵: عبدالرزاق رحمہ اللہ (مصنف عبدالرزاق ۲۲۰/۲ ۳۱۳۵) **باب التسليم**

۶: ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق رحمہ اللہ (مسند ابی عوانہ ۲۳۸/۲-۲۴۰ قبل ح ۱۶۲۶)

بيان الدليل على أن التسليمة الواحدة غير كافية في جماعة من تسليم التشهد حتى يسلّم تسليمتين ... إلخ

۷: بیہقی (السنن الکبریٰ ۱۸۱/۲)

باب كراهة الإيماء باليد عند التسليم من الصلاة .

۸: بغوی (شرح السنہ ۲۰۶/۳ قبل ح ۶۹۶) **باب التسليم فی الصلاة .**

۹: ابونعیم الاصبہانی (المسند المستخرج علیٰ صحیح الامام مسلم ۵۴/۲ ح ۹۶۲)

باب الكراهية أن يضرب الرجل بيديه عن يمينه و عن شماله فی الصلاة

۱۰: عبدالحق الاشبیلی (الاحکام الشرعیۃ الکبریٰ ۲۸۳/۲، مکتبہ شاملہ)

باب كيفية السلام من الصلاة و كم يسلّم ؟

ان کے علاوہ بعض حنفی حضرات نے بھی اس حدیث پر اسی قسم کے ابواب باندھے ہیں۔ مثلاً:

۱۱: طحاوی (شرح معانی الآثار ۲۶۸/۱-۲۶۹)

باب السلام فی الصلاة كيف هو ؟

۱۲: ابن فرقد شیبانی (کتاب الحجہ ج ۱ ص ۱۴۵، إن صح سند الكتاب إليه)

باب التشهد والسلام والصلاة على النبي ﷺ

۳) محدثین کرام اور علمائے عظام نے صراحت کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق رفع یدین کے ساتھ نہیں بلکہ تشہد کے وقت سلام سے ہے۔ مثلاً:

۱: امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے فرمایا:

" فإنما كان هذا فی التشهد لا فی القیام ، كان یسلّم بعضهم علٰی بعض فنهی النبي ﷺ عن رفع الأیدي فی التشهد و لا یحتج بهذا من له حظ من العلم ، هذا معروف مشهور لا اختلاف فیه . " یہ روایت تو صرف تشہد کے بارے میں ہے، قیام کے بارے میں نہیں ہے۔ بعض لوگ (نماز میں) دوسرے لوگوں کو (ہاتھوں کے اشارے سے) سلام کہتے تھے تو نبی ﷺ نے تشہد میں ہاتھ اُٹھانے سے منع فرما دیا۔ جس کے پاس علم کا تھوڑا سا بھی حصہ ہے، وہ اس روایت سے (ترکِ رفع یدین پر) حجت نہیں پکڑتا۔ یہ بات (تمام علمائے حدیث میں) مشہور ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۳۷ص ۶۱۔۶۲)

۲: اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حبان نے اپنی تبویب کے ذریعے سے فرمایا:

" ... بأن القوم إنما أمروا بالسّكون فی الصلٰوة عند الإشارة بالتسلیم دون رفع الیدین عند الركوع " یہ کہ لوگوں کو تو نماز میں رکوع کے رفع یدین (سے منع) کے بجائے سلام کے اشارے کے وقت سکون کا حکم دیا گیا تھا۔

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ۱۹۹/۵ قبل ح ۱۸۷۷، دوسرا نسخہ ح ۱۸۸۰)

۳: حافظ ابن عبدالبر اندلسی (متوفی ۴۶۳ھ) نے فرمایا:

" و قد احتج بعض المتأخرین للكوفیین و من ذهب مذهبهم في رفع الیدین بما حدثنا ... و هذا لاحجة فیه لأن الذي نهاهم عنه رسول الله ﷺ غیر الذي كان یفعله لأنه محال أن ینهاهم عما سن لهم و إنما رأى أقوامًا یعبثون بأیدیهم و یرفعونها في غیر مواضع الرفع فنهاهم عن ذلك ."

بعض متاخرین نے کوفیوں اور رفع یدین کے بارے میں ان کے ہم مذہب لوگوں کے لئے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو ہمیں بیان کی ... (پھر انھوں نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بسند تمیم بن طرفہ ذکر کی اور فرمایا:) اور اس میں (ان کے لئے) کوئی حجت (دلیل) نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تو انھیں اس فعل سے روکا ہے جو آپ خود نہیں

کرتے تھے، کیونکہ یہ محال ہے کہ آپ انھیں اس فعل سے منع کرتے جسے آپ نے اُن کے لئے خود جاری فرمایا تھا، اور آپ نے (بعض) لوگوں کو ہاتھوں کے ساتھ عبث (فضول) کام کرتے ہوئے دیکھا اور رفع یدین کے بغیر دوسرے مقامات پر ہاتھ اُٹھاتے دیکھا تو انھیں اس سے منع فرما دیا۔ (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ۹/۲۲۱)

۴: علامہ نووی نے کہا:

" و أما حديث جابر بن سمرة فاحتجاجهم به من أعجب الأشياء و أقبح أنواع الجهالة بالسنة لأن الحديث لم يرد في رفع الأيدي في الركوع و الرفع منه ولكنهم كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلاة و يشيرون بها إلى الجانبين يريدون بذلك السلام علىٰ من عن الجانبين ، و هذا لا خلاف فيه بين أهل الحديث و من له أدنىٰ اختلاط بأهل الحديث "

رہی جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث تو ان (لوگوں) کا اس سے حجت پکڑنا بہت عجیب چیزوں میں سے ہے اور سنت سے جہالت کی اقسام میں سے بدترین قسم ہے، کیونکہ یہ حدیث رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے بارے میں وارد (اور متعلق) نہیں، لیکن وہ (ممانعت سے پہلے صحابہ) نماز میں حالتِ سلام کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اور دونوں طرف ان کے ساتھ اشارے کرتے تھے، اس طرح سے وہ دونوں طرف اپنے قریبی ساتھیوں کو سلام کہنے کا ارادہ کرتے تھے اور اس میں محدثین اور جس کا اہلِ حدیث (محدثین) سے معمولی تعلق ہو، کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (المجموع شرح المہذب ج۳ ص۴۰۳)

۵: ابن سید الناس الیعمری (متوفی ۷۳۴ھ) نے فرمایا:

" و أما حديث جابر بن سمرة فلا تعلق له برفع اليدين في التكبير و لكنه ذكر للرد علىٰ قوم كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلٰوة و يشيرون بها إلى الجانبين مسلّمين علىٰ من حولهم فنهوا عن ذلك ... "

اور رہی حدیث جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) تو اس کا تکبیر کے وقت رفع یدین سے کوئی تعلق نہیں

ہے، لیکن اسے ان لوگوں کے رد میں ذکر کیا گیا ہے جو نماز میں حالتِ سلام کے وقت اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے تھے، لہٰذا انھیں اس سے منع کر دیا گیا۔ (العرف الشذی شرح جامع الترمذی ج ۲ ص ۳۹۸)

۶: حافظ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے کہا: "... من أقبح الجهالات لسنة سيدنا رسول ﷺ لأنه لم يرد في رفع الأيدي فى الركوع والرفع منه وإنما كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلوٰة... وهذا لا (اختلاف) فيه بين أهل الحديث ومن له أدنى اختلاط بأهله"

اس حدیث سے استدلال انتہائی بُری جہالت ہے جسے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ روا رکھا گیا ہے، کیونکہ یہ حدیث رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے بارے میں وارد نہیں ہوئی۔ وہ تو نماز کی حالتِ سلام میں ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے... اس میں اہلِ حدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور جس شخص کا حدیث کے ساتھ ذرہ برابر تعلق ہے وہ بھی تسلیم کرتا ہے (کہ اسے رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔) [البدر المنیر ج ۳ ص ۴۸۵]

۷: حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:

" ولا دليل فيه علىٰ منع الرفع على الهيئة المخصوصة فى الموضع المخصوص وهو الركوع و الرفع منه ، لأنه مختصر من حديث طويل "

مخصوص مقام پر مخصوص حالت میں رفع یدین یعنی رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی ممانعت کی اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ یہ طویل حدیث سے مختصر ہے۔

(التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۱ تحت ح ۳۲۸)

۸: علی بن ابی العز الحنفی (متوفی ۷۹۲ھ) نے فرمایا:

" و ما استدل به من حديث جابر بن سمرة رضي الله عنه ... لا يقوي ...

و أيضًا فلا نسلّم أن الأمر بالسكون فى الصلوة ينا فى الرفع عند الركوع و

الرفع منه لأن الأمر بالسكون ليس المراد منه ترك الحركة فى الصلوة مطلقاً بل الحركة المنافية للصلاة بدليل شرع الحركة للركوع والسجود و رفع اليدين عند تكبيرة الافتتاح و تكبيرة القنوت و تكبيرات العيدين، فإن قيل :خرج ذلك بدليل ، قيل : و كذلك خرج الرفع عند الركوع والرفع منه بدليل فعلم أن المراد منه الإشارة بالسلام باليد والله أعلم"

اور (سیدنا) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے...قوی نہیں ہے...اور ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ نماز میں سکون کے حکم سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ سکون کے حکم سے نماز میں حرکت کا قطعاً ترک کر دینا مراد نہیں بلکہ نماز کے مخالف حرکت سے منع مراد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رکوع اور سجود کے لئے حرکت مشروع (بلکہ ضروری) ہے، تکبیر افتتاح، تکبیر قنوت اور تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین (کیا جاتا) ہے، پھر اگر کہا جائے کہ یہ چیزیں دلیل سے (اس حدیث کے مزعوم استدلال سے) خارج ہیں تو کہا جائے گا: اس طرح رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین اس (حدیث کے مزعوم استدلال) سے خارج ہے، پس معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ ہے۔ واللہ اعلم (التنبیہ علیٰ مشکلات الہدایہ ج ۲ ص ۵۷۰۔۵۷۱)

۹: ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ) نے فرمایا:

" و قد احتج بعض أصحاب أبي حنيفة بهذا الحديث في منعهم رفع اليدين في الركوع و عندالرفع منه و ليس لهم فيه حجة لأنه قد روي مفسراً بعد حديثين " بعض اصحابِ ابی حنیفہ (یعنی بعض حنفیہ) نے اس حدیث کے ساتھ رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کی ممانعت کی دلیل پکڑی ہے اور اس میں اُن کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ان دو حدیثوں کے بعد (صحیح مسلم میں) مفسر (تفصیل سے) مروی ہے۔

(المشكل من حديث الصحيحين لابن الجوزي ۱/۲۹۵ح ۴۲۹ ۵۲۲، المكتبة الشاملة)

۱۰: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد اس کی شرح میں فرمایا:" و أحق الناس باتباع هذا : هم أهل الحديث . من ظن أن نهيه عن رفع الأيدي هو النهي عن رفعها إلى منكبه حين الركوع و حين الرفع منه و حمله على ذلك فقد غلط ... "

اورلوگوں میں اس (حدیث سے ثابت شدہ باتوں) کی اتباع کے سب سے زیادہ حقدار اہلِ حدیث (محدثین اور حدیث پر عمل کرنے والے یعنی محدثین کے عوام) ہیں۔اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اس (حدیث) میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت سے مراد رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ہے اور وہ اسے اس پر محمول کرتا ہے تو اس شخص نے غلطی کی ہے۔

(القواعد النورانیہ الفقہیہ لابن تیمیہ ج ۱ ص ۴۷، مجموع فتاویٰ ج ۲۲ ص ۵۶۱، جلاء العینین لشیخنا ابی محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ، نقلہ عن القواعد النورانیہ ص ۴۸)

اس کے بعد ابن تیمیہ نے بتایا کہ سرکش گھوڑا تو دائیں اور بائیں طرف دُم ہلاتا ہے اور یہ ایسی حرکت ہوتی ہے جس میں سکون نہیں ہوتا۔ رہا رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کا مسئلہ تو اس کے مشروع (شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام میں ثابت) ہونے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے، لہٰذا اس حدیث سے وہ کیسے ممنوع ہو سکتا ہے؟

(مجموع فتاویٰ ج ۲۲ ص ۵۶۲)

☆ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (متوفی ۶۵۶ھ) نے اس حدیث کی شرح میں کہا:" كانوا يشيرون عند السلام من الصلاة بأيديهم يميناً و شمالاً و تشبيه أيديهم بأذناب الخيل الشمس تشبيه واقع ، فإنها تحرّك أذنابها يميناً و شمالاً . فلما رأهم على تلك الحالة أمرهم بالسكون في الصلاة و هذا دليل على أبي حنيفة في أن حكم الصلاة باق على المصلي إلى أن يسلّم ، و يلزم منه : أنه إن أحدث في تلك الحالة ـ أعني في حالة الجلوس الأخير للسلام ـ أعاد الصلاة " وہ نماز میں سلام کے وقت اپنے ہاتھوں کے ساتھ دائیں اور

بائیں طرف اشارے کرتے تھے اوران کے ہاتھوں کوسرکش گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دینا حقیقت (یعنی صحیح) ہے، کیونکہ وہ (سرکش گھوڑے) اپنی دموں کو دائیں اور بائیں طرف حرکت دیتے ہیں، پس جب آپ نے انھیں اس حالت میں دیکھا تو نماز میں سکون کرنے کا حکم دیا اور یہ ابوحنیفہ کے خلاف دلیل ہے کہ نمازی پر سلام پھیر لینے تک نماز کا حکم باقی رہتا ہے، اوراس حدیث سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اگر اس حالت یعنی سلام والے آخری تشہد میں وضوٹوٹ جائے تو نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

(المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ج۲ص۶۱ تحت ح۳۴۰۔۳۴۱)

٤) بہت سے حنفی اور حنفیت کی طرف منسوب فرقوں کے علماء نے بھی اپنے قول یا فعل سے یہ صراحت کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق رکوع والے رفع یدین سے نہیں بلکہ تشہد کے وقت سلام سے ہے۔ مثلاً:

۱: علی بن علی بن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ کا قول فقرہ نمبر۳ کی شق نمبر ۸ کے تحت گزر چکا ہے۔

۲: ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں کہا: " **و بهذه الرواية تبين أن الحديث مسوق للنهي عن رفع الأيدي عند السلام اشارة إلى الجانبين ولا دلالة فيه على النهي عن الرفع عند الركوع و عند الرفع منه** " اوراس روایت سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث سلام کے وقت ہاتھ اُٹھا کر دونوں طرف اشارہ کرنے سے ممانعت کے بارے میں بیان کی گئی ہے اوراس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ (حاشیۃ السندھی علی سنن النسائی ج۱ص۱۷۶، کتاب السہو)

ابوالحسن السندھی کی حنفیت کے لئے دیکھئے سنن نسائی (ترقیم عبدالفتاح ابی غدۃ الحنفی ج۱ص ح قبل ص۱)

۳: محمود حسن دیوبندی نے کہا:

''باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں ۔ کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے منع فرمادیا۔'' (تقاریر شیخ الہند ترتیب عبدالحفیظ بلیاوی ص ۶۵)

اسی عبارت کا دوسرا حوالہ: الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی (جمع اصغر حسین دیوبندی ص ۶۳)

۴: اشرفعلی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''مسلم کی حدیث **مالی اراکم رافعی ایدیکم الخ** میں مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے رفع یدین حالت سلام میں مراد ہے اور یہ حنفیہ کو زیادہ مفید ہے کیونکہ حالت سلام میں من وجہ داخل اور من وجہ خارج ہے...'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶ ص ۳۹۷، الکلام الحسن ج ۲ ص ۲۷۶)

تنبیہ: اس کے بعد یعقوب نانوتوی کا جو فلسفہ مذکور ہے، وہ صحیح اور متواتر احادیث کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

۵: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کے بارے میں کہا:

''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے، کیونکہ ابن القبطیہ کی روایت میں سلام کے وقت کی جو تصریح موجود ہے اس کی موجودگی میں ظاہر اور متبادر یہی ہے کہ حضرت جابرؓ کی یہ حدیث رفع عند السلام ہی سے متعلق ہے، اور دونوں حدیثوں کو الگ الگ قرار دینا جب کہ دونوں کا راوی بھی ایک ہے اور متن بھی قریب قریب ہے بُعد سے خالی نہیں، حقیقت یہی ہے کہ حدیث ایک ہی ہے، اور رفع عند السلام سے متعلق، ابن القبطیہ کا طریق مفصل ہے، اور دوسرا طریق مختصر و مجمل، لہٰذا دوسرے طریق کو پہلے طریق پر ہی محمول کرنا چاہئے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نوّر اللہ نے اس حدیث کو حنفیہ کے دلائل میں ذکر نہیں کیا''

(درس ترمذی، ترتیب رشید اشرف سیفی دیوبندی ج ۲ ص ۳۶۔۳۷)

شاہ صاحب سے مراد انور شاہ کشمیری دیوبندی ہیں اور عبارتِ مذکورہ میں اُن کی کتاب نیل الفرقدین کی طرف اشارہ ہے۔

٦: مغلطائی حنفی نے کہا: " و أما استدلال بعض الحنفية بحديث جابر بن سمرة من عند مسلم : مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب شمس ، فليس بصحيح لأنهم إنما كان ذلك حالة السلام فيما ذكره البخاري وغيره " اور رہا بعض حنفیہ کا، صحیح مسلم سے جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) کی حدیث سے استدلال: مجھے کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں جیسا کہ سرکش (گھوڑوں کی) دُمیں ہیں، تو (یہ) صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ بات حالتِ سلام کے بارے میں ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی ج۱ص۱۴۷۴[شاملہ] دوسرانسخہ ۸۱/۲[شاملہ] تیسرا نسخہ ۲۹۸/۵، چوتھانسخہ ۱۴۷۴/۵)

شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی کا تیسرا نسخہ میری معلومات کے مطابق ادارۃ العلوم الاثریہ (فیصل آباد) کے کتب خانے میں موجود ہے اور مکتبہ ابن عباس سے ۲۰۰۸ء میں پہلی دفعہ (طبعہ اولیٰ) چھپا ہے۔ چوتھا نسخہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز (مکہ، ریاض) نے پہلی دفعہ ۱۹۹۹ء (۱۴۱۹ھ) میں کامل عویضہ کی تحقیق سے شائع کیا تھا۔ [زع]

٧: طحاوی حنفی نے اس حدیث کو ترکِ رفع یدین کے دلائل میں ذکر نہیں کیا۔
دیکھئے شرح معانی الآثار (۲۲۲/۱۔۲۲۸ باب التكبير للركوع والتكبير للسجود والرفع من الركوع هل مع ذلك رفع أم لا ؟)

بلکہ نماز میں سلام والے باب میں ذکر کیا ہے۔ دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر۲ شق نمبر۱۱
معلوم ہوا کہ طحاوی کے نزدیک اس حدیث کو ترکِ رفع یدین کے مسئلے میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

٨: محمد عابد بن احمد علی السندھی نے کہا: " أما حديث :مالي أراكم رافعي أيديكم إلخ فلا يليق الاستدلال بهذا الحديث في نفي الرفع فافهم "
رہی حدیث: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں الخ تو اس حدیث کے ساتھ رفع (یدین) کی نفی پر استدلال مناسب نہیں ہے، لہٰذا اس بات کو سمجھ لیں۔

(المواہب اللطیفہ بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۸، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۲۵۷)

محمد عابد سندھی کی حنفیت کے لئے دیکھئے حدائق الحنفیہ (ص ۴۹۰)

۹: امیر علی حنفی نے کہا: ''أجمع المحدثون علٰی هذا التأويل والسلام من تتمة الصلوة ، نازع بعض الناس فيه فقال : بل هذا النهي عن رفع اليدين في الصلاة عند الركوع والرفع منه ... '' إلخ اسی تفسیر پر محدثین کا اجماع ہے اور سلام نماز کا اختتام ہے۔ بعض لوگوں نے اس میں نزاع (اختلاف) کیا اور کہا: بلکہ اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین سے منع کیا گیا ہے۔ الخ

(حاشیہ صحیح مسلم طبعہ نولکشور لکھنو ج ۱ ص ۱۸۲، بحوالہ مرعاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۸، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۲۵۷)

بعض لوگوں نے امیر علی کے حنفی ہونے کا انکار کیا ہے، لیکن شیر محمد دیوبندی (مماتی) نے کہا:

''حضرت مولانا سید امیر علی حنفی فرماتے ہیں کہ...'' (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹، دوسرا نسخہ ص ۲۰۶)

(محمد ادریس ظفر صاحب نے کہا:) محمد حسن قلندرانی بریلوی نے کہا:

''حضرت علامہ مولانا امیر علی حنفیؒ مترجم فتاویٰ عالمگیری اور مترجم تفسیر مواہب الرحمٰن''

(غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت ص ۱۷)

۱۰: رفع یدین کو منسوخ سمجھنے والے عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی (تقلیدی) نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں کہا: ''(فائدہ) یعنی سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حاجت نہیں۔ بندہ مترجم کہتا ہے کہ ان احادیث سے آج کل کے دستور کی بھی تردید ہوتی ہے۔ کہ جب ملاقات کے وقت سلام کرتے ہیں۔ تو ہاتھ ضرور اُٹھاتے ہیں۔''

(صحیح مسلم مترجم ج ۱ ص ۴۰۴ مطبوعہ قرآن منزل مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی)

اس مضمون میں ذکر شدہ حوالوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:

جن محدثین کرام اور علمائے حنفیہ نے اس حدیث کو سلام اور تشہد کے ابواب میں ذکر کیا ہے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

شافعی، ابوداود، نسائی، ابن خزیمہ، عبدالرزاق، ابوعوانہ، بیہقی، بغوی، ابونعیم الاصبہانی،

عبدالحق اشبیلی، طحاوی حنفی اور ابن فرقد شیبانی حنفی۔ دیکھئے فقرہ نمبر۲

درج ذیل محدثین کرام اور علمائے عظام نے یہ صراحت کی ہے کہ اس حدیث کا تعلق رفع یدین کے ساتھ نہیں بلکہ تشہد کے وقت سلام سے ہے:

بخاری، ابن حبان، ابن عبدالبر، نووی، ابن سید الناس، ابن الملقن، ابن حجر عسقلانی، علی بن ابی العزالحنفی، ابن الجوزی اور ابن تیمیہ۔ دیکھئے فقرہ نمبر۳

ابوالعباس احمد بن عمر القرطبی نے بھی اس حدیث کو تشہد والے سلام سے متعلق قرار دیا ہے۔

درج ذیل حنفی اور حنفیت کی طرف منسوب علماء نے یہ صراحت کی ہے، یا اُن کے کلام سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق سلام سے ہے اور رفع یدین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے:

علی بن ابی العزالحنفی، ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندھی، محمود حسن دیوبندی، محمد یعقوب نانوتوی، محمد تقی عثمانی، مغلطائی حنفی، طحاوی، محمد عابد سندھی، امیر علی حنفی اور عابدالرحمٰن صدیقی کاندھلوی تقلیدی۔ دیکھئے فقرہ نمبر۴

تیس سے زیادہ ان اہلِ حدیث اور غیر اہلِ حدیث جمہور علماء کے مقابلے میں قدوری (التجرید ۲/۵۱۹۔۵۲۰ فقرہ: ۲۲۲۳) زیلعی، عینی اور بعض متاخرینِ آلِ تقلید کا اس حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔

۵) نبی کریم ﷺ سے رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کا ثبوت احادیث صحیحہ متواترہ سے ہے اور کسی ایک صحیح حدیث سے بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ نے تشہد میں سلام کے وقت اپنے ہاتھوں سے دونوں طرف اشارہ کیا ہو اور نہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عمل کو شریر گھوڑوں کی دُمیں ہلنے سے تشبیہ دی ہے، لہٰذا جو لوگ ایسی تشبیہ دینے کی جرأت کرتے ہیں، وہ آپ ﷺ کی گستاخی کے مرتکب ہیں۔

۶) امام ابوحنیفہ سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ انھوں نے ترکِ رفع یدین کے مسئلے پر سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہو، لہٰذا ایسا استدلال کرنے والے امام ابوحنیفہ

کے باغی اور مخالف ہیں۔

۷) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کی کسی سند میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کی صراحت نہیں، لہٰذا مفسر کے مقابلے میں غیر مفسر کو پیش کرنا غلط ہے۔

۸) بعض آلِ تقلید اس بات پر بضد ہیں کہ اس حدیث سے نماز میں ہر رفع یدین کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، تو عرض ہے کہ آپ جیسے لوگ تکبیر تحریمہ، تکبیرِ وتر اور تکبیراتِ عیدین میں کیوں رفع یدین کرتے ہیں؟

اگر ان مقامات پر رفع یدین کی تخصیص دلیل سے ثابت ہے تو پھر رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کی تخصیص بھی یقینی اور قطعی صحیح دلائل سے ثابت ہے، لہٰذا آپ لوگ وہاں کیوں نہیں مانتے؟

۹) خیر القرون (۳۰۰ھ تک) میں کسی ایک ثقہ وصدوق سُنی عالم سے اس حدیث کے ساتھ ترکِ رفع یدین پر استدلال ثابت نہیں، لہٰذا خیر القرون کے اجماع کے مقابلے میں شر القرون والے بعض علماء اور بعض اہلِ تقلید کی کیا حیثیت ہے؟!

۱۰) سرکش گھوڑوں کی دُمیں حالتِ سرکشی میں اوپر نیچے نہیں بلکہ دائیں بائیں ہلتی ہیں، جیسا کہ قرطبی اور ابن تیمیہ کی تشریح سے ثابت ہے اور اس بات کا مشاہدہ اب بھی سرکش گھوڑوں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے، لہٰذا حدیثِ مذکور کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا عقلاً بھی باطل ہے۔

۱۱) مسند احمد میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ ''وھم قعود'' اور وہ بیٹھے ہوتے تھے۔ (ج ۵ ص ۹۳ وسندہ صحیح)

رفع یدین حالتِ قیام میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ہوتا ہے، حالتِ قعود (یعنی حالتِ تشہد) میں نہیں ہوتا، لہٰذا اس حدیث سے آلِ تقلید کا استدلال اصلاً باطل و مردود ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (۲۱/ ستمبر ۲۰۱۰ء)/ تحریر: محترم مولانا محمد ادریس ظفر حفظہ اللہ

اُصولِ حدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم

اُصولِ حدیث کا مشہور و معروف مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (یعنی جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت نا قابلِ حجت یعنی ضعیف ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں محدثین کرام، علمائے حدیث اور دیگر علماء کے چالیس (۴۰) حوالے مع ثبوت پیشِ خدمت ہیں:

۱) امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) نے فرمایا:

" فقلنا : لا نقبل من مدلّس حديثاً حتي يقول فيه : حدثني أو سمعت ."

پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے، حتیٰ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے/یعنی سماع کی تصریح کرے۔

(کتاب الرسالہ طبع المطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۲۱ھ ص ۵۳، بتحقیق احمد شاکر: ۱۰۳۵)

کتاب الرسالہ اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث بلکہ اصولِ دین کی قدیم اور عظیم الشان کتابوں میں سے ہے اور متعدد علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔

۲) امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۸ھ) کتاب الرسالہ کو پسند کرتے تھے۔

دیکھئے الطیوریات (ج ۲ ص ۶۱۷ ح ۶۸۱ وسندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کے نزدیک بھی مدلس کی عن والی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

۳) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) کتاب الرسالہ سے راضی تھے۔

دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل (۲۰۴/۷ وسندہ صحیح، امام شافعی اور مسئلۂ تدلیس، فقرہ:۲)

اور فرماتے تھے کہ یہ اُن کی سب سے اچھی کتابوں میں سے ہے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۹۱/۵۴ وسندہ صحیح)

٤) امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۸ھ) بھی کتاب الرسالہ سے متفق تھے۔
دیکھئے فقرہ: ۳، اور "امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلۂ تدلیس"

٥) امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۴ھ) بھی کتاب الرسالہ کے مؤید تھے۔ (مقدمۃ الرسالہ ص ۷۳ روایۃ ابن الاکفانی: ۵۴ وسندہ حسن)

٦) مشہور محدّث ابوبکر البیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے امام شافعی کا مذکورہ کلام (فقرہ: ۱) نقل کیا اور اس پر سکوت کے ذریعے سے اس کی تائید فرمائی۔
دیکھئے معرفۃ السنن والآثار (۱/ ۷۶) اور النکت للزرکشی (ص ۱۹۱)

٧) صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۱ھ) نے فرمایا:

"و إنما كان تفقد من تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم - إذا كان الراوي ممن عرف بالتدليس في الحديث و شهر به فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته و يتفقدون ذلك منه، كي تنزاح عنهم علة التدليس"

جس نے بھی راویانِ حدیث کا سماع تلاش کیا ہے تو اس نے اس وقت تلاش کیا ہے جب راوی حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف (معلوم) ہو اور اس کے ساتھ مشہور ہو تو اس وقت روایت میں اس کا سماع دیکھتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں تا کہ راویوں سے تدلیس کا ضعف دور ہو جائے۔ (مقدمہ صحیح مسلم طبع دارالسلام ص ۲۲ ب)

اس عبارت کی تشریح میں ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے:

" و هذا يحتمل أن يريد به كثرة التدليس في حديثه ويحتمل أن يريد [به] ثبوت ذلك عنه و صحته فيكون كقول الشافعي " اور اس میں احتمال ہے کہ اس سے حدیث میں کثرتِ تدلیس مراد ہو، اور (یہ بھی) احتمال ہے کہ اس سے تدلیس کا ثبوت مراد ہو، تو یہ شافعی کے قول کی طرح ہے۔ (شرح علل الترمذی ج ۱ ص ۳۵۴)

عرض ہے کہ اس سے دونوں مراد ہیں یعنی اگر راوی کثیر التدلیس ہو تو بھی اس کی معنعن

روایت (اپنی شروط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہے، اور اگر راوی سے (ایک دفعہ ہی) تدلیس ثابت ہو جائے تو پھر بھی اس کی معنعن روایت (اپنی شروط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہے۔

ثابت ہوا کہ امام مسلم کے نزدیک مدلس کی معنعن (عن والی) روایت حجت نہیں ہے۔

۸) خطیب بغدادی رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے فرمایا:

" و قال آخرون : خبر المدلس لا يقبل إلا أن يورده علٰى وجه مبين غير محتمل لإيهام فإن أورده علٰى ذلك قُبِلَ ، و هذا هو الصحيح عندنا . "

اور دوسروں نے کہا: مدلس کی خبر (روایت) مقبول نہیں ہوتی اِلا یہ کہ وہ وہم کے احتمال کے بغیر صریح طور پر تصریح بالسماع کے ساتھ بیان کرے، اگر وہ ایسا کرے تو اس کی روایت مقبول ہے اور ہمارے نزدیک یہی بات صحیح ہے۔ (الکفایہ فی علم الروایہ ص ۳۶۱)

الکفایہ اصولِ حدیث کی مشہور اور مستند کتابوں میں سے ہے۔

۹) حافظ ابن حبان البستی رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) نے فرمایا:

" فما لم يقل المدلّس و إن كان ثقة : حدثني أو سمعت فلا يجوز الإحتجاج بخبره ، و هذا أصل أبي عبد اللّٰه محمد بن إدريس الشافعي ۔ رحمه اللّٰه ۔ و من تبعه من شيوخنا . "

پس جب تک مدلس، اگرچہ ثقہ ہو، حدثنی یا سمعت نہ کہے (یعنی سماع کی تصریح نہ کرے) تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے اور یہ ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کی اصل (بنیادی اصول) ہے اور ہمارے اساتذہ کا اصول ہے جنھوں نے اس میں اُن کی اتباع (یعنی موافقت) کی ہے۔ (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۹۲، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۸۶)

نیز دیکھئے صحیح ابن حبان (الاحسان ۱/۱۶۱، دوسرا نسخہ ۱/۹۰)

حافظ ابن حبان نے مزید فرمایا: **" فإن المدلس ما لم يبين سماع خبره عمن كتب عنه لا يجوز الإحتجاج بذلك الخبر ، لأنه لا يدرى لعله سمعه من إنسان ضعيف يبطل الخبر بذكره إذا وقف عليه و عرف الخبر به، فما لم يقل**

المدلس في خبره و إن كان ثقة : سمعت أو حدثني ، فلا يجوز الإحتجاج بخبره " پس مدلس جب تک اپنے استاذ سے سماع کی تصریح نہ کرے تو اس کی اس روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ پتا نہیں کہ شاید اس نے کسی ضعیف انسان سے سنا ہو، جس کے معلوم ہو جانے سے خبر (روایت) باطل ہو جاتی ہے۔ پس مدلس اگر چہ ثقہ ہو اپنی روایت میں سمعت یا حدثنی نہ کہے تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔

(کتاب الثقات ج ۱ص ۱۲)

۱۰) حافظ ابن الصلاح الشہر زوری الشافعی (متوفی ۶۴۳ھ) نے کہا:

" والحكم بأنه لا يقبل من المدلّس حتى يبين ، قد أجراه الشافعي رضي الله عنه فيمن عرفناه دلّس مرة . والله أعلم "

اور حکم (فیصلہ) یہ ہے کہ مدلس کی روایت تصریحِ سماع کے بغیر قبول نہ کی جائے، اسے شافعی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جاری فرمایا ہے جس نے ہماری معلومات کے مطابق صرف ایک دفعہ تدلیس کی ہے۔ واللہ اعلم

(مقدمۃ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح للعراقی ص ۹۹، دوسرا نسخہ ص ۱۶۱)

مقدمہ ابن الصلاح یا علوم الحدیث (معرفۃ انواع علم الحدیث) اُصولِ حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ مثلاً دیکھئے ارشاد طلاب الحقائق للنووی (۱/۱۰۸) المنہل الروی لابن جماعہ (ص ۲۶) اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (۱/۹۵۔۹۶) اور التقیید والایضاح (ص ۱۱) نزہۃ النظر لابن حجر (ص ۵۔۶) اور البحر الذی زخر للسیوطی (۱/۲۳۵) وغیرہ۔

۱۱) علامہ یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ۶۷۷ھ) نے فرمایا:

" فما رواه بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع فمرسل ... و هذا الحكم جار فيمن دلّس مرة . " پس وہ (مدلس راوی) ایسے لفظ سے روایت بیان کرے جس میں احتمال ہو، سماع کی تصریح نہ ہو تو وہ مرسل ہے... اور یہ حکم اس کے بارے میں جاری ہے جو

ایک دفعہ تدلیس کرے۔

(التقریب للنووی فی اصول الحدیث ص ۹ نوع ۱۲، تدریب الراوی للسیوطی ۱/۲۲۹۔۲۳۰)

مرسل کے بارے میں نووی نے کہا:

" ثم المرسل حديث ضعيف عند جماهير المحدثين ..." پھر (یہ کہ) مرسل ضعیف حدیث ہے، جمہور محدثین کے نزدیک... (التقریب للنووی ص ۷ نوع ۹)

۱۲) حافظ ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) نے فرمایا:

" و كذلك من عرف بالتدليس المجتمع عليه و كان من المسامحين في الأخذ عن كل أحد ، لم يحتج بشيءٍ مما رواه حتى يقول: أخبرنا أو سمعت" اوراسی طرح جو شخص اس تدلیس کے ساتھ معلوم ہو جائے، جس پر اجماع ہے (کہ وہ تدلیس ہے) اور وہ ان نرمی کرنے والوں میں سے ہو جو ہر ایک سے روایت لے لیتے ہیں، اس نے جو بھی رِوایت بیان کی اس میں سے کسی کے ساتھ بھی حجت نہیں پکڑی جائے گی اِلا یہ کہ وہ اخبرنا یا سمعت کہے یعنی سماع کی تصریح کرے۔

(التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ۱/۱۷)

اس سے ثابت ہوا کہ ضعیف راوی سے روایت کرنے والے مدلس کی غیر مصرح بالسماع (عن والی) روایت حافظ ابن عبدالبر کے نزدیک حجت نہیں یعنی ضعیف ہے۔

ہمارے علم کے مطابق تمام ثابت شدہ مدلسین میں سے کوئی ایک مدلس بھی ایسا نہیں جو ضعیف راوی سے روایت بیان نہیں کرتا تھا۔

تنبیہ: حافظ ابن حبان وغیرہ کا یہ دعویٰ کہ "سفیان بن عیینہ صرف ثقہ سے تدلیس کرتے تھے" کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

۱: یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ بعض اوقات سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ غیر ثقہ سے بھی تدلیس کر لیتے تھے۔

۲: سفیان بن عیینہ جن ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے، ان میں سے بعض بذاتِ خود

مدلس تھے اور اُن کا صرف ثقہ سے تدلیس کرنے کا کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہاں تدلیس پر تدلیس کا شبہ ہے۔

۳: سفیان بن عیینہ ضعیف راویوں سے بھی روایتیں بیان کرتے تھے، مثلاً اُن کے اساتذہ میں علی بن زید بن جدعان (ضعیف راوی) بھی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر نے مزید فرمایا: ''إلا أن یکون الرجل معروفًا بالتدلیس فلا یقبل حدیثه حتی یقول: حدثنا أو سمعت، فهذا لا أعلم فیه أیضًا خلافًا.''

سوائے اس کے کہ (اگر) آدمی تدلیس کے ساتھ مشہور ہو تو اس کی حدیث قبول نہیں کی جاتی اِلا یہ کہ وہ حدثنا یا سمعت کہے (یعنی سماع کی تصریح کرے) اس کے بارے میں مجھے کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے۔ (التمہید ۱/۱۳)

حافظ ابن عبدالبر نے معنعن (عن والی) روایت کے مقبول ہونے کی تین شرطیں بیان فرمائی ہیں، جن پر اجماع ہے۔

(۱) تمام راوی عادل یعنی ثقہ وضابط ہوں۔

(۲) ہر راوی کی اپنے استاذ سے ملاقات ثابت ہو۔

(۳) تمام راوی تدلیس سے بری ہوں۔ (التمہید ۱/۱۲)

۱۳) ابوبکر الصیر فی (متوفی ۳۳۰ھ) نے کتاب الرسالہ للشافعی کی شرح کتاب الدلائل والاعلام میں فرمایا: ''کل من ظهر تدلیسه عن غیر الثقات لم یقبل خبره حتی یقول: حدثني أو سمعت.'' ہر وہ شخص جس کی تدلیس غیر ثقہ راویوں سے ظاہر ہو جائے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اِلا یہ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے یعنی سماع کی تصریح کرے۔ (النکت علیٰ مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی ص ۱۸۴)

نیز دیکھئے امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلۂ تدلیس (ص ۱۱۔۱۲)

۱۴) حافظ ذہبی نے معنعن روایت (جس میں عن عن ہو) کے بارے میں فرمایا:

'' ثم بتقدیر تیقن اللقاء یشترط أن لایکون الراوي عن شیخه مدلّسًا فإن لم

یکن حملناہ علی الاتصال. فإن کان مدلسًا فالأظهر أنه لا یحمل علی السماع. ثم إن کان المدلس عن شیخه ذا تدلیس عن الثقات فلا بأس وإن کان ذا تدلیس عن الضعفاء فمردود." پھر اگر ملاقات کا یقین ہو تو اس حالت میں شرط یہ ہے کہ راوی اپنے استاذ سے مدلّس (تدلیس کرنے والا) نہ ہو، پس اگر وہ نہ ہو تو ہم اسے (عن والی روایت کو) اتصال پر محمول کرتے ہیں۔ پس اگر وہ مدلس ہو تو ظاہر یہی ہے کہ وہ سماع پر محمول نہیں ہے۔ پھر اگر اپنے استاذ سے مدلس ایسا ہو جو ثقہ راویوں سے تدلیس کرتا تھا تو کوئی حرج نہیں اور اگر وہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا تھا تو (اس کی عن والی روایت) مردود ہے۔ (الموقظۃ للذہبی مع کفایۃ الحفظہ لسلیم بن عید الہلالی ص ۱۹۹، بتحقیق حاتم بن عارف العونی ص ۱۳۲، نسخہ ابی غدہ عبدالفتاح ص ۴۵)

یہاں بطورِ فائدہ عرض ہے کہ ثقہ راویوں سے تدلیس کرنے والوں کی مثال (دنیائے تدلیس میں) صرف سفیان بن عیینہ ہیں اور اُن کی معنعن روایت بھی دو وجہ سے ضعیف ہے، جیسا کہ فقرہ نمبر ۱۲ میں بیان کر دیا گیا ہے۔

حافظ ذہبی کے درج بالا بیان سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک سفیان بن عیینہ کے علاوہ تمام مدلسین مثلاً سفیان ثوری اور سلیمان الاعمش وغیرہما کی عن والی روایات سے (اپنی شرائط کے ساتھ) ضعیف و مردود ہیں۔

۱۵) حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:

"وحکم من ثبت عنه التدلیس إذا کان عدلاً، أن لا یقبل منه إلا ما صرح فیه بالتحدیث علی الأصح" صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ عادل (ثقہ) ہو تو اُس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔ (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۶۶، ومع شرح الملا علی القاری ص ۴۱۹)

۱۶) امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک روایت پر کلام کرتے ہوئے فرمایا:

"ولم یذکر قتادة سماعًا من أبي نضرة في هذا."

اور قتادہ نے ابونضرہ سے اس روایت میں اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ (جزء القراءۃ:۱۰۴)

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک مدلس کا سماع کی تصریح نہ کرنا صحتِ حدیث کے منافی ہے۔

۱۷) امام شعبہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۰ھ) نے اپنے مدلس استاد قتادہ رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا: میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا، جب آپ کہتے: میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں حدیث بیان کی، تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب وہ کہتے: فلاں نے حدیث بیان کی، تو میں اسے چھوڑ دیتا تھا۔ (تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۱۶۹، وسندہ صحیح)

اس سے معلوم ہوا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ بھی مدلس کی سماع کے بغیر والی روایت حجت نہیں سمجھتے تھے۔ نیز دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات (ج۱ص۲۶۱۔۲۶۲)

۱۸) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۱ھ) نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے اسے معلول (یعنی ضعیف) قرار دیا اور فرمایا:

دوسری بات یہ ہے کہ اعمش مدلس ہیں (اور) انھوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اپنے سماع (سننے) کا ذکر نہیں کیا۔ الخ (کتاب التوحید ص۳۸، علمی مقالات ج۳ص۲۲۰)

اس سے ثابت ہوا کہ امام ابن خزیمہ بھی مدلس کی عن والی روایت کو معلول یعنی ضعیف سمجھتے تھے۔

۱۹) حافظ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے بھی تدلیس کے بارے میں حافظ ابن الصلاح کے حکم کو برقرار رکھا اور کوئی مخالفت نہیں کی۔

دیکھئے المقنع فی علوم الحدیث (۱/۱۵۸) اور فقرہ:۱۰

۲۰) حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) نے تدلیس کے بارے میں امام شافعی کا قول نقل کیا اور اس کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث (۱/۱۷۴، نوع ۱۲)

۲۱) حافظ العراقی (متوفی ۸۰۶ھ) نے ابن الصلاح کا قول: "مالم یبین فیه المدلس الاتصال حکمه حکم المرسل" ذکر کیا اور اس پر کوئی رد نہیں کیا۔

دیکھئے التقیید والایضاح (ص۹۹)

اور عراقی نے فرمایا:

" و صححوا وصل معنعن سلم   من دلسة راویه واللقا علم "

اور انھوں (محدثین) نے اس معنعن روایت کو موصول صحیح قرار دیا، جو راوی کی تدلیس (عن) سے محفوظ ہو (اور استاذ شاگرد کی) ملاقات معلوم ہو۔

(الفیۃ العراقی شعر ۱۳۶، فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ۱/۱۶۳)

عراقی نے مزید فرمایا: " والأکثرون قبلوا ما صرحا   ثقاتهم و صله و صححا "

اور جمہور نے ثقہ مدلس راویوں کی ان روایتوں کو صحیح قرار دیا ہے جن میں وہ سماع کی تصریح کریں اور دونوں (خطیب و ابن الصلاح) نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

(الفیۃ العراقی مع فتح المغیث ۱/۱۷۹)

۲۲) شریف جرجانی یعنی علی بن محمد بن علی الحسینی (متوفی ۸۱۶ھ) نے مدلس راوی کے بارے میں کہا:

" والأصح التفصیل : فما رواه بلفظ محتمل لم یبن فیه السماع فحکمه حکم المرسل و أنواعه " اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے: پس وہ ایسے الفاظ سے روایت بیان کرے جس میں سماع واضح نہ ہو، احتمال ہو تو اس کا حکم مرسل اور اس کی اقسام کا حکم ہے۔ (رسالہ فی اصول الحدیث ص۹۱، الدیباج المذہب مع شرح التبریزی ص۴۱)

مرسل ضعیف روایت ہوتی ہے جیسا کہ امام مسلم، امام ترمذی اور جمہور محدثین کا فیصلہ ہے۔ جرجانی نے معنعن روایت کے بارے میں کہا:

" والصحیح أنه متصل إذا أمکن اللقاء مع البراء ة عن التدلیس "

اور صحیح یہ ہے کہ وہ متصل ہے، بشرطیکہ ملاقات ممکن ہو اور راوی تدلیس سے بری ہو۔

(رسالہ فی اصول الحدیث ص۷۸، الدیباج المذہب مع شرح التبریزی ص۲۸)

۲۳) بدر الدین محمد بن ابراہیم بن جماعہ (متوفی ۷۳۳ھ) نے معنعن روایت کے

بارے میں کہا:

" والصحیح الذي علیه جماهیر العلماء والمحدثین والفقهاء والأصولیین أنه متصل إذا أمکن لقاؤهما مع براءة تهما من التدلیس " اورصحیح یہ ہے، جس پر جمہور علماء، محدثین، فقہاء اور اصول کے ماہرین (متفق) ہیں کہ وہ متصل ہے بشرطیکہ ملاقات ممکن ہو اور استاذ شاگرد دونوں تدلیس سے بری ہوں۔

(المنہل الروی فی مختصر علوم الحدیث النبوی ص ۵۴)

اس سے ثابت ہوا کہ قاضی ابن جماعۃ مدلس کے عنعنے کو صحتِ حدیث کے منافی سمجھتے تھے۔

۲۴) حسین بن عبداللہ الطیبی (متوفی ۷۴۳ھ) نے اصولِ حدیث والے رسالے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا اصول درج فرمایا اور کوئی تردید نہیں کی، لہٰذا وہ اس مسئلے میں امام شافعی سے متفق تھے۔ دیکھئے الخلاصۃ فی اصول الحدیث (ص ۷۴)

۲۵) سیوطی نے معنعن کے بارے میں کہا:

" ومن روی بعن وأن فاحکم   بوصله إن اللقاء یعلم

ولم یکن مدلّسا... "

اور جو عــــن اور أن سے روایت بیان کرے تو اُس کے متصل ہونے کا فیصلہ کرو، بشرطیکہ ملاقات معلوم ہو اور وہ مدلس نہ ہو... (الفیۃ السیوطی مع شرح احمد شاکر ص ۲۸۔۲۹)

سیوطی نے مدلس کے بارے میں کہا:

" والمرتضیٰ قبولهم إن صرحوا   بالوصل فالأکثر هذا صححوا "

اور اگر وہ سماع کی تصریح کریں تو ان کی روایت مقبول ہے، جمہور نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(الفیۃ السیوطی ص ۳۱)

۲۶) عمر بن رسلان البلقینی (متوفی ۸۰۵ھ) نے مقدمہ ابن الصلاح کی شرح میں تدلیس کے بارے میں امام شافعی کا قول نقل کیا اور کوئی مخالفت نہیں کی، لہٰذا یہ ان کی طرف سے اصولِ مذکور کی موافقت ہے۔ دیکھئے محاسن الاصطلاح (ص ۲۳۵)

۲۷) ابراہیم بن موسی بن ایوب الابناسی (متوفی ۸۰۲ھ) نے بھی امام شافعی کے مذکورہ اصول کونقل کیا اور کوئی مخالفت نہیں کی، لہٰذا یہ ان کی طرف سے اصولِ مذکور کی تائید ہے۔
دیکھئے الشذی الفیاح (ج۱ص ۱۷۷)

۲۸) عینی نے کہا:
اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ اُس کی تصریحِ سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ۱۱۲/۳، الحدیث حضرو:۲۶ص ۲۷)

اور کہا:" **و قد اتفقوا علٰی أن المدلس إذا قال : عن ، لا یحتج به إلا أن یثبت من طریق آخر أنه سمع ذلك الحدیث من ذلك الشخص** " اور اس پر ان کا اتفاق ہے کہ مدلس جب عن کہے تو حجت نہیں ہے اِلا یہ کہ دوسری سند سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حدیث اُس شخص نے (اپنے استاذ) سے سنی ہے۔

(شرح سنن ابی داود للعینی ج۱ص ۲۵۵ ح ۹۲)

۲۹) کرمانی نے کہا:
اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔ (شرح الکرمانی لصحیح البخاری ج۳ص ۶۲ تحت ح ۲۱۴)

۳۰) قسطلانی نے کہا:
اور مدلس کا عنعنہ قابلِ حجت نہیں ہوتا اِلا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ج۱ص ۲۸۶)

۳۱) السبط ابن العجمی نے کہا:
" **والصحیح التفصیل ... و إن أتی بلفظ یحتمل فحکمه حکم المرسل** "
اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے...اور اگر وہ (مدلس) ایسے الفاظ بیان کرے جن میں احتمال ہو تو اس کا حکم مرسل کا حکم ہے۔(التبیین لاسماء المدلسین ص ۱۲)
یعنی مدلس کی غیر مصرح بالسماع روایت مرسل (منقطع) کی طرح ہے، یاد رہے کہ

جمہور محدثین کے نزدیک مرسل روایت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ومردود ہوتی ہے۔

۳۲) ابن القطان الفاسی نے کہا:

" و معنعن الأعمش عرضة لتبين الإنقطاع فإنه مدلس "

اور اعمش کی معنعن (عن والی) روایت انقطاع بیان کرنے کا نشانہ اور ہدف ہے، کیونکہ وہ مدلس ہیں۔ (بیان الوہم والایہام ۴۳۵/۲ ح ۴۴۱)

معلوم ہوا کہ مدلس کی عن والی روایت کو ابن القطان منقطع سمجھتے تھے۔

۳۳) محمد بن فضیل بن غزوان (متوفی ۱۹۵ھ) نے فرمایا:

مغیرہ (بن مقسم) تدلیس کرتے تھے، پس ہم اُن سے صرف وہی روایت لکھتے جس میں وہ حدثنا ابراہیم کہتے تھے۔ (مسند علی بن الجعد ۴۳۰/۱ ح ۶۶۳ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۶۴۴)

معلوم ہوا کہ محمد بن فضیل بھی مدلس کی غیر مصرح بالسماع یعنی معنعن روایت کو ضعیف ومردود سمجھتے تھے۔

۳۴) ابن رشید الفہری (متوفی ۷۲۱ھ) نے کہا:

" أمّا من عرف بالتدليس فمعرفته بذلك كافية في التوقف في حديثه حتى يتبين الأمر . " مگر جو تدلیس کے ساتھ معروف (یعنی معلوم) ہو تو یہ معلوم ہو جانا اس کے لئے کافی ہے کہ اس کی حدیث میں توقف کیا جائے اِلا یہ کہ معاملہ واضح ہو جائے/یعنی تصریحِ سماع ثابت ہو جائے۔ (السنن الابین ص ۶۶)

۳۵) امام یعقوب بن شیبہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۶۲ھ) نے فرمایا:

" فأما من دلّس عن غير ثقة و عمن لم يسمع هو منه فقد جا وزحد التدليس الذي رخص فيه من رخص من العلماء "

پس جو شخص غیر ثقہ سے تدلیس کرے اور اس سے جس سے اُس نے اسے نہیں سنا تو اس شخص نے تدلیس کی حد میں تجاوز کر لیا، جس کے بارے میں علماء نے اجازت دی تھی۔

(الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ یعقوب بن شیبہ کے نزدیک مدلس کی عن والی روایت اور اسی طرح مرسل خفی دونوں ضعیف وغیر مقبول ہیں۔

۳۶) سخاوی نے عراقی کے قول "أثبته بمره" کی تشریح میں کہا:" و بيان ذلك أنه بثبوت تدليسه مرة صار ذلك هو الظاهر من حاله في معنعناته كما إنه ثبوت اللقاء مرة صار الظاهر من حاله السماع، و كذا من عرف بالكذب في حديث واحد صار الكذب هو الظاهر من حاله و سقط العمل بجميع حديثه مع جواز كونه صادقًا في بعضه"

اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی ایک دفعہ تدلیس کے ثبوت سے اُس کی (تمام) معنعن روایات میں اس کا ظاہر حال یہی بن گیا (کہ وہ مدلس ہے) جیسا کہ ایک دفعہ ملاقات کے ثبوت سے (غیر مدلس کا) ظاہر حال یہ ہوتا ہے کہ اُس نے (اپنے استاد سے) سنا ہے، اور اسی طرح اگر کسی آدمی کا (صرف) ایک حدیث میں جھوٹ معلوم ہو جائے تو اس کا ظاہر حال یہی بن جاتا ہے (کہ وہ جھوٹا ہے) اور اس کی تمام احادیث پر عمل ساقط ہو جاتا ہے، اس جواز کے ساتھ کہ وہ اپنی بعض روایات میں سچا ہو سکتا ہے۔

(فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۹۳)

دو اہم دلیلیں بیان کر کے سخاوی نے امام شافعی کی تائید کر دی اور ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو مدلس کی عن والی روایت نہیں مانتے، چاہے اُس نے ساری زندگی میں صرف ایک دفعہ تدلیس کی ہو۔

۳۷) عبدالرؤف المناوی (صوفی) نے کہا:

و عنعنة المعاصر محمولة على السماع عند المتقدمين كمسلم و ادعى فيه الإجماع و بخلاف غير المعاصر فإنها تكون مرسلة أو منقطعة و شرط حملها على السماع ثبوت المعاصرة إلا من المدلس فإنها غير محمولة على السماع ."

متقدمین مثلاً (امام) مسلم کے نزدیک معاصر کی عن والی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے اور انھوں (مسلم) نے اس میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے، اور اس کے برخلاف غیر معاصر کی روایت مرسل یا منقطع ہوتی ہے اور اس کو سماع پر محمول کرنے کی شرط معاصرت (ہم عصر ہونے) کا ثبوت ہے، سوائے مدلس کے اس کا عنعنہ سماع پر محمول نہیں ہے۔

(الیواقیت والدرر فی شرح نخبۃ ابن حجر ۱/۲۱۰، المکتبۃ الشاملہ)

۳۸) زکریا الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) نے عراقی کا قول " **والشافعي أثبته بمرة**" نقل کیا اور اس کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

دیکھئے فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی (ص ۱۶۹۔۱۷۰)

۳۹) امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا:

میں نے سفیان (ثوری) سے صرف وہی کچھ لکھا ہے جس میں وہ حدثنی یا حدثنا کہتے تھے...

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۱/۲۰۷ ت ۱۱۳۰، وسندہ صحیح، امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلۂ تدلیس ص ۱۵)

۴۰) ابن الترکمانی (حنفی) نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس میں تین علتیں (وجۂ ضعف) ہیں: ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے... (الجوہر النقی ۸/۲۶۲، الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۱۷)

اصولِ حدیث، شروحِ حدیث، محدثین کرام اور دیگر علماء کی مذکورہ تصریحات سے ثابت ہوا کہ مدلس راوی کی عن والی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

جس طرح بعض اصول و قواعد میں تخصیصات ثابت ہو جانے کے بعد عام کا حکم عموم پر جاری رہتا ہے اور خاص کو عموم سے باہر نکال لیا جاتا ہے، اسی طرح اس اصول کی بھی کچھ تخصیصات ثابت ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱: صحیحین (صحیح بخاری، صحیح مسلم) میں تمام مدلسین کی تمام روایات سماع یا معتبر متابعات و شواہد پر محمول ہیں۔

۲: مدلس کی اگر معتبر متابعت یا قوی شاہد ثابت ہو جائے تو تدلیس کا اعتراض ختم ہو جاتا

ہے، جس طرح کہ ضعیف راوی کی روایت کا کوئی معتبر متابع یا قوی شاہد مل جائے تو ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

۳: بعض مدلسین کی روایات بعض شاگردوں کی روایت میں (جیسا کہ دلیل سے ثابت ہے) سماع پر محمول ہوتی ہیں، مثلاً شعبہ کی قتادہ، اعمش اور ابو اسحاق السبیعی سے روایت، شافعی کی سفیان بن عیینہ سے روایت اور یحییٰ بن سعید القطان کی سفیان ثوری سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

۴: بعض مدلسین بعض شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے، مثلاً ابن جریج عطاء بن ابی رباح سے اور ہشیم حصین سے تدلیس نہیں کرتے تھے، لہٰذا ایسی معنعن روایات بھی سماع پر محمول ہیں۔

۵: اسی طرح اگر کوئی اور بات دلیل سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی قابلِ قبول ہے۔

ان کے علاوہ ثابت شدہ مدلسین کی معنعن (عن والی) روایات (اپنی شرائط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہیں۔

خاص کو عام پر مقدم کرنے اور تخصیص کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱: بعض راوی ثقہ ہوتے ہیں، لیکن جب وہ اپنے کچھ خاص استادوں سے روایت بیان کریں تو وہ روایت ضعیف ہوتی ہے، مثلاً سفیان بن حسین ثقہ ہیں، لیکن امام زہری سے اُن کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۲: بعض راوی ضعیف ہوتے ہیں، لیکن جب وہ اپنے کسی خاص استاد سے روایت کریں تو یہ روایت حسن ہوتی ہے (جس کی صریح دلیل محدثین کرام سے ثابت ہوتی ہے) مثلاً عبداللہ بن عمر العمری ضعیف ہیں، لیکن نافع سے ان کی روایت حسن ہوتی ہے۔

۳: بعض راویوں کی روایات اُن کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہیں، لیکن بعض شاگردوں کے بارے میں یہ صراحت مل جاتی ہے کہ انھوں نے اپنے استاذ کے اختلاط سے پہلے حدیثیں سنی تھیں، لہٰذا یہ روایتیں صحیح ہوتی ہیں مثلاً عطاء بن السائب سے امام شعبہ کی

روایت صحیح ہوتی ہے۔

۴: مرسل روایت ضعیف ہوتی ہے، لیکن صحابۂ کرام کی تمام مرسل روایات صحیح ہیں اور اس پر اہلِ سنت کا اجماع ہے۔

۵: ضعیف روایت صحیح وحسن شواہد ومتابعات کے ساتھ صحیح وحسن بن جاتی ہے۔

جس طرح اصولِ حدیث اور اسماء الرجال میں مذکورہ تخصیصات پر عمل کیا جاتا ہے اور خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل کو پیش نہیں کیا جاتا، اسی طرح تدلیس کے مسئلے میں بھی ثابت شدہ تخصیصات پر عمل کیا جاتا ہے اور خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل کو پیش نہیں کیا جاتا۔

تنبیہ: یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ اعمش اور سفیان ثوری وغیرہما کی معنعن روایات صحیح ہیں اور ابو الزبیر، حسن بصری اور زہری وغیرہم کی روایات ضعیف ہوتی ہیں۔!

اس سلسلے میں حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی طبقاتی تقسیم کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

۱: یہ طبقاتی تقسیم جمہور محدثین کے اصولِ تدلیس کے خلاف ہے۔

۲: یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کی شرح نخبۃ الفکر کے اصول کے خلاف ہے۔

۳: یہ تقسیم خود حافظ ابن حجر کی التلخیص الحبیر (۱۹/۳) کے خلاف ہے۔

۴: اہلِ حدیث اور حنفی بلکہ بریلوی اور دیوبندی سب اس طبقاتی تقسیم پر متفق نہیں ہیں۔

اس مضمون میں مذکورین کے نام علی الترتیب درج ذیل ہیں:

ابن الترکمانی (۴۰)	ابن الصلاح (۱۰)
ابن العجمی (۳۱)	ابن القطان الفاسی (۳۲)
ابن الملقن (۱۹)	ابن جماعہ (۲۳)
ابن حبان (۹)	ابن حجر عسقلانی (۱۵)
ابن خزیمہ (۱۸)	ابن رشید الفہری (۳۴)
ابن عبد البر (۱۲)	ابن کثیر (۲۰)

(۳۰/ اگست ۲۰۱۰ء)

❁❁❁

امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلۂ تدلیس

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

روایتِ حدیث میں تدلیس یعنی تدلیس فی الاسناد کے بارے میں محدثین کرام کا مشہور مسلک و مذہب یہ ہے کہ جس راوی سے سند میں تدلیس کرنا ثابت ہو تو اُس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے، مثلاً شیخ ارشاد الحق اثری صاحب نے لکھا ہے:

''اور محدّثین کا اس پر اتفاق ہے کہ قتادہؒ مدلس ہے جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آ رہی ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ مدلس کا عنعنہ موجب ضعف ہے۔ لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا محل نظر ہے۔'' (توضیح الکلام ج ۱ ص ۱۳۰، دوسرا نسخہ ص ۱۴۷)

اثری صاحب نے مزید فرمایا: ''اور یہ طے شدہ اصول ہے کہ مدلس کی معنعن روایت قبول نہیں۔'' (توضیح الکلام ج ۲ ص ۷۶۵، دوسرا نسخہ ۱۰۳۰)

محترم اثری صاحب نے کئی مدلس راویوں کی معنعن (عن والی) روایات پر جرح کی اور ان روایات کو غیر صحیح قرار دیا۔ مثلاً:

۱: ابو الزبیر المکی (توضیح الکلام ج ۲ ص ۵۵۸، دوسرا نسخہ ص ۸۸۹)

۲: قتادہ بن دعامہ (توضیح الکلام ج ۲ ص ۲۸۳، دوسرا نسخہ ص ۶۸۸)

۳: سلیمان بن مہران الاعمش (توضیح الکلام ج ۲ ص ۷۶۵، دوسرا نسخہ ص ۱۰۳۰)

۴: ابراہیم بن یزید النخعی (توضیح الکلام ج ۲ ص ۷۵۸۔۷۵۹، دوسرا نسخہ ص ۱۰۲۶)

۵: محمد بن عجلان (توضیح الکلام ج ۲ ص ۳۳۱، دوسرا نسخہ ص ۷۲۵)

ان میں سے ابراہیم نخعی اور سلیمان الاعمش دونوں حافظ ابن حجر العسقلانی کی طبقاتی تقسیم کے مطابق طبقۂ ثانیہ میں سے تھے۔ دیکھئے الفتح المبین (۲/۳۵، ۲/۵۵)

حافظ ابن حجر کی یہ طبقاتی تقسیم صحیح نہیں ہے اور نہ اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ نیز دیکھئے

الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۲۱-۲۳

تدلیس کے بارے میں مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات (ج ۱ ص ۲۵۱-۲۹۰، ج ۳ ص ۲۱۸-۲۲۳، ۶۱۲-۶۱۴)

مدلس راوی کثیر التدلیس ہو یا قلیل التدلیس، ساری زندگی میں اُس نے صرف ایک دفعہ تدلیس الاسناد کی ہو اور اُس کا اس سے رجوع و تخصیص ثابت نہ ہو یا معتبر محدثین کرام نے اسے مدلس قرار دیا ہو تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں ایسے مدلس کی غیر مصرح بالسماع اور معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے اِلا یہ کہ اس کی معتبر متابعت، تخصیصِ روایت یا شاہد ثابت ہو۔ تخصیصِ روایت کا مطلب یہ ہے کہ بعض شیوخ سے مدلس کی معنعن روایت صحیح ہو یا اس کے بعض تلامذہ کی روایات سماع پر محمول ہوں۔

یہی وہ اصول ہے جس پر اہلِ حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، دیوبندی، بریلوی اور دیگر لوگ فریقِ مخالف کی روایات پر جرح کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، لیکن عصرِ حاضر میں بعض جدید علماء مثلاً حاتم الشریف العونی وغیرہ نے بعض شاذ اقوال لے کر کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کا شوشہ چھوڑ دیا ہے، جس سے انھوں نے اُصولِ حدیث کے اس مشہور مسئلے کو تارپیڈو مار کر غرق کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے اس مضمون میں ان بعض الناس کا ردپیشِ خدمت ہے:

۱) امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰۴ھ) نے فرمایا:

" و من عرفناه دلّس مرة فقد أبان لنا عورته في روايته"

جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہو گیا کہ اُس نے ایک دفعہ تدلیس کی ہے تو اُس نے اپنی پوشیدہ بات ہمارے سامنے ظاہر کر دی۔ (الرسالہ: ۱۰۳۳)

اس کے بعد امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: **" فقلنا : لا نقبل من مدلّس حديثا حتى يقول فيه : حدثني أو سمعت "** پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے، حتیٰ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے۔ (الرسالہ: ۱۰۳۵)

امام شافعی کے بیان کردہ اس اُصول سے معلوم ہوا کہ جس راوی سے ساری زندگی میں ایک دفعہ تدلیس کرنا ثابت ہو جائے تو اُس کی عن والی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

ایک غالی حنبلی ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ) نے لکھا ہے:

" ولم يعتبر الشافعي أن يتكرر التدليس من الراوي ولا أن يغلب على حديثه، بل اعتبر ثبوت تدليسه ولو بمرة واحدة ." اور شافعی نے اس کا اعتبار نہیں کیا کہ راوی بار بار تدلیس کرے اور نہ انھوں نے اس کا اعتبار کیا ہے کہ اُس کی روایات پر تدلیس غالب ہو، بلکہ انھوں نے راوی سے ثبوتِ تدلیس کا اعتبار کیا ہے اور اگرچہ (ساری زندگی میں) صرف ایک مرتبہ ہی ہو۔ (شرح علل الترمذی ج۱ ص۳۵۳ طبع: دارالملاح للطبع والنشر)

امام شافعی اس اصول میں اکیلے نہیں بلکہ جمہور علماء ان کے ساتھ ہیں، لہٰذا زرکشی کا "وهو نص غريب لم يحكمه الجمهور" (النکت ص۱۸۸) کہنا غلط ہے۔

اگر کوئی شخص اس پر بضد ہے کہ اس منہج اور اصول میں امام شافعی رحمہ اللہ اکیلے تھے یا جمہور کے خلاف تھے(!) تو وہ درج ذیل حوالوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرے:

۲) امام ابوقدید عبیداللہ بن فضالہ النسائی (ثقہ مامون) سے روایت ہے کہ (امام) اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: میں نے احمد بن حنبل کی طرف لکھ کر بھیجا اور درخواست کی کہ وہ میری ضرورت کے مطابق (امام) شافعی کی کتابوں میں سے (کچھ) بھیجیں تو انھوں نے میرے پاس کتاب الرسالہ بھیجی۔ (کتاب الجرح والتعدیل ج۷ ص۲۰۴ وسندہ صحیح، تاریخ دمشق لابن عساکر ج۵۴ ص۲۹۱-۲۹۲، نیز دیکھئے مناقب الشافعی للبیہقی ۲۳۴/۱ وسندہ صحیح)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کتاب الرسالہ سے راضی (متفق) تھے اور تدلیس کے اس مسئلے میں اُن کی طرف سے امام شافعی پر رد ثابت نہیں، لہٰذا اُن کے نزدیک بھی مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہے، چاہے قلیل التدلیس ہو یا کثیر التدلیس۔

امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے کہا: احمد بن حنبل نے شافعی کی کتابوں میں نظر فرمائی تھی/ یعنی انھیں بغور پڑھا تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۲۰۴/۷ وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل نے اپنے شاگرد عبدالملک بن عبدالحمید المیمونی سے کہا:
" انظر في كتاب الرسالة فإنه من أحسن كتبه " کتاب الرسالہ دیکھو! کیونکہ یہ اُن کی سب سے اچھی کتابوں میں سے ہے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲۹۱/۵۴ وسندہ صحیح)

تنبیہ: اس تصریح کے مقابلے میں امام احمد کا قول (مجھے معلوم نہیں) سوالاتِ ابی داود (ص ۱۹۹) سے پیش کرنا بے فائدہ اور مرجوح ہے۔

مسائل الامام احمد (روایۃ ابی داود ص ۳۲۲) سے استدلال کرتے ہوئے ایک شخص نے لکھا ہے: ''مگر اس کے باوجود امام احمدؒ نے ہشیم کے عنعنہ پر توقف بھی کیا ہے۔''

عرض ہے کہ اگر امام ہشیم (جنھیں تدلیس کرنے میں مزہ آتا تھا) کا عنعنہ مضر نہیں تھا تو اُن کی عن والی روایت میں توقف کرنے کا کیا مطلب تھا؟ کسی روایت میں توقف کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ روایت قابلِ حجت نہیں ہے۔ کیا کسی صحیح حدیث کے بارے میں بھی صحیح کہنے سے توقف کیا جا سکتا ہے؟!

علمائے کرام جب کسی روایت کو مدلس کے عنعنے کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں تو اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ راوی مدلس ہے اور روایت مذکورہ میں سماع ثابت نہیں ہے۔ جب سماع ثابت ہو جائے تو فوراً رجوع کیا جاتا ہے اور روایت کو بغیر کسی توقف کے صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

فائدہ: امام اسحاق بن راہویہ نے کہا کہ (امام) احمد بن حنبل نے کتاب الرسالہ کے بارے میں فرمایا: " هذا كتاب أعجب به عبد الرحمٰن بن مهدي "
یہ کتاب عبدالرحمٰن بن مہدی کو پسند تھی۔ (الطیوریات ۶۱/۲ ۔ ۷ ح ۶۸۱ وسندہ صحیح)

۳) امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کے پاس امام شافعی کی کتاب الرسالہ پہنچی، لیکن انھوں نے تدلیس کے اس مسئلے پر کوئی رد نہیں فرمایا، جیسا کہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ تدلیس کے مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے موافق تھے۔

٤) امام اسماعیل بن یحییٰ المزنی رحمہ اللہ نے فرمایا: " كتبتُ كتاب الرسالة منذ زيادة علىٰ أربعين سنة و أنا أقرأه و أنظر فيه و يقرأ عليّ فما من مرة قرأت أو قرئ

عليّ إلا استفدت منه شيئًا لم أكن أحسنه ." میں نے چالیس سال سے زیادہ عرصہ پہلے کتاب الرسالہ (نقل کر کے) لکھی اور میں اسے پڑھتا ہوں، اس میں (غور و فکر کے ساتھ) دیکھتا ہوں اور میرے سامنے پڑھی جاتی ہے، پھر ہر بار پڑھنے یا پڑھے جانے سے مجھے ایسا فائدہ ملتا ہے جسے میں پہلے اچھی طرح نہیں سمجھتا تھا۔ (مقدمۃ الرسالہ ص ۷۳ روایۃ ابن الاکفانی: ۵۴ وسندہ حسن، تاریخ دمشق ۲۹۲/۵۴، مناقب الشافعی للبیہقی ۲۳۶/۱ بحوالہ مناقب الآبری العاصمی)

چالیس سال پڑھنے پڑھانے کے باوجود امام مزنی کو تدلیس کے مذکورہ مسئلے کا غلط ہونا معلوم نہیں ہوا جیسا کہ کسی صحیح روایت میں اُن سے ثابت نہیں، لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ وہ بھی ایک مرتبہ تدلیس کرنے والے راوی کی معنعن روایت کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

۵) امام شافعی کی کتاب الرسالہ میں تدلیس والے مذکورہ قول کو مشہور محدث بیہقی نے نقل کر کے کوئی جرح نہیں کی بلکہ خاموشی کے ذریعے سے تائید فرمائی۔ (معرفۃ السنن والآثار ۷۶/۱)

معلوم ہوا کہ امام بیہقی کا بھی یہی مسلک ہے۔

محمد بن عبداللہ بن بہادر الزرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) نے کہا:

" و قد حكم البيهقى بعدم قبول قول من دلّس مرة ." إلخ جو شخص ایک دفعہ تدلیس کرے تو اس کے بارے میں بیہقی نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی روایت (معنعن) غیر مقبول ہے۔ (النکت علیٰ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۹۱)

۶) خطیب بغدادی نے امام شافعی کے قولِ مذکور کو روایت کیا اور کوئی رد نہیں کیا۔ (دیکھئے الکفایہ فی علم الروایہ ص ۲۹۲)

بلکہ تدلیس کے بارے میں "الغالب علٰى حديثه لم تقبل رواياته" والا قول نقل کر کے خطیب نے فرمایا: " و قال آخرون : خبر المدلس لا يقبل إلا أن يورده على وجه مبين غير محتمل لإيهام فإن أورده على ذلك قبل ، و هذا هو الصحيح عندنا " اور دوسروں نے کہا: مدلس کی خبر (روایت) مقبول نہیں ہوتی اِلا یہ کہ وہ وہم کے احتمال کے بغیر صریح طور پر تصریح بالسماع کے ساتھ بیان کرے، اگر وہ ایسا

کرے تو اس کی روایت مقبول ہے اور ہمارے نزدیک یہی بات صحیح ہے۔ (الکفایہ ص ۳۶۱)

۷) غالی شافعی حافظ ابن الصلاح الشہر زوری (متوفی ۶۴۳ھ) نے کہا:

" والحكم بأنه لا يقبل من المدلّس حتى يبين ، قد أجراه الشافعي رضي الله عنه فيمن عرفناه دلّس مرة . والله أعلم " اور حکم (فیصلہ) یہ ہے کہ مدلس کی روایت تصریحِ سماع کے بغیر قبول نہ کی جائے، اسے شافعی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں جاری فرمایا ہے جس نے ہماری معلومات کے مطابق صرف ایک دفعہ تدلیس کی ہے۔ واللہ اعلم

(مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح ص ۹۹، دوسرا نسخہ ص ۱۶۱)

معلوم ہوا کہ امام شافعی کی طرح ابن الصلاح بھی ایک دفعہ تدلیس کرنے والے مدلس کی معنعن روایت کو صحتِ حدیث کے منافی سمجھتے تھے۔

ابن الصلاح کے اس قول کو اصولِ حدیث کی بعد والی کتابوں میں بھی نقل کیا گیا ہے اور تردید نہیں کی گئی، لہٰذا اسے جمہور کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

۸) علامہ یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ۶۷۷ھ) نے مدلس کے بارے میں فرمایا:

" فما رواه بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع فمرسل ... و هذا الحكم جار فيمن دلّس مرة " پس وہ (مدلس راوی) ایسے لفظ سے روایت بیان کرے جس میں احتمال ہو، سماع کی تصریح نہ ہو تو وہ مرسل (یعنی غیر مقبول/ضعیف) ہے... اور یہ حکم اس کے بارے میں جاری ہے جو (صرف) ایک دفعہ تدلیس کرے۔

(التقریب للنووی فی اصول الحدیث ص ۹ نوع ۱۲، مع تدریب الراوی للسیوطی ۱/ ۲۲۹۔۲۳۰، دوسرا نسخہ ص ۲۰۱)

معلوم ہوا کہ امام شافعی کی طرح نووی بھی مدلس کی عن والی روایت کو ضعیف و مردود سمجھتے تھے، چاہے اُس نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ ہی تدلیس کی ہو۔

۹) مشہور صوفی حافظ سراج الدین عمر بن علی بن احمد الانصاری: ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے ابن الصلاح کا قول: " والحكم بأنه لا يقبل من المدلّس حتى يبين، أجراه الشافعي فيمن عرفناه دلّس مرة " نقل کیا اور کوئی رد نہیں کیا، لہٰذا یہ ان کی

طرف سے امام شافعی اور ابن الصلاح دونوں کی موافقت ہے۔
دیکھئے المقنع فی علوم الحدیث (۱۵۸/۱، تحقیق عبداللہ بن یوسف الجدیع)

۱۰) مشہور ثقہ محدث و مفسر حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) نے تدلیس کے بارے میں امام شافعی کا قول نقل کیا اور کوئی جرح یا مخالفت نہیں کی۔
دیکھئے اختصار علوم الحدیث (۱۷۴/۱، نوع ۱۲)

۱۱) حافظ ابو الفضل عبدالرحیم بن الحسین العراقی الاثری رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۶ھ) نے فرمایا: " والشافعي أثبته بمرة " اور شافعی نے (تدلیس کو) اس کے لئے ثابت قرار دیا ہے جو ایک دفعہ (تدلیس) کرے۔ (الفیۃ العراقی مع تعلیقات الشیخ محمد رفیق الاثری ص ۳۲ شعر ۱۶۰)
معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں عراقی بھی امام شافعی کے موافق تھے۔

۱۲) مشہور صوفی سخاوی (متوفی ۹۰۲ھ) نے عراقی کے قول " أثبته بمرة " کی تشریح میں کہا: " و بيان ذلك أنه بثبوت تدليسه مرة صار ذلك هو الظاهر من حاله في معنعناته كما إنه ثبوت اللقاء مرة صار الظاهر من حاله السماع، و كذا من عرف بالكذب في حديث واحد صار الكذب هو الظاهر من حاله و سقط العمل بجميع حديثه مع جواز كو نه صادقاً في بعضه " اور اس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی ایک دفعہ تدلیس کے ثبوت سے اُس کی (تمام) معنعن روایات میں اس کا ظاہر حال یہی بن گیا (کہ وہ مدلس ہے) جیسا کہ ایک دفعہ ملاقات کے ثبوت سے (غیر مدلس کا) ظاہر حال یہ ہوتا ہے کہ اُس نے (اپنے استاد سے) سنا ہے، اور اسی طرح اگر کسی آدمی کا (صرف) ایک حدیث میں جھوٹ معلوم ہو جائے تو اس کا ظاہر حال یہی بن جاتا ہے (کہ وہ جھوٹا ہے) اور اس کی تمام احادیث پر عمل ساقط ہو جاتا ہے، اس جواز کے ساتھ کہ وہ اپنی بعض روایات میں سچا ہو سکتا ہے۔ (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۹۳)
دو اہم دلیلیں بیان کر کے سخاوی نے امام شافعی کی تائید کر دی اور ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو مدلس کی عن والی روایت نہیں مانتے، چاہے اُس نے ساری زندگی میں صرف ایک

دفعہ تدلیس کی ہو۔

۱۳) زکریا بن محمد الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) نے بھی عراقی کے مذکورہ قول (دیکھئے فقرہ: ۱۱) کو نقل کر کے اس کی دلیل بیان کی اور کوئی مخالفت نہیں کی۔

دیکھئے فتح الباقی بشرح الفیۃ العراقی (تحقیق حافظ ثناء اللہ الزاہدی ص ۱۶۹۔۱۷۰)

معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں وہ بھی امام شافعی رحمہ اللہ سے متفق تھے۔

۱٤) جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے بھی امام شافعی کا قول نقل کر کے کوئی مخالفت نہیں کی لہٰذا یہ ان کی طرف سے تائید ہے۔ دیکھئے تدریب الراوی (۱/۲۳۰)

بلکہ سیوطی نے " و لو بمرة وضح " کہہ کر تدلیس کو صراحتاً جرح قرار دیا ہے۔

دیکھئے الفیۃ السیوطی فی علم الحدیث (ص ۳۱ بتحقیق احمد محمد شاکر)

۱۵) حافظ ابن حبان البستی (متوفی ۳۵۴ھ) نے فرمایا:

" الجنس الثالث : الثقات المدلسون الذين كانوا يدلسون فی الأخبار مثل قتادة و يحيى بن أبي كثير والأعمش و أبو إسحاق و ابن جريج و ابن إسحاق والثوري و هشيم و من أشبههم ممن يكثر عددهم من الأئمة المرضيين و أهل الورع فی الدين كانوا يكتبون عن الكل و يروون عمن سمعوا منه فربما دلّسوا عن الشيخ بعد سماعهم عنه عن أقوام ضعفاء لا يجوز الإحتجاج بأخبارهم ، فما لم يقل المدلّس و إن كان ثقة : حدثني أو سمعت فلا يجوز الإحتجاج بخبره ، وهذا أصل أبي عبد الله محمد بن إدريس الشافعي ۔ رحمه الله ۔ و من تبعه من شيوخنا "

تیسری قسم: وہ ثقہ مدلسین جو روایات میں تدلیس کرتے تھے مثلاً قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، اعمش، ابواسحاق، ابن جریج، ابن اسحاق، ثوری، ہشیم اور جو اُن کے مشابہ تھے جن کی تعداد زیادہ ہے، وہ پسندیدہ اماموں اور دین میں پرہیز گاروں میں سے تھے، وہ سب سے (روایات) لکھتے اور جن سے سنتے تو اُن سے روایتیں بھی بیان کرتے تھے، بعض اوقات وہ

شیخ یعنی استاذ سے سننے کے بعد ضعیف لوگوں سے سنی ہوئی روایات اس (شیخ) سے بطورِ تدلیس بیان کرتے تھے، ان کی (معنعن) روایات سے استدلال جائز نہیں ہے۔ پس جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہو حدثنی یا سمعت نہ کہے (یعنی سماع کی تصریح نہ کرے) تو اس کی روایت سے استدلال جائز نہیں ہے اور یہ ابوعبداللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کی اصل (یعنی اصول) ہے اور ہمارے اساتذہ نے اس میں اُن کی اتباع (یعنی موافقت) کی ہے۔

(کتاب المجروحین ج ۱ص ۹۲، دوسرا نسخہ ج ۱ص ۸۶)

اس عظیم الشان بیان میں حافظ ابن حبان نے تدلیس کے مسئلے میں امام شافعی کی مکمل موافقت فرمائی بلکہ ''منہج المتقدمین'' کے نام سے ''کثیر التدلیس'' اور ''قلیل التدلیس'' کی عجیب وغریب، شاذ اور نا قابلِ عمل اصطلاحات کے رواج کے ذریعے سے مسئلہ تدلیس کو تارپیڈو کرنے والوں کے شبہات کے پرخچے اُڑا دیئے ہیں۔

حافظ ابن حبان نے دوسری جگہ فرمایا:

" و أما المدلّسون الذين هم ثقات و عدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري والأعمش و أبي إسحاق و أضرابهم من الأئمة المتقين (المتقنين) و أهل الورع فى الدين لأنا متى قبلنا خبر مدلّس لم يبين السماع فيه ـ و إن كان ثقة لزمنا قبول المقاطيع والمراسيل كلها لأنه لا يدرى لعل هذا المدلس دلّس هذا الخبر عن ضعيف يهي الخبر بذكره إذا عرف ، اللهم إلا أن يكون المدلّس يعلم أنه مادلّس قط إلا عن ثقة فإذا كان كذلك قبلت روايته و إن لم يبين السماع و هذا ليس فى الدنيا إلا سفيان بن عيينة وحده فإنه كان يدلّس و لا يدلّس إلا عن ثقة متقن و لا يكاد يوجد لسفيان بن عيينة خبر دلّس فيه إلا وجد ذلك الخبر بعينه قد بيّن سماعه عن ثقة مثل نفسه والحكم في قبول روايته لهذه العلة ـ و إن لم يبين السماع فيها ـ كالحكم في رواية ابن عباس إذا روى عن النبي ﷺ

ما لم یسمع منه " اور مگر وہ مدلسین جو ثقہ اور عادل ہیں تو ہم ان کی بیان کردہ روایات میں سے صرف ان روایات سے ہی استدلال کرتے ہیں جن میں انھوں نے سماع کی تصریح کی ہے، مثلاً ثوری، اعمش، ابواسحاق اور ان جیسے دوسرے ائمہ متقین (ائمہ متقنین) اور دین میں پرہیزگاری والے امام، کیونکہ اگر ہم مدلس کی وہ روایت قبول کریں جس میں اُس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ اگر چہ وہ ثقہ تھا، تو ہم پر یہ لازم آتا ہے کہ ہم تمام منقطع اور مرسل روایات قبول کریں، **کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ہوسکتا ہے اس مدلس نے اس روایت میں ضعیف سے تدلیس کی ہو، اگر اس کے بارے میں معلوم ہوتا تو روایت ضعیف ہو جاتی،** سوائے اس کے کہ اللہ جانتا ہے، اگر مدلس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس نے صرف ثقہ سے ہی تدلیس کی ہے، پھر اگر اس طرح ہے تو اس کی روایت مقبول ہے اور اگر چہ وہ سماع کی تصریح نہ کرے، اور یہ بات (ساری) دنیا میں سوائے سفیان بن عیینہ اکیلے کے کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہے، کیونکہ وہ تدلیس کرتے تھے اور صرف ثقہ متقن سے ہی تدلیس کرتے تھے، سفیان بن عیینہ کی ایسی کوئی روایت نہیں پائی جاتی جس میں انھوں نے تدلیس کی ہو مگر اسی روایت میں انھوں نے اپنے جیسے ثقہ سے تصریح سماع کر دی تھی، اس وجہ سے ان کی روایت کے مقبول ہونے کا حکم ـــــ اگر چہ وہ سماع کی تصریح نہ کریں ـــــ اسی طرح ہے جیسے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) اگر نبی ﷺ سے ایسی روایت بیان کریں جو انھوں نے آپ سے سنی نہیں تھی، کا حکم ہے۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان ج ۱ ص ۱۶۱، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۹۰)

اس حوالے میں بھی حافظ ابن حبان نے مدلس راوی کی اس روایت کو غیر مقبول قرار دیا ہے جس میں سماع کی تصریح نہ ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کی معناً تائید فرمائی ہے۔

حافظ ابن حبان کے اس بیان سے درج ذیل اہم نکات واضح ہیں:

۱: جس راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو، اس کی عدمِ تصریحِ سماع والی روایت غیر مقبول ہوتی ہے۔

۲: امام شافعی کا بیان کردہ اصول صحیح ہے۔

۳: امام شافعی اپنے اصول میں منفرد نہیں بلکہ ابن حبان اور اُن کے شیوخ (نیز [عبدالرحمٰن بن مہدی] احمد بن حنبل ، اسحاق بن راہویہ، مزنی ، بیہقی اور خطیب بغدادی وغیرہم جیسا کہ ہمارے اس مضمون سے ثابت ہے) نے امام شافعی کی تائید فرمائی ہے۔

۴: کثیر اور قلیل تدلیس میں فرق کرنے والا منہج صحیح نہیں بلکہ مرجوح ہے۔

۵: اگر مدلس کی عن والی روایت مقبول ہے تو پھر منقطع اور مرسل روایات کیوں غیر مقبول ہیں؟

۶: مدلسین مثلاً امام سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ کی معنعن اور سماع کی صراحت کے بغیر والی روایات غیر مقبول ہیں، اگرچہ بعض متاخر علماء نے انھیں طبقہ ثانیہ یا طبقہ اولیٰ میں ذکر کر رکھا ہو۔

۷: حافظ ابن حبان کے نزدیک امام سفیان بن عیینہ صرف ثقہ سے ہی تدلیس کرتے تھے۔ ہمیں اس آخری شق سے دو دلیلوں کے ساتھ اختلاف ہے:

۱: بعض اوقات سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ غیر ثقہ سے بھی تدلیس کر لیتے تھے۔ مثلاً دیکھئے تاریخ یحییٰ بن معین (روایۃ الدوری: ۹۷۹) کتاب الجرح والتعدیل (۱۹۱/۷) اور میری کتاب: توضیح الاحکام (ج ۲ ص ۱۴۹)

لہٰذا یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قاعدہ اَغلبیہ ہے۔

۲: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بعض اوقات ثقہ مدلس (مثلاً ابن جریج) سے بھی تدلیس کرتے تھے۔

دیکھئے الکفایہ (ص ۳۵۹۔ ۳۶۰ وسندہ صحیح) اور توضیح الاحکام (ج ۲ ص ۱۴۸)

میں نے یہ کہیں بھی نہیں پڑھا کہ سفیان بن عیینہ ثقہ مدلس راویوں سے بطورِ تدلیس صرف وہی روایات بیان کرتے تھے جن میں انھوں نے سفیان کے سامنے سماع کی تصریح کر رکھی ہوتی تھی، لہٰذا کیا بعید ہے کہ ثقہ مدلس نے ایک روایت تدلیس کرتے ہوئے بیان کی ہو اور سفیان بن عیینہ نے اس ثقہ مدلس کو سند سے گرا کر روایت بیان کر دی ہو، لہٰذا اس

وجہ سے بھی ان کی معنعن روایت نا قابلِ اعتماد ہے۔ واللہ اعلم

۱۶) حسین بن عبداللہ الطیبی (متوفی ۷۴۳ھ) نے اپنے اصولِ حدیث والے رسالے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول کو درج فرمایا ہے اور کوئی تردید نہیں کی، لہٰذا اس مسئلے میں وہ بھی شافعی سے متفق تھے۔

دیکھئے الخلاصۃ فی اصول الحدیث (ص ۷۲ تحقیق صبحی سامرائی)

۱۷) ابو بکر الصیرفی (متوفی ۳۳۰ھ) نے (کتاب الرسالہ کی شرح) کتاب الدلائل والاعلام میں فرمایا: "**کل من ظهر تدليسه عن غير الثقات لم يقبل خبره حتى يقول : حدثني أو سمعت**" ہر وہ شخص جس کی تدلیس غیر ثقہ راویوں سے ظاہر ہو جائے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اِلا یہ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے/ یعنی سماع کی تصریح کرے۔ (النکت علیٰ مقدمۃ ابن الصلاح للزرکشی ص ۱۸۴)

تنبیہ: چونکہ کتاب الدلائل والاعلام میرے پاس موجود نہیں اور نہ مجھے اس کے وجود کا کوئی علم ہے، لہٰذا یہ حوالہ مجبوراً زرکشی سے لیا ہے اور دوسرے کئی علماء نے بھی صیرفی سے اس حوالے کو نقل کیا ہے (مثلاً دیکھئے شرح الفیۃ العراقی بالتبصرۃ والتذکرۃ ج ۱ ص ۱۸۳۔ ۱۸۴) نیز یہ کہ کتاب سے روایت جائز ہے اِلا یہ کہ اصل کتاب میں ہی طعن ثابت ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضعیف راوی سے ایک دفعہ بھی تدلیس کرنے والے ثقہ راوی کے بارے میں صیرفی کا یہ موقف تھا کہ اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں سماع کی تصریح ہو، لہٰذا امام شافعی کے اصول سے صیرفی بھی متفق تھے۔

۱۸) حافظ ابن حجر العسقلانی نے تدلیس الاسناد کے بارے میں کہا:

"**وحكم من ثبت عنه التدليس إذا كان عدلاً ، أن لا يقبل منه إلا ما صرّح فيه بالتحديث على الأصح**" صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ عادل ہو تو اُس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ سماع

کی تصریح کرے۔ (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ٦٦، ومع شرح الملا علی القاری ص ٤١٩)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ تدلیس ثابت ہو جانے پر بھی حافظ ابن حجر مدلس کا عنعنہ صحت کے منافی سمجھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے اپنے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے ایک مدلس اعمش کے بارے میں کہا:
کیونکہ کسی سند کے راویوں کا ثقہ ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں ہے، چونکہ اعمش مدلس ہیں اور انھوں نے عطاء سے (اس حدیث میں) اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا ہے۔
(التلخیص الحبیر ٣/ ١٩ ح ١١٨١، السلسلۃ الصحیحۃ ١/ ١٦٥ ح ١٠٤)

١٩) محمد بن اسماعیل الیمانی (متوفی ١١٨٢ھ) نے بھی حافظ ابن حجر کے مذکورہ قول (فقرہ: ١٨) کو بطورِ جزم اور بغیر کسی تردید کے نقل کیا ہے۔ دیکھئے اسبال المطر علیٰ قصب السکر (بتحقیق الشیخ محمد رفیق الاثری ص ١١٦۔ ١١٧)

٢٠) شیخ الاسلام سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی (متوفی ٨٠٥ھ) نے مقدمہ ابن الصلاح کی شرح میں امام شافعی کا قول نقل کیا اور کوئی تردید نہیں کی، لہٰذا یہ ان کی طرف سے اصولِ مذکور کی موافقت ہے۔
دیکھئے محاسن الاصطلاح (ص ٢٣٥، تحقیق عائشہ عبدالرحمٰن بنت شاطی)

٢١) برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب الابناسی (متوفی ٨٠٢ھ) نے بھی امام شافعی کے مذکورہ اصول کو نقل کیا اور کوئی مخالفت نہیں کی، لہٰذا یہ ان کی طرف سے اصولِ مذکور کی تائید ہے۔ دیکھئے الشذیٰ الفیاح (ج ١ ص ١٧٧)

ان کے علاوہ اور بھی کئی حوالے ہیں۔ مثلاً دیکھئے النکت علیٰ ابن الصلاح لابن حجر (٢/ ٦٣٤) وغیرہ

اصولِ حدیث کے اس بنیادی مسئلے کے خلاف عرب ممالک میں حاتم شریف العونی، ناصر بن حمد الفہد اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد وغیرہم نے منہج المتقدمین (والمتاخرین) کے نام سے ایک نیا اصول متعارف کرانے کی کوشش شروع کر دی ہے اور وہ یہ ہے کہ مدلسین

کی دو قسمیں ہیں:

۱: کثیر التدلیس مثلاً بقیہ بن الولید، حجاج بن ارطاۃ اور ابو جناب الکلبی وغیرہم

۲: قلیل التدلیس مثلاً قتادہ، اعمش، ہشیم، ثوری، ابن جریج اور ولید بن مسلم وغیرہم۔

دیکھئے منہج المتقدمین فی التدلیس لناصر بن حمد الفہد (ص ۱۵۵۔۱۵۶)

ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ قلیل التدلیس راوی کی صرف وہی روایت ضعیف ہوتی ہے جس میں اُس کا تدلیس کرنا ثابت ہو، ورنہ صحیح اور مقبول ہوتی ہے۔ یہ لوگ اپنے منہج کی تائید میں درج ذیل دلیل پیش کرتے ہیں:

☆ یعقوب بن شیبہ نے کہا: میں نے علی بن المدینی سے پوچھا: جو شخص تدلیس کرتا ہے کیا وہ حدثنا نہ کہے تو حجت ہوتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: " **إذا كان الغالب عليه التدليس فلا حتى يقول : حدثنا** " اگر اس پر تدلیس غالب ہو تو جب تک حدثنا نہ کہے حجت نہیں ہوتا۔ (الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح، منہج المتقدمین ص ۲۳ مقدمہ بقلم الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد)

عرض ہے کہ یہ قول آٹھ (۸) وجہ سے مرجوح اور نا قابلِ حجت ہے:

۱: یہ جمہور کے خلاف یعنی شاذ ہے جیسا کہ ہم نے بیس سے زیادہ علمائے کرام کے حوالوں سے ثابت کر دیا ہے اور باقی حوالے آگے آرہے ہیں۔ ان شاء اللہ

یاد رہے کہ اس قول یعنی الغالب علیہ التدلیس کو جمہور کا موقف قرار دینا غلط ہے۔

۲: اس قول کے راوی خطیب بغدادی نے روایت کے باوجود خود اس قول کی عملاً مخالفت کی۔ دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۶

۳: محدثین متقدمین مثلاً تیسری صدی ہجری (۳۰۰ھ) تک تدلیس کرنے والے عام راویوں کے بارے میں محدثین کرام سے قلیل التدلیس اور کثیر التدلیس کی صراحتیں ثابت نہیں ہیں۔

۴: یہ مفہوم مخالف ہے اور نصِ صریح کے مقابلے میں مفہومِ مخالف حجت نہیں ہوتا۔

۵: یہ قول منسوخ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ خود امام ابن المدینی نے سفیان ثوری کے

بارے میں فرمایا: " والناس یحتاجون في حدیث سفیان إلٰی یحیی القطان لحال الإخبار یعنی عليّ أن سفیان کان یدلس و أن یحیی القطان کان یوقفه علٰی ما سمع مما لم یسمع " لوگ سفیان کی حدیث میں یحییٰ القطان کے محتاج ہیں کیونکہ وہ مصرح بالسماع روایات بیان کرتے تھے۔ علی بن المدینی کا خیال ہے کہ سفیان تدلیس کرتے تھے اور یحییٰ القطان ان کی صرف مصرح بالسماع روایتیں ہی بیان کرتے تھے۔ (الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

یادر ہے کہ منہج المتقدمین والے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کو کثیر التدلیس نہیں سمجھتے بلکہ بہت سے علماء انھیں قلیل التدلیس سمجھتے ہیں، لہٰذا اگر سفیان ثوری کی عن والی اور غیر مصرح بالسماع روایتیں (جن میں صراحتاً تدلیس ثابت نہیں ہے) صحیح ومقبول ہوتیں تو پھر لوگ ان کی روایات میں امام یحییٰ بن سعید القطان کے محتاج کیوں تھے؟

جب قلیل التدلیس راوی کی معنعن روایت میں سماع کی تصریح ضروری نہیں تو پھر یہاں لوگوں کا محتاج ہو کر یحییٰ القطان کی طرف رجوع کرنا نا قابلِ فہم ہے۔

یہاں پر بطورِ فائدہ عرض ہے کہ امام یحییٰ بن سعید القطان نے فرمایا:

" ما کتبت عن سفیان شیئاً إلا ما قال : حدثني أو حدثنا إلا حدیثین... "

میں نے سفیان (ثوری) سے صرف وہی کچھ لکھا ہے جس میں وہ حدثنی یا حدثنا کہتے تھے، سوائے دو حدیثوں کے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال للامام احمد ۱/۲۰۷ ت ۱۱۳۰، وسندہ صحیح، یادر ہے کہ ان دوروایتوں کو یحییٰ القطان نے بیان کر دیا تھا۔)

معلوم ہوا کہ یحییٰ القطان اس جدید منہج المتقدمین کے قائل نہیں تھے بلکہ اپنے استاذ امام سفیان ثوری کے عنعنے اور عدمِ تصریحِ سماع کو صحت کے لئے منافی سمجھتے تھے، ورنہ اتنی تکلیف کی ضرورت کیا تھی؟

۶: ابن المدینی کے اس قول کو نہ اہلِ حدیث نے قبول کیا ہے (مثلاً شیخ ارشاد الحق اثری صاحب نے ابوالزبیر، قتادہ، اعمش، ابراہیم نخعی اور محمد بن عجلان وغیرہم کی روایات پر تدلیس

کی وجہ سے جرح کی ہے) اور نہ حنفیہ، شافعیہ، دیوبندیہ، بریلویہ اور دیگر لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں، مثلاً سرفراز خان صفدر دیوبندی اور احمد رضا خان بریلوی وغیرہم نے کئی مدلس یا تدلیس کی طرف منسوب راویوں کی روایات پر تدلیس کی جرح کی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ نیز دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات (ج ۳ ص ۲۲۱، ۶۱۲)

عام کتبِ اصولِ حدیث میں بھی اس قول کو بطورِ حجت نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس سے اغماض اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قول غلط اور مرجوح ہے۔

۷: کون کثیر التدلیس تھا اور کون قلیل التدلیس تھا، اس مسئلے کو متقدمین سے ثابت کرنا اور عام مسلمانوں کو اس پر متفق کرنے کی کوشش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

۸: اختلافی مسائل کی کتابوں اور مناظراتِ علمیہ میں یہ اصول غیر مقبول ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہے۔

☆ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے مدلس راوی کے بارے میں فرمایا: "لا یکون حجة فیما دلّس" وہ جس میں تدلیس کرے تو حجت نہیں ہوتا۔ (الکفایہ ص ۳۶۲ وسندہ صحیح)

اس قول کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جو روایت عن سے بیان کرے تو حجت نہیں ہوتا۔ فی الحال اس مطلب کی تائید میں چار حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: امام ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی (متوفی ۲۱۸ھ) نے سفیان ثوری کے بارے میں فرمایا: "إذا دلّس عنه یقول : قال عمرو بن مرة" اور جب آپ اُن (عمرو بن مرہ) سے تدلیس کرتے تو فرماتے: عمرو بن مرہ نے کہا۔

(تاریخ ابی زرعہ الدمشقی: ۱۱۹۳، وسندہ صحیح، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۸۷)

معلوم ہوا کہ امام ابونعیم غیر مصرح بالسماع روایت کو دلس کہتے تھے۔

۲: طحاوی نے کہا: اور اس حدیث کو زہری نے عروہ سے نہیں سنا، انھوں نے تو اس کے ساتھ تدلیس کی ہے۔ (شرح معانی الآثار ۱/ ۲۷، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۸۸)

یہاں زہری کی عن عروہ والی روایت کو "دلس به" قرار دیا گیا ہے۔

۳: محمد بن اسحاق بن یسار امام المغازی نے ایک حدیث امام زہری سے "فذکر" کہہ کر سماع کی تصریح کے بغیر بیان کی تو امام ابن خزیمہ نے "إن صح الخبر" کی صراحت کے ساتھ روایت کی صحت میں شک کیا اور فرمایا: " أنا استثنيت صحة هذا الخبر لأني خائف أن يكون محمد بن إسحاق لم يسمع من محمد بن مسلم و إنما دلّسه عنه "میں نے اس روایت کی صحت کا استثنا اس لئے کیا کہ مجھے ڈر ہے کہ محمد بن اسحاق نے محمد بن مسلم (الزہری) سے (اس روایت کو) نہیں سنا اور اُنھوں نے تو اس میں تدلیس کی ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۷۱ ح ۱۳۷)

اس قول میں عدمِ تصریح سماع والی روایت پر تدلیس کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۴: جریر بن حازم نے ابن ابی نجیح سے ایک روایت عن کے ساتھ بیان کی تو بیہقی نے فرمایا: " و هذا إسناد صحيح إلا أنهم يرون أن جرير بن حازم أخذه من محمد بن إسحاق ثم دلسه فإنه بين فيه سماع جرير من ابن أبي نجيح صار الحديث صحيحًا . والله أعلم "

اور یہ سند (بظاہر) صحیح ہے اِلا یہ کہ وہ لوگ (علماء) سمجھتے ہیں کہ جریر نے اسے محمد بن اسحاق سے لیا اور پھر اس میں تدلیس کر دی (یعنی بطورِ عن بیان کر دیا) پس اگر اس میں جریر کا ابن ابی نجیح سے سماع واضح ہو جائے تو حدیث صحیح ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

(السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۳۰، کتاب الحج باب جواز الذکر والانثی فی الھدایا)

[متعدد علماء نے مدلس کی عن والی روایت کو "ضعيف لتدليس ..." کہہ کر ضعیف قرار دیا ہے، مثلاً سنن ابن ماجہ (۴۲۵۳) کی ایک روایت "الوليد بن مسلم عن ابن ثوبان عن أبيه عن مكحول عن جبير بن نفير عن عبدالله بن عمرو عن النبي ﷺ" کے بارے میں بوصیری نے کہا:

"هذا إسناد ضعيف ، فيه الوليد بن مسلم وهو مدلس و قد عنعنه و كذلك مكحول الدمشقي ..." یہ سند ضعیف ہے، اس میں ولید بن مسلم مدلس ہیں اور انھوں

نے عن سے روایت کی ہے، اور اسی طرح مکحول الدمشقی (مدلس ہیں اور انھوں نے عن سے روایت کی ہے)... (زوائد سنن ابن ماجہ ص ۵۵۳ ح ۱۴۴۹)

روایتِ مذکورہ میں ولید بن مسلم کا خاص طور پر تدلیس کرنا ثابت نہیں، بلکہ اُن کے عن کی وجہ سے ہی بوصیری نے اسے تدلیس قرار دیا ہے، حالانکہ وہ اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ ایک جماعت نے اُن کی متابعت کی ہے، جیسا کہ بوصیری کے بقیہ کلام سے بھی ظاہر ہے۔ امام مکحول کا مدلس ہونا ثابت نہیں، کجا یہ کہ وہ کثیر التدلیس ہوں اور خاص اس روایت میں ان کا تدلیس کرنا بھی ثابت نہیں، لہٰذا بوصیری کا اس روایت کو مکحول کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ مدلس کی عن والی روایت کو علماء تدلیس قرار دیتے ہیں اور یہ شرط نہیں لگاتے کہ اگر کسی خاص روایت میں مدلس نے صراحت کے ساتھ تدلیس کی ہوگی تو اسے تدلیس قرار دیں گے، ورنہ نہیں۔!

ثابت ہوا کہ **عنعنہ** کو **دلسہ** قرار دینا بالکل صحیح ہے۔

منہاج المتقدمین والی پارٹی کا یہ کہنا: ''مدلس کی عن والی ہر روایت صحیح ہوتی ہے اِلا یہ کہ کسی خاص روایت میں تصریح ثابت ہو جائے کہ یہ روایت اُس نے اپنے استاد سے نہیں سنی تھی، تو صرف یہ روایت ضعیف ہوگی۔'' اصولِ حدیث کی رُو سے غلط ہے، ورنہ مدلس اور غیر مدلس کی عن والی روایات میں فرق ہی باقی نہیں رہتا۔

اگر ثقہ غیر مدلس راوی کی کسی خاص روایت میں یہ ثابت ہو جائے کہ انھوں نے اس روایت کو اپنے استاد سے نہیں سنا تھا تو معلول ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

فائدہ: سنن ابن ماجہ کی روایت مذکورہ میں امام مکحول پر تدلیس کا اعتراض غلط ہے اور عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث تھے، لہٰذا یہ روایت حسن لذاتہ ہے اور اس کے شواہد بھی ہیں۔ والحمدللہ]

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ دلس کا لفظ غیر مصرح بالسماع روایت بیان کرنے پر بھی بولا جا سکتا ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ امام ابن معین کے مذکورہ قول کا وہی مفہوم لیا جائے جو

جمہور محدثین وعلماء کی تحقیق کے مطابق ہے۔

یعقوب بن سفیان الفارسی رحمہ اللہ کے قول ''و حديث سفيان و أبي إسحاق و الأعمش ما لم يعلم أنه مدلس يقوم مقام الحجة '' [اور سفیان، ابواسحاق اور اعمش کی حدیث، جب معلوم نہ ہو کہ اس میں تدلیس کی گئی ہے تو حجت کے مقام پر قائم یعنی حجت ہے۔] کا بھی یہی مطلب ہے جو امام ابن معین رحمہ اللہ کے قول کا بیان کیا گیا ہے۔

یہ کیسے معلوم ہوگا کہ سفیان ثوری، ابو اسحاق السبیعی اور اعمش نے فلاں حدیث میں تدلیس کی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب آسان ہے کہ اگر ان کے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے تو قطعی فیصلہ ہو گیا کہ انھوں نے تدلیس نہیں کی اور اگر تصریح ثابت نہ ہو تو پھر اس بات کا قوی خوف اور ڈر ہے کہ ہوسکتا ہے انھوں نے اس روایت میں تدلیس کی ہو، کسی غیر ثقہ سے روایتِ مذکورہ کو سن کر اسے گرا دیا ہو جیسا کہ سفیان ثوری نے ایک حدیث اپنے نزدیک غیر ثقہ سے سنی تھی جس نے اسے عاصم سے بیان کیا تھا، پھر اسی روایت کو ثوری نے بغیر تصریح سماع کے عاصم سے بیان کر دیا تو اُن کے شاگرد ابو عاصم نے کہا: ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سفیان ثوری نے اس حدیث میں .... سے تدلیس کی ہے۔

دیکھئے سنن الدار قطنی (۳/۲۰۱ ح ۳۴۲۳) اور علمی مقالات (ج ۱ ص ۲۵۲۔۲۵۳)

☆ منہج المتقدمین کے شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد حفظہ اللہ نے امام شافعی کے اصولِ تدلیس کو ''کلامِ نظری'' کہہ کر یہ عجیب وغریب دعویٰ کیا: بلکہ ہوسکتا ہے کہ شافعی نے اس (اصول) پر خود عمل نہیں کیا، کیونکہ انھوں نے اپنی کتابوں میں بعض جگہ ابن جریج کی معنعن روایات سے حجت پکڑی اور شافعی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ابن جریج نے یہ روایات اپنے اساتذہ سے سنی ہیں۔

دیکھئے کتاب الرسالہ (۴۹۸، ۸۹۰، ۹۰۳) اور برائے ابوالزبیر (الرسالہ: ۴۹۸، ۸۸۹)!!

عرض ہے کہ یہ کلام کئی وجہ سے باطل ہے:

امام شافعی کا ''إسناده صحيح '' وغیرہ کہنے کے بغیر مجرد روایت بیان کرنا حجت

پکڑ نانہیں ہے۔

۲: یہ ضروری نہیں ہے کہ مدلس کے سماع کی تصریح خود امام شافعی سے صراحتاً ثابت ہو بلکہ دوسری کتاب میں اس کی صراحت کافی ہے جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے مدلسین کی مرویات کے بارے میں علمائے کرام کا عمل جاری وساری ہے۔

۳: روایاتِ مذکورہ کی تفصیل درج ذیل ہے:

- (الرسالہ: ۴۹۸) اس میں سماع کی تصریح کتاب الام (۸۴/۱) میں موجود ہے۔
دیکھئے الرسالہ کا حاشیہ ص ۱۷۸ نمبر ۹
- (الرسالہ: ۸۹۰) ابن جریج کی عطاء سے روایت قوی ہوتی ہے، لہٰذا سماع کی یہاں ضرورت نہیں، دوسرے یہ کہ یہ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ صحیح حدیث (السنن الصغریٰ للنسائی ۲۸۴/۱ ح ۵۸۶ ترقیم تعلیقات سلفیہ) کی تائید میں ہے۔
- (الرسالہ: ۹۰۳) روایتِ مذکورہ موقوف ہے اور اس میں ابن جریج کے ابن ابی ملیکہ سے سماع کی تصریح اخبار مکہ للفاکہی (ج ۱ ص ۲۵۷ ح ۴۹۶ وسندہ حسن لذاتہ) میں موجود ہے۔
- (الرسالہ: ۴۹۸) ابوالزبیر کے سماع کی تصریح سنن النسائی (۲۸۴/۱ ح ۵۸۶) میں موجود ہے۔
- (الرسالہ: ۸۸۹) اس میں ابوالزبیر کے سماع کی تصریح سنن النسائی (۵۸۶) میں موجود ہے۔
- ایک شخص نے کتاب الرسالہ کے فقرہ: ۱۲۲۰، کا حوالہ بھی امام شافعی کے اصول کے خلاف بطورِ رد پیش کیا ہے، حالانکہ اسی حوالے میں " أخبـــــره " کے ساتھ سماع کی تصریح موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ شیخ عبداللہ السعد کا امام شافعی پر معارضہ پیش کرنا باطل ہے۔

منہج المتقدمین کے نام سے بعض جدید علماء نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ثقہ مدلس کی غیر مصرح بالسماع (عن والی) ہر روایت صحیح و مقبول ہوتی ہے اِلا یہ کہ کسی خاص روایت میں

صراحتاً تدلیس ثابت ہو تو وہ ضعیف ہو جاتی ہے۔!!

اس مرجوح اور غلط منہج کی تردید کے لئے ہمارے ذکر کردہ اکیس (۲۱) حوالے کافی ہیں، تاہم مزید حوالے بھی پیشِ خدمت ہیں:

۲۲) امام بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ عن ابی نضرہ والی ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

" ولم يذكر قتادة سماعًا من أبي نضرة في هذا "

اور قتادہ نے ابونضرہ سے اس روایت میں اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ (جزء القراءۃ:۱۰۴)

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک مدلس کا سماع کی تصریح نہ کرنا صحتِ حدیث کے منافی ہے۔

۲۳) اعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن عطاء بن ابی رباح عن (ابن) عمر والی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے امام ابن خزیمہ نے فرمایا: دوسری بات یہ ہے کہ اعمش مدلس ہے، انھوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ الخ

(کتاب التوحید ص ۳۸، علمی مقالات ج ۳ ص ۲۲۰)

۲٤) امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ (متوفی ۱٦۰ھ) نے فرمایا: میں قتادہ کے منہ کو دیکھتا رہتا، جب آپ کہتے: میں نے سنا ہے یا فلاں نے ہمیں حدیث بیان کی، تو میں اسے یاد کر لیتا اور جب آپ کہتے: فلاں نے حدیث بیان کی، تو میں اسے چھوڑ دیتا تھا۔

(تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۱٦۹، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ امام شعبہ بھی مدلس کی عدمِ تصریحِ سماع والی روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ نیز دیکھئے علمی مقالات (ج ۱ ص ۲٦۱۔۲٦۲)

۲۵) حافظ ابن عبدالبر نے کہا: اور انھوں (محدثین) نے فرمایا: اعمش کی تدلیس (یعنی عن والی روایت) غیر مقبول ہے، کیونکہ انھیں جب (معنعن روایت کے بارے) پوچھا جاتا تو غیر ثقہ کا حوالہ دیتے تھے۔ الخ (التمہید ج ۱ ص ۳۰، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۷۰)

ابن عبدالبر سے اس کے علاوہ تاسف والا ایک گول مول قول بھی موجود ہے۔

(دیکھئے التمہید ۱۹/ ۲۸۷)

لیکن وہ قول جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح ہے۔

۲۶) محمد بن فضیل بن غزوان (متوفی ۱۹۵ھ) نے کہا: مغیرہ (بن مقسم) تدلیس کرتے تھے، پس ہم اُن سے صرف وہی روایت لکھتے جس میں وہ حدثنا ابراہیم کہتے تھے۔

(مسند علی بن الجعد ۱/ ۴۳۰ ح ۶۶۳ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ: ۶۴۴، علمی مقالات ج ۱ ص ۲۸۷)

معلوم ہوا کہ محمد بن فضیل بھی مدلس کی وہ روایت، جس میں سماع کی تصریح نہ ہو ضعیف و مردود سمجھتے تھے۔

۲۷) ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) نے کہا: " **و معنعن الأعمش عرضة لتبين الإنقطاع فإنه مدلس** " اور اعمش کی معنعن (عن والی) روایت انقطاع بیان کرنے کا نشانہ اور ہدف ہے کیونکہ وہ مدلس ہیں۔ (بیان الوہم والایہام ۲/ ۴۳۵ ح ۴۴۱)

اگر مدلس کی عن والی روایت مطلقاً صحیح ہوتی ہے تو پھر انقطاع کے ہدف اور نشانہ ہونے کا کیا مطلب؟!

۲۸) زہری عن عروہ والی ایک روایت کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا:

" **الزهری لم يسمع من عروة هذا الحديث فلعله دلّسه** "

زہری نے عروہ سے یہ حدیث نہیں سنی، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ انھوں نے اس میں تدلیس کی ہو۔

(علل الحدیث ۱/ ۳۲۴ ح ۹۶۸)

۲۹) امام یحییٰ بن سعید القطان بھی مدلس کی تصریحِ سماع نہ ہونے کو صحتِ حدیث کے منافی سمجھتے تھے، جیسا کہ اُن کے عمل سے ثابت ہے۔

مثلاً دیکھئے یہی مضمون (فقرہ: ۲۱) ابن المدینی رحمہ اللہ کے قول کا رد نمبر ۴

۳۰) ابن الترکمانی حنفی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا:

اس میں تین علتیں (وجۂ ضعف) ہیں: ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے... (الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲، الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۱۷)

معلوم ہوا کہ ابن الترکمانی کے نزدیک بھی ہر روایت میں مدلس راوی کے سماع کی تصریح کا ثبوت ضروری ہے اور مطلقاً عدمِ تصریحِ سماع والی روایت معلول یعنی ضعیف ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں، مثلاً عینی حنفی نے کہا: اور سفیان (ثوری) مدلسین میں سے تھے اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اِلا یہ کہ اُس کی تصریحِ سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔ (عمدۃ القاری ۱۱۲/۳، الحدیث حضرو: ۶۶ ص ۲۷، عدد ۷۶ ص ۱۶)

اب عصرِ حاضر کے بعض اہلِ حدیث علماء کے دس حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۳۱) مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقۂ ثالثہ وطبقۂ ثانیہ کے مدلسین کی معنعن اور غیر مصرح بالسماع روایات کو غیر صحیح اور ضعیف قرار دیا ہے، جیسا کہ اس مضمون کے بالکل شروع میں باحوالہ بیان کر دیا گیا ہے۔

۳۲) مولانا محمد داود ارشد صاحب نے امام سفیان ثوری کو مدلس قرار دینے کے بعد لکھا:

''جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ سفیان ثوری مدلس ہیں، تو اب سنئے کہ زیر بحث احادیث میں امام سفیان ثوری نے تحدیث کی صراحت نہیں کی بلکہ معنعن مروی ہے، اور مدلس راوی کی روایت سماع کی صراحت کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔'' الخ (حدیث اور اہلِ تقلید ج ۱ ص ۲۳)

۳۳) ذہبیٔ عصر حافظ شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی المکی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری کی ایک معنعن روایت کو معلول قرار دیتے ہوئے پہلی علت یہ بیان کی کہ سفیان تدلیس کرتے تھے اور کسی سند میں اُن کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ دیکھئے التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل (ج ۲ ص ۲۰) اور الحدیث حضرو: ۶۷ ص ۱۸

۳۴) محترم مبشر احمد ربانی صاحب نے اعمش کی ایک روایت پر دوسری جرح درج ذیل الفاظ میں لکھی:

''اعمش مدلس ہیں اور ضعفاء ومجاہیل سے تدلیس کر جاتے ہیں اور اس روایت میں انھوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔'' (احکام ومسائل کتاب وسنت کی روشنی میں ج ۱ ص ۱۷۶، طبع اول ۲۰۰۸ء)

نیز دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل (ج ۳ ص ۵۳، ج ۳ ص ۵۷۔۵۸)

معلوم ہوا کہ ربانی صاحب کے نزدیک مدلس کی معنعن روایت (غیر صحیحین میں) ضعیف ہوتی ہے اور اس سلسلے میں اُن سے رابطہ کر کے مزید معلومات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔

۳۵) مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جرابوں پر مسح والی ایک روایت کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا: "في سنده الأول الأعمش وهو مدلس و رواه عن الحكم بالعنعنة ولم يذكر سماعه منه ... "

اس کی پہلی سند میں اعمش ہیں اور وہ مدلس ہیں، انھوں نے اسے حکم (بن عتیبہ) سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اُن سے سماع کا ذکر نہیں کیا۔ الخ

(تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۱۰۱ تحت ح۹۹ باب فی المسح علی الجوربین والنعلین)

۳۶) حافظ ابن حجر کی طبقات المدلسین کے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے مدلس یحییٰ بن ابی کثیر کے بارے میں سعودی عرب کے مشہور شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

" و يحيى مدلس و المدلس إذا لم يصرح بالسماع لم يحتج به إلا ما كان في الصحيحين " اور یحییٰ مدلس ہیں اور مدلس اگر سماع کی تصریح نہ کرے تو اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی اِلا یہ کہ جو کچھ صحیحین میں ہے / تو وہ حجت ہے۔

(مجموع فتاویٰ ابن باز ج۲۶ ص۲۳۶ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

نیز دیکھئے حافظ عبدالمنان نور پوری صاحب کی کتاب: احکام ومسائل (ج۱ ص۲۴۶، ۲۴۷)

۳۷) مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ نے مدلس کی عن والی روایت کے بارے میں عام اصول بیان فرمایا کہ "مدلس کی معنعن روایت نا قابل قبول ہے۔"

(ضعیف اور موضوع روایات ص۶۸، کتاب الایمان سے تھوڑا پہلے، دوسرا نسخہ ص۶۶)

گوندلوی صاحب نے سفیان ثوری کی تدلیس (عنعنہ) کو روایت کی علت (وجۂ ضعف) قرار دیا ہے۔ دیکھئے صحیح سنن الترمذی مترجم (ج۱ ص۱۹۲)

اور فرمایا: "اس روایت کے ضعف کی وجہ سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔ سفیان مدلس ہیں اور مدلس جب عن سے روایت کرے تو قابل حجت نہیں اور مذکورہ روایت بھی عن سے ہے، جس

وجہ سے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔'' (صحیح سنن الترمذی مترجم ج ا ص ۱۹۳)

گوندلوی صاحب نے اپنی ایک سابقہ بات سے رجوع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ'' راقم نے خیر البراہین میں لکھا تھا کہ سفیان کی تدلیس مضر نہیں مگر (صح وفی الاصل : بگر) بعد ازاں تحقیق سے معلوم ہوا کہ مضر ہے۔'' (ضعیف اور موضوع روایات ص ۲۵۹ کا حاشیہ، طبع ثانی ستمبر ۲۰۰۶ء)

۳۸) ملک عبدالعزیز مناظر ملتانی رحمہ اللہ ([سابق] مہتمم مدرسہ عربیہ دارالحدیث محمدیہ ملتان) نے قتادہ کی ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

'' قتادہ چونکہ مدلس اور عنعن سے روایت کرتا ہے، ایسی حدیث قابلِ حجت نہیں ہوتی''

(فیصلہ رفع الیدین، تبرید العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۳۴، استیصال التقلید و دیگر رسائل ص ۹۰)

۳۹) مولانا محمد ابوالقاسم سیف بن محمد سعید البنارسی رحمہ اللہ نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا:

'' ...خود معلوم اور قابل حجت و تسلیم نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے...'' الخ (تذکرۃ المناظرین از قلم محمد مقتدی اثری عمری ص ۳۳۵)

۴۰) حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے مدلس زکریا بن ابی زائدہ کے بارے میں مولانا خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: '' گذارش ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ والی سند میں زکریا بن ابی زائدہ مدلس ہے جو عن سے روایت کرتا ہے۔''

(حدیث اور غیر اہلِ حدیث بجواب حدیث اور اہلحدیث ص ۷۲)

منہج المتقدمین والے نہ تو امام شافعی رحمہ اللہ کے بیان کردہ اُصول کو مانتے ہیں اور نہ حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم پر یقین رکھتے ہیں، لہٰذا عرض ہے کہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ (سابق) شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے: '' اس حدیث کی سند میں امام قتادہ ہیں۔ جو تیسرے طبقے کے مدلسین سے ہیں۔ اور وہ عن کے ساتھ روائت کرتے ہیں۔ یعنی یہ نہیں کہتے کہ میں نے یہ حدیث سنی۔ اور ایسی حدیث حجت نہیں ہوتی۔'' الخ (خیر الکلام ص ۱۵۹، دوسرا نسخہ ص ۱۲۳)

نیز دیکھئے توضیح الکلام (ج ۲ ص ۲۹۵، دوسرا نسخہ ص ۷۰۰ بلفظ مختلف)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں اور عصرِ حاضر میں مسلکِ حق کا دفاع کرنے والے مناظرین مثلاً محترم ابوالحسن مبشر احمد ربانی، محترم مولانا محمد داود ارشد، محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا اور محترم حافظ عمر صدیق حفظہم اللہ وغیرہم اسی منہج پر قائم ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی اور یہی مفتیٰ بہ قول ہے اور اسی پر عمل ہے۔

ان چالیس حوالوں کے بعد بریلویوں اور دیوبندیوں کے دس حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۴۱) احمد رضا خان بریلوی نے عبداللہ بن ابی نجیح المکی المفسر (طبقہ ثالثہ عند ابن حجر) کی ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے: ''اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنۂ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات ج ۵ ص ۲۴۵)

شریک القاضی (طبقہ ثانیہ عند ابن حجر) پر بھی احمد رضا خان نے تدلیس والی جرح بطورِ رضا مندی نقل کی ہے۔ دیکھئے فتاویٰ رضویہ (ج ۲۴ ص ۲۳۹)

۴۲) بریلویوں کے مناظر محمد عباس رضوی بریلوی رضا خانی نے سفیان ثوری کی ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے: ''یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

عباس رضوی نے سلیمان الاعمش کی ایک معنعن روایت کے بارے میں کہا:

''اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن: سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔''

(واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۱)

۴۳) غلام مصطفیٰ نوری بریلوی نے سعید بن ابی عروبہ (طبقۂ ثانیہ عند ابن حجر) کی روایت

کے بارے میں لکھا ہے: ''لیکن اس کی سند میں ایک تو سعید بن ابی عروبہ ہیں جو کہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہیں اور یہ روایت بھی انہوں نے قتادہ سے لفظ عن کے ساتھ کی ہے اور جب مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو وہ حجت نہیں ہوتی۔''

(ترکِ رفع یدین ص ۴۲۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے۔ فیصل آباد)

٤٤) محمد شریف کوٹلوی بریلوی نے سفیان ثوری کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا: ''اور سفیان کی روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔'' (فقہ الفقیہ ص ۱۳۴)

٤٥) محمود احمد رضوی بریلوی نے کہا: ''اور یہ بھی مسلم ہے کہ مدلس جب لفظ عن سے روایت کرے تو روایت متصل نہیں قرار پائے گی... لہٰذا یہ روایت منقطع ہوگی اور قابل حجت نہ رہے گی۔'' (فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری حصہ سوم ص ۴۰۶، دیکھئے علمی مقالات ج ۳ ص ۶۱۳۔۶۱۴)

٤٦) حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی نے امام سفیان ثوری کی روایت پر جرح کرتے ہوئے کہا: ''اور سفیان تدلیس کرتا ہے۔'' (تقریر ترمذی ص ۳۹۱ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

٤٧) سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا:

''مُدلِّس راوی عَنْ سے روایت کرے تو وہ حجّت نہیں اِلّا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یہ یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں۔ وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔ (مقدمۂ نووی ص ۱۸، فتح المغیث ص ۷۷ و تدریب الراوی ص ۱۴۴)''

(خزائن السنن ج ۱ ص ۱)

٤٨) فقیر اللہ دیوبندی نے لکھا ہے:

''حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حکم من ثبت عنه التدليس اذا كان عدلاً ان لا يقبل منه الا ما صرح فيه بالتحديث على الاصح (نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۴۵)	عادل راوی سے جب ایک مرتبہ تدلیس ثابت ہوجائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی وہی روایت مقبول کی جائے گی جس میں تحدیث کی تصریح ہوگی

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان کردہ یہ حکم تمام علماء اصول کے ہاں متفق علیہ ہے علامہ عراقی رحمہ اللہ، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے مقدمۂ تمہید سے مدلس کا یہی حکم نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فهذا ما لا اعلم فيه ايضًا خلافًا	اس حکم میں علماء اصول کا کوئی اختلاف
(التقیید والایضاح ص)	میرے علم میں نہیں ہے۔"

(خاتمۃ الکلام ص ۴۷۶)

۴۹) ایک غالی دیوبندی امداداللہ انور تقلیدی نے ایک روایت کے بارے میں کہا:
"اس کی سند میں اعمش راوی مدلس ہیں۔ اس نے عنعن سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔" (مستند نماز حنفی ص ۳۵)

۵۰) محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:
"اس کی سند میں اعمش راوی مدلّس ہے۔ اس نے عَنعَن سے روایت کی ہے اور اس کا سماع حکم سے ثابت نہیں ہے۔" (نمازِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ص ۸۵)

ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جمہور محدثین کرام اور علمائے حق کے نزدیک مدلس راوی کی عن والی روایت (غیر صحیحین میں) حجت نہیں ہے، اور اسے "سر تا سر حقیقت کے منافی" قرار دینا غلط ہے نیز اہلِ حق کے علاوہ دوسرے فرقوں سے بھی یہی اصول و منہج ثابت ہے، لہٰذا منہج المتقدمین والوں کا بعض شاذ اقوال لے کر کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کا شوشہ چھوڑ کر مسئلۂ تدلیس کا انکار باطل و مردود ہے۔

اس تحقیقی مضمون میں بیان کردہ پچاس حوالوں کے مذکورین کے نام علی الترتیب الہجائی درج ذیل ہیں:

ابن الترکمانی حنفی (۳۰)	ابن الصلاح (۷)
ابن القطان الفاسی (۲۷)	ابن الملقن (۹)
ابن باز (۳۶)	ابن حبان (۱۵)

یحییٰ القطان (۲۹)

☆ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''و إنما كان تفقد من تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم - إذا كان الراوي ممن عرف بالتدليس في الحديث و شهر به فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته و يتفقدون ذلك منه، كي تنزاح عنهم علة التدليس''

جس نے بھی راویانِ حدیث کا سماع تلاش کیا ہے تو اس نے اس وقت تلاش کیا ہے جب راوی حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف (معلوم) ہو اور اس کے ساتھ مشہور ہو تو اس وقت روایت میں اس کا سماع دیکھتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں تاکہ راویوں سے تدلیس کا ضعف دور ہو جائے۔ (مقدمہ صحیح مسلم طبع دارالسلام ص ۲۲ ب)

اس عبارت کی تشریح میں ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے:

" و هذا يحتمل أن يريد به كثرة التدليس في حديثه ويحتمل أن يريد [به] ثبوت ذلك عنه و صحته فيكون كقول الشافعي " اور اس میں احتمال ہے کہ اس سے حدیث میں کثرتِ تدلیس مراد ہو، اور (یہ بھی) احتمال ہے کہ اس سے تدلیس کا ثبوت مراد ہو، تو یہ شافعی کے قول کی طرح ہے۔ (شرح علل الترمذی ج ۱ ص ۳۵۴)

عرض ہے کہ اس سے دونوں مراد ہیں یعنی اگر راوی کثیر التدلیس ہو تو بھی اس کی معنعن روایت (اپنی شروط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہے، اور اگر راوی سے (ایک دفعہ ہی) تدلیس ثابت ہو جائے تو پھر بھی اس کی معنعن روایت (اپنی شروط کے ساتھ) ضعیف ہوتی ہے۔

☆ بعض الناس نے الکفایہ (ص ۳۷۴، دوسرا نسخہ ۲/۴۰۹ رقم ۱۱۹۰) سے معنعن روایت کے بارے میں امام حمیدی کا ایک قول پیش کیا ہے۔

عرض ہے کہ اس عبارت میں تدلیس کا لفظ یا معنی موجود نہیں بلکہ عمرو بن دینار عن عبید بن عمیر میں یہ اشارہ ہے کہ اس سے غیر مدلس کی معنعن روایات مراد ہیں۔

☆ بطورِ لطیفہ عرض ہے کہ ہمارے علاقے میں ایک مشہور قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک

شخص ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھا ہوا آری کے ساتھ اُسے کاٹ رہا تھا، جس حصے کو وہ کاٹ رہا تھا وہ درخت کی طرف تھا اور یہ خود دوسری طرف بیٹھا ہوا تھا، پھر نتیجہ کیا ہوا؟

دھڑام سے نیچے آرہا اور ایسی ''پھکی'' ملی کہ دن میں بھی تارے نظر آگئے۔

بالکل یہی معاملہ اُس شخص کا ہے جو ایک طرف منہج المتقدمین کے نام سے تدلیس کے دو حصے (کثیر و قلیل) بنا کر مدلسین کی معنعن روایات کو صحیح سمجھتا ہے اور دوسری طرف اعمش وغیرہ مدلسین (جن کا کثیر التدلیس ہونا متقدمین سے صراحتاً ثابت نہیں) کی معنعن روایات کو ضعیف سمجھتا ہے۔ یہ شخص اگر نیچے نہ گرے تو کیا آسمان میں اُڑے گا؟!

آخر میں عرض ہے کہ تدلیس کے مسئلے میں دو باتوں کی تحقیق انتہائی ضروری ہے:

۱: کیا راوی واقعی مدلس تھا یا نہیں؟ اگر مدلس نہیں تھا تو بری من التدلیس ہے، مثلاً ابوقلابہ الجرمی اور بخاری وغیرہما، لہٰذا اُن کی معنعن روایت (اپنی شروط کے ساتھ) مقبول ہے۔

۲: ارسالِ خفی اور ارسالِ جلی کی تحقیق کر کے مسئلہ واضح کر دیا جائے۔

کاش کہ اپنے قلم کو تناقضات کی وادیوں میں دوڑانے والے صحیح تحقیق کا راستہ اختیار کر کے اس طرف بھی اپنی توجہ مبذول فرمائیں۔ (۲/ اگست ۲۰۱۰ء)

الیاس گھمن صاحب کے ''رفع یدین نہ کرنے'' کا جواب

محمد الیاس گھمن صاحب دیوبندی نے ایک اشتہار شائع کیا ہے:

''نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے دلائل''!

اس اشتہار میں گھمن صاحب نے اپنے زعم میں ''دس دلائل'' پیش کئے ہیں، ان مزعومہ دلائل میں سے ایک ''دلیل'' بھی اپنے مدعا پر صحیح نہیں اور نہ امام ابوحنیفہ سے ان مزعومہ ''دلائل'' کے ساتھ استدلال ثابت ہے۔

درج ذیل تحقیقی مضمون میں ان گھمنی دلائل کو ذکر کر کے ان کا جواب پیشِ خدمت ہے:

دلیل نمبر 1

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''قدافلح المؤمنون o الذین هم فی صلوٰتهم خاشعون''

(سورہ مومنون: ۲،۱)

ترجمہ ''پکی بات ہے کہ وہ ایمان لانے والے کامیاب ہوگئے جو نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔''

تفسیر: ''قال ابن عباس رضی اللہ عنہما: مخبتون متواضعون لایلتفتون یمیناً ولا شمالاً ولایرفعون ایدیهم فی الصلوٰة......''

(تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما: ص ۲۱۲)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''خشوع کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں تواضع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں اور وہ دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔''

گھمن صاحب نے اپنی پہلی ''دلیل'' میں سورۂ مومنون کی دو پہلی آیات لکھی ہیں، جن میں (رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے) ترکِ رفع الیدین کا نام ونشان تک نہیں اور پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف مکذوبہ طور پر منسوب ''تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما'' کا حوالہ پیش کیا گیا ہے، حالانکہ یہ تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں بلکہ اس کا مرکزی راوی محمد بن مروان السدی الصغیر کذاب ہے اور باقی سند بھی سلسلۃ الکذب ہے۔

آلِ دیوبند کے ''شیخ الاسلام'' محمد تقی عثمانی دیوبندی نے فتویٰ دیتے ہوئے لکھا ہے:

''رہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، سو اگرچہ وہ باتفاق مفسرین کے امام ہیں، لیکن اول تو ان

کی تفسیر کتابی شکل میں کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، آج کل ''تنویر المقباس'' کے نام سے جو نسخہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب ہے اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ یہ نسخہ محمد بن مروان السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کی سند سے ہے، اور اس سلسلۂ سند کو محدثین نے ''سلسلۃ الکذب'' قرار دیا ہے۔'' (فتاویٰ عثمانی ج۱ص ۲۱۵)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج۴ص ۴۰۸۔۴۱۰، ۵۰۳۔۵۰۵) اور نور العینین (طبع جدید ص ۲۳۸۔۲۴۶)

اس موضوع اور من گھڑت کتاب کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۱، اور نور العینین ص ۲۴۶)

دلیل نمبر 2

''قال الامام الحافظ المحدث احمد بن شعیب النسائی اخبر نا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمن بن الاسود عن علقمة عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال الا اخبر کم بصلوٰة رسول اللہ ﷺ قال: فقام فرفع یدیه اول مرة ثم لم یعد.''

(سنن النسائی ج۱ص ۱۵۸، سنن ابی داود ج۱ص ۱۱۶)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس بات کی خبر نہ دوں کہ رسول اللہ ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے؟ حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے پہلی مرتبہ رفع یدین کیا (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت) پھر (پوری نماز میں) رفع یدین نہیں کیا۔''

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری رحمہ اللہ ثقہ عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے، جیسا کہ حسین احمد مدنی دیوبندی نے کہا:

''اور سفیان تدلیس کرتا ہے۔'' الخ (تقریر ترمذی اردو ص ۳۹۱، ترتیب محمد عبدالقادر قاسمی دیوبندی)

ابن الترکمانی حنفی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''الثوري مدلس و قد عنعن .''

ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔ (الجوہر النقی ج۸ص ۲۶۲)

امام سفیان ثوری کو ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۷۰)

یہ روایت عن سے ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۶۶ مع شرح الملا علی القاری ص ۴۱۹)

دوم: اس روایت کو جمہور محدثین نے ضعیف، خطا اور وہم وغیرہ قرار دیا ہے، جن میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، ابو حاتم الرازی، دارقطنی، ابن حبان، ابو داود السجستانی، بخاری، عبدالحق اشبیلی، حاکم نیشاپوری اور بزار وغیرہم۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۳۰۔۱۳۴)

دلیل نمبر 3

"الامام الحافظ ابو حنیفة نعمان بن ثابت یقول سمعت الشعبی یقول سمعت البراء بن عازب رضی اللہ عنہ یقول: کان رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلاۃ رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه لایعود برفعهما حتی یسلم من صلاته."

(مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم رحمہ اللہ ص ۳۴۴، سنن ابی داود: ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، (اس کے بعد پوری نماز میں) سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔"

امام ابو نعیم سے لے کر امام ابو حنیفہ تک اس روایت کے سارے راوی: ابو القاسم بن بالویہ النیسابوری، بکر بن محمد بن عبداللہ الحبال الرازی، علی، علی بن محمد بن روح بن ابی الحرش المصیصی، محمد بن روح اور روح بن ابی الحرش (چھ کے چھ) سب مجہول ہیں، لہٰذا یہ سند مردود ہے۔ (دیکھئے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی ص ۱۵۶، ارشیف ملتقی اہل الحدیث عدد ۴ ج ۱ ص ۹۲۶، تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

تنبیہ: گھمن صاحب نے روایت مذکورہ میں سنن ابی داود (ج ۱ ص ۱۱۶) کا بھی حوالہ دیا ہے، حالانکہ سنن ابی داود میں امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب یہ روایت قطعاً موجود نہیں، بلکہ ساری سنن ابی داود میں ابو حنیفہ کا نام و نشان تک موجود نہیں۔

سنن ابی داود میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب دوسری روایت دو

سندوں سے موجود ہے، جس کی ایک سند میں یزید بن ابی زیاد جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے اور دوسری سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

معلوم نہیں کہ دیوبندیوں کی ''قسمت'' میں اتنی زیادہ ضعیف، مردود اور موضوع روایات کیوں ہیں یا انھیں ایسی روایات جمع کرنے اور ان سے استدلال کا والہانہ جنون ہے؟!

صحیح احادیث کو چھوڑ کر ضعیف و مردود روایات کی طرف جانے والے آلِ تقلید کس زعمِ باطل میں اہلِ حدیث کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں؟

اعلان: اگر الیاس گھمن صاحب اور ان کے جعلی ذہبیٔ دوران سب مل کر امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب یہ روایت اس سند کے ساتھ سننِ ابی داود سے، حوالہ نکال کر پیش کر دیں تو اُن کے نام صحیحین اور سننِ اربعہ کا تحفہ روانہ کر دیا جائے گا۔ ہمت کریں!

دلیل نمبر 4

''قال الامام الحافظ المحدث ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی ثنا الزھری قال اخبرنی سالم بن عبداللہ عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال (رضی اللہ عنہ) رأیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلٰوۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ و اذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین.''

(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۳۴)

ترجمہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے۔ رکوع کی طرف جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

اس استدلال میں الیاس گھمن صاحب نے سات غلطیاں کی ہیں:

اول: جس نسخے کا حوالہ دیا گیا ہے وہ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کا شائع کردہ نسخہ ہے، جبکہ مُلکِ شام سے مسند حمیدی کا جو نسخہ شائع کیا گیا ہے اُس میں یہ عبارت نہیں بلکہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا اثبات ہے۔

(دیکھئے مسند حمیدی ج ۱ ص ۵۱۵ ح ۶۲۶)

دوم: مسند حمیدی کے قدیم قلمی نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں، بلکہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا اثبات ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۰۔۷۱)

سوم: امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی یہی روایت صحیح مسلم میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۳۹۰)

چہارم: اس حدیث کے مرکزی راوی سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔ (دیکھئے سنن ترمذی: ۲۵۶ تحقیق احمد شاکر رحمہ اللہ)

پنجم: المستخرج لابی نعیم الاصبہانی میں یہی حدیث امام حمیدی کی سند سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے۔ (دیکھئے ج ۲ ص ۱۲)

مزید تفصیل کے لئے نور العینین (ص ۶۴۔۷۶) کا مطالعہ مفید ہے۔

ششم: مسند ابی عوانہ والے مطبوعہ نسخے سے واو رہ گئی ہے اور صحیح مسلم میں واو موجود ہے، جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۶۔۸۱)

ہفتم: مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخے میں ''و'' موجود ہے، جس سے دیوبندی استدلال کا ''لک'' ٹوٹ جاتا ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۷۸۔۷۹)

مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ کے محرف نسخوں سے گھمنی استدلال کے مقابلے میں عرض ہے کہ صحیح بخاری اور دوسری کتابوں سے ثابت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

حدیث السراج اور المخلصیات وغیرہما کتبِ حدیث سے ثابت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے جلیل القدر فقیہ بیٹے امام سالم بن عبداللہ المدنی التابعی رحمہ اللہ بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ کیا گھمن صاحب اور ان کی ساری پارٹی امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ سے ترکِ رفع یدین باسند صحیح یا حسن لذاتہ ثابت کر سکتے ہیں؟!

5

''قال الامام الحافظ المحدث ابن حبان اخبرنا محمد بن عمر بن یوسف قال حدثنا بشر بن خالد العسکری قال حدثنا محمد بن جعفر عن شعبة عن سلیمان قال سمعت المسیب بن رافع عن تمیم بن ... ایدیهم فقال قد رفعوها كانها اذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلاة.''

(صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۷۸، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

ترجمہ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''انہوں نے اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دم(وں)

طرفہ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انہ دخل المسجد فابصر قوما قد رفعوا | کی طرح اٹھایا ہے تم نماز میں سکون اختیار کرو۔" (نماز میں رفع یدین نہ کرو)

اس صحیح حدیث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر نہیں، بلکہ محمود حسن دیوبندی "اسیر مالٹا" نے کہا:

"باقی اذناب خیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقت سلام نماز اشارہ بالید بھی کرتے تھے۔ آپ نے اس کو منع فرما دیا۔" (الورد الشذی ص ۶۳، تقاریر ص ۶۵)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے کہا: "لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے..." (درس ترمذی ۲/ ۳۶)

ثابت ہوا کہ محمود حسن اور تقی عثمانی دونوں کے نزدیک الیاس گھمن صاحب بے انصاف ہیں۔

دلیل نمبر 6

"قال الامام الحافظ المحدث محمد بن اسماعیل البخاری حدثنا یحیٰ بن بکیر قال حدثنا اللیث عن خالد عن سعید عن محمد بن عمرو بن حلحلة عن محمد بن عمرو بن عطاء انه کان جالسا مع نفر من اصحاب النبی ﷺ فذکرنا صلوٰۃ النبی ﷺ فقال ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ انا کنت احفظکم لصلوۃ رسول اللہ ﷺ را یته اذا کبر جعل یدیه حذو منکبیه واذا رکع امکن یدیه من رکبتیه ثم هصر ظهره فاذا رفع راسه استوی حتی یعود کل فقار مکانه واذا سجد وضع یدیه غیر مفترش ولا قابضهما......"

(صحیح بخاری: ج ۱ ص ۱۱۴، صحیح ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۲۹۸)

ترجمہ محمد بن عمرو بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے فرماتے ہیں: "ہم نے حضور ﷺ کی نماز کا ذکر کیا (کہ حضور ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے؟) تو حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تم سے حضور ﷺ کی نماز پڑھنے کے طریقے کو زیادہ یاد رکھنے والا ہوں پھر رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کے طریقے کو بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھایا اور جب رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑا پھر اپنی پیٹھ کو جھکایا جب سر کو رکوع سے اٹھایا تو سیدھے کھڑے ہو گئے حتی کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر لوٹ آئی اور جب سجدہ کیا تو اپنے ہاتھوں کو اپنے حال پر رکھا نہ پھیلایا اور نہ ہی ملایا۔"

صحیح بخاری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے ترک کا کوئی ذکر نہیں اور محمد قاسم نانوتوی (بانی مدرسہ دیوبند) نے لکھا ہے:

"مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے... جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر تو اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئے پر دلالت نہیں کرتا۔"

(ہدیۃ الشیعہ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

فائدہ: صحیح بخاری والی روایت دوسری سند سے سنن ابی داود اور سنن ترمذی وغیرہما میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے اثبات سے موجود ہے اور یہ سند صحیح ہے۔ والحمدللہ

7

"قال الامام الحافظ المحدث ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا الفضل بن موسی قال ثنا ابن ابی لیلی عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ...وعن الحکم رحمہ اللہ عن مقسم رحمہ اللہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال؛ ترفع الایدی فی سبع مواطن: فی افتتاح الصلوٰة و عند البیت وعلی الصفاء والمروة وبعرفات و بالمزدلفة وعند الجمر تین."

(سنن طحاوی ج ۱ ص ۴۱۶)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سات جگہوں پر ہاتھوں کو اٹھایا جاتا ہے"

اس روایت کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

ضعیف راویوں کی ضعیف و مردود روایات سے استدلال کرنا الیاس گھمن جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔

8

"قال الامام ابوبکر اسماعیلی حدثنا عبداللہ صالح بن عبداللہ ابومحمد البخاری قال حدثنا اسحاق بن ابراهیم المروزی حدثنا محمدبن جابر السحیمی عن حماد (ابن ابی سلیمان) عن ابراهیم (نخعی) عن علقمه (بن قیس) عن عبدالله (بن مسعود رضی اللہ عنہ) قال صلیت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ فلم یرفعوا ایدیهم الاعندافتتاح الصلاة."

(کتاب المعجم، امام اسماعیلی؛ ج ۲ ص ۶۹۲، سنن کبریٰ، امام بیہقی رحمہ اللہ ج ۲ ص ۷۹)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے پوری نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی۔"

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف و مردود ہے، مثلاً:

۱: اس کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

حافظ ہیثمی نے فرمایا: ''وھو ضعیف عند الجمھور''
(نور العینین ص ۱۵۳، مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

۲: جمہور محدثین نے خاص اس روایت پر جرح کی مثلاً اہلِ سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ روایت منکر ہے۔
(کتاب العلل ۱/۱۴۴ رقم ۷۰۱)

۳: الیاس گھمن صاحب نے روایت مذکورہ میں امام بیہقی کا حوالہ بھی لکھا ہے اور اسی حوالے میں امام بیہقی نے محمد بن جابر پر جرح نقل کر رکھی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۵۱۔۱۵۴)

دلیل نمبر 9

''قال الامام ابن قاسم (حدثنا) وکیع عن ابی بکر بن عبداللہ بن قطاف النھشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ ثم لا یعود ......''
(المدونۃ الکبریٰ: ج ۱ ص ۷۱، مسند زید بن علی ص ۱۰۰)

ترجمہ ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے پھر پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

مدونہ کبریٰ ناقابلِ اعتبار اور بے سند مروی کتاب ہے اور مسندِ زید اہلِ سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی من گھڑت کتاب ہے، لہٰذا یہ دونوں حوالے غلط اور مردود ہیں۔

تنبیہ: ابوبکر النھشلی والی روایت جو دوسری کتابوں میں ہے، وہ اس کے وہم و خطا کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۵)

دلیل نمبر 10

''قال الامام الحافظ المحدث ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال ما رایت ابن عمر رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ الا فی اول ما یفتتح.''
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۸ حدیث نمبر ۱۳)

ترجمہ معروف تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو شروع نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

مصنف ابن ابی شیبہ والی یہ روایت قاری ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے وہم و خطا کی وجہ سے ضعیف ہے اور دو وجہ سے مردود ہے:

۱: امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام دارقطنی نے اس روایت کو وہم اور باطل وغیرہ قرار دیا اور کسی ایک قابلِ اعتماد محدث نے اس کی تصحیح نہیں کی اور اگر کسی چھوٹے سے

محدث سے ثابت بھی ہو جائے تو جمہور کے مقابلے میں مردود ہے۔

۲: بہت سے ثقہ راویوں اور صحیح و حسن لذاتہ سندوں سے ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، جن میں سے ان کے چند شاگردوں کے حوالے درج ذیل ہیں:

امام نافع المدنی رحمہ اللہ، امام محارب بن دثار الکوفی رحمہ اللہ، امام طاؤس بن کیسان الیمانی رحمہ اللہ، امام سالم بن عبداللہ بن عمر المدنی رحمہ اللہ اور امام ابو الزبیر المکی رحمہ اللہ۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۵۹)

ثقہ راویوں کے خلاف وہم و خطا والی روایت منکر و مردود ہوتی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ الیاس گھمن صاحب اور آلِ دیو بند کے پاس ترکِ رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کی ایک صحیح یا حسن لذاتہ روایت نہیں ہے۔

رفع یدین پر خیر القرون میں مسلسل عمل: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی آپ اسی طرح کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۲ ح۷۳۶، صحیح مسلم: ۳۹۰)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۷۳۹، شرح السنۃ للبغوی ۳/ ۲۱ ح ۵۶۰ وقال: ھذا حدیث صحیح)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی اُن کے جلیل القدر بیٹے امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ بھی شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (حدیث السراج ۲/ ۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح)

و ما علینا إلا البلاغ

(۲۱/ نومبر ۲۰۱۱ء سرگودھا)

رسول اللہ ﷺ کی آخری زندگی کا عمل: رفع یدین

الحمد للّٰه ربّ العالمین والصّلٰوة والسّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

رسول اللہ ﷺ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، یہ حدیث بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان فرمائی اور یہ حدیث متواتر ہے۔ ان صحابۂ کرام میں سے پانچ صحابہ کی روایات مع تحقیق، تبصرہ وفوائد پیشِ خدمت ہیں جو نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور آپ کی وفات کے وقت مدینہ طیبہ میں موجود تھے:

۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "صلّی بنا النبي ﷺ العشاء في آخر حیاته فلما سلّم قام..." نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲ ح ۱۱۶، کتاب العلم باب السمر بالعلم، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۰ ح ۲۵۳۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیماری جب زیادہ ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ الخ (صحیح بخاری: ۶۸۲)

یہ بھی نبی ﷺ کی زندگی کے آخری دور اور آخری دنوں کا واقعہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رأیتُ رسولَ اللّٰه ﷺ إذا قام فی الصلٰوة رفع یدیه حتی تکونا حذو منکبیه و کان یفعل ذلك حین یکبّر للرکوع و یفعل ذلك إذا رفع رأسه من الرکوع..."

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی آپ اسی طرح کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۶، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۳۹۰، ترقیم دارالسلام: ۸۶۲ وعنده : إذا قام للصلوٰة)

راوی کا عمل: اب اس حدیث پر اسی حدیث کے راوی کا عمل پیشِ خدمت ہے:

۱: امام سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ نے فرمایا: "رأيت أبي يفعله" میں نے اپنے والد (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو یہ کام (شروع نماز میں رفع یدین، رکوع کے وقت رفع یدین اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین) کرتے ہوئے دیکھا۔

(حدیث السراج ج ۲ ص ۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح)

۲: امام نافع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے تھے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے ... الخ

(صحیح بخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح، شرح السنۃ للبغوی ۳/ ۲۱ ح ۵۶۰ وقال : "هذا الحديث صحيح")

۳: محارب بن دثار رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا، آپ جب نماز شروع کرتے تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے، جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو رفع یدین کرتے تھے۔)

(جزء رفع الیدین للبخاری: ۴۸ وسندہ صحیح)

۴: ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی رحمہ اللہ نے فرمایا: "رأيت ابن عمر و ابن الزبير يرفعان أيديهما إذا ركعا و إذا رفعا" میں نے ابن عمر اور ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا، وہ رکوع کے وقت اور (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

(کتاب العلل للاثرم بحوالہ التمہید ۹/ ۲۱۷ وسندہ حسن)

یاد رہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینے میں پیدا ہوئے تھے اور

آپ نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی کے گواہ ہیں۔

ان صحیح وثابت روایات کے مقابلے میں کسی ایک بھی صحیح یا حسن روایت کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں اور اس سلسلے میں حنفیہ کی پیش کردہ دونوں روایتیں ضعیف ومردود ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱: ابن فرقد: ''**أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبد العزيز بن حكيم قال: رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلٰوة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك.** '' (موطأ ابن فرقد ۱/ ۱۴۰۔۱۴۱ ح ۱۰۸، ط مکتبۃ البشریٰ کراچی)

اس روایت کی سند دو وجہ سے مردود ہے:

اول: ابن فرقد جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ۲/ ۳۴۱۔۳۶۴)

دوم: محمد بن ابان بن صالح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ومجروح راوی ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ۳/ ۱۲۶)

۲: ابوبکر بن عیاش عن حصین عن مجاهد الخ (شرح معانی الآثار ۱/ ۲۲۵، نصب الرایہ ۱/ ۴۰۹)

یہ روایت ابوبکر بن عیاش (صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور) کی غلطی اور وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: یہ باطل ہے۔ (مسائل احمد، روایۃ ابن ہانی ۱/ ۵۰)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۶، نصب الرایہ ۱/ ۳۹۲)

امام دارقطنی نے فرمایا: ''**قاله أبو بكر بن عياش عن حصين وهو وهم منه أو من حصين** '' (العلل ج ۱۳ ص ۱۶، سوال ۲۹۰۲)

قاری ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ جو جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث ہیں، ان کے بارے میں ان کے شاگرد امام ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**لم يكن من شيوخنا أكثر غلطًا من أبي بكر بن عياش** ''

ہمارے استادوں میں ابوبکر بن عیاش سے زیادہ غلطیاں کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

(تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۷۸ وسندہ صحیح)

امام ترمذی نے ایک جگہ فرمایا: "و أبو بکر بن عیاش کثیر الغلط"

(سنن ترمذی: ۲۵۶۷)

ثابت ہوا کہ ابوبکر بن عیاش کی ترکِ رفع یدین والی روایت غلط، وہم اور ضعیف ہے اوراُن کی باقی روایات (سوائے اس روایت کے جس پر خاص جرح ثابت ہو) حسن ہیں۔

راوی سے راوی یعنی تابعی کا عمل: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے درج ذیل شاگرد بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے:

۱: سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ

(حدیث السراج ۲/ ۳۴۔۳۵ ح ۱۱۵، وسندہ صحیح، جزء رفع الیدین للبخاری: ۶۲ وسندہ حسن)

۲: طاؤس بن کیسان رحمہ اللہ

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۴ وسندہ صحیح، الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ۱/ ۱۱۸ ح ۱۰۱، من احتزأ بالسماع النازل مع کون الذي حدث عنه موجودًا، دوسرا نسخہ ۱/ ۱۷۵ ح ۱۰۴)

۲) سیدنا انس بن مالک الانصاری المدنی رضی اللہ عنہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس بیماری میں فوت ہوئے، اس (بیماری کے دنوں) میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) انھیں نماز پڑھاتے تھے، حتیٰ کہ سوموار کے دن جب نماز میں صفیں قائم تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹایا، آپ ہماری طرف دیکھ رہے تھے...الخ

(صحیح بخاری: ۶۸۰ کتاب الاذان باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ، صحیح مسلم: ۴۱۹، ترقیم دارالسلام: ۹۴۴)

آپ اسی دن فوت ہو گئے تھے، لہٰذا ثابت ہوا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن بھی مدینہ طیبہ میں آپ کے قریب موجود تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے انس! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(کی قبر) پر مٹی ڈالتے وقت تمھارے دل راضی تھے؟ (صحیح بخاری:۴۴۶۲)

ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی انس رضی اللہ عنہ مدینے میں موجود تھے اور آپ کو حجرۂ مطہرہ وروضۃ الجنۃ کی قبر میں دفن کرنے والوں میں شامل تھے، یعنی وہ آپ ﷺ کی آخری زندگی کے گواہ ہیں۔

امام ابویعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے فرمایا: "حدثنا أبو بكر (بن أبي شيبة) : حدثنا عبد الوهاب الثقفي عن حميد (الطويل) عن أنس قال: رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه إذا افتتح الصلاة و إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع."

انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے، جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (مسند ابی یعلی ۶/۴۲۴۔۴۲۵ ح ۳۷۹۳، وسندہ صحیح)

حمید الطویل ثقہ مدلس ہیں لیکن سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اُن کی عن والی روایت بھی صحیح ہوتی ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کا اعتراض کرنا غلط ہے۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۵/۲۱۵۔۲۱۷)

راوی کا عمل:

۱: عاصم الاحول (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، انس بن مالک نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا، آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح)

۲: حمید الطّویل (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انس (رضی اللہ عنہ) جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۳ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ہرگز ثابت نہیں۔

۳) سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ جس بیماری میں فوت ہوئے، اس

میں لوگوں کو ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) نمازیں پڑھاتے تھے اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اس دن بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تھی۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۶۸۰، صحیح مسلم: ۴۱۹، دارالسلام: ۹۴۴)

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وقال: رواتہ ثقات، المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی ۲/۴۹ ح ۱۹۴۳، وقال: رواتہ ثقات، التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ۱/۲۱۹ ح ۳۲۸ وقال: "ورجاله ثقات" قلت: وسنده صحیح)

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین (ص ۱۲۰۔۱۲۱)

راوی کا عمل: سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح)

یاد رہے کہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین قطعاً ثابت نہیں اور اس سلسلے میں محمد بن جابر الیمامی کی روایت اُس کے ضعیف و مجروح ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ محمد بن جابر کے بارے میں حافظ ہیثمی نے فرمایا: "**وھو ضعیف عند الجمھور**" اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

۴) سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری زیادہ ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ابوبکر کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ الخ

پس آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔

(صحیح بخاری: ۶۷۸، صحیح مسلم: ۴۲۰، دارالسلام: ۹۴۸)

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بتائی تو رکوع سے پہلے اور

رکوع کے بعد رفع یدین کیا۔ (دیکھئے سنن دار قطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۱۸۔۱۱۹)

راوی کا عمل: حطان بن عبداللہ الرقاشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کیا۔

(سنن دار قطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، ملخصاً وسندہ صحیح)

۵) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے تین (دن) پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ کے ساتھ صرف حسنِ ظن کی حالت میں ہی تمھیں موت آنی چاہیے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۷۷، دار السلام: ۷۲۲۹، ۷۲۳۱)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں، جس میں آپ فوت ہوئے تھے کاغذ منگوایا تا کہ اپنی اُمت کے لئے کچھ تحریر لکھوا دیں، نہ تو لوگ خود گمراہ ہوں اور نہ دوسروں کو گمراہ کریں۔ پھر جب گھر میں شور ہوا اور باتیں ہوئیں تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے کلام کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ۲/۲۴۳ وسندہ صحیح)

یعنی آخری دور میں تحریر لکھوانے والی حدیث منسوخ ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا یعنی آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (مسند السراج ص ۳۹ ح ۹۲ وسندہ حسن، دوسرا نسخہ ص ۶۲۔۶۳، سنن ابن ماجہ: ۸۶۸)

راوی کا عمل: ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا، جابر (رضی اللہ عنہ) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(مسند السراج: ۹۲ وسندہ حسن)

ان کے علاوہ دیگر صحابہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مدینے میں موجود تھے، بلکہ اتنے

پریشان ہوئے تھے کہ انھیں آپ ﷺ کی وفات کا یقین نہیں آ رہا تھا اور بعد میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر رجوع کیا اور تلوار پھینک دی۔

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کے لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کے لئے دیکھئے شرح سنن الترمذی لابن سید الناس (مخطوط ۲/ ۲۱۷) نور العینین (ص ۱۹۵۔ ۱۹۶) اور الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع (۱/ ۱۱۸ ح ۱۰۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل کے لئے دیکھئے الخلافیات للبیہقی (بحوالہ النفح الشذی شرح جامع الترمذی لابن سید الناس الیعمری مطبوع ۴/ ۳۹۰)

یاد رہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ترکِ رفع یدین ثابت نہیں اور اس سلسلے میں بعض حنفیہ کی پیش کردہ روایت ابراہیم نخعی مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے آخری دنوں کی احادیث بیان کیں۔ مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۴۴۳۲، ۴۴۴۳۔ ۴۴۴۴، ۴۴۵۴، ۴۴۵۵۔ ۴۴۵۷، ۵۴۷۸) اور طبقات ابن سعد (۲/ ۲۵۲ وسندہ حسن)

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے (عبداللہ) بن عباس کو دیکھا۔ آپ شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ نسخہ محمد عوامہ ۲/ ۴۱۱ ح ۲۴۴۶، نسخہ حمد الجمعہ واللحیدان ۲/ ۶۳ ح ۲۴۴۳، جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۱)

درج ذیل کتابوں میں ابوحمزہ کے بجائے ابوجمرہ لکھا ہوا ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ (ط ۱۹۶۶ م ج ۱ ص ۲۳۵ وفی حاشیہ: ابوحمزہ) وبعض النسخ.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے دو شاگرد درج ذیل ہیں:

۱: ابوحمزہ القصاب (تہذیب الکمال ۴/ ۱۷۸، قلمی ج ۲ ص ۶۹۹)

عمران بن ابی عطاء الاسدی مولاھم، الواسطی (تقریب التہذیب: ۵۱۶۲)

☆ صدوق وثقہ الجمہور

۲: ابوجمرہ الضبعی (تہذیب الکمال قلمی ج ۲ ص ۶۹۹)

نصر بن عمران بن عصام البصری (تقریب التہذیب: ۷۱۲۲) ثقہ ثبت

یہاں ان دونوں میں پہلے راوی یعنی ابوحمزہ القصاب مراد ہیں، جس کی دو دلیلیں درج ذیل ہیں:

اول: عمران بن ابی عطاء کے شاگردوں میں ہشیم اور ہشیم کے استادوں میں عمران بن ابی عطاء کا نام ہے، جبکہ نصر بن عمران کے شاگردوں میں ہشیم یا ہشیم کے استادوں میں نصر بن عمران کا نام نہیں ملا۔ دیکھئے تہذیب الکمال

دوم: مصنف عبدالرزاق (۲/ ۶۹ ح ۲۵۲۳ دوسرا نسخہ: ۲۵۲۶) میں ہشیم کی اسی روایت میں ''ابوحمزہ مولی بنی اسد'' کی صراحت ہے اور عمران بن ابی عطاء اسدی ہیں جبکہ نصر بن عمران کا اسدی ہونا ثابت نہیں۔

لطیفہ: دیوبندی قافلۂ باطل کے ایک لکھاری شبیر احمد (دیوبندی) نے لکھا ہے:

''ابوجمرہ سے روایت ہے کہ...

اس سے غیر مقلدین کا ''مذہب'' کسی طرح ثابت نہیں ہوتا، اس لیے کہ: 1: اس کی سند میں ابوجمرہ (''ج'' کے ساتھ) مجہول ہے اس لیے سند صحیح نہیں۔ (نسخہ دہلی، اسوہ ص ۲۷) افسوس کہ غیر مقلدین نے تحریف کر کے اس کو ابوحمزہ بنا دیا ہے۔ (جزء رفع یدین مترجم از حضرت اوکاڑوی: ص 279)'' (قافلہ... جلد ۶ شمارہ ۳ ص ۳۱)

عرض ہے کہ اہلِ حدیث نے تحریف نہیں کی بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کئی نسخوں میں ابوحمزہ لکھا ہوا ہے اور باقی تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔ محمد عوامہ (غالی حنفی تقلیدی) کے نسخے میں بھی ابوحمزہ ہی ہے، لہٰذا اگر تحریف کا الزام لگانا ہے تو اپنے ''بزرگوں'' پر لگائیں۔ اگر اس سند میں ابوجمرہ راوی ہیں تو پھر یہ سند بالکل صحیح ہے اور ابوجمرہ کو شبیر احمد جیسے جاہل شخص کا ''مجہول'' کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

اگر اس میں ابوحمزہ راوی ہیں تو یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

کیا آلِ دیوبند میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو شبیر احمد دیوبندی کو سمجھائے کہ جاہل

ہو کر ''مفتی'' بننے کی کوشش نہ کرو، ورنہ رسوائی اور ذلت کا بھانڈا عین چوک میں پھوٹ جائے گا اور ''بے عزتی'' مزید خراب ہو جائے گی۔

قارئین کرام! سیدنا مالک بن الحویرث اور سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہما کی احادیث بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی پر ہی محمول ہیں۔

۳: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے تھے: اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں بے شک تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتا ہوں، آپ کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

(سنن نسائی: ۱۱۵۷، صحیح بخاری: ۸۰۳)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (رکوع کے لئے) جھکتے وقت اور ہر (رکوع سے) اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہوں۔ (الخلعیات ۲/ ۱۳۹ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن)

یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور موقوف بھی، نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں آیا ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ، رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح)

اس روایت کو مدنظر رکھ کر اوپر والی روایت کی بریکٹوں میں رکوع کے لئے اور رکوع سے کا اضافہ کیا گیا ہے، کیونکہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

ہم نے اس تحقیقی مضمون میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زندگی کا مشاہدہ کرنے والے صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین روایت کیا اور آپ کی وفات کے بعد ان صحابہ نے رفع یدین پر عمل کیا، جبکہ ترکِ رفع یدین یا نسخ رفع یدین کسی صحیح یا حسن لذاتہ سند کے ساتھ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے ثابت ہے، لہٰذا بعض الناس کا رفع یدین کو متروک یا منسوخ قرار دینا غلط و باطل ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۱۳/ شوال ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱/ ستمبر ۲۰۱۲ء)

محمود بن اسحاق البخاری الخزاعی القواس رحمہ اللہ

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی دو مشہور کتابوں (جزء رفع الیدین اور جزء القراءۃ) کے راوی ابو اسحاق محمود بن اسحاق الخزاعی البخاری القواس رحمہ اللہ کا جامع و مفید تذکرہ درج ذیل ہے:

نام ونسب: ابو اسحاق محمود بن اسحاق بن محمود القواس البخاری الخزاعی رحمہ اللہ

اساتذہ: آپ کے اساتذہ میں سے بعض کے نام درج ذیل ہیں:

۱: امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

۲: محمد بن الحسن بن جعفر البخاری (الارشاد للخلیلی ۳/ ۹۶۷۔۹۶۸ رقم ۸۹۵)

۳: ابو عصمہ سہل بن المتوکل بن حجر البخاری/ ثقہ (الارشاد ۳/ ۹۶۹ رقم ۸۹۷)

سہل بن المتوکل کو حافظ ابن حبان نے کتاب الثقات (۸/ ۲۹۴) میں ذکر کیا ہے اور حافظ خلیلی نے ثقہ کہا ہے۔

۴: ابو عمرو حریث بن عبدالرحمٰن البخاری (الارشاد ۳/ ۹۷۰۔۹۷۱ ت ۸۹۸)

۵: ابو عبداللہ محمد بن عبدک البخاری الجدیدی (الانساب للسمعانی ۲/ ۳۱۔۳۲)

۶: خلف بن الولید، ابو صالح البخاری (المتفق والمفترق للخطیب ۱/ ۳۲ شاملہ)

۷: احمد بن حاتم بن داود المکی، ابو جعفر السلمی (بحر الفوائد: ۱۹۱) وغیرہم رحمہم اللہ

تلامذہ: ہمارے علم کے مطابق آپ کے تلامذہ (شاگردوں) کے نام درج ذیل ہیں:

۱: ابو نصر محمد بن احمد بن موسیٰ بن جعفر الملاحمی البخاری (تاریخ بغداد ۶/ ۸۳، مشیخۃ الابنوسی: ۱۶۵، ۱۶۹، التحقیق لابن الجوزی ۱/ ۲۷۴ ح ۴۶۳ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۴ وسندہ صحیح)

۲: ابو العباس احمد بن محمد بن الحسین بن اسحاق الرازی الضریر

(تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۳۸ ت ۷۲۹۷ وسندہ صحیح)

ابو العباس الرازی الصغیر کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا: " و کان ثقة حافظاً "

(تاریخ بغداد ۴/ ۴۳۵)

۳: ابو بکر محمد بن ابی اسحاق ابراہیم بن یعقوب الکلاباذی البخاری (بحر الفوائد ح ۶۴، ۱۹۱، ۱۹۲)

یہ صاحبِ کتاب ہیں اور ان کا ذکر تاج التراجم (ص ۳۳۳ ت ۳۳۵) وغیرہ میں موجود ہے۔

۴: امام ابو الفضل احمد بن علی بن عمرو بن حمد السلیمانی البیکندی البخاری رحمہ اللہ

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۶ ص ۱۶۶۔ ۱۶۷، تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۶ ت ۹۶۰)

ان کے حالات کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۷/ ۲۰۰۔ ۲۰۱) وغیرہ۔

۵: ابو الحسین محمد بن عمران بن موسیٰ الجرجانی (المتفق والمفترق للخطیب ۱/ ۳۳ ح ۵۰۸)

ان کا ذکر تاریخ جرجان للسہمی (ص ۴۲۳۔ ۴۲۴ ت ۷۴۶) میں ہے۔

۶: ابو الحسین احمد بن محمد بن یوسف الازدی البخاری (تاریخ بغداد ۱۰/ ۲۸ ت ۵۱۴۷)

۷: ابو نصر احمد بن محمد بن الحسن بن حامد بن ھارون بن المنذر بن عبد الجبار النیاز کی الکرمینی۔

سمرقند و بخارا کی کوئی محدثانہ مکمل تاریخ میرے پاس موجود نہیں اور " القند فی ذکر علماء سمرقند " للنسفی موجود ہے، لیکن شروع اور آخر سے ناقص چھپی ہے، محمود نام کے راویوں والا حصہ شائع ہی نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

علمی کارنامہ: آپ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی دو مشہور کتابوں: جزء رفع الیدین اور جزء القراءۃ کے بنیادی راوی ہیں۔ (نیز دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۲)

علمی مقام: یمن کے مشہور عالم مولانا شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ نے زاہد بن حسن کوثری (جہمی) کو مخاطب کر کے لکھا ہے: " إذا کان أهل العلم قد وثقوهما و ثبتوهما ولم یتکلم أحد منهم فیهما فما ذا ینفعك أن تقول: لا نثق بهما ؟ "

جب اہلِ علم (محدثین و علماء) نے ان دونوں (محمود بن اسحاق الخزاعی اور احمد بن محمد بن

الحسین الرازی) کو ثقہ اور ثبت قرار دیا ہے، کسی ایک نے بھی ان دونوں پر کوئی (جرح والا) کلام نہیں کیا تو تمھارا یہ کہنا: ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے، کیا فائدہ دے گا؟

(التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل ۱/ ۴۷۵ت ۲۴۲)

اب محمود بن اسحاق رحمہ اللہ کی صریح اور غیر صریح توثیق کے دس سے زیادہ حوالے پیشِ خدمت ہیں:

۱: حافظ ابن حجر العسقلانی نے محمود بن اسحاق کی بیان کردہ ایک روایت کو "حسن" قرار دیا ہے۔ (دیکھئے موافقۃ الخبر الخبر فی تخریج احادیث المختصر ۱/ ۴۱۷)

تنبیہ: راوی کی منفرد روایت کو حسن یا صحیح کہنا، اُس راوی کی توثیق ہوتی ہے۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۱/ ۱۴۹، ۳/ ۲۶۴)

۲: علامہ نووی نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطورِ جزم نقل کی اور فرمایا:

" بإسناده الصحيح عن نافع " (المجموع شرح المہذب ۳/ ۴۰۵)

معلوم ہوا کہ نووی جزء رفع الیدین کو امام بخاری کی صحیح و ثابت کتاب سمجھتے تھے۔

۳: ابن الملقن (صوفی) نے جزء رفع الیدین سے ایک روایت بطورِ جزم نقل کی اور فرمایا: " بإسناد صحيح عن نافع عن ابن عمر " (البدر المنیر ۳/ ۴۷۸)

۴: زیلعی حنفی نے جزء رفع الیدین سے روایات بطورِ جزم نقل کیں۔

(دیکھئے نصب الرایہ ۱/ ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۵)

۵: مشہور محدث ابو بکر البیہقی رحمہ اللہ نے محمود بن اسحاق کی روایت کردہ کتاب: جزء القراءۃ للبخاری کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا ہے۔

(مثلاً دیکھئے کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی ص ۲۳ ح ۲۸)

۶: علامہ ابو الحجاج المزی رحمہ اللہ نے جزء القراءۃ کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا ہے۔ (مثلاً دیکھئے تہذیب الکمال ج ۳ ص ۱۷۲، سعید بن سنان البرجمی)

۷: عینی حنفی نے جزء رفع الیدین کو امام بخاری سے بطورِ جزم نقل کیا ہے۔

(دیکھئے عمدۃ القاری ۵/۲۷۲ تحت ح ۷۳۵)

نیز دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی (۳/۲۵۰ ح ۷۳۲) اور معانی الاخبار (۳/۴۷۶)

۸: بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی نے جزء مذکور کو بطورِ جزم نقل کیا۔

(دیکھئے البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/۴۴۹ مکتبہ شاملہ)

۹: محمد الزرقانی نے جزء رفع الیدین کو امام بخاری سے بطورِ جزم نقل کیا ہے۔

(دیکھئے شرح الزرقانی علی الموطأ ۱/۱۵۸ تحت ح ۲۰۴ باب ماجاء فی افتتاح الصلاۃ)

۱۰: سیوطی نے فض الوعاء میں جزء رفع الیدین کو بطورِ جزم امام بخاری سے نقل کیا۔

(دیکھئے فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین بالدعاء ۱/۵۹ قبل ح ۱۸)

۱۱: ذہبی (التنقیح لکتاب التحقیق لأحادیث التعلیق ۱/۲۴۹ ط مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز/ مکہ)

۱۲: مغلطائی حنفی (دیکھئے شرح سنن ابن ماجہ لمغلطائی ۱/۱۴۱۴، ۲، ۱۴۶۶/۸ شاملہ)

وغیر ذلک مثلاً دیکھئے تنقیح التحقیق (۲/۲۱۸ ح ۷۵۸، ۱/۷۸ ۳ شاملہ)

آلِ دیوبند و آلِ بریلی اور آلِ تقلید کے کئی علماء نے جزء رفع الیدین اور جزء القراءۃ (کلاہما للبخاری/ دونوں یا کسی ایک) کو بالجزم امام بخاری سے نقل کر رکھا ہے، جن میں سے بعض حوالے درج ذیل ہیں:

۱: نیموی (آثار السنن: ۶۳۵ وقال: ''رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین واسنادہ صحیح'')

۲: سرفراز خان صفدر کڑمنگی گکھڑوی دیوبندی (خزائن السنن ص ۴۱۶ حصہ دوم ص ۱۶۶)

۳: صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی (نماز مسنون کلاں ص ۶۴۶)

۴: فیض احمد ملتانی دیوبندی (نماز مدلل ص ۱۱۸، حوالہ نمبر ۲۷۶)

۵: جمیل احمد نذیری دیوبندی (رسولِ اکرم ﷺ کا طریقہ نماز ص ۲۶۲)

۶: علی محمد حقانی دیوبندی (نبوی نماز/ سندھی ص ۲۹۲ حصہ اول)

۷: غلام مصطفیٰ نوری بریلوی (نمازِ نبوی ﷺ ص ۱۶۲)

۸: غلام مرتضیٰ ساقی بریلوی (مسئلہ رفع یدین پر...کا تعاقب ص ۲۶)

۹: ابو یوسف محمد ولی درویش دیو بندی (دپیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مونځ / پشتو ص ۲۱۴)
۱۰: عبدالشکور قاسمی دیو بندی وغیرہ (کتاب الصلاۃ ص ۱۱۳، طبع ندوۃ العلم کراچی) وغیرہم

ان سب نے جزء القراءۃ یا جزء رفع الیدین کے حوالے بطورِ جزم و بطورِ حجت نقل کئے ہیں اور بعض نے تو رفع الیدین سے مذکور ایک روایت کو صحیح سند قرار دیا ہے۔

ہمارے علم کے مطابق محمود بن اسحاق پر کسی محدث یا مستند عالم نے کوئی جرح نہیں کی اور ان کی بیان کردہ کتابوں اور روایتوں کو صحیح قرار دینا یا بالجزم ذکر کرنا (ان پر جرح نہ ہونے کی حالت میں) اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مذکورہ تمام علماء وغیر علماء کے نزدیک ثقہ و صدوق تھے، لہٰذا جزء القراءۃ اور جزء رفع الیدین دونوں کتابیں امام بخاری سے ثابت ہیں اور چودھویں پندرھویں صدی کے بعض الناس کا ان کتابوں پر طعن و اعتراض مردود ہے۔

بعض الناس کی جہالت یا تجاہل کا رد: چودھویں پندرھویں صدی میں بعض الناس (مثلاً امین اوکاڑوی دیو بندی) نے محمود بن اسحاق البخاری کو مجہول کہہ دیا ہے، حالانکہ سات راویوں کی روایت، حافظ ابن حجر اور دیگر علماء وغیر علماء کی توثیق کے بعد مجہول کہنا یہاں باطل و مردود ہے۔ ہمارے علم کے مطابق ۳۳۲ھ میں وفات پانے والے محمود بن اسحاق کو کسی محدث یا مستند عالم نے مجہول العین یا مجہول الحال (مستور) نہیں کہا۔

حافظ ذہبی نے لکھا ہے: "**محمود بن إسحاق البخاري القواس: سمع من محمد ابن إسماعيل البخاري و محمد بن الحسن بن جعفر صاحب يزيد بن هارون و حدّث و عمرّ دهرًا. أرّخه الخليلي و قال: ثنا عنه محمد بن أحمد الملاحمي.**" محمود بن اسحاق البخاری القواس: انھوں نے محمد بن اسماعیل البخاری اور یزید بن ہارون کے شاگرد محمد بن الحسن بن جعفر سے سنا، حدیثیں بیان کیں اور ایک (طویل) زمانہ زندہ رہے۔ خلیلی نے ان کی تاریخ وفات بیان کی اور فرمایا: ہمیں محمد بن احمد الملاحمی نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (تاریخ الاسلام ج ۲۵ ص ۸۳)

اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ جس راوی سے دو یا زیادہ ثقہ راوی حدیث بیان

کریں تو وہ مجہول العین (یعنی مجہول) نہیں ہوتا اور اگر ایسے راوی کی توثیق موجود نہ ہو تو مجہول الحال (مستور) ہوتا ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱: خطیب بغدادی نے لکھا ہے: " و أقل ما ترتفع به الجهالة أن يروي عن الرجل اثنان فصاعدًا من المشهورين بالعلم ، كذلك " اور آدمی کی جہالت (مجہول العین ہونا) کم از کم اس سے ختم ہو جاتی ہے کہ اس سے علم کے ساتھ مشہور دو یا زیادہ راوی روایت بیان کریں، اسی طرح ہے۔

(الکفایہ فی علم الروایہ ص ۸۸ واللفظ لہ، شرح ملا علی قاری علیٰ نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱۷)

ابن الصلاح الشہر زوری نے لکھا ہے: " و من روى عنه عدلان و عيناه فقد ارتفعت عنه هذه الجهالة " اور جس سے دو ثقہ روایت کریں اور اس کا (نام لے کر) تعین کر دیں تو اس سے یہ جہالت (مجہول العین ہونا) ختم ہو جاتی ہے۔

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶ نوع ۲۳، شرح ملا علی قاری ص ۵۱۷)

حافظ ذہبی نے اسامہ بن حفص کے بارے میں لکھا ہے:

" ليس بمجهول فقد روى عنه أربعة " وہ مجہول نہیں، کیونکہ اس سے چار راویوں نے روایت بیان کی ہے۔ (ہدی الساری لابن حجر ص ۳۸۹)

تنبیہ: یہ عبارت اس سیاق کے ساتھ میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں سے گر گئی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کے مخالف علی بن عبدالکافی السبکی الشافعی نے علانیہ لکھا ہے:

" و برواية اثنين تنتفي جهالة العين فكيف بَرواية سبعة ؟ " دو کی روایت سے جہالتِ عین مرتفع (یعنی ختم) ہو جاتی ہے، لہٰذا سات کی روایت سے کس طرح رفع نہ ہو گی؟!

(شفاء السقام، الباب الاول الحدیث الاول ص ۹۸)

حافظ ابن عبدالبر نے ایک راوی عبدالرحمٰن بن یزید بن عقبہ بن کریم الانصاری الصدوق کے بارے میں لکھا ہے: " و قد روى عنه ثلاثة ، و قد قيل : رجلان فليس بمجهول " اس سے تین یا دو آدمیوں نے روایت بیان کی، لہٰذا وہ مجہول نہیں

ہے۔(الاستذکار ۱/۱۸۰ح ۴۹ باب ترک الوضوء مما مست النار)

ابوجعفر النحاس نے کہا:" و من روی عنه اثنان فلیس بمجهول ."

اور جس سے دو روایت کریں تو وہ مجہول نہیں۔ (الناسخ والمنسوخ ۱/۴۸ دوسرا ۱/۱۷۱، شاملہ)

عینی حنفی نے ایک راوی (ابوزید) کے بارے میں لکھا ہے:

" والجهالة عند المحدثين تزول برواية اثنين فصاعدًا ، فأين الجهالة بعد ذلك ؟ ! إلا أن يراد جهالة الحال ... " اور محدثین کے نزدیک دو یا زیادہ کی روایت سے جہالت ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے بعد جہالت کہاں رہی؟! اِلا یہ کہ اس سے جہالتِ حال مراد لی جائے...(نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار ۲/۲۸۲ ط وزارۃ الاوقاف قطر)

اس طرح کے اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔

(مثلاً دیکھئے لسان المیزان ۶/ ۲۲۶، الولید بن محمد بن صالح، مجمع الزوائد ۱/۳۶۲)

۲: ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے عائشہ بنت عجرد کے بارے میں ایک اصول لکھا ہے:

" وليس بمجهول من روى عنه اثنان " اور جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں تو وہ مجہول نہیں ہوتا۔ (اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۰۷ ح ۱۵۳)

تنبیہ: اس کے بعد" و عرفها يحيى بن معين فقال :لها صحبة " والی عبارت علیحدہ ہے اور اس کا اس اصول سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے مزید لکھا ہے:" برواية عدلين ترتفع جهالة العين عند الجمهور و لا تثبت به العدالة " جمہور کے نزدیک دو ثقہ راویوں کی روایت سے جہالتِ عین ختم ہو جاتی ہے اور اس سے عدالت (راوی کی توثیق) ثابت نہیں ہوتی۔

(قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۰، اعلاء السنن ج ۱۹ ص ۲۱۳)

۳: عبدالقیوم حقانی دیوبندی نے ایک راوی کے بارے میں لکھا ہے:

"اس کے جواب میں شارحینِ حدیث فرماتے ہیں۔ کہ ان کا نام یزید ہے اور ان سے تین راوی روایت کرتے ہیں اور قاعدے کے مطابق جس شخص سے روایت کرنے والے دو

ہوں اس کی جہالت رفع ہو جاتی ہے...'' (توضیح السنن ج ا ص ۱۷۵ تحت ح ۳۴۵)

نیز دیکھئے توضیح السنن (ج ۲ ص ۶۰۵ تحت ح ۹۹۵-۱۰۰۰)

۴: محمد تقی عثمانی دیوبندی نے ایک مجہول الحال راوی ابو عائشہ پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا:

''اور اصولِ حدیث میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں اسکی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے، لہٰذا جہالت کا اعتراض درست نہیں اور یہ حدیث حسن سے کم نہیں.'' (درس ترمذی ج ۲ ص ۳۱۵-۳۱۶)

۵: عبد الحق حقانی اکوڑوی دیوبندی نے ایک روایت میں مجہول والے اعتراض کے بارے میں کہا: ''تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجہول کی دو قسم ہیں۔(۱) مجہول ذات (۲) مجہول صفات جب کسی راوی نے روایت میں حدثنی رجل کہہ دیا اور وہ رجل معلوم نہیں تو یہ مجہول ذات ہے اگر ایسے غیر معلوم رجل سے دو شاگرد جو ثقہ عادل اور تام الضبط ہوں اور امت کو ان پر اعتماد ہو) روایت نقل کر دیں تو ایسے دو تلامذہ کا ایک استاد سے روایت نقل کرنا گویا استاد (رجل مجہول) کی ثقاہت کی شہادت ہے۔ کیونکہ باکمال تلامذہ بے کمال استاد سے کبھی بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔'' (حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی ج ا ص ۲۰۶)

۶: احمد حسن سنبھلی تقلیدی مظفر نگری نے امام ابن ابی شیبہ کے (اپنے مزعوم امام پر) پہلے اعتراض کے جواب میں لکھا ہے:

''پس دو شخصوں نے جب ان سے روایت کی تو جہالت مرتفع ہو گئی سو یہ معروف شمار ہوں گے جیسا کہ یہ قاعدہ اصول حدیث میں ثابت ہو چکا ہے...''

(اجوبہ اللطیفہ عن بعض رد ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ ص ۱۸-۱۹، ترجمانِ احناف ۴۱۸-۴۱۹)

یہ کتاب چار اشخاص کی پسندیدہ ہے:

(۱) اشرف علی تھانوی (دیکھئے ترجمان احناف ص ۴۰۸)

(۲) ماسٹر امین اوکاڑوی (دیکھئے ترجمان احناف ص ۳-۷)

(۳) مشتاق علی شاہ دیو بندی (دیکھئے ترجمان احناف کا پہلا صفحہ)

(۴) محمد الیاس گھمن حیاتی دیو بندی (دیکھئے: فرقہ اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۹۰)

اگر اس حوالے میں مذکورہ اصولِ حدیث کے مسئلے کا انکار کیا جائے تو آلِ تقلید کا اپنے مزعوم امام کا، پہلے ہی مسئلے میں دفاع ختم ہو جاتا ہے اور امام ابن ابی شیبہ کا یہ اعتراض صحیح ثابت ہو جاتا ہے کہ (امام) ابو حنیفہ احادیث کی مخالفت کرتے تھے۔

۷: نیموی تقلیدی نے ایک مجہول الحال راوی ابو عائشہ کے بارے میں لکھا ہے:

" قلت :فار تفعت الجهالة برواية الاثنين عنه "

میں نے کہا: پس اس سے دو کی روایت سے جہالت مرتفع (ختم) ہوگئی۔

(آثار السنن ص ۳۹۷ تحت ح ۹۹۵)

نیز دیکھئے آثار السنن (ص ۱۴۷ تحت ح ۳۲۸)

۸: شبیر احمد عثمانی دیو بندی نے لکھا ہے:

" ثم من روى عنه عدلان ارتفعت جهالة عينه " پھر جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں تو اس کی جہالتِ عین ختم ہو جاتی ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۶۳، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۷۲)

۹: محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری (دیو بندی) نے لکھا ہے:

"مجہول العین کی روایت دو عادل سے ثابت ہو جائے تو جہالت مرتفع ہو جائے گی۔"

(ارشاد اصول الحدیث طزمزم پبلشرز ص ۹۵)

۱۰: محمد محمود عالم صفدر (ننھے) اوکاڑوی نے لکھا ہے: "یہ بات یاد رہے کہ راوی کے ایک ہونے پر جہالت کا مدار دوسرے محدثین کے نزدیک ہے، اور ان کے نزدیک اگر دو روایت کرنے والے ہوں تو جہالت عینی مرتفع ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک مجہول العین وہ ہے جس سے ایک یا دو حدیثیں مروی ہوں اور اس کی عدالت بھی معلوم نہ ہو عام ہے کہ اس سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد ہوں۔ اس قسم کی جہالت اگر صحابی میں ہے تو مضر نہیں اور اگر غیر میں ہے تو پھر اگر اس کی حدیث قرن ثانی یا قرن ثالث میں ظاہر ہو جائے تو اس پر

عمل جائز ہوگا اور اگر ظاہر ہو اور سلف اس کی صحت کی گواہی دیں، طعن سے خاموش رہیں تو قبول کر لی جائے گی اور اگر رد کر دیں تو رد کر دی جائے گی اور اگر اختلاف کریں تو اگر موافق قیاس ہوگی تو قبول ورنہ رد کر دی جائے گی۔" (قطرات العطر ص ۲۳۸)

نتھے اوکاڑوی کے اس دیوبندی اصول سے محمود بن اسحاق الخزاعی اور نافع بن محمود المقدسی وغیرہما رحمہم اللہ کی روایات مقبول (صحیح یا حسن) ہو جاتی ہیں۔

اس طرح کے مزید حوالے بھی تلاش کیے جا سکتے ہیں اور ان سے ثابت ہوا کہ سات شاگردوں والے راوی محمود بن اسحاق رحمہ اللہ کو مطلقاً مجہول یا مجہول العین کہنا بالکل غلط و مردود ہے۔

رہا مجہول الحال یا مستور قرار دینا تو یہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے، جب راوی کی توثیق سرے سے موجود نہ ہو (یا نا قابلِ اعتماد ہو) جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

" و إن روی عنه اثنان فصاعدًا ولم یوثق فهو مجهول الحال وهو المستور و قد قبل روایته جماعة بغیر قید و ردها الجمهور ... " "اگر اس سے دو یا دو سے زائد نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ ہو تو وہ مجہول الحال ہے اور مستور ہے اسے بغیر کسی قید کے ایک جماعت نے قبول کیا ہے، اور جمہور نے رد کر دیا ہے..." (نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر مع شرح الملا علی القاری ص ۵۱۷۔۵۱۸، قطرات العطر شرح اردو شرح نخبۃ الفکر ص ۲۳۶)

ایک جماعت نے قبول کیا ہے، کی تشریح میں ملا علی قاری حنفی نے لکھا ہے:

" منهم أبو حنیفة ... " ان میں ابوحنیفہ... ہیں۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱۸)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:" و منهم أبو بکر بن فورك و کذا قبله أبو حنیفة خلافًا للشافعي ، و من عزاه إلیه فقد وهم " اور ان (مستور کی روایت قبول کرنے) میں ابوبکر بن فورک اور ان سے پہلے ابوحنیفہ ہیں، (یہ اصول) شافعی کے خلاف ہے اور جس نے اسے ان (شافعی) کی طرف منسوب کیا ہے (کہ مستور کی روایت مقبول ہے) تو اسے غلطی لگی ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۰، قدیم نسخہ ج ۱ ص ۶۳)

حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی پسندیدہ کتاب علوم الحدیث میں محمد عبید اللہ الاسعدی (دیوبندی) نے لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہ کے نزدیک مجہول کے احکام کی بابت تفصیل یہ ہے

(الف) مجہول العین:۔ یہ حال جرح نہیں ہے اس کی حدیث اس صورت میں غیر مقبول ہو گی جبکہ سلف نے اس کو مردود قرار دیا ہو یا یہ کہ اس کا ظہور عہد تبع تابعین کے بعد ہو۔ اور اگر اس سے پہلے ہو خواہ سلف نے اس کی تقویت کی ہو یا بعض نے موافقت کی ہو یا کہ سب نے سکوت کیا ہو، اس پر عمل درست ہے۔

(ب) مجہول الحال:۔ راوی مقبول ہے، خواہ عدل الظاہر خفی الباطن ہو یا دونوں کی رو سے مجہول ہو۔

(ج) مجہول الاسم:۔ بھی مقبول ہے بشرطیکہ قرون ثلاثہ سے تعلق رکھتا ہو۔

اس تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک بھی مجہول مطلقاً مقبول نہیں کم از کم قرون ثلاثہ سے تعلق کی قید ضرور ملحوظ ہے جیسا کہ تصریح کی گئی ہے۔''

(علوم الحدیث ص ۲۰۰)

ابوسعد شیرازی (دیوبندی) نے لکھا ہے:

''جو راوی مجہول العین نہ ہو اور اس کی توثیق بھی کسی سے منقول نہ ہو اسے مستور کہتے ہیں اس کی روایت مقبول ہے۔'' (الیاس گھسن کا قافلۂ ''حق'' جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۲۹)

شیرازی دیوبندی نے اپنے ''سلطان المحدثین'' ملا علی قاری سے نقل کیا ہے:

''اور مستور کی روایت کو ایک جماعت نے بغیر زمانہ کی قید کے قبول کیا ہے انہیں میں سے ابوحنیفہؒ بھی ہیں۔ سخاوی نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس قول کو امام اعظمؒ کی اتباع کرتے ہوئے ابن حبان نے اختیار کیا ہے...'' (الیاس گھسن کا قافلۂ ''حق'' جلد ۳ شمارہ ۲ ص ۳۵)

تنبیہ: یہ دعویٰ کہ اس اصول میں حافظ ابن حبان نے حنفیہ کے امام ابوحنیفہ کی اتباع کی ہے، بے دلیل و بے سند ہے۔

دیوبندی ''مفتی'' شبیر احمد (جدید) نے لکھا ہے: ''تیسرے راوی ہیں امام ابوعصمہ

سعد بن معاذ المروزی۔ان پر علی زئی نے مجہول ہونے کی جرح نقل کی ہے۔حالانکہ اصول حدیث کی رو سے یہ جرح بھی مردود ہے، کیونکہ مجہول کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مجہول الحال ۲۔ مجہول العین

مجہول کا مطلب جس کی عدالت ظاہر نہ ہو، مسلمان ہو۔امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپکے متبعین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت قبول کی جائے گی یعنی راوی کا مسلمان ہونا اور فسق سے بچنا اس کی روایت کی قبولیت کے لئے کافی ہے۔

مجہول العین کا مطلب یہ ہے کہ علماء اس راوی اور اس کی روایت کو نہ پہچانتے ہوں۔اس سے صرف ایک راوی نے نقل کیا ہو بالفاظ دیگر اس سے ایک شاگرد نے روایت نقل کی ہو۔

مجہول کی اقسام میں سے ایک قسم بھی ابوعصمہ پر صادق نہیں آتی نہ مجہول الحال نہ ہی مجہول العین۔احناف کے اصول کے مطابق تو اس کی روایت قبول ہے ہی دیگر ائمہ کے اصول کے مطابق بھی اس کی روایت قبول ہے کیونکہ ان کے شاگرد کئی ہیں اور یہ ہیں بھی مسلمان۔لہٰذا ان کی روایت قبول ہوگی۔''الخ (الیاس گھمن کا قافلۂ ''حق'' جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۲۴)

انصاف پسند قارئین کرام غور کریں کہ ابوعصمہ سے چند راویوں نے روایت بیان کی اور کسی ایک مستند محدث یا عالم نے اس کی صریح یا غیر صریح توثیق نہیں کی، بلکہ حافظ ذہبی نے صاف لکھا ہے کہ ''**مجهول و حديثه باطل**'' وہ مجہول ہے اور اس کی حدیث باطل ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/ ۱۲۵، دوسرا نسخہ ۳/ ۱۸۵)

اس ابوعصمہ کو تو ثقہ وصدوق ثابت کیا جا رہا ہے (!) اور محمود بن اسحاق الخزاعی البخاری و نافع بن محمود المقدسی وغیرہما کو مجہول و مستور کہا جا رہا ہے۔سبحان اللہ!

خلاصۃ التحقیق: محمود بن اسحاق الخزاعی مذکور، مجہول و مستور نہیں بلکہ ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث وحسن الحدیث تھے، لہٰذا ان پر ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی اور مقلدینِ اوکاڑوی کی جرح مردود ہے۔

وفات: ۳۳۲ھ (تاریخ نوشت: ۴/ نومبر ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحدیث حضرو۔اٹک)

آصف دیوبندی اور آلِ دیوبند کی شکست فاش

الحمد للّٰہ ربّ العالمین و الصّلوٰة والسّلام علٰی رسوله الأمین و رضي اللّٰه عن أصحابه و أزواجه و آله أجمعین و رحمة اللّٰه علٰی من تبعهم باحسان إلٰی یوم الدین ، أما بعد:

اَہلِ سنت یعنی اَہلِ حدیث کا یہ دعویٰ ہے کہ "رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے۔"

اور اسی پر تمام اَہلِ حدیث کا عمل ہے۔ والحمد للہ

اس دعوے کی دلیل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (باب رفع الیدین إذا کبّر و إذا رکع و إذا رفع ح ۷۳۶)

امیر المومنین فی الحدیث و امام الدنیا فی فقہ الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے رفع یدین کے ثبوت و دفاع پر اپنی مشہور کتاب: جزء رفع الیدین لکھی ہے۔

تنبیہ: یہ دعویٰ ہر نماز (مثلاً ایک رکعت نمازِ وتر، دو رکعت نمازِ فجر، تین رکعت نمازِ مغرب، چار رکعت نمازِ ظہر و عصر و عشاء اور نو رکعت صلوٰۃ اللیل وغیرہ سب) پر فٹ اور جاری و ساری ہے۔

مذکورہ تین مقامات کے علاوہ جس مقام پر (مثلاً چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر) رفع یدین ثابت ہے تو اس پر بھی عمل کرنا چاہئے اور جس مقام پر رفع یدین ثابت نہیں یا اس کی صریح و صحیح نفی موجود ہے تو وہاں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ آصف احمد دیوبندی حیاتی نے "سنت رسول الثقلین ﷺ فی ترکِ رفع الیدین: ترکِ رفع الیدین پر 327 صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ" لکھ کر

ایک کتاب شائع کی ہے اور اسے کسی دیوبندی ''مفتی'' محمد حسن (؟) نے پسند ''فرمایا'' ہے۔

فائدہ: آلِ دیوبند، آلِ بریلی اور حنفیہ کے نزدیک معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے: '' أجمع الفقهاء علٰى أن المفتي يجب أن يكون من أهل الاجتهاد ''

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مفتی کا اہلِ اجتہاد میں سے ہونا واجب (ضروری) ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ۳/ ۳۰۸)

یعنی مفتی ہونے کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے اور امین اوکاڑوی دیوبند نے صاف لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید رہ گئی۔'' (دیکھئے الکلام المفید کی تقریظ ص س، اور تجلیاتِ صفدر ۳/۴۱۲)

تجلیاتِ صفدر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے'' (۵/۴۴)

ثابت ہوا کہ کوئی دیوبندی بھی مفتی نہیں، کیونکہ کوئی دیوبندی بھی مجتہد نہیں، لہٰذا آلِ دیوبند کو اپنے لئے مفتی کا لقب کبھی استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

آصف صاحب کے چہیتے عبدالغفار... دیوبندی نے لکھا ہے: ''جناب زبیر علی زئی... نے تو نام نہاد اہلحدیث ہونے کا دعویٰ وعمل بھی مکمل نہیں لکھا۔ کیونکہ غیر مقلدین چار رکعات نماز میں چار مقامات پر رفع الیدین کرتے ہیں جو دس مرتبہ بنتی ہے۔ اور علی زئی... نے تین مقام کا یہاں ذکر کیا ہے اور چوتھے مقام ''اذا قام من الرکعتین'' کی رفع الیدین کا اپنے دعویٰ وعمل کو اس مقام پر ذکر نہ کرنا عجیب طفلانہ حرکت ہے یا بیہوش ہونے کی دلیل ہے۔''

(آصف کی کتاب ص ۱۶)

عرض ہے کہ ہر نماز چار رکعتوں والی نہیں ہوتی بلکہ فجر کی نماز دو رکعتیں، مغرب کی نماز تین رکعتیں اور وتر کی نماز ایک رکعت بھی ہوتی ہیں، لہٰذا اوکاڑوی کی اندھی تقلید میں چار رکعتوں کی رٹ لگانا کون سی حرکت ہے اور کیا ہونے کی دلیل ہے؟!

کیا آلِ دیوبند میں سے آصفی حضرات صبح کی فرض نماز چار رکعتیں پڑھتے ہیں اور اگر

نہیں تو پھر اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں ہے۔

ہمارا دعویٰ اور عمل ہماری ہر نماز پر فٹ ہے۔ والحمد للہ

آصف صاحب نے اپنے چہیتے عبدالغفار دیوبندی کی چھتری ''تلے'' اپنی اس کتاب میں پہلی حدیث ''پہلی حالت سجدوں کی رفع الیدین کا ثبوت'' کے عنوان سے بحوالہ شرح مشکل الآثار للطحاوی (ج ۲ ص ۲۰ رقم الحدیث ۲۴) شائع کی ہے، طرح التثریب للعراقی کا حوالہ بھی دیا ہے اور ابن القطان (الفاسی المغربی) سے اس کا ''صحیح'' ہونا بھی نقل کیا ہے۔

(ص ۱۷)

آصف صاحب کے چہیتے کی پیش کردہ یہ روایت شاذ ہے۔

۱: خود طحاوی حنفی نے لکھا ہے: ''**و كان هذا الحديث من رواية نافع شاذًا لما رواه عبيد اللّٰه**'' اور یہ حدیث نافع کی روایت سے شاذ تھی، جو عبیداللہ نے روایت کیا ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۵ ص ۴۷ ح ۵۸۳۱، تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ ح ۲۴)

اس جرح کو آصف صاحب نے چھپالیا ہے۔

جس روایت کا محدثین کرام سے متفقہ طور پر یا اصولِ حدیث کی رُو سے شاذ ہونا ثابت ہو جائے تو وہ روایت مردود ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۱۹)

آلِ دیوبند کی پسندیدہ کتاب ''علوم الحدیث'' میں محمد عبیداللہ الاسعدی نے لکھا ہے:

''شاذ مردود ہے اور ''محفوظ'' مقبول...'' (ص ۱۹۰)

اس کتاب پر حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی نظر ثانی و تقریظ ہے، نیز عبدالرشید نعمانی دیوبندی نے بھی اس کی تائید کر رکھی ہے۔

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے ایک دیوبندی اصول لکھا ہے:

''ان وجوہ کے پیش نظر سُنت ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کا تعامل رہا۔ اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو وہ یا تو منسوخ کہلائے گی یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ ایسی روایات جو تعامل سلف کے خلاف ہوں صدر اول میں ''شاذ'' شمار کی

جاتی تھیں۔اور جس طرح متاخرین محدثین کی اصطلاحی ''شاذ'' روایت حجت نہیں۔اسی طرح متقدمین کے نزدیک ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ دوم ص ۳۲، دوسرا نسخہ ص ۴۳)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''حدیث کی صحت کے لئے صرف راویوں کا ثقہ ہونا کافی نہیں بلکہ شذوذ اور علت سے سلامتی بھی شرط ہے،اس حدیث کے ضعف کی بنیادی وجوہ دو ہیں:

(۱) یہ روایت شاذ ہے کہ متواتر احادیث کے خلاف ہے (۲) معلول ہے کہ ظاہر قرآن پاک کے خلاف ہے۔ایسی حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔'' (تجلیات صفدر ج۲ ص ۱۷۵)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

''مذہب حنفی جو ظاہر الروایت ہے جس پر ہر جگہ عمل ہے اس کے خلاف شاذ روایت بیان کی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائی، یہودی، رافضی متواتر قرآن پاک کے متعلق وسوسہ ڈالنے کے لئے شاذ قراٗتوں سے تحریفِ قرآن ثابت کر کے عوام اہل اسلام کے دلوں میں وسوسے ڈالا کرتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ج۵ ص ۱۹۱)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ ''امین اوکاڑوی کے نزدیک'' آصف لاہوری دیوبندی نے عیسائیوں، یہودیوں اور رافضیوں کی طرح استدلال کر کے اہلِ اسلام کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کے لئے شاذ روایت پیش کر دی ہے'' اور شاذ روایات کو اپنانا اپنا مشن بنا لیا ہے۔'' (دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج۵ ص ۱۲۲)

امین اوکاڑوی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''تو وہ روایت مخالفت ثقات کی وجہ سے خود شاذ و مردود ہوئی۔'' (تجلیاتِ صفدر ج۲ ص ۳۸۱)

سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک عبارت کے بارے میں ''فرمایا'' ہے:

''جب عام اور متداول نسخوں میں یہ عبارت نہیں تو شاذ اور غیر مطبوعہ نسخوں کا کیا اعتبار ہو سکتا

ہے۔؟" (خزائن السنن ص ۳۴۷ حصہ دوم ص ۹۷)

انگریزی دور میں (۱۸۵۷ء کے بعد) پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے کا عجیب طریقہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ احادیث کے مقابلے میں شاذ، مدلّس، ضعیف اور مردود روایات پیش کرتے ہیں اور جب اپنی باری آئے تو شاذ کا دفاع شروع کر دیتے ہیں۔ **واللّٰہ من ورائھم محیط**

۲: حافظ عراقی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے: "**و ذكر الطحاوي أن هذه الرواية شاذة و صححها ابن القطان** ..." (طرح التثریب فی شرح التقریب ۲/۲۶۲)

اس جرح کو بھی آصف صاحب نے چھپایا ہے۔

۳: حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

"**و هذه رواية شاذة**" اور یہ روایت شاذ ہے۔ (فتح الباری ۲/۲۲۳ تحت ح ۷۳۹)

ساتویں صدی کے ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ ھ) نے اس روایت کو صراحتاً "صحیح" نہیں لکھا، لیکن "**قد صح فيهما الرفع من حديث ابن عباس و ابن عمر و مالك بن الحويرث**" لکھا ہے۔ (بیان الوہم والایہام ج ۵ ص ۶۱۲)

اس عبارت میں ابن القطان کو تین اوہام ہوئے ہیں:

۱: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں ابو سہل نضر بن کثیر الازدی العابد راوی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۱۴۷ و کتب الرجال)

۲: طحاوی والی روایت بقولِ طحاوی شاذ ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ شاذ ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت صحیح کس طرح ہوئی؟!

۳: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں قتادہ مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی دفائن السنن مقدمہ خزائن السنن ص ۱)

تنبیہ: ابن القطان نے قتادہ کی روایت مذکورہ میں ان کا شاگرد شعبہ ظاہر کیا ہے، حالانکہ

محمد یوسف بنوری دیوبندی نے صاف لکھا ہے:

" وقع فی نسخة النسائی المطبوعة بالهند :شعبة عن قتادة بدل سعید عن قتادة وهو تصحیف صرح علیه شیخنا أیضًا فی نیل الفرقدین ... "

ہند (و پاکستان) میں مطبوعہ نسائی کے نسخے میں سعید عن قتادہ کے بدلے میں شعبہ عن قتادہ چھپ گیا ہے اور یہ تصحیف (غلطی) ہے، ہمارے استاد (انور شاہ کاشمیری دیوبندی) نے بھی نیل الفرقدین میں اس کی صراحت کی ہے۔ (معارف السنن للبنوری ج ۲ ص ۴۵۶)

آصف صاحب نے طحاوی کے جس نسخے کا حوالہ دیا ہے، اس کے حاشیے میں بھی لکھا ہوا ہے کہ" رجاله ثقات لكن هذه الرواية شاذة كما سيذكر الطحاوي "

اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ روایت شاذ ہے، جیسا کہ طحاوی (عنقریب) بیان کریں گے۔

(تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ تحت ح ۲۴)

بطورِ اعلان اور اطلاع خاص و عام عرض ہے کہ سجدوں کے دوران میں، سجدہ کرتے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت حالتِ سجود میں رفع یدین کرنا (نبی ﷺ سے) ثابت نہیں ہے۔ (دلائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۹۔۱۹۴)

سجدوں میں رفع یدین کی ضعیف و غیر صریح روایات کے مقابلے میں صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے:" وكان لا يفعل ذلك فی السجود " اور آپ یہ کام (رفع یدین) سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ (ح ۷۳۵)

" ولا يفعل ذلك حين يسجد و لا حين يرفع رأسه من السجود " اور آپ یہ کام (رفع یدین) سجدہ کرتے وقت نہیں کرتے تھے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت نہیں کرتے تھے۔ (ح ۷۳۸)

آصف دیوبندی کے چہیتے نے" بخاری و مسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح" کا عنوان لکھ کر درج ذیل نام گنوائے ہیں:

سفیان ثوری، قتادہ، سعید بن ابی عروبہ، یزید بن ابی زیاد، حمید الطّویل، ابو الزبیر المکی،

ابراہیم، ابوبکر بن عیاش، اسماعیل بن ابی خالد، حکم بن عتیبہ، اور حفص بن غیاث۔

(آصف کی کتاب ص ۲۳۔۲۵)

ان مذکورہ راویوں میں ابوبکر بن عیاش راقم الحروف کی تحقیقِ ثانی میں صدوق حسن الحدیث تھے اور صحیح مسلم میں متابعات وشواہد کا راوی یزید بن ابی زیاد حتمی طور پر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۷۰، ۱۴۵۔۱۴۶)

باقی راویوں کا ثقہ وصادق ہونے کے بعد مدلس ہونا بخاری ومسلم کے راویوں پر جرح نہیں اور اب دوسرا رخ پیشِ خدمت ہے:

۱: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے صحیحین کے بنیادی راوی امام ابوقلابہ الشامی رحمہ اللہ کے بارے میں "غضب کا مدلس" لکھا ہے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۱۴، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۷)

سفیان ثوری کے بارے میں بحوالہ تقریب "ربما دلّس" کے الفاظ لکھے ہیں۔

(خزائن السنن ج ۲ ص ۷۷)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے سفیان ثوری کو مدلس لکھا ہے۔

(تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۷۰ فقرہ: ۸۷)

۲۔۳: امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

"اولاً تو یہ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ سند میں سعید بن ابی عروبہ مختلط ہے اور قتادہ مدلس ہے۔ نہ تحدیث ثابت ہے اور نہ ہی متابعت۔" (جزء رفع الیدین ترجمہ وتشریح اوکاڑوی ص ۲۸۹ ح ۲۹ تا ۳۱)

۴: سرفراز صفدر کے استاد عبدالقدیر دیوبندی حضروی نے لکھا ہے:

"اور حضرت زہریؒ مدلّس ہیں" (تدقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

امین اوکاڑوی نے کہا: "ابن شہاب مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔"

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۲۵۶)

امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے: "اور یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اول تو اس میں زہری کا عنعنہ ہے..." (جزء القراءۃ للبخاری، ترجمہ تشریح امین اوکاڑوی ص ۲۱ تحت ح ۱)

۵: یزید بن ابی زیاد جو صحیح مسلم کے اصول کا راوی نہیں بلکہ متابعات وشواہد کا راوی ہے، اس کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:

''۱۔ زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔
۲۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔'' (نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ص ۸۵)

یہ کتاب آلِ دیوبند اور الیاس گھمن کی پسندیدہ ہے۔

(دیکھئے فرقہ اہلحدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۹۵)

۶: حمید الطّویل کے بارے میں امین اوکاڑوی نے کہا: ''صرف حمید الطّویل اس کو مرفوع کرتا ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۷۹)

۷: ابوالزبیر المکی کی ایک روایت کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:
''یہ حدیث سنداً (سند کے اعتبار سے) ضعیف ہے کیونکہ ابو زبیر مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے'' (جزء رفع الیدین ترجمہ وتشریح امین اوکاڑوی ص ۳۱۸ تحت ح ۵۶)

۸: ابراہیم بن یزید نخعی کو حاکم اور سیوطی وغیرہما نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

(دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۸، اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱)

عبدالقدیر دیوبندی حضروی نے حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے مدلس امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''اس روایت کا راوی سفیان بن عیینہ بھی مدلّس ہے۔'' (تدقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

۹: ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے بارے میں راقم الحروف کا اعلانِ رجوع چھپ چکا ہے۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۶۹)

تنبیہ:

امام ابوبکر بن عیاش کے صدوق حسن الحدیث ہونے کے باوجود اُن کی ترکِ رفع یدین والی خاص روایت باطل اور وہم ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور امام ابن معین وغیرہما کی

تحقیقات سے ثابت ہے اور خاص وصریح دلیل عام وغیر صریح دلائل پر مقدم ہوتی ہے۔

۱۰: امام اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں سرفراز خان دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور یہ صاحب مدلس بھی تھے'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

یاد رہے کہ یہ عبارت بعد والے نسخوں میں چپکے سے بغیر کسی اعلانِ رجوع وتوبہ کے نکال دی گئی ہے۔ (مثلاً دیکھئے طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۲ ص ۱۴۸)

۱۱۔۱۲: الحکم بن عتیبہ اور حفص بن غیاث دونوں کو سیوطی نے مدلسین میں ذکر کیا۔

(اسماء من عرف بالتدلیس: ۱۵، ۱۴)

تنبیہ:

آلِ دیوبند کے نزدیک سیوطی کا بہت بڑا مقام ہے، بلکہ قافلۂ باطل میں ''امام سیوطی'' لکھا ہوا ہے۔ (جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۲، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء، جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۳، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

محدثین اور آلِ تقلید کے سابقہ حوالوں کے باوجود آصف صاحب کے چہیتے کا یہ کہنا:

''بخاری ومسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح'' کوئی معنی نہیں رکھتا اور تدلیس کا اعتراض راوی کی ذات وعدالت پر جرح نہیں بلکہ اس کی معنعن روایت پر جرح ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ روایت صحیحین میں نہ ہو اور اس کے مقابلے میں کوئی خاص دلیل نہ ہو۔

آصف صاحب کے چہیتے اور آلِ دیوبند کو چاہیے کہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور اپنی چارپائیوں کے نیچے ذرا لاٹھی پھیر لیں۔

آصف لاہوری دیوبندی کے چہیتے عبدالغفار دیوبندی نے بغیر کسی صحیح سند کے لکھا ہے: ''ترک رفع الیدین بعد الافتتاح پر 1500 صحابہ سے زائد عامل تھے۔'' (ص ۲۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ آصف کی یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور اس کے مقابلے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اعلان درج ذیل ہے:

کسی صحابی سے بھی رفع الیدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

(جزء رفع الیدین: ۴۰، ۷۶، المجموع للنووی ۳/ ۴۰۵)

آصف لاہوری دیوبندی کی پیش کردہ روایات کا تحقیقی جائزہ

اب مذکورہ کتاب میں آصف لاہوری دیوبندی کی "۳۲۷ صحیح احادیث و آثار" کا تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے:

۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱ تا ۱۴ کی سند میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

(جواب کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۲۹۔۱۳۹)

نمبر ۱۵ سے سفیان ثوری کا واسطہ (کاتب یا کمپوزر کی غلطی سے) رہ گیا ہے۔

دیکھئے مسند الامام احمد (۱/ ۳۸۸ ح ۳۶۸۱، دوسرا نسخہ ۶/ ۲۰۳)

نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں ترک رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں ہے۔

نمبر ۲۰ تا ۲۲ میں تین راوی کذاب ہیں: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، محمد بن ابراہیم بن زیاد الرازی اور سلیمان الشاذکونی۔

حارثی کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/ ۴۹۶، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۸۹) اور لسان المیزان (۳/ ۳۴۸۔۳۴۹) اور میرا مضمون: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح۔

محمد بن ابراہیم بن زیاد کے لئے دیکھئے الضعفاء والمتروکون للدارقطنی (۴۸۷) اور لسان المیزان (۵/ ۲۲، دوسرا نسخہ ۵/ ۶۱۶)

سلیمان الشاذکونی کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر کی احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۰۴، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۵۴)

نمبر ۲۳ تا ۴۱ میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے اور مدرسۂ دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے لکھا ہے:

"جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم

الذکر عدم الشے پر دلالت نہیں کرتا۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۰۰)

اس عبارت پر ''مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے'' کا عنوان لکھا گیا ہے۔

آصف لاہوری کا عدمِ ذکر والی روایات کے ترجمے میں اپنی طرف سے بریکٹوں کے درمیان (صرف اور اس مفہوم کی عبارات) کا اضافہ کرنا صریح تحریف و کذب بیانی ہے۔

تنبیہ: اگر عدمِ ذکر سے نفیِ ذکر پر یہاں استدلال کیا جائے تو ان لوگوں کا تکبیرِ تحریمہ والا رفع یدین بھی ختم ہو جاتا ہے اور وتروں والا رفع یدین بھی ممنوع ہو جاتا ہے، حالانکہ تمام آلِ دیوبند تکبیر تحریمہ اور وتروں والے رفع یدین کے قائل و فاعل ہیں۔

۲) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ

نمبر ۴۲، ۴۴۔ ۴۵، ۴۷، ۵۱، ۵۴، ۵۷، ۷۰، ۷۲۔ ۷۳ میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

نمبر ۴۳، ۴۸۔ ۵۰، ۵۲۔ ۵۳، ۵۵۔ ۵۶، ۵۸۔ ۶۹، ۷۱، ۷۴۔ ۸۱ میں یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوصیری: ۲۱۱۶)

اور نمبر ۴۶ میں صاحبِ کتاب امام ابونعیم الاصبہانی سے لے کر امام ابوحنیفہ تک تمام راوی (مثلاً بکر بن محمد الحبال اور علی بن محمد بن روح وغیرہما) مجہول ہیں، ان کی توثیق ہرگز معلوم نہیں۔ (دیکھئے ارشیف ملتقی اھل الحدیث عدد ۴ ج ۱ ص ۹۲۶، تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

آصف کی مذکورہ روایات میں سے (بعض کے متون سے قطع نظر) ایک روایت بھی ثابت نہیں۔

تنبیہ: یزید بن ابی زیاد (ضعیف) کی دوسری روایت میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد سر اٹھانے (یعنی تینوں مکامات) پر رفع یدین کا ذکر و اثبات موجود ہے اور یزید تک سند حسن لذاتہ ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۷)

ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی تھے۔ عینی حنفی نے ابراہیم بن بشار کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں

''إسناده صحیح'' لکھا ہے۔ (نخب الافکار ج۳ ص۴۷۵)

اور دوسری روایت کی تحقیق میں ''رجاله ثقات'' لکھ کر ابراہیم بن بشار کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے نخب الافکار ج۳ ص۴۷۸۔۴۷۹)

آصف صاحب کو یہ چاہئے تھا کہ وہ ابراہیم بن بشار کی یہ روایت بھی ذکر کرتے، ورنہ ان کی یہ حرکت وطرزِ عمل اگر خیانت اور حق چھپانا نہیں تو پھر کیا ہے؟!

۳) سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما

اس باب میں تمام آصفی روایات (نمبر۸۲ تا ۸۸) کی سندوں میں محمد بن جابر راوی ہے، جس کے بارے میں حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''وهو ضعيف عند الجمهور'' اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۵/۱۹۱)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ومرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

(دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً ومرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

(النفح الشذی شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ج۴ ص۳۹۰، نور العینین ص۱۹۵۔۲۰۴)

آلِ دیوبند کا یہی عمومی طریقۂ واردات ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں صحیح وحسن اور صریح روایات چھوڑ کر ضعیف ومردود اور غیر صریح روایات پیش کرتے ہیں۔

٤) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نمبر۸۹ تا ۹۵ میں مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ کی روایات پیش کی گئی ہیں، جن کا محرف ومصحف ہونا نور العینین میں دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے۔ (دیکھئے ص۶۸۔۸۱)

نمبر۹۶ والی روایت شاذ (بمعنی منکر) وموضوع ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص۲۰۵۔۲۱۱)

نمبر۹۷ تا ۱۰۲ میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں، بلکہ صرف عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مرفوعاً اور صحیح بخاری، سنن ابی داود اور جزء رفع الیدین وغیرہ میں موقوفاً رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۶۴، ۹۲)

بلکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو کنکریوں سے مارتے تھے جو رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین: ۱۵، واللفظ لہ، التمہید ۹/۲۲۴ مختصراً)

۵) سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۰۳ تا ۱۳۰، میں ترکِ رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔

آصف صاحب نے ترجمہ میں خیانت کرتے ہوئے بریکٹوں کے درمیان اپنی طرف سے (تو رفع یدین نہ کرتے) لکھ دیا ہے جو کہ صریح دروغ بے فروغ بلکہ کالا جھوٹ ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر موجود ہے: (۱) شروع نماز (۲) رکوع سے پہلے (۳) رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت (۴) دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر رفع یدین۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۰۴ وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح" وصححہ ابن حبان وابن الجارود وغیرہما/ نور العینین ص ۱۰۴)

۶) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۳۱ تا ۱۸۳، میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ترکِ رفع یدین کا نام و نشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔ (نیز دیکھئے فقرہ سابقہ: ۵)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین مقامات پر رفع یدین ثابت ہے:

تکبیر (تحریمہ) کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر۔ (جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

۷) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

نمبر ۱۸۴ تا ۲۱۰ میں رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت سے ترکِ رفع یدین کا نام و نشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے اور حدیث مذکور کا تعلق حالتِ قعود میں تشہد والے اشارے سے ہے جس پر آج کل بھی شیعہ و روافض عمل پیرا ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۷، نور العینین ص ۱۲۷)

۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۱۱، ۲۱۴ میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲)

نمبر ۲۱۲ میں "حدثت" کا قائل مجہول ہے اور مسلم بن خالد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

نمبر ۲۱۳، ۲۱۵ میں عطاء بن السائب مختلط ہے۔ (دیکھئے الکواکب النیرات ص ۳۳۱)

نمبر ۲۱۶ تا ۲۲۰ میں عدم ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن، نور العینین ص ۱۶۰)

۹) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۱ تا ۲۲۵ میں عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی وہ روایت ہے کہ صحابۂ کرام شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح)

صحابۂ کرام میں سیدنا وائل رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور ان کا استثناء کسی صحیح یا حسن لذاتہ دلیل سے ثابت نہیں۔ سیدنا وائل کی مرفوع حدیث کے لئے دیکھئے صحیح مسلم (ح ۴۰۱)

۱۰) سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۶، ۲۲۷ میں عدم ذکر ہے اور سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح ثابت ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۷، صحیح مسلم: ۳۹۱)

۱۱) امام سلیمان بن یسار تابعی رحمہ اللہ

اس روایت (۲۲۸) میں عدمِ ذکر ہے اور روایت بھی مرسل (منقطع) ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ظاہر ہے کہ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ نے شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر (تینوں مقامات والے) رفع یدین کو بھی روایت کیا ہے۔ (دیکھئے ج ا ص ۲۳۵ ح ۲۴۲۹ وسندہ صحیح الی سلیمان بن یسار رحمہ اللہ)

۱۲) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۲ میں عدمِ ذکر ہے۔

۱۳) سیدنا ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطع نظر عرض ہے کہ نمبر ۲۳۳۔۲۳۴ دونوں روایتوں میں عدمِ ذکر ہے۔

۱۴) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۳۵ تا ۲۴۷ تمام روایتوں میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد (تینوں مقامات پر) رفع یدین ثابت ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح)

۱۵) سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۴۸ تا ۲۵۱ میں عدمِ ذکر ہے اور رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے ترک کا نام ونشان نہیں، لہٰذا آصف صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے۔

فائدہ: سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ مردوں اور عورتوں کی نماز کا طریقہ ایک ہے اور ہیئتِ نماز میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا آلِ دیوبند اس حدیث کے الفاظ کے بھی مخالف ہیں۔

۱۶) سیدنا علی رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطعِ نظر نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۶ میں عدمِ ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے، نیز دو رکعتوں سے اٹھ کر بھی رفع یدین ثابت ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ''صحیح حسن'' جزء رفع الیدین للبخاری: ۱، وسندہ حسن)

امام ترمذی نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

" و معنى قوله إذا قام من السجدتين ، يعني إذا قام من الركعتين "

اور آپ کے ارشاد: إذا قام من السجدتين کا معنی یہ ہے کہ جب دو رکعتوں سے اٹھتے تھے۔ (سنن ترمذی: ۳۰۴ وقال: ھذا حدیث حسن صحیح)

۱۷) سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۵۷ تا ۲۶۱ میں عدمِ ذکر ہے اور اس آصفی محرفانہ استدلال کے مقابلے میں سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔ (سنن دارقطنی ۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱، وسندہ صحیح، نور العینین ص ۱۱۸)

۱۸) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

آصف صاحب کی پیش کردہ دونوں روایتوں (نمبر ۲۶۲، ۲۶۳) میں عدمِ ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح تکبیر تحریمہ، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔

(مسند السراج ص ۶۲۔۶۳ ح ۹۲ وسندہ حسن، ابوالزبیر صرح بالسماع والحمدللہ)

۱۹) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۴ میں عدمِ ذکر ہے، جو کہ نفیِ ذکر کی دلیل نہیں۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۱)

آصف صاحب کی پیش کردہ مرفوع روایات ختم ہوئیں اور اس آصفی استدلال کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رفع یدین کی مرفوع روایات ثابت ہیں:

(۱) عبداللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) وائل بن حجر (۴ تا ۸) ابوحمید الساعدی بتصدیق ابی قتادہ وابی اسید الساعدی وابی ہریرہ ومحمد بن مسلمہ (۹) علی بن ابی طالب (۱۰) ابوموسیٰ (۱۱) ابوبکر الصدیق (۱۲) عبداللہ بن الزبیر (۱۳) انس بن مالک (۱۴) جابر بن عبداللہ الانصاری (۱۵) اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تفصیل کے لئے نور العینین دیکھیں)

اب دیکھتے ہیں کہ آثارِ صحابہ میں آصف لاہوری صاحب نے کیا تیریا ''تکہ'' مارا ہے؟

۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۵ تا ۲۶۸ میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔

سیوطی نے ابراہیم نخعی کو مدلسین میں شامل کیا ہے۔ (دیکھئے اسماء من عرف بالتدلیس:۲)

سیوطی (غیر مقلد) کے بارے میں دیوبندی ''مفتی'' عبدالواحد قریشی نے لکھا ہے:

''فقہ شافعی کے عظیم مفسر، محدث، فقیہ، مورخ، جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)''

(الیاس گھمن کا رسالہ ''قافلۂ حق'' جلد۵ شمارہ۴ص ۴۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

اس ضعیف روایت کے مقابلے میں حسن اور صحیح روایت کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ:۳۰

۲) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۹۔ ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶ والی سند میں ابو بکر النہشلی جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے لیکن اُن کی یہ روایت اُن کا وہم اور غلطی ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۶۵)

نمبر ۲۷۱، ۲۷۷ کی سند میں ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۵۱۰)

دوسرے یہ کہ یہ اہلِ سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی کتاب ہے۔

فیض الباری میں زید بن علی کو ثقہ تسلیم کر کے لکھا ہوا ہے:

'' إلا أن الآفة في كتابه من حيث جهالة ناقليه '' صرف یہ کہ ان کی کتاب (مسند زید) میں ناقلین کے مجہول ہونے کی وجہ سے مصیبت آئی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۴۱)

معلوم ہوا کہ آلِ دیوبند کے نزدیک بھی مسند زید نامی کتاب ثابت نہیں ہے۔

زیدی شیعوں کی اس مسند میں موضوعات کے ساتھ عجائب وغرائب بھی ہیں، مثلاً اذان میں حي علی خير العمل اور نماز میں بسم اللہ بالجہر بھی لکھا ہوا ہے۔ (ص ۸۳، ۹۳)

کیا آصف صاحب اور گھمن پارٹی والے ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

نمبر ۲۷۳۔۲۷۴ میں ابن فرقد شیبانی جمہور کے نزدیک مجروح وضعیف اور محمد بن ابان بن صالح جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۷۸ تا ۲۹۱ میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور حدیث نمبر ۲۹۲ سے سفیان ثوری کا واسطہ گر گیا ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ:۱)

نمبر ۲۹۳۔۲۹۵ میں عدمِ ذکر ہے اور نمبر ۲۹۶۔۲۹۸ میں ابراہیم نخعی ہیں جو کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۶)

تنبیہ: ابراہیم نخعی کی مرسل و منقطع روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

(دیکھئے کتاب الام للشافعی ج ۷ ص ۲۷۱۔۲۷۲، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۷۵)

غیر واحد سے استدلال والے مغالطے کے جواب کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۶۶)

۴) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۹۹ تا ۳۰۰ میں امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ ہیں جو کہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے لیکن اُن کی بیان کردہ یہ روایت باتفاقِ محدثین ان کا وہم ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۷۲)

نمبر ۳۰۱ میں عدمِ ذکر ہے اور نمبر ۳۰۲۔۳۰۳ میں محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (عرف ابن فرقد) سخت مجروح ہے۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۷۲۔۱۷۳)

ان کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر (زمانۂ تابعین میں بھی) عمل کرنا ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹)

آصف صاحب کے پیش کردہ آثار ختم ہوئے اور ترکِ رفع یدین ثابت نہ ہوا، بلکہ ان ضعیف و مردود اور غیر متعلق آثار کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے:

(۱) عبداللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) ابوموسیٰ الاشعری (۴) عبداللہ بن زبیر (۵) ابوبکر الصدیق (۶) انس بن مالک (۷) ابوہریرہ (۸) عبداللہ بن عباس (۹) جابر بن عبداللہ الانصاری اور (۱۰) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۵۹۔۱۶۱، وغیرہ)

اب آصفی آثارِ تابعین کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

نمبر ۳۰۴ میں طحاوی (۱/ ۲۲۷) کی روایت مذکورہ میں الحمانی سے مراد یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار ۳/ ۱۶۳، باب المقدار الذی یقطع فیہ السارق)

اور یہ حمانی جمہور کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

(دیکھئے اتحاف الخیرہ للبوصیری ۹/ ۴۹۶ ح ۹۴۳۴)

تنبیہ: آصف صاحب نے نقلِ روایت میں بھی گڑبڑ کی ہے۔ (دیکھئے ص ۲۰۱)

نمبر ۳۰۵ میں ابن فرقد مجروح، محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور حماد بن ابی سلیمان مختلط و مدلس ہیں۔

نمبر ۳۰۶ میں ثوری مدلس ہیں۔ (اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۸ ت ۱۸، وقال: مشہور بہ)

نمبر ۳۰۸، ۳۱۰ میں مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں۔ (اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۷۲)

نمبر ۳۱۱ میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف مدلس ہے اور طلحہ کا تعین مطلوب ہے۔

نمبر ۳۱۲ میں "بلغنا" کا قائل (مبلغ) نامعلوم ہے۔

نمبر ۳۰۷، ۳۰۹ میں لکھا ہوا ہے کہ "تو شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کر۔"

جبکہ دیوبندی و بریلوی حضرات وتر اور عیدین میں بھی رفع یدین کرتے ہیں، لہٰذا یہ دونوں گروہ ابراہیم نخعی کے مذکورہ اثر کے سراسر خلاف ہیں۔

نمبر ۳۱۳ میں حمانی مجروح ہے، جیسا کہ نمبر ۳۰۴ کے تحت گزر چکا ہے۔

نمبر ۳۱۴ میں اشعث بن سوار ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۳۱۳)

نمبر ۳۱۵ تا ۳۱۷ میں ابن فرقد مجروح و ضعیف ہے۔ (دیکھئے نمبر ۳۰۵ کا جواب)

نمبر ۳۱۸ تا ۳۲۰ میں اصحاب عبداللہ اور اصحاب علی کا نام مذکور نہیں، یعنی یہ تمام نامعلوم شاگرد مجہول تھے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۳۱۲)

نمبر ۳۲۱ میں اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں اور سماع کی تصریح نہیں۔ اسماعیل رحمہ اللہ کی تدلیس کے لئے دیکھئے احسن الکلام (ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

بعد میں احسن الکلام والی عبارت کو چپکے سے اُڑا دیا گیا ہے، جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں نمبر ۱۰ کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

نمبر ۳۲۲ میں سفیان بن مسلم مجہول ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۳۱۴)

نمبر ۳۲۳ میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ ۱/ ۹۲)

اور مدلس بھی ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۳۱۴، اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۵)

نمبر ۳۲۴، ۳۲۵ میں جابر بن یزید الجعفی راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا: " ما رأيت أحدًا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح " میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (کتاب العلل للترمذی مع الجامع ص ۸۹۱ وسندہ حسن)

اس گواہی سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

۱: جابر جعفی کذاب تھا۔

۲: امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا، لہٰذا وہ تابعی نہیں تھے۔

نمبر ۳۲۶ میں کسی تابعی کا قول نہیں بلکہ اسحاق بن ابی اسرائیل نام کا ایک راوی تھا جو ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا اور اس کے بارے میں امام بغوی نے فرمایا:

" ثقة مأمون ، إلا أنه كان قليل العقل " وہ ثقہ مامون لیکن کم عقل تھا۔

(تاریخ بغداد ۶/ ۳۶۱ ت ۳۳۸۳، سیر اعلام النبلاء ۱۱/ ۴۷۷)

تبع تابعین کے بعد ایک کم عقل ثقہ آدمی کی ذاتی رائے کی کیا حیثیت ہے؟!

نمبر ۳۲۷ میں مالکیوں کی مدوّنہ کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جو کہ غیر ثابت اور ناقابلِ

حجت کتاب ہے۔

(دیکھئے العبر فی خبر من غبر ۱۲۲/۲، دوسرا نسخہ ۴۴۳/۱، اور القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۸۷)

ان آصفی آثار کے مقابلے میں درج ذیل تابعین سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے:

(۱) محمد بن سیرین البصری (۲) ابو قلابہ البصری الشامی (۳) وہب بن منبہ الیمانی (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر المدنی (۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر المدنی (۶) عطاء بن ابی رباح المکی (۷) مکحول الشامی (۸) نعمان بن ابی عیاش المدنی الانصاری (۹) طاوس الیمانی (۱۰) سعید بن جبیر الکوفی اور (۱۱) حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ۔

(دیکھئے نور العینین ص ۳۱۶)

ثابت ہوا کہ مکہ، مدینہ، بصرہ، شام اور یمن سب مقامات پر رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کیا جاتا تھا اور دورِ تابعین میں اس پر عمل جاری و ساری تھا، لہٰذا رفع یدین مذکور کی منسوخیت یا متروکیت کا دعویٰ باطل و مردود ہے۔

انصاف پسند قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دیکھ لیا، آصف لاہوری دیوبندی نے آلِ دیوبند کے ساتھ مل کر اپنے زعم باطل میں ''ترک رفع الیدین پر ۳۲۷ صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ'' پیش کیا، حالانکہ اس سارے مجموعے کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں:

۱: صحیح مرفوع و موقوف روایات لیکن ان میں ترکِ رفع الیدین کا نام و نشان نہیں، لہٰذا انھیں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے خلاف پیش کرنا غلط، باطل اور مردود ہے۔

۲: ضعیف و مردود سندوں سے مروی مرفوع و موقوف روایات، جن سے استدلال غلط، باطل اور مردود ہے۔

آصف صاحب اینڈ پارٹی نہ تو نبی کریم ﷺ سے ترکِ رفع الیدین صراحت اور صحیح

سند کے ساتھ ثابت کر سکے ہیں اور نہ کسی ایک صحابی سے رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت کے ساتھ صحیح یا حسن سند سے ترک کا کوئی ثبوت پیش کیا ہے، لہٰذا آصف صاحب کی یہ کتاب آصف اور آلِ دیوبند کی شکست فاش ہے، جبکہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین صحیح و حسن لذاتہ اسانید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے اور صحابۂ کرام و جمہور تابعین عظام سے بھی ثابت ہے۔

رہ گیا ایک تابعی کا انفرادی و شاذ عمل تو اس کے مقابلے میں تابعین عظام کا جم غفیر ہے اور نبی کریم وصحابۂ کرام کے مقابلے میں ایک تابعی یا مجہول لوگوں کے عمل کی حیثیت ہی کیا ہے؟!

تفصیل کے لئے دیکھئے امام بخاری کی مشہور کتاب: جزء رفع الیدین اور راقم الحروف کی کتاب: نور العینین فی اثبات رفع الیدین، والحمد ربّ العالمین

(۸/نومبر ۲۰۱۱ء)

اضافہ: گھمن صاحب نے الناسخ والمنسوخ لابن شاہین (ص ۱۵۳ [و فی نسختنا ص ۳۲۹ ح ۲۴۸]) سے ایک روایت پیش کی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور نہ اس کے بعد کرتے۔'' (گھمنی نماز ص ۹۰)

ترجمے سے قطع نظر عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں احمد بن عبداللہ بن محمد الرقی راوی ہے، جس کی توثیق نامعلوم ہے۔

عرض ہے کہ احمد بن عبداللہ الرقی کی توثیق بعد میں مل گئی۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۴/ ۲۲۹۔ ۲۳۰ ت ۱۹۳۶)

نیز اس روایت کی دوسری سندیں بھی مل گئی ہیں:

دیکھئے الجزء العاشر من الفوائد المنتقاۃ لابن ابی الفوارس (۱/ ۱۷۱ ح ۱۷۰)

المخلصیات (۳/ ۲۲۹ ح ۲۳۹۵)

تاریخ دمشق لابن عساکر (۴۸/۵۱)

کتاب الضعفاء للعقیلی (۲/ ۶۹ مختصراً، دوسرا نسخہ ۲/ ۴۲۲، تیسرا نسخہ ۲/ ۳۵۸)

اسے حافظ ابن حجر نے فتح الباری (ج ۲ ص ۲۲۱ تحت ح ۷۳۷) میں ''باسناد حسن'' قرار دیا، لیکن لسان المیزان میں لکھا: ''رزق اللّٰہ بن موسی الکلواذاني عن یحیی بن سعید و بقیۃ أحادیثہ منکرۃ وھو بصري لابأس بہ''

رزق اللہ بن موسیٰ الکلواذانی نے یحییٰ بن سعید اور بقیہ سے منکر حدیثیں بیان کیں اور وہ بصری لاباُس بہ ہے۔ (ج ۲ ص ۴۵۹، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۹۵۔۹۶)

امام خلیلی نے فرمایا: اس روایت میں رزق اللہ بن موسیٰ کو غلطی لگی ہے۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۱/ ۲۰۳)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت جرح خاص ہونے کی وجہ سے منکر یعنی ضعیف ہے۔

تدلیس اور طبقات المدلسین

محمد رفیق طاہر حفظہ اللہ نے پوچھا: مدلس راوی کی ہر معنعن روایت مردود ہے اِلا کہ کوئی قرینہ مل جائے، اس اصول کے تحت طبقات المدلسین کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ نے جواب دیا: اصل تو یہی ہے کہ روایت مردود ہوگی، طبقات تو بعد کی پیداوار ہیں۔ پہلے محدثین میں یہی طریق چلتا رہا ہے کہ سماع کی تصریح مل جائے یا متابعت ہو تو مقبول، ورنہ مردود۔ یہ فلاں طبقہ اور فلاں طبقہ اسکی کوئی ضرورت نہیں، یہ تو بعد کے علماء کی اپنی تحقیقات ہیں، یہ کوئی وزنی اور پکا اصول نہیں ہے۔

محمد رفیق طاہر: کچھ مدلس رواۃ ایسے ہیں جنکے عنعنہ کو متقدمین محدثین نے قبول کیا ہے۔

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ: وہ تو ضعیف راویوں کو بھی قبول کیا ہے۔ پھر؟ متقدمین محدثین تو ضعیف راویوں کی (مرویات) بھی قبول کر لیتے ہیں، پھر ضعیف راوی بھی ثقہ بن جائے گا؟۔

محمد رفیق طاہر: نہیں

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ: قبول کرنا یا اس روایت کے مطابق فتوی دینا مسئلہ الگ ہے، اور روایت کا صحیح ہونا مسئلہ الگ ہے۔ مسئلہ وہ اجتہاد سے بیان کر رہا ہو، اور ضعیف روایت کے موافق آ جائے ممکن ہے کہ وہ اسے دلیل ہی نہ بنا رہا ہو۔

محمد رفیق طاہر: پھر مسئلہ تو سیدھا سا ہی ہے۔

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ: جی ہاں، یہی سیدھا اور پکا اصول ہے، طبقات سے پہلے والے محدثین والا، کہ مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔ 22 شعبان 1431ھ ''

(سہ ماہی مجلّہ المکرم شمارہ: 13، اپریل تا جون 2012ء ص ۳۷۔۳۸)

اطراف الآیات والاحادیث والآثار

اسماء الرجال

اشاریہ

[ختم شد]

طبعہ جدیدہ ۱۳/ستمبر ۲۰۱۲ء

نور العینین
فی اثبات
رفع الیدین